

دلہاں ملک

مع شرح

مؤلفہ

اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی

مرتبہ

مجیب احمد ایم۔ اے میرٹھی^ط

دیوانِ حاکمی

مع شرح

مصنفہ

اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی

مرتبہ

مجیب احمد لکھنؤی

«ناشر»

اعتقاد پبلشنگ ہاؤس گللی کوتوانہ سوئیپوالان دہلی ۱۱۰۰۶

باراؤل _____ اکتوبر ۱۹۷۵ء

تعداد _____ تین سو

زیرنگرانی _____ اعتقاد حسین صدیقی

طباعت _____ کوہ نور پریس دہلی ۷

قیمت _____ بیس روپے -/20 Rs.

ناشر :- اعتقاد پبلشنگ ہاؤس گللی کوتا نہ سویوالان دہلی ۱۹۹۱ء

سول ایجنٹ

- (۱) اردو لائبریری سینٹر - سٹی مارکیٹ - ننگلورہ ۲
- (۲) شجاعت علی، وجاہت علی - بک سیلر - جامع مسجد گورکھپور
- (۳) انجمن ترقی اردو - مانا سندی روڈ - نئی دہلی

خواجہ الطاف حسین حالی

شمس العلماء، سحری اُردو خواجہ الطاف حسین حالی کے خیالات وہی تھے۔ جن پر ان کی وفات سے ۶۶ سال کے بعد پاکستان کی بنیاد رکھی گئی! اس لحاظ سے حالی کو پاکستان کا پہلا قومی شاعر کہنا چاہیے۔ حالی نے ۱۸۵۵ء کی جنگ آزادی کے بعد ہندوستانیوں کے رویہ کی غایت کو سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ۱۸۹۲ء میں مجڈرن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتویں سالانہ اجلاس میں جو بمقام دہلی منعقد ہوا۔ یہ نظم پڑھی جس میں فرمایا:۔

آئے ہیں اس عرض سے سب بڑکے تاکہ سوچیں
ہندوستان میں کیونکر پائی رہے نشانی
نکلیں تو کیونکر نکلیں ذلت سے وہ گھرانے
دنیا میں کس طرح ہوں سر سبز کھڑے مسلمان
اس قوم کی کہ کل تھا جس کے وہ زیرِ فرماں
اعزاز نے تھا بانڈھا جس کے بڑوں سے پیاں

پانی پت۔ پانی پت (ضلع کرنال) مشرقی پنجاب میں دہلی سے ۵۳ میل جاتے شمال واقع ہے! اس قصبے کو اپنی گونا گوں اہمیتوں کی وجہ سے تاریخی شہرت حاصل ہے۔ حکومت مغلیہ کے بانی محمد ظہیر الدین بابر نے ۱۵۲۶ء میں پانی پت ہی کے میدان میں ابراہیم لودھی کو شکست دے کر ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ پھر ہجرتوں کی وفات پر جب ۱۵۵۶ء میں ہمایوں نے بغاوت کی تو اگیری نوج نے پانی پت ہی کے میدان میں مہمو کا مقابلہ کر کے اسے گرفتار کر لیا تھا۔ پھر ۱۵۵۶ء میں پانی پت ہی کے میدان جنگ میں کفر و اسلام اکاؤدھ مصلہ کن معرکہ ہوا تھا جس میں ایک طرف ۲ لاکھ مرہٹوں کا ہڈی دل تھا۔ ادر دوسری طرف حضرت احمد شاہ ابدالی کے چند ہزار خروش مجاہدین تھے۔ شاہ اودھ اور ریلے بھی کفر و اسلام کی اس اونریش میں احمد شاہ ابدالی

کے ساتھ تھے برہمے بہت بے جگری سے لڑے مگر فتح افغان مجاہدین ہی کے حصے میں آئی کہتے ہیں کہ ایک لاکھ چھٹے اس جنگ میں کام آئے اس جنگ سے ہندوستان میں مرہٹوں کا زور ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گیا اس فتح سے محمد شاہ ابدالی نے نوکولی قائد نہ اٹھایا۔ البتہ انگریزوں کو اپنا اقتدار پڑھانے کا خوب موقع مل گیا۔

پانی پت ہی میں حضرت بوعلی شاہ قلندر کا مزار پر انوار ہے جن کی روحانی حکومت کا ثبوت اس حکایت سے ملتا ہے جو حضرت علامہ اقبال نے اپنی مثنوی "اسرار و رموز" میں بیان کی ہے۔

حالی کی ولادت: اس پانی پت کی خاک پاک سے ۱۸۳۹ء میں یہ قومی شاعر علامہ خواجہ الطاف حسین حالی پیدا ہوئے ان کے آباؤ اجداد کو عہدِ مغلیہ میں حد درجہ امتیاز حاصل تھا۔ بعد ازاں انہیں شاہِ اودھ سے امداد ملتی رہی۔ لیکن خواجہ حالی کے سرسبز ان کے والدین کا سایہ چھین ہی سٹاٹھ گیا تھا۔ والد کا دماغ ان کی وفات کے بعد ہی مختل ہو گیا تھا انہوں نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے بہن بھائیوں کے سوا کسی کو اپنا سرپرست نہ پایا۔ قدرت نے حالی کی طبیعت میں ایک جوہر خاص ودیعت کیا تھا انہیں پہلے قرآن مجید حفظ کرایا تھا پھر تیس جعفری کے سامنے راتوں کے ادب کیا اور فارسی کی دو چار کتابیں ان سے پڑھیں۔ سید جعفری میر ممتون دہلوی کے بھتیجے اور داماد تھے۔ انہیں زبانِ فارسی، تاریخ اور طب میں یرطولی حاصل تھا جب حالی نے فارسی میں کافی مہارت حاصل کر لی تو عربی سیکھنے کا شوق و انگیزہ ہوا۔ چنانچہ آپ نے حاجی اسمعیل انصاری سے جو علم صرف کے عالم تھے، صرف و محو پر طبعی شروع کی آپ نے پانی پت کے مشہور فضلاء مولوی عبد الرحیم، مولوی محمد اللہ اور مولوی قلندر علی سے منطق، فلسفہ، حدیث اور فقہ کا سبق لیا۔ عربی تعلیم کی تکمیل کے لئے آپ دہلی گئے۔ وہاں سے آپ نے ایک عربی رسالہ

بھی جاری کیا اسی اشارہ میں آپ کی شادی ہو گئی اور آپ ضلع حصار کے کلکٹر کے دفتر میں ملازم ہو گئے۔ چھوڑے سے ہی عرصہ کے بعد ۱۸۵۸ء کا انقلاب برپا ہو گیا۔ اور آپ ملازمت چھوڑ کر پانی پت چلے آئے۔ جہاں کچھ عرصہ بیکار بیٹھے رہے۔

نیمچرل شاعری: ۱۸۵۶ء میں کمرل ہالرائڈ ڈائریکٹر محکمہ تعلیمات پنجاب نے لاہور میں ایک نئی قسم کے شاعر سے کی بنیاد ڈالی جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے ہندوستان بھر میں پہلا شاعر تھا۔ اس میں مصرع طرح کی بجائے نظم کہنے کے لئے کوئی عنوان تجویز کیا جاتا تھا۔ ان مشاعروں کے رُوح رواں خواجہ حالی، مولوی محمد حسین آزاد اور مرزا ارشد گورگانی تھے۔ مولانا حالی کی نظمیں ”برکھارت“ ”حب وطن“ ”رحم و انصاف“ وغیرہ انہیں مشاعروں میں پڑھی گئی تھیں۔ ان کے علاوہ مولانا حالی نے بہت سی نیمچرل اردو میں نیمچرل شاعری کو روح دیا۔ انہیں ایام میں سرسید نے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کی تحریک جاری کر رکھی تھی۔ انہوں نے حالی کو قوم کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ آپ نے انہیں کے ایام سے ۱۸۵۸ء میں ”مسدس جزہ اسلام“ لکھی۔ جسے ”مسدس حالی“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ مسدس اردو زبان میں قومی شاعری کی پہلی طویل نظم ہے۔

نثر اجم کی اصلاح: پنجاب کے ادبی مشاعروں میں شرکت کرنے کی وجہ سے مولانا حالی کا تعلق لاہور سے ہو چکا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد حسن اتفاق سے انہیں گورنمنٹ بک ڈپو میں جگہ مل گئی۔ یہاں انگریزی داں ادیب اردو میں انگریزی کتابوں کے ترجمے کرتے تھے۔ مولانا حالی کے سپرد یہ خدمت ہوئی کہ ان نثر اجم پر نظر ثانی کر کے ان کی زبان درست کریں۔ اس طرح آپ کو انگریزی نہ جاننے کے باوجود انگریزی ادب کے مطالعہ کا موقع مل گیا۔ آپ نے اپنے فرائض کو نہایت عمدگی اور

خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ آپ ۱۸۶۱ء تک لاہور ہی میں رہے۔ یہاں چند ماہ جینیس کالج میں بھی کام کیا پھر اینگلو عربک سکول دہلی میں مدرس ہو گئے۔ اسی زمانہ میں سر سید کے دولت کدرہ پر آپ کی ملاقات وزیر اعظم ریاست حیدرآباد آسمان جاہ سے ہوئی! انہوں نے ریاست حیدرآباد سے ایک سو روپیہ وظیفہ مقرر کرا دیا۔ آپ نے مدرسہ کو نورا خیر یاد کہا اور اپنی زندگی مسلمانوں کی قومی، ملی اور تعلیمی خدمات کے لئے وقف کر دی۔ سیرکار انگریزی نے آپ کو تعلیمی اور ادبی خدمات کے صلے میں شمس العلماء کا خطاب عطا کیا۔ آپ نے ۳۱ دسمبر ۱۹۱۲ء کو وفات پائی اور پانی پت میں دفن ہوئے۔

حالی کی شاعری: ۱۸۵۶ء کے انقلاب سے پہلے آپ کو دہلی میں سکونت اختیار کرنے کا موقع ملا۔ تو دہلی کی فضا ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کی فضا غالب، مومن، ذوق، آرزوہ اور ظفر کی نواؤں سے گونج رہی تھی۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۸ یا ۱۹ سال کی تھی آپ کو بھی شاعری کا شوق ہوا، اور آپ نے مرزا غالب کی شاگردی اختیار کی۔ آپ نوجوان تھے اور مرزا غالب بڑھے اور جگت استاد تھے۔ لیکن پھر بھی حالی کا احترام کرتے تھے۔ ان کے رنگِ تغزل، آرزویشِ طبع کی تعریف کرتے تھے۔ حالی نے شعر میں وہی رنگ اختیار کیا جو مومن، غالب، شیفقہ اور آرزوہ کا تھا چونکہ آپ اردو میں بحر اور قوی شاعری کے بانیوں میں ہیں۔ اس لئے لوگوں نے ان کی قدیم غزلوں کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ غزل میں بھی ان کا رنگ سن بہت مؤثر اور دل نشین ہے۔ اسی لئے ان پر مرزا غالب کی شفقت کی نظر تھی۔

وقت کا عام رنگ سخن: حالی اس دور میں پیدا ہوئے جس کی ابتداء شیخ

لم نے اس دور کے شاعروں کا مفصل حال اور ان کے کلام پر بسط تبصرہ مذکورہ شعر کے آرو اور تاریخ ادب اردو میں کیا ہے۔ (نظیر)

امام بخش ناسخ لکھنوی سے ہوئی تھی۔ اپنے وقت میں ناسخ کی شاعری کا ڈھنگا سارے ہندوستان میں بجا رہا تھا۔ ناسخ خارجی شاعری کے علمبردار تھے۔ وہ جزایا کی بہت کم ترجمانی کرتے تھے۔ استاد ذوق نے ابتداء میں ناسخ ہی کی پیروی کی اور فیصلہ گوئی کی وجہ سے آخر دم تک کم و بیش ناسخ ہی کے مقلد رہے۔ مرزا غالب نے پہلے مرزا بیدل کا رنگ اختیار کیا پھر ناسخ کی روش پر چل پڑے۔ مگر جلد ہی سنہل ٹکڑے اور سر کے رنگ میں کہنے لگے۔ مومن نے بھی ابتداء میں ٹھوڑا عرصہ ناسخ ہی کی پیروی کی مگر انھوں نے جلد ہی خارجی شاعری چھوڑ کر داخلی شاعری اختیار کر لی۔ اور سر کے انداز میں جرات کے محاکات اور شوخی کا اضافہ کر کے ایک نیا رنگ پیدا کر لیا اس کے علاوہ مومن نے بات میں بات پیدا کرنے کی و لغزب راہ میں نکالیں مومن کی یہ روش بہت مقبول ہوئی۔ حتیٰ کہ مرزا غالب کے اکثر شاگردوں نے یہی رنگ اختیار کر لیا۔ مرزا غالب کے شاگرد قربان علی سالک کہتے ہیں

نظر مدت سے سے یوں جانب در

گئے ہیں وہ ابھی گویا یہاں سے

مگر ذوق نے جو ناسخ کے مقلد تھے۔ اس مضمون کو خارجی رنگ

میں یوں پٹ دیا۔

ہے عین وصل میں بھی میری آنکھ سوئے در

لیکا جو پڑ گیا ہے مجھے انتظار کا

پہلے شعر میں محبوب کے جانے کے بعد کی کیفیت بیان کی گئی ہے جس

میں حسرت و ارباب اور اشتیاق کے ملے جلے جذبات ہیں۔ لیکن دوسرے شعر میں

عین اور آنکھ کی لفظی رعایت کے علاوہ ایک موہم اور خیالی کیفیت کا اظہار ہے۔

وہ وصل ہی کیا جب عاشق محبوب کے دیدار میں محو ہونے کی بجائے سوئے در
 متوجہ ہو۔ نواب مصطفیٰ خاں شفیقہ جو اسی دور کے شاعر ہیں۔ اور حاکمی کے خاص
 کم فرادوں میں ہیں۔ کہتے ہیں ے

گلِ نغمہ گر جو مطرب جادو ترانہ تھا ہوش و حواس و عقل و خرد کا پتہ نہ تھا
 حسرتِ جاں کے کوچ میں کیوں نگر نہ دیکھئے اپنا بھی اس جن میں کبھی آشیانہ تھا
 ویرا شعور سرکارِ رنگ لئے ہوئے ہے پھر کہتے ہیں۔

دشمن کے فعل کی تمہیں توجیہ کیا ضرور
 تم سے مجھے فقط گلہ روستانہ تھا

اس شعر میں وہی طرز بیان اختیار کیا ہے جو مومن کے لئے خاص تھا۔ اسی
 انداز میں اس دور کے ایک اور شاعر امراؤ مرزا انور (سید ظہیر الدین کے چھوٹے
 بھائی) کہتے ہیں ے

نہم تجھے نہ تم آئے ہمیں سے
 پسینہ پوٹھئے اپنی جبین سے

غالب کے ایک اور شاگرد محمد ذکریا خاں زکی کہتے ہیں ے

یہ رنگیں نگاہ یہ تبسم نقاب میں کیا بے حجابیاں ہیں تمہارے حجاب میں
 اس کی نظر میں ہر نفس آغازِ شوق ہے رکتا ہے کون عمر گذشتہ حساب میں
 اقرارِ بندگی سے نہیں بندہ پروری بد نظر یہ تھا کہ نہیں ہاں جواب میں
 ان اشعار میں ایک خاص کیفیت اور شوخی ہے۔ استادِ فوق اپنی
 زمین میں کہتے ہیں ے

ہاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
 واں ایک خاشی تری سب کے جواب میں

مرزا غالب اسی زمین میں یوں گوبر افشاں ہیں ے
 مجھ تک کب ان کی نرم میں آیا تھا دورِ جام
 ساقی نے کچھ ملانہ دیا ہو شراب میں
 غرض حلا کی شاعری کا آغاز ہوا تو ملک میں غزل کا صحت مندا اور مقبول
 رنگ وہ تھا جو غالب اور مومن کی غزلوں میں پایا جاتا ہے۔ اور ناسخ کی خارجی
 شاعری کی مقبولیت کم ہو رہی تھی چنانچہ حالی نے بھی دہلی کے انہیں اساتذہ کا
 رنگ اختیار کیا۔ ایک غزل میں کہتے ہیں ے

مجھ میں وہ تابِ ضبطِ شکایت کہاں ہے اب
 چھٹرونہ تم کہ میرے بھی منہ میں زباں ہے اب
 ناسخ یا ذوق کبھی محبوب سے یوں چسپیں بہ چسپیں نہیں ہوئے۔ کیونکہ وہ شاعری
 یا عشق کے جس پہلو کو لئے ہوئے تھے۔ اس میں ثورداری بیوفالی کے مترادف
 ہے۔ حالی پھر کہتے ہیں ے

وہ دن گئے کہ جو صلہ ضبطِ راز تھا
 آنے لگا جب اس کی تمنا میں کچھ نرا
 لغزش تہ ہو بلا ہے حسینوں کا التفات
 تیسرے شعر میں اسی قسم کی بدگمانی ہے جو غالب کے اس شعر میں ہے
 چہرے سے اپنے سورشِ پیراں عیاں اب
 کہتے ہیں لوگ جان کا اس میں زباں آ رہا
 لے دل سنبھل وہ دشمن ہیں مہرباں ہے اب
 ساقی نے کچھ ملانہ دیا ہو شراب میں
 ایسا ہی حالی کا یہ شعر ہے۔

یارب اس لافسلاط کا انجام ہو نجیر
 تھا ان کو ہم سے ربط مگر اس قدر کہانا
 قربان علی سالک کا ایک مطلع ہے ے

کچھ تغیر مرے احوال پریشاں میں نہیں
 میں اس عالم میں ہوں جو عالم امکان میں نہیں
 اسی زمین میں حاکی کی غزل بھی سنئے کیسے کیسے گل کھلائے ہیں۔

کچھ نہیں کھیل سنبھلنا غم بھراں میں نہیں
 ٹھیرتے ٹھیرتے دل یونہی سنبھل جائے گا
 کس طرح اُن کی لٹکاوٹ کو بناوٹ سمجھوں
 بے قراری تھی وہ امید ملاقات کے ساتھ
 حاکی ترا کو کہتے ہیں کہ ہے شاہد باز
 چاک میرے دل میں ہے جو کہ گریباں میں نہیں
 بات جو آج ہے وہ کل شب بھراں میں نہیں
 خط میں لکھا ہے وہ القاب جو عنوان میں نہیں
 اب وہ اگلی سی درازی شب بھراں میں نہیں
 یہ تو کچھ آثار اس مردِ سلماں میں نہیں

مرزا غالب کی ایک مشہور غزل ہے

چاہئے اچھوں کو جتنا چاہئے
 یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہئے
 خواجہ حالی اس زمین میں ثمراتے ہیں

حشر تک ہاں دل شکبہ چاہئے
 ہے تجلی بے نقاب روئے یار
 ہے کچھ اک باقی خاش امید کی
 دوستوں کی بھی نہ ہو میرا جسے
 لگائی چپ حاکی رنجور کو
 مرزا غالب کی غزل ہے

نہ گل پرودہ ہوں نہ نغمہ ساز
 اس زمین میں حاکی کہتے ہیں

رخش و التفات و ناز و نیاز
 عشق کی آج اس میں پاتا ہوں
 ہم نے دیکھے بہت نشیب و فراز
 دل ذرا دیکھتا ہوں جس کا گزار

آج منکر بھی نوح اٹھیں گے مگر مفتی کی ہے یہی آواز
 عاشقانِ حق کے دلوں پر غم و ملال کی ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے۔
 جس پر نزار شادمانیاں اور سرتیں قربان ہوں۔ حالی فرماتے ہیں سے
 ہم کو بہار میں بھی سرگمستاں نہ تھا یعنی خزاں سے پہلے ہی دل شادمان نہ تھا
 ملتے ہی ان کے بھول گئیں کلفتیں تمام گویا ہمارے سر پہ کبھی آسماں نہ تھا
 ذرا عشق کی خودداریاں اور نازا فرینیاں بھی دیکھئے سے
 تیغ ہے کہ پاس خاطر نازک عذاب ہے تھا دل کو جب فراع کہ وہ ہرباں نہ تھا
 بچھ میری بخودی سے تمہارا زیاں نہیں نم جاتا کہ نزم میں اک حسنہ جاں نہ تھا
 رات ان کو بات بات میں سو سو دئے جواب مجھ کو خود اپنی ذات سے ایسا گماں نہ تھا
 حسن کا وار کتنا بے پناہ ہے سے
 تھا کچھ نہ سمجھ کہ پھانس ہی اک دل میں چھ گئی مانا کہ اس کے ہاتھ میں تیر و سناں نہ تھا
 مقطع کی آن بان بھی دیکھئے سے
 ترم سخن میں جی نہ لگا اپنا زینہ سار شب انجمن میں حاکی جادویاں نہ تھا
 رحمت کی تعریفیں اُردو اور فارسی شہر ار نے بہت زورِ طبع صرف کیا ہے۔
 گرامی جانندھری لکھتے ہیں سے
 خصیانِ ماحمت پروردگار ما ایں را نہایت است نہ اور نہایت است
 مرزا غالب کہتے ہیں سے
 رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا
 امیر مینالی کہتے ہیں سے
 وہ کرشمے شانِ رحمت نے دکھائے روزِ حشر بول اٹھا ہر بے گنہ میں بھی گنہگاروں میں ہوں
 فیاض ہر یالوی کا شعر ہے سے

زاہد نہ کہہ یہ زند سے بخشا نہ جائے گا . زنبہ گھٹے گکار حمت پروردگار کا
مولوی برکت اللہ علی لائق لڑھالوی نے کہا۔

نہیں شمار تری بے شمار رحمت کا گناہ اس لئے ہم بے شمار کرتے ہیں
غرض ماضی و حال کے شعراء نے اجنت کے ہر پہلو پر اظہار خیال کیا ہے۔
اور نئے نئے مضامین پیدا کئے ہیں۔ حالی نے اس ضمن میں یوں گوہر افشانی کی ہے
جانی نہ قلم حجت حق پارسانے کچھ

یہ وہی زمین ہے جس میں داغ کہتا ہے
ہم بوسہ لے کے انکا عجب چال کر گئے یوں بخشوا لیا کہ یہ پہلا تصور تھا
شیخ تاسخ کی ایک زمین ہے

ہے نخل میوہ دار کورنج تیر کہاں

اس زمین میں اکثر اساتذہ نے نخلیں لکھی ہیں۔ حالی نے بھی اس زمین میں

طبع آزمائی کی ہے۔ کہتے ہیں

ہے جستجو کہ خوب ہے خوب تر کہاں

یا رب یہ اختلاط کا انجام ہو بخیر

ہم جس پہ لہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور

ہوتی نہیں قبول دعا ترک عشق کی

حالی نشاط لغمہ و مے ڈھونڈتے ہو اب

مزا دلخ کی ایک نخل ہے

اللہ اللہ رے پریشانی مری

نوسا ہی کام آئی رفد حشر

حالی اس زمین میں کہتے ہیں

اب ٹھیرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہاں

تھا اس کو تم سے ربط مگر استفادہ کہاں

عالم میں تجھ سے لاکھ ہی تو مگر کہاں

دل چاہتا نہ ہو تو دعا میں انتر کہاں

آئے ہو وقت صبح رہے رات بھر کہاں

زلف جاتاں بھی ہے دیوانی مری

شکل زاہد نے نہ پہچانی مری

۱۴ کفر سے بدتر مسلمانی مری
 خلد میں بھی گر رہی یاد اس کی زلف
 کم نہ ہو شاید پریشانی مری
 مانع گلگشت ہے بیم خزاں
 موت کرتی ہے نگہبانی مری
 خندہ زن ہے اس مسلمانی بہ کفر
 جیسی ہے عالی مسلمانی مری
 تیر کے کلام میں معنوی خوبیوں کے علاوہ ایک عام خوبی ہے کہ ان کے اکثر اشعار سہل ممتنع ہیں مثلاً
 اگر تیر اس طرح روتا رہے گا
 تو اب گالیاں غیر کو شوق سے لے
 تو تم سایہ کا ہے کو سوتا رہے گا
 ہمیں کچھ کہے گا تو ہوتا رہے گا
 حالی کے بھی اکثر اشعار سہل ممتنع کی بہترین مثال میں۔ مثلاً
 اب وہ اگلا سا التفات نہیں
 رنج کیا کیا ہیں ایک جان کے ساتھ
 جس پر پھولے تھے ہم وہ بات نہیں
 زندگی موت ہے حیات نہیں

بھر کہتے ہیں
 کوئی محرم نہیں ملتا جہاں میں
 دل پر درد سے کچھ کام لو لگا
 یا پھر غزل سے
 مرے دل میں ہو گو مجھ سے نہاں ہو
 مجھے کہنا ہے کچھ اتنی زباں میں
 اگر فرصت ملی مجھ کو جہاں میں
 مجھ بھی ڈھونڈ لینا تم جہاں ہو
 اگر سمع مبارک پر گراں ہو

غرض حالی کا رنگِ تغزل اپنے ہم عصر شعراء کی طرح نہایت پاکیزہ اور قابلِ قدر تھا۔ اگر وہ غزل گوئی ترک کر کے ٹیچرل اور قومی شاعری اختیار کر لیتے تو غزل میں ان کا درجہ داغ اور تیر سے بلند تر اور روشن اور غالب کے برابر ہوتا لیکن ۱۸۵۶ء کے قیامت خیز ہنگامے نے ہندوستان میں مسلمانوں کو تباہ کر دیا۔ اور ہند میں مسلمانوں کا باقی رہنا اور ہندوستان میں اسلام اور اسلامی تمدن اور اسلامی ثقافت کا زندہ رہنا بظاہر ناممکن ہو گیا تھا اس دورِ ہوشِ رُبا اور قیامت خیز صورتِ حال کے پیشِ نظر حالی کو گل و بلبل اور گیسو کے رخسار کی شاعری سے نفرت ہو گئی۔ اور انہوں نے شعر میں وہ باتیں کہنے

کی ٹھان لی جس سے قوم کو کچھ فائدہ پہنچے۔ خیانتچراہوں نے بر ملا کہا ہے
 بلیک کی چین میں ہم زبانی چھوڑی نزم شعراء کی نزم خوانی چھوڑی
 جب سے دل زندہ تو نے ہم کو چھوڑا ہم نے بھی تری رام کہانی چھوڑی =



قطعات

چھوٹوں کا بڑا بن جانا

کھینچ کے یاروں سے یہ کہا
 کوئی ہے چھوٹا کوئی بڑا
 دے لو نہیں چھوٹے خط کو بڑھا
 اٹھ کے دیا اک اک کو مٹا
 خط کوئی چھوٹے خط کے سوا
 تھا وہی چھوٹا وہ ہی بڑا
 قوم میں باقی جان ذرا
 آدمیوں کا کال نہ تھا
 احفظل داعشی کے ہمتا
 جن پہ نازاں تھا انشا
 سحر بیاں اور نکتہ سرا
 بہر فنا کی موج بہا
 قوم میں جب باقی نہ رہا
 صاحب دیوان نام خدا
 یا ہمیں سمجھو تم گیتا

چند خطوط اک دانانے
 دیکھ لو ان میں جتنے ہیں خط
 ہے کوئی؛ جو بے ہاتھ لگائے
 ایک لے۔ جتنے خط تھے بڑے
 جب نہ رہا وہاں پیش نظر
 دکھا اٹھا کر آنکھ جدرھر
 کل کی ہے یارو بات کہ تھی
 قوم میں جیسا حال ہے اب
 تھے موجود ادیبوں میں
 نشیوں میں ایسے تھے بہت
 شعر میں تھے استاد اکثر
 لے گئی ان کو آخر کار
 اہل ہرکانام و نشاں
 حالی وزید و عمر نے
 اب چاہو۔ استاد گنو

ہم ہیں۔ وہی ناچیز مگر کَبْرُ نَا مَوْتِ الْكَبْرِ

تشریح الفاظ۔ خطوط، خط کی جمع۔ لکیریں۔ وانا، عقلمند۔ سوا، علاوہ، کل کی بات، صرف چند دن ہی کی بات۔ جان ذرا، تھوڑی بہت بہت، طاقت، کال، قحط، کمی۔ اطفال و انجمنی، عرب کے دو مشہور شاعر جو اپنے زمانے میں استاد مانے جاتے تھے۔ انجمنی، انشا پر واز، مضمون نگار۔ نازاں، فخر کرنے والی ماں، تشار، تحریر، زبان۔ ادب، زبان۔ حکم بیان، جن کی تقریر میں جا دو مہیا اترے۔ نکتہ سرا، باریکی پیدا کرنے والے۔ بحر فنا، موت کا سمندر، یعنی موت۔ موج، لہر۔ اہل ہنر، ہوشیار۔ ناؤ، نشان، پتہ، نشانی۔ دیوان، شاعر کے دیوان کا مجموعہ۔ صاحب دیوان، دیوان والا شاعر۔ نام خدا، منجوب کے موقع پر بولتے ہیں، ماشاء اللہ۔ یکتا، بيمثال۔ اکبر ناموت الکبریٰ۔ بڑوں کی موت نے ہمیں بڑا بنا دیا۔

مطلب:۔ ۱۔ ایک عقلمند آدمی نے چند لکیریں کھینچ کر اپنے دوستوں سے کہا۔
۲۔ میں نے یہ خطی لکیریں کھینچی ہیں ان میں کوئی لکیر چھوٹی ہے۔ کوئی بڑی ہے۔
۳۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ ان میں سے چھوٹی لکیروں کو غیر ہاتھ لگائے بڑا کر دے۔

۴۔ ان آدمیوں میں سے ایک شخص نے اٹھ کر جتنے بڑے بڑے خط تھے۔ ان کو مٹا دیا۔
۵۔ جب وہاں نگاہوں کے سامنے چھوٹی لکیر کے علاوہ اور کوئی لکیر باقی نہیں رہی۔
۶۔ جب نظر ادرپاٹھا کر دیکھا تو سامنے چھوٹا سا خط تھا۔ تو اور بڑا خط تھا۔ اور بڑا خط تھا تو وہ اکیلا ہی خط۔ جسے چاہے چھوٹا کہہ لیجئے یا بڑا کہہ لیجئے۔

۷۔ اسی طرح اچھی چند دلوں کی بات ہے (یعنی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے کی بات ہے۔ کہ ایک قوم میں جان بائی تھی۔ یعنی قوم میں اچھے اچھے اور عالم لوگ موجود تھے۔

۸۔ غدر کے بعد جیسا کہ آدمیوں کا قحط ہو گیا ہے۔ یا حالت خراب ہو گئی ہے جب ایسی حالت نہیں تھی اور بڑے بڑے، عالم لوگ موجود تھے۔

۹۔ غدر سے قبل ادیبوں میں ایسے ایسے مضمون نگار موجود تھے جو اخطل و احتی کی برابری کرتے تھے۔ اور ان کے کلام میں ان شاعروں جیسا اثر تھا۔

۱۰۔ مضمون نگاروں میں ایسے ایسے مضمون نگار موجود تھے جن پر انشا پر وازی بہت فخر کرتی تھی۔

۱۱۔ اردو شاعری میں ایسے ایسے اُستاد اور قادر الکلام شاعر موجود تھے جن کے بیان میں بہا و جیسا اثر تھا اور بات بات میں اور ہر ایک شعر میں یار کی بات پیدا کرتے تھے۔

۱۲۔ لیکن آخر کار موت کی لہر سی یعنی اس قیامتِ شعر کی یعنی ۱۹۵۷ء کے مظالم سب کو پیا کر گئے۔ یعنی سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

۱۳۔ جب قوم میں ہر مند موشیاری اور عالم لوگ اتنے ختم ہو گئے کہ ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملنے۔

۱۴۔ (تو) حالی، بھرا اور زید جیسے گمنام لوگ ایسے شاعر بن گئے جن کے کلام کا مجموعہ بھی چھپ گیا۔ یہ کتنے تعجب کی بات ہے۔

۱۵۔ ایسی حالت میں جب کہ بڑے بڑے لوگ اس دنیا سے گزرنے لگے۔ چلے گئے تو چاہے ہمیں استاد سمجھ لو۔ یا دنیا میں اپنی مثال آپ سمجھ لو۔

۱۶۔ (لیکن) ہم تو اپنے آپ کو ویسا ہی ناچیز، سعادتمند معمولی سا، کم حیثیت اور چھوٹا سمجھتے ہیں جیسا کہ ان بزرگوں کے سامنے اپنے آپ کو سمجھتے تھے۔ اصل میں تو

بڑوں کے مرجانے سے ہم بڑے بن گئے، ورنہ ہم تو جو پہلے تھے وہی اب ہیں۔

اس قطعہ میں مولانا حالی نے کس نفسی کی انتہائی مثال پیش کی ہے جو ان کی بلند اخلاقی اور عالی ظرفی کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔

شعر کی طرف خطاب

پر تجھ پر جھپٹ ہے جو نہ ہو دل گداز تو
 پاں سادگی سے آئیواپنی نہ باز تو
 تھکین روزگار سے بے نیاز تو
 آپے کو رکھو اور کراہنے پہ ناز تو
 دھوکے کا غرق کر کے رہے گا جہاز تو
 قبیلہ ہو اب ادھر تو نہ کیجیو نثار تو
 جو بے لہر میں ان سے نہ رکھ ساز باز تو
 معذرت جان ان کو جو پہ چارہ ساز تو
 اونجا ابھی نہ کر علم اختیار تو
 گھر چاہتا ہے شہر کی عمر دراز تو
 محمود جان آپ کو گر ہے ایاز تو
 اب راہ کے نہ دیکھو شیب و فرار تو
 بیرون کا ساتھ چھوڑ کے اپنا جہاز تو
 اسی کے خلاف ہو تو کچھ اس کو شاز تو
 حالی کو تجھ پہ ناز ہے کراہی پہ ناز تو

اے شعر و لغزیب نہ ہو تو تو غم نہیں
 صنعت پر ہو فریفتہ عالم اگر تمام
 تو ہر ہے راستی کا اگر تیری ذات میں
 حُسن اپنا گر دکھا نہیں سکتا جہان کو
 تو نے کیا ہے بجز حقیقت کو موجِ سخن
 وہ دن گئے کہ گھوڑے تھا ان شاعر کی
 ابل نظر کی آنکھ میں رہا ہے گر سخن
 تاک اور کی روایت تیری گزرتھا کج
 چب چا پلٹتی ہے سے کے چاروں میں شعر
 جو نا بلند تھا ان کو بنا چور بن کے راہ
 عزت کا بھیا ملک کی خدمت میں چھپا
 اے شعر راہ راست نہ تو جسکے لڑ لیا
 کرنی ہے فتح گرنی و نیا تو لے لکل
 ہوتی ہے سچ کی تار یہ مقدر یوں کے بعد
 جو قدر داں ہو اپنا سے مقتنم کچھ

تشریح الفاظ:۔۔۔ لغزیب: دل کو فریفتہ کرنے والا، دل کو دھوکہ دینے والا (غم نہیں
 فکر نہیں)۔۔۔ حُسن: خوبصورتی، دلگداز، دل کو چھلانگے والا۔۔۔ صنعت: ہوشیاری، ساریگیری،

بناوٹ واو لفظی بناوٹ۔ شریفیتہ، چاہتے والا۔ پسند کرنے والا۔ عاشق۔ سادگی،
 سیدھا، سادہ پن۔ باز آنا، رکنا، ٹھہرنا۔ جوہر۔ خوبی۔ راستی، سچائی۔ تیری ذات میں،
 تیرے وجود میں، تیرے اندر۔ تحسین، مبارکباد، تعریف۔ بے نیاز، ضرورت والا نہ ہونا،
 بیفکر ہونا۔ حسن، خوبصورتی جہاں کو، ساری دنیا کو یعنی لوگوں کو، آپ کو، اپنے
 آپ کو۔ ناز کرنا، فخر کرنا، غرور کرنا۔ بحر حقیقت، اصلیت کا سمندر، سچائی کا
 سمندر۔ موج خیز، لہریں مارنے والا، انقلاب لانے والا۔ دھوکے کا جہاز غرق کرنا،
 دھوکے کی دنیا کو بالکل ختم کر دینا۔ ایمان، شاعری۔ شاعری کی جان، شاعری
 کی ضروری خیل۔ قبلہ ہو، سب لوگوں کی نیت، ارادہ یا خواہش ہو۔ نماز کرنا، عبادت
 کرنا، مراد توجہ پھیرنا۔ اہل نظر بھلائے لوگ، خور سے دیکھ کر نہ تک پیچھے والی نظر
 رکھنے والے لوگ۔ غرور نہ، پسندیدہ رہنا۔ بے بھر، آنکھ نہ رکھنے والے اندھے،
 یعنی وہ لوگ جو عقل اور سمجھ سے بالکل خالی ہیں۔ ساز باز رکھنا، تعلق رکھنا، رشتہ
 اور میل رکھنا ضرورت رکھنا۔ ناک چڑھانا، ناپسند کرنا، نفرت کرنا، پرا تھینا۔
 اوپری دوا، غیر مالوس دوا، پسند نہ آنے والی دوا۔ مخدور، مجبور۔ چارہ ساز، علاج
 کرنے والا، معالج، حکیم یا ڈاکٹر۔ چپ چاپ، بالکل خاموشی کے ساتھ دل میں
 گھرتا، دل میں جگہ کر لینا، دوروں کے دل میں محبت جمالینا۔ علم، منیار، قوفیت،
 کا جھنڈا۔ تا بلدا، تا واقف، صبح راستے سے بھٹکے ہوئے۔ انجان، گمراہ۔ چور بن گئے،
 چھپ کر، بالکل چھپ کر اس طرح دوسرے کو بالکل معلوم نہ ہونا۔ خضرؑ، ایک
 پیغمبر کا نام، جو سکندر اعظم کے ساتھ آب حیات کی تلاش میں نکلے، سکندر تو
 وہاں تک نہ پہنچ سکا، لیکن آپ وہاں تک پہنچ گئے اور آب حیات پی کر ہمیشہ کی
 زندگی حاصل کر لی، عقیدہ یہ ہے کہ عام طور پر کھولے بھٹکے مسافروں کی رہنمائی
 آپ چھپ کر دیتے ہیں۔ عمردراز، طویل عمر، لمبی عمر۔ کھیر، خفیہ رکھنے والی بات۔

محمود، غزنی خاندان کا مشہور بادشاہ سلطان محمود ایاز، سلطان محمود
 غزنوی کا غلام، جس سے بادشاہ کو بہت زیادہ محبت تھی۔ راہ راست، سیدھا
 راستہ، سچائی کا راستہ۔ پیر لیا، پر گیا، ہو گیا۔ اختیار کرنی، ایسانی۔ ماہ و رستہ،
 طریقہ، رسم۔ شیبہ، فرار، اونچائی، نیچائی، اچھائی اور برائی، نفع اور نقصان۔
 بیڑے، قافلے، کنی جہازوں یا کشتیوں کا مجموعہ مراد اپنے زمانے کے، رفت کے
 ساتھی۔ یہ، پر۔ لیکن۔ بسے قدری، عزت نہ ہونا، وقار حاصل نہ ہونا، خلافت،
 اٹا۔ سزا، کم۔ اور، کبھی کبھی، اتفاق سے، اتفاق کی بات۔ قاروان، عزت اور
 قدر کے والے۔ منقسم، تقسیم، مناسب۔ ناز، غرور، فخر۔

۱۔ مطلب یہ ہے۔ مولانا حاتی شعر سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ لے شعر اگر تو دل
 کو اپنی طرف فریفتہ کرنے والا نہیں ہے تو زنج یا کھلبنت کی کوئی بات نہیں ہے لیکن
 اگر تو دل کو پھیلانے والا نہیں ہے تو تیر بہت افسوس ہے۔ مولانا حاتی کے
 نزدیک شعری رنگینی کے بجائے دل پر اثر کرنے والی خوبی ہو۔ تو وہ شعر بہتر ہے۔
 ۲۔ مگر ساری دنیا شاعری کی صنعت یعنی لفظی اور معنوی رعایت کی پابندیوں
 کو پسند کرنے لگے۔ تو بھی ایسے انار سادگی ہی قائم رکھنا کیونکہ شعر کی اصلی خوبی
 سادگی ہے۔ نہ کہ لفظی بناوٹ اور معنوی محاسن کی پابندی۔

۳۔ اسے شعر اگر تیری ذات میں سچائی کی خوبی موجود ہے تو مجھے دنیا اور دنیا
 والوں کی کسی قسم کی تعریف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یعنی شعر میں تیسری خوبی
 یہ ہے کہ اس میں سچائی بیان کی گئی ہے۔

۴۔ اسے شعر اگر تو اپنی خوب صورتی اور خوبی ساری دنیا کو نہیں دکھا سکتا۔ یعنی اپنی
 خوبیوں سے اگر تو تمام لوگوں کو اچھی طرح متعارف نہیں کر سکتا۔ تو کوئی فکر کی
 بات نہیں ہے۔ تو اپنے آپ کو دیکھ کر ہی اس پر فخر کر لینی تجھ سے جہاں تک ہو سکے

اپنے اندر خوبیاں پیدا کر پھر دوسرے لوگ خود بخود ہی تیری طرف متوجہ ہو جائیں گے۔

۵۔ اے عزتوںے اصلیت کے سمندر میں ایک حرکت اور ایک انقلاب اور ایک

تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ اس لئے دھوکہ کے جہاز کو تو ضرور غرق کر کے رہے گا۔

۶۔ شاعری میں ایک ایسا زمانہ بھی رہا ہے کہ اس میں جھوٹے کاٹھنیاں باندھ دی جاتی

تھا اور اس کو بہت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ لیکن اب یا آئندہ اس طرف لوگ

پھر متوجہ ہو جائیں اور اس بات کو اپنا نظریہ بنالیں تو تو اس قبلہ کی طرف کبھی بھی نماز ادا نہ

کیجیو۔ یعنی اس طرف کسی طرح بھی توجہ نہ دیجیو۔

۷۔ اے شعرا اگر تو یہ چاہتا ہے کہ جو لوگ عقلمند اور تیری اصلیت کو اچھی طرح جاننے

اور پرکھنے والے میں تو اندھے لوگوں سے یعنی ایسے لوگوں سے جو تیری حیثیت یا اثرات بظاہر کو

نہیں پہچان سکتے، اور نہ ہی سمجھ سکتے ہیں تو ان سے تو ذرا بھی راہ و رسم نہ رکھیو!

۸۔ اگر لوگ تیری اوپری دوا سے ناک چڑھائیں، یعنی اے شعرا! اگر تو قوم کو جگانے اور

بیرا کرنے کے لئے، ان کے لئے کوئی بات یا سخت طریقہ بتائے، اندھا سے ناپسند کریں۔

تو انھیں تو مجبور سمجھ لیں۔ کیونکہ ان میں ابھی تک ایسی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی ہوگی۔

جو تیری بات کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

۹۔ تیرا (عزت) اتنا ہے کہ نہایت خاموشی کے ساتھ لوگوں کے دلوں میں انفرکٹنا

رہ، اور اپنی خوبی بڑائی اور بزرگی کا چھنڈا، ابھی بلند نہ کر۔ بلکہ جیسے تیری خوبی اور بزرگی

کو تسلیم کرنے کا وقت آجائے گا تو وہ خود بخود تسلیم کر لیں گے۔

۱۰۔ جو لوگ تیری حیثیت اور خوبیوں سے ناواقف ہیں، ان کو اسی طرح راستہ بتا کہ

انہیں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ہماری رہنمائی کون کر رہا ہے کیونکہ اب یہ کرنے سے تیری عمر

حضرت خضرؑ کی طرح طویل ہو جائے گی یعنی قیامت تک کبھی ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو جائے گی۔

۱۱۔ اے شعرا! اگر تو عزت حاصل کرنا چاہتا ہے تو ملک و قوم کی اچھی طرح خدمت کر۔

اگر تو اپنے آپ کو ایسا غلام کی طرح بھجور، بے بس، کمزور اور معمولی سمجھتا ہے تو ایسا سمجھنا
چھوڑ دے۔ بلکہ اپنے آپ کو محمود غزنوی کی طرح با اختیار سمجھ۔ تاکہ اپنے اندر سے احسان
کتری کے جذبے کو کم کر کے تو کسی نہ کسی طرح قوم کی خدمت کر سکے۔

۱۲۔ اسے شعر واجب نو پختائی کا راستہ اختیار کر لے لو پھر لوگوں کی برائیوں یا پختائی کے راستہ
کی تکلیفوں اور آرام کے متعلق ذرا بھی فکر نہ کر بلکہ اپنے پختائی کے راستہ پر چلتا رہ۔

۱۳۔ اسے شعر اگر توئی دنیا سے کرنا چاہتا ہے تو سب کی ہمراہی چھوڑ کر اپنا الگ راستہ
اختیار کر۔ تاکہ نئی نئی اور بڑے کامیابی حاصل کر سکے۔ کیونکہ جب تک تو تمام قافلوں سے
ہٹ کر اپنا راستہ الگ اختیار نہیں کرے گا، تو بس اور اسکو توڑی گا مگر نئی نئی
کامیابی حاصل نہیں کر سکے گا۔

۱۴۔ اسے شعر تو کہہ سکتا ہے کہ پختائی کی قدر اس کی بے قدری کرنے کے
بعد ہوتی ہے۔ یعنی جب تک کسی سے سچی بات کہی جائے تو شروع شروع میں وہ تاک
کھینچے پھر اسے لگتا ہے۔ لیکن بعد میں اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے مان لیتا ہے۔
لیکن اس کے برخلاف بات واقع ہو یعنی تیری بات کو فوراً مان لیں تو ایسا تو
کبھی کبھی ہوتا ہے۔ ہمیشہ یا اکثر نہیں ہوتا۔

۱۵۔ مولانا حالی شعر سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اسے شعر جو تیری قدر دانی کرنے والے والا
ہو۔ اسے تو غنیمت سمجھ۔ لہذا میں کچھ رنار کرتا ہوں، اور تو کچھ پر فخر کر کہ مجھے حالی
جیسا اچھا شاعر ملا ہے جو تیری قدر کرتا ہے۔ یعنی مجھ پر اپنی جان اور توجہ
قریبان کرتا ہے۔

مشاعرہ کی طرح پر غزل نہ لکھنے کا انداز

ہوئی ربیعان جوانی کی بہار آنحضرت طبع رنگین تھی مئے عشق کی جب متوالی

جو غزل لکھتے تھے۔ ہوتی تھی سر اسر جاتی
 سر پہ سو دا سے تھی عشق ہے دل سے خالی
 نہ رہی چیز وہ مضمون سو جھانے والی
 گر چہ یوں لفظ فصیح اور زباں نکسالی
 ایسے باغ سے اور یوں کے لگا کر ڈالی
 کھینچے دردِ جدائی کی سمجھی نقالی
 وہ ہوا جس سے دماغ اپنا ہوا ہے خالی
 فحشوں پر شور و پیشہ کتر دلالی

اپنی رُو دار تھی جو عشق کا کرتے تھے بیاں
 اسے کہ لفظ ہے نہ جاہت نہ جوانی نہ اُمتنگ
 گر غزل لکھیے تو کیا، لکھتے غزل میں آخر
 آپ مٹی نہ ہو جو۔ ہے وہ کہانی بے لطف
 ہاں، مگر کھینچے عشق کا نیروں کے بیان
 کھینچے وصالِ صنم کی کبھی فرضی تصویر
 تاکہ بھڑکانے جو الوں کے دل آتش کی طرح
 پر یہ ڈر ہے کہیں اپنی بھی وہی ہونے مثل

تشریح الفاظ :- بیانِ جوانی، جوانی کا آغاز، جوانی کی ابتداء۔ بہارِ بخت، رونق
 ختم ہوتی محبت، افسوس طبعِ رنگین، دلچسپی لینے والی طبیعت۔ عشقِ محبت، محبت
 کی شرابِ ستوالی، پسند کرنے والی، جلیب و شے والی۔ پرولاد، کہانی، بیان، ذکرِ حالی،
 وال کا بیان کرنے والا۔ الفت، محبت۔ چاہت، شوق۔ اُمتنگ جوش۔ سو دا خیاں،
 جوشِ محبت۔ تھی، خالی۔ گر، اگر کا مختلف۔ مضمون بچانے والی، مضمون بتانے
 والی، یعنی محبت کی چاشنی۔ آپ مٹی، اپنے اوپر گزری ہوئی، یعنی اپنی کہانی۔ بے
 لطف، بے فائدہ۔ بے کار۔ فصیح، صاف، سلیس اور با محاورہ، آسانی سے
 سمجھ میں آجانے والی عبارت۔ نکسالی زبان، وہ زبان، جو اہل زبان محاورہ اور
 روزمرہ کے مطابق بولتے ہوں۔ ڈالی، ٹہنی، شاخ۔ وصالِ صنم، محبوب سے
 ملنے کی بات کرنا فرضی تصویر، خیالی تصویر۔ دردِ جدائی، علیحدگی کا رنج۔ نقالی،
 نقل کرنا۔ دل بھڑکانا، دل میں جوش پیدا کرنا آتش، آگ۔ ہوا، شوق، محبت
 خیالِ مثل، کہاوت۔ فحش، زلمی۔ چوں، جب۔ پیر، بوڑھی۔ شور، ہو جاتی ہے۔

پیشہ کنار، پیشہ اختیار کرتی ہے۔ دلالی، دوسروں کو زندگی پن کا شوق دلانے کی کوشش کرنا۔

مطلب :- ۱۔ افسوس جوانی کے آغاز کا بہتر زمانہ تو اب بالکل ہی ختم ہو گیا۔ اس کا ہمیں بہت افسوس ہے اس زمانے میں ہماری طبیعت میں بہت رنگینی تھی۔ اور دل میں عشق و محبت کرنے کا بہت شوق تھا۔

۲۔ ہم اپنی شاعری میں عشق و محبت کی جو باتیں کرتے تھے، اصل میں وہ اپنی ہی ہوتی تھیں اور جو غزل بھی لکھتے تھے وہ پورے طور پر ہماری صحیح حالت کی ترجمانی کیا کرتی تھی۔

۳۔ اب تو بڑھاپے کا عالم ہے۔ وہ محبت، وہ خواہش، وہ سہمی جوانی اور ویسا جوش نہیں رہا۔ سر میں عشق و محبت کے خیالات نہیں رہے اور دل بھی عشق کی باتوں سے بالکل خالی ہو گیا ہے۔

۴۔ اب اگر ہم غزل بھی لکھیں تو اس میں کس یا تا کا ذکر اور بیان کریں جو بات بہت سے مضامین، خیالات اور باتوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ جب وہ ہی ہمارے پاس نہیں رہی تو غزل لکھنے میں کیا خاک مزا آئے گا۔

۵۔ جو کہانی یا واقعہ اپنے اوپر نہ گزرا ہو۔ اس کا ذکر اور بیان کرنا یہ فائدہ سے ہی یات ہے، چاہے اس کا ذکر کرتے کرتے ہی فصیح، بامحاورہ اور روزمرہ والی ٹکسالی زبان کیوں نہ استعمال کی گئی ہو۔

۶۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ دوسروں کی محبت کا ذکر کرنے سے لگیں تو ممکن ہے کہ ہماری غزل میں بھی کچھ جان پیدا ہو جائے۔ اس طرح اوروں کے باغ سے ہڈی ڈالی لاکر اپنے باغ میں لگانا پڑے گی جب ہی ہماری غزل کی وسعت کا پورا پورا حریفکا۔

۷۔ کسی نوجوان شاعری میں محبوب سے ملاقات کرنے کی فرضی کہانی بیان کرنے لگیں

اور کبھی اس سے جدا ہونے کی کیفیت کو بھانڈوں کی طرح فرضی طور پر نقل کرنے لگیں
تو شاید ہماری شاعری پسند کی جائے لگے۔

۸۔ اس طرح ہم نوجوانوں کے دل میں محبت کی آگ کو تیز کرنے میں کامیاب
ہو سکتے ہیں۔ یعنی جس آگ اور محبت سے ہمارا دماغ غلامی ہو گیا ہے۔ اب
دوسروں کے دل و دماغ میں ڈکھڑکھڑ کر شوق پیدا کروں۔

۹۔ لیکن ایسا کرنے سے اپنی بھی وہ مثال نہ ہو جائے کہ طوائف جب بوڑھی ہو جاتی
ہے۔ تو خود تو بیسواپن چھوڑ دیتی ہے لیکن دوسروں کو پھینسانے اور رجھانے کا کام کرنے
لگتی ہے۔ اسی طرح جب ہم سے عاشقی کا بیڑی نکل گیا تو ہم دوسروں کو ہی اس ڈگر پر
چلانے لگیں جو سراسر نسیج اور نامناسب بات ہے۔

نکتہ چینی

یہ سب کچھ کو سمجھنا یا کہ علم و فضل میں
نکتہ چینی اور تالیف میں سہمی بلیغ
و تخیل معنی کے نظم و نثر میں دریا بہا
اور نہ ہو کر شعر و انشا کی ایانتہ کیا ہیں

جس طرح بن آئے بیٹیا نام پیدا کچھئے
اس میں ایک اپنا پینا اولہ کو کہئے
اور سخن کی داد ہر پیر و جوان سے لچھئے
شاعروں اور شہسواروں پر نکتہ چینی کچھئے

تشریح الفاظ :- نکتہ چینی، اعتراض کرنا، علم و فضل، تعلیم اور تیز رفتاری، نام پیدا کرنا،
شہرت حاصل کرنا، تصنیف، خود کوئی کتاب لکھنا، تالیف، دوسرے لوگوں کے
مضامین اکٹھے کر کے ایک کتاب بنالینا، سہمی بلیغ، بہت زیاں کوشش کرنا، پینا اولہ
ایک کرنا یا خون پینا ایک کرنا، سخت محنت کرنا، سخن، شاعری کا کلام، ہر پیر و جوان،
ہر بوڑھے اور نوجوانوں کے شعر و انشا، شاعری اور مضمون نگاری، ایانتہ، قابلیت۔

منشیوں، ادیبوں، مضمون نگاروں -

مطابق :- ۱۔ ایک باپ نے اپنے بیٹے کو سمجھایا کہ تم علم و ہنر میں جس طرح بھی ہو گے بہت زیادہ شہرت حاصل کر لو۔ تو بہت بہتر ہے۔

۲۔ کتابیں خود لکھنے اور دوسروں کے مضامین اکٹھے کر کے کتابیں بنانے ہی کی کوشش کر ڈالنے اور یہ کام کئی سخت کثرت کرنے سے ہی یعنی خون پسینہ ایک کرنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

۳۔ شاعری اور مضمون نگاری میں ہزاروں قسم کی تحریریں اس طرح لکھ ڈالنے سے زیادہ بہتر ہے یعنی بے شمار کام کر ڈالنے۔ پھر ہر ٹوڑھے اور جوان سیکھاپنی اور اپنی شاعری اور مضمون نگاری کی تعریف کے لفظ اور جملے سن سکیں گے۔

۴۔ لیکن اگر آپ میں شعر لکھنے یا مضمون نگاری کرنے کی اہلیت اور قابلیت نہیں ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے آپ دوسرے شاعروں اور ادیبوں پر خوب اعتراضات کیا کیجئے اس طرح آپ بھی اتنی ہی شہرت حاصل کر سکیں گے۔

بے شہرتی اور اہل نامے زبان

اندر فخر آگینہ سے بہرے سے کہا
جنس تیری کس ہرک، قدر و قیمت تیری ہیج
دیکھے دھوکا تو اگر الماس بن جائے تو کیا
مسکرا کر آگینہ نے یہ بہرے سے کہا
مجھ میں اور تجھ میں سکر کر سکتے ہیں جو امتیاز
تیرے جوہر کو انہیں تو جو دلہنی ذات میں

جسے جوہر سے متزلزل تیرا ہر اور عدم
تیرے پانے کی خوشی کھو اور نہ تم ہونے کا غم
امتحان کے وقت تھلجی تا ہے سیکھ لے
گو کہ بے زہر تیرا مجھ سے بڑا ایسے محترم
ہیں مگر ایسی اس بازار پیرساں میں کم
تجھ سے اے الماس لیکن اچھے پڑھتے ہیں ہم

تشریح الفاظ۔ بے تمیزی، مہوردگی، اپناے زماں، اہل زمانہ، دنیا کے بیٹے سچی
 عوام، آگینہ، آئینہ۔ وجود زندگی، ہوتا۔ منڈل، ذلیل، بیکار، کمینہ۔ عدم، نہ ہونا،
 مرجانا۔ جس، اسباب، مال۔ کمپرس۔ جسے کوئی نہ پوچھے، یعنی جس کا کوئی بھی خریدار
 نہ ہو۔ قدر و قیمت، خریداری، عزت سچ، معمولی۔ الماس، قیمتی ہیرا۔ بھرم کھل جانا،
 حقیقت ظاہر ہو جانا، اصلیت معلوم ہو جانا۔ گو، اگرچہ۔ اے محترم، اے بزرگ،
 اے عزت کے قابل۔ امتیاز، تمیز، فرق۔ مبصر، دیکھنے والے، سمجھ دار لوگ۔ بازار
 تاپرساں، نہ پوچھنے والوں کا بازار، یعنی بے قدروں کی دنیا۔ جو ہر خریدار اپنی ذات
 میں امیرے اندر۔

مرطلبہ :- ۱۔ ایک ہیرے کے فخر اور غرور کے طور پر ایک آئینہ سے یہ کہا کہ اسے
 آئینہ تیرا ہوتا یا نہ ہوتا ایک جیسا ہے۔ تو تڑپتہ ہی ذلیل اور بیکار شے ہے۔
 ۲۔ آئینہ تیری قسم تو ایسی ہے کہ کوئی بھی اسے نہیں پوچھتا۔ اور تیری کوئی قدر کرتا ہے۔
 اگر تجھ لاء یہ پلے آگے کوئی خاص خوشی نہیں ہوتی۔ اور اگر کم ہو جائے تو کسی بات کا رنج
 نہیں ہوتا ہے۔

۳۔ اے شیشہ اگر تجھے وہی اچھی طرح دکھائے چنانچہ کہ میرا بنا بھی دیتا ہے، تو وہ بھی
 بیکار ہے کیونکہ جب تجھے کوئی پرکھ کر دیکھا جاتا ہے اور جوہری پرکھتے ہیں تو تیری حقیقت
 اور اصلیت اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے۔

۴۔ آئینہ نے جس کمسر کے کو جواب دیا کہ یہ بات سچ ہے کہ تیرا مرتبہ اور حقیقت
 میرے مقابلہ میں بہت زیادہ بہتر اور اچھا ہے۔

۵۔ لیکن اس بے قدر و طاؤں کی دنیا میں ایسے عقلمند اور سمجھ رکھنے والے لوگ بہت
 ہی کم ہیں جو مجھ میں اور تجھ میں تمیز اور پہچان کر سکیں۔

۶۔ اگرچہ تیرے صبیخو بیاں میرے اندر نہیں ہیں لیکن اسے تیرے مقابلہ میں

ہماری قدر اور عزت زیادہ ہی ہے۔ کیونکہ ہمارے اندر آدمی اپنی شکل دکھنا ہے تو ہم اس کی شکل کی اچھائی یا بُرائی بتا دیتے ہیں۔ لیکن تیرے اندر یہ بات کہاں ہے اس لئے ہماری ہی قدر و قیمت زیادہ ہوئی نہ کہ تیری۔

ایک خود پسند امیر زادہ کی تضحیک

تھا خنگ انگنی کا شوق کہیں
لازمی ہیں۔ وہ آپس بھی سبقتیں
اس پہ تھا خود پت اور خود میں
علم تیرا کمان میں اپنے تئیں
ہو گیا تھا ہنر کا اپنے یقیں
جبکہ تھے ساتھ سب عیسیٰ قوری
گر رہے تھے خوش نامدی تجھ میں
وجہ محبت ہوئی نہ ذہن نشیں
یائے سببے اصول و بے آئیں
تیرا ما جاگہ کے کوئی قرین
ایک جانا تھا پھٹ کے سوئے یکیں
رکھ کے بالائے طاق رہتے یکیں
لوگ کرتے رہے پیمانِ خنیں
کوئی تجھ کو جنوں سے لے سکیں
یا کہ دو بھر ہے تجھ کو جانِ حزیں

کہتے ہیں اک امیر زادہ کو
خصائیں جو امیر زادوں میں
گو کہ رکھتا نہ تھا ہنر کوئی
کچھ نہ تھا پر کھتا تھا سب کچھ
واہ واسنئے سنئے یاروں کی
الغرض اک روز صحرایہ میں
مشق تیرا مانگی میں تھا مصروف
اکے دکھا جو اکل ظریف نے حال
تیر جتنے کمان سے چھوٹے
جا کے بھولے سے بھی نہ پڑتا تھا
ایک جانا تھا چھٹ کے سوئے شمال
کچھ جو شوخی ظریف کو سو جھی
خاک تو دے پہ جا کے ہو بیٹھا
ناوک انداز بولا چلا کر
یا خفا ہو کے گھر سے آیا ہے

عرض کی چارہ کیا ہے اس کے سوا
 جبکہ جائے گریز ہو نہ کہیں
 زد سمان بے پناہ تیروں کی
 کہیں جان دار کو امان نہیں
 مجھ کو ہر کھڑے شش جہت کا حضور
 اس کی اک جگہ ملی ہے یہیں

تشریح الفاظ: خود پسند، اپنے آپ کو اچھا سمجھنے والا۔ امیر زاوہ، رئیس کا بیٹا، تھیکہ کا
 مذاق ہارٹانا، خاکہ اڑانا کہتے ہیں حکایت ہے، بیان کیا ہے۔ قدرنگ انگلی، تیر چلانا۔
 خصلتیں۔ عادتیں۔ لازمی، ضروری۔ ہنر، خوبی۔ خود بین، اپنے آپ کو اچھا سمجھنا۔ علم تیرو
 کران، تیر چلانے کا ہنر اپنے پیش میں، اپنے خیال میں۔ واہ وا، تعریف۔ جلیس و قریں، پاس
 بیٹھنے والے دوست۔ تیر انگلی، تیر چلانا۔ مصروف، مشغول۔ خوشامدی، خوشامد کرنے
 والے۔ تحسین، تعریف کرنے والا، ظریف، مسخرہ۔ وجہ تحسین، تعریف کرنے کا سبب۔
 زمین نشین، سمجھ میں آنا۔ بے اصول، بے قاعدہ۔ بے آئین، بے تکیے۔ بھولے سے بھی،
 غلطی سے بھی۔ آماجگہ، نشانہ، تیر لگنے کی جگہ۔ قرین، پاس۔ سوئے شمال، شمال کی طرف۔
 سوئے یمن، دائیں طرف۔ شوخی، شرارت۔ بالائے طاق رکھ کر، چھوڑ کر، الگ رکھ کر۔
 نگین، سنجیدگی، متانت، توہ، ڈھیر، چین و چٹاں، ایسا اور ویسا۔ ناوک، انداز،
 تیر چلانے والا۔ جنون، پاگل پن۔ اے مسکین، اے غریب۔ دو بھر، مشکل۔ جان حزیں،
 رنجیدہ اور پریشان زندگی۔ چارہ علاج۔ سوا، علاوہ۔ جائے گریز، بھاگنے کی جگہ۔
 رو، چوٹ۔ نشانہ، امان جھینے کی جگہ، پناہ لینے کی جگہ۔ ہر پھر کے، گھوم پھر کے۔
 شش جہت، چھ سمتیں، شمال، جنوب، مشرق، مغرب، اوپر اور نیچے یعنی ہر طرف۔
 مطلب: ۱۔ بیان کیا ہے کہ ایک امیر کے بیٹے کو تیر چلانے کا بہت شوق تھا۔
 ۲۔ امیروں کے بیٹوں میں جو عادتیں اور شوق ہوتے ہیں اس میں بھی وہ تمام باتیں موجود ہیں۔
 ۳۔ اگرچہ وہ کوئی خاص خوبی، ہنر یا اور کوئی بات نہیں جانتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود

اپنے آپ کو بہت ہی بہتر اور سب سے اچھا سمجھتا تھا۔

۲۔ اگرچہ اس کو کچھ بھی نہیں آتا تھا، لیکن تیر چلانے میں اپنے آپ کو سب سے اچھا سمجھتا تھا۔

۵۔ دوستوں سے اپنی تعریف سننے سنتے اسے اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ واقعی میں بھی ایک بہتر مندا اور موشیار آدمی ہوں۔

۶۔ غرض یہ ہے کہ وہ ایک دن جنگل میں تنکا رکھینے کے لئے گیا اس کے ساتھ اس کے یار دوست بھی موجود تھے۔

۷۔ وہ اپنے تیر چلانے کی مشق کر رہا تھا اور خوشامدی اس کے تیروں کی تعریف کئے جا رہے تھے۔

۸۔ ایک مسخرے نے جب دیکھا تو اس کی بھڑ میں یہ بات نہیں آئی کہ اس رئیس زادے کی گس وجہ سے تعریف کی جا رہی ہے۔

۹۔ کیونکہ اس کی کمان سے چنے بھی تیر نکل رہے تھے نہ تو کوئی اُن کا قاعدہ تھا اور نہ ہی قریبہ۔ سب غلط جاگ رہے تھے۔

۱۰۔ تیر بے شک انداز میں اس طرح پھینک رہا تھا کہ نشانہ پر لگتا تو الگ رہا۔ اس کے پاس بھی جا کر نہ گرتے تھے۔

۱۱۔ ایک تیر تو شمال کی طرف جا کر گرتا تھا اور دوسرا تیر دائیں ہاتھ کی طرف جا کر گرتا تھا، لیکن نشانہ پر ایک بھی نہ لگتا تھا۔

۱۲۔ مسخرے نے جب ایسا دیکھا تو اسے شرارت سوچھی تو اس نے تمام ادب آداب تھوڑتے ہوئے حرکتیں کرنی شروع کر دیں۔

۱۳۔ وہ مسخرے کی اس دھیر پر جا کر بیٹھ گیا جو تیر پھینکنے کی جگہ تھی وہ اس جگہ کی طرف چلا، تو سب لوگ شور مچانے لگے کہ ہیں ہیں۔ ادھر مت جاؤ۔

۱۴۔ تیر چلانے والے شہزادے نے چلا تے ہوئے کہا اے غریب اور پریشان
آئی کیا تو بیا گل ہو گیا ہے، جو اس طرف جا رہا ہے۔

۱۵۔ یا تو تو گھر سے ناراض ہو کر آیا ہے یا تجھے اپنی جان بیاری نہیں ہے جو عین
نشانی کی جگہ پر جا کر بیٹھ رہا ہے۔

۱۶۔ اس سخن نے کہا کہ حضور جب بھاگنے کے لئے کسی طرف جگہ نہ رہی تو
سوائے اس جگہ جا کر بیٹھنے کے اور چارہ ہی کیا ہے کیونکہ چاروں طرف تو تیر سر کر رہے ہیں۔
۱۷۔ بیان گنت اور بہت سے تیر جو یہیں رہے ہیں ان سے تو کوئی بھی جاندار رنج
نہیں سکتا۔

۱۸۔ جناب والا۔ مجھ تو آپ کے آگے مجھے دائیں بائیں اوپر نیچے غرض ہر طرف امان کی جگہ
نظر آرہی ہے تو صرف وہی جگہ ہے، جو تیر کا نشانی بنا لی ہے۔ کیونکہ اس جگہ تو تیر نہیں
گم رہے۔ باقی ہر طرف جارہے ہیں۔ اس لئے سب سے محفوظ جگہ تیر مارنے کا
نشانی ہے۔ ما حاصل اس کا یہ ہے کہ تم اتنا ناڑی ہو کہ نشانی پر کوئی تیر نہیں
لگتا۔ سب ادھر ادھر جا کر گم رہے ہیں۔ لیکن تمہارے دوست تمہیں گمراہ کر رہے
ان غلط تیروں کی ہی تعریف کئے جا رہے ہیں۔

پولشکل اسپیس

اسے بڑا غیر ان ذوق کے سخن آرا
یہ جی ہے کہ اور ہے بیان میں تیرے لیکن
ظاہر ہے کہ تمہارے میں بیان سے تیری رنجش
ہے دل میں نہاں ایک شکایات کا طومار
ہر خود و کلان تیری فصاحت پر فدا ہے
کچھ تیر بیان کا تیری ڈھنگ بنا ہے
کے لطف میں پھر زبان اس سے جدا ہے
اور لب پر جو دیکھو تو نہ شکوہ نہ گلا ہے

جو صلح کی باتیں ہیں وہ ہیں شہد سے شیریں
 گر سوچے تو سینکڑوں پہلو میں مفر کے
 دل کے ترے ہوتی ہیں معلوم کوئی بات
 کھلتا نہیں کچھ اس کے سوا ترے سیاں سے
 تھے لب پے اظہار پہ اب آ کے کھلایہ

اور رنگ میں کچھ لطف سخن اس سے سوا ہے
 اور سننے تو زنجیروں سے رقول بندہ ہے
 گو نگاہیں گویا نہیں کجا جانے کیا ہے
 اک مرغ ہے خوش لہجہ کہ کچھ یوں رہا ہے
 انسان کو انصاف کے لئے نطق ملا ہے

تشریح الفاظ:۔ پولیٹیکل، سیاسی۔ اسپیکر، تقریریں۔ بزم، محفل، مجلس۔ سفیران
 قول، دو لفظوں کے نمائندے۔ قول، دو لفظوں کی جمع۔ سفیران، سفیر کی جمع، نمائندہ۔
 سخن آرا، تقریر کرنے والے۔ خود دیکھاں، چھوٹا بڑا۔ فصاحت، سیدھا سادہ بیان۔
 خدا، قربان۔ بیان، تقریر۔ بیان میں جا دو ہوتا ایسی تقریر جو لوگوں کے دلوں کو
 مہوہ لے۔ سحریابی، جادو جیسی تقریر کا انداز۔ نہاں، چھپا ہوا۔ شکایت کا طہیار،
 بہت سی شکایتیں۔ طویار، ڈھیر۔ لب، ہونٹ، مراد زبان۔ شکوہ، شکایت،
 گام، دوستانہ شکایت۔ صلح، دوستی۔ شیریں، میٹھا۔ لطف سخن، شاعری یا باتوں کا
 لطف، میسر، بجاؤ۔ قول، بات۔ گویا، بولنے والا، بات کرنے والا کھلتا نہیں،
 ظاہر نہیں ہوتا، معلوم نہیں ہونا مرغ، پرندہ۔ خوش لہجہ، اچھی آواز والا۔ اظہار
 ظاہر کرنے کے لئے۔ پر، پر۔ آ کے کھلایہ، اب یہ ظاہر ہوا۔ انصاف، چھپانا۔ نطق،
 قوت گویائی۔

مطلب:۔ ۱۔ اے دو لفظوں کی محفل کے نمائندہ اور تقریر کرنے والو! ہر
 چھوٹا اور بڑا تمہاری خوش بیانی پر فدا ہے۔

۲۔ یہ بات صحیح ہے کہ تیری تقریر اور بیان میں جادو جیسا اثر ہے۔ لیکن تیری
 جادو بیانی اور تقریر کا انداز سب سے نرالا اور انوکھا ہے۔

۳۔ تیرے بیان اور تقریر میں جب غصہ کی باتیں سنائی دیتی ہیں۔ تو ان سے بھی کوئی رنجش نظر نہیں آتی۔ اور نہ ہی خوشی کی باتوں میں کوئی خاص طرز نظر آتا ہے یعنی غم یا خوشی کی بات میں کوئی خاص فرق یا خاص بات محسوس نہیں ہوتی بس ایک جیسی بات نظر آتی ہے۔

۴۔ دلی میں تو بہت سی شکایتیں بھری ہوتی ہیں۔ لیکن زبان پر کوئی شکایت نہیں ہے۔

۵۔ جب صلح و دوستی اور صلح ملاحی کی باتیں کرتے ہو تو وہ شہد سے زیادہ سلیبی نظر آتی ہیں

اور جب لڑائی کی باتیں کرتے ہو تو وہ بھی بہت زیادہ مزیدار معلوم ہوتی ہیں۔

۶۔ اگر تمہاری تقریر کو تم سوچتے ہیں۔ تو اس کی پانڈیوں سے بچاؤ کے سینکڑوں طریقے نکل آتے ہیں۔ لیکن جب تم غور سے سننا آتے ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس تقریر کی ہر ایک بات پر پانڈی کرنا بہت ضروری ہے۔

۷۔ غرض یہ کہ اے تقریر کرنے والے تیرے دل کی بات تو ذرا بھی معلوم نہیں ہوتی اگرچہ تو گونگا بھی نہیں ہے۔ لیکن ایسی باتیں نہیں کرتا جس کے ذریعہ تیرے دل کا بھی معلوم ہو سکے۔

۸۔ تیری تقریر سے اسی بات کے سوا اور کچھ معلوم نہیں ہوتا اگر ایک شوٹر (اوزار پرندہ) کی سرلی آواز رہی ہے۔ لیکن اس میں اصلیت اور حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔

۹۔ ایسا تک تو یہی سنا تھا کہ زبان اللہ نے اس لئے دی ہے کہ آدمی اس سے اپنے خیالات کا اظہار کر سکے لیکن اب سیاسی تقریریں لینے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ قوت گویائی اپنے دل کا راز چھپانے کے لئے ملی ہے۔ نہ کہ دل کی بات بتانے کے لئے۔

بدی کر کے نیک نامی کی توقع رکھنا

نامنصف فریجہ تم تھا اک ضلع کا حاکم
 برتاؤ سے نالاں تھی بہت جس کے رعیت
 جب دورہ کو اٹھتا تھا تو دیہات میں جا کر
 تھا پوچھتا ہر ایک سے ازراہ شرارت

ہیں پر گنہ کے لوگ سمجھتے ہیں کیا کرتے ہیں ہماری وہ ستائش کہ مذمت تھی اس کی مثال ایسی کہ اگر شخص بد آواز گاتا تھا کھڑا ہو کے اور آواز کے پیچھے ہوتا تھا یہ معلوم کہ ہے دور سے میری

کرتے ہیں ہماری وہ ستائش کہ مذمت جس کو کہ خود آواز سے تھی اپنی کراہت ہر بار لپکتا تھا بصد تیزی و سرعت آواز خوش آئند و یا قابل نفرت

تشریح الفاظ: نیک نامی، اچھی شہرت: نامتصف، انصاف نہ کرنے والا۔ بے رحم، ظالم۔ برتاؤ، سلوک۔ نالوں، رنجیدہ۔ ازراہ شرارت، شرارت کے طور پر۔ پر گنہ، چند دیہات کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ ستائش، تعریف۔ مذمت، تحریف کہراہت۔ نفرت۔ لپکتا تھا، دوڑتا تھا۔ بصد تیزی و سرعت، بہت جلدی سے خوش آئند، اچھی لگنے والی۔

مطلب: ۱۔ ایک نسل کا حاکم بہت ہی ظالم اور بے انصاف تھا اس کی رعایا اس کے سخت سلوک سے بہت ہی رنجیدہ اور پریشان تھی۔

۲۔ جب وہ دیہاتوں میں دورہ پر جاتا تھا تو شرارت سے طوریروہاں کے لوگوں سے معلوم کیا کرتا تھا۔

۳۔ اس پر گنہ کے لوگ کہیں کیا سمجھتے ہیں۔ وہ ہماری تعریف کرتے ہیں۔ یا ہماری برائی کرتے ہیں۔

۴۔ اس کی مثال بالکل ایسی تھی کہ جس طرح ایک بہت ہی بد آواز شخص تھا اور اسے اچھی آواز سے بھی نفرت تھی۔

۵۔ وہ کھڑا ہو کر گایا کرتا تھا اور پھر نیکی میں دور سے اپنی آواز سننے کے لئے اس کے پیچھے دوڑنے لگتا تھا۔

۶۔ تاکہ اسے معلوم ہو سکے کہ اس کی آواز بہت اچھی ہے۔ یا وہ بہت ہی بد آواز شخص ہے۔

تفاخر سے نفرت کرنے پر تفاخر

زاہد نے کہا زینت و اسباب پہ جو لوگ
اترا تے ہیں۔ اگ انکھ مجھے وہ نہیں بھاتے
حالی تے کہا جن کو ہے اترا تے سے نفرت
اترا کے وہ اس طرح نہیں تاک چڑھاتے

تشریح الفاظ:- تفاخر، فخر، غرور۔ زاہد عبادت کرنے والا، نیک آدمی۔ زینت،
سجاوٹ۔ اسباب، گھر کا سامان۔ اترا تے میں غرور کرتے ہیں۔ ایک آنکھ نہیں بھاتے
ذرا بھی پسند نہیں آتے۔

مطلب:- ۱۔ ایک عبادت گزار اور نیک آدمی مجھ سے کہا کہ جو خوبصورتی
اور مال و اسباب پر غرور کرتے ہیں انہیں میں ذرا بھی پسند نہیں کرتا۔
۲۔ حالی نے ان بزرگ کو سیدھے سادھے انداز میں جواب دیا کہ جن لوگوں کو دوسرے
کے اترا تے اور غرور کرنے سے نفرت ہوتی ہے وہ غرور کر کے اور اترا کے اس طرح ناک
بھوں نہیں چڑھایا کرتے یعنی اپنے نفرت کرنے اور ناپسندیدگی کی عادت پر غرور ہی نہیں کیا
کرتے۔

سید احمد خان کی تکفیر

مختلف اقوال ہیں اسلام کی تعریف میں
بے مگر جہور کے نزدیک یہ رد و قبول
کیونکہ اس سے ماننا پڑتا ہے اس جنت کھانا
بعض کہتے ہیں کہ شر سے تیرے سبب میں میں
پر یہ جہا جامع و مانع نہیں عند الفحول
بعض کے نزدیک کاغذ اس کی حد نام ہے
جو میں فائل اسکے ان پر کفر کا الزام ہے
جس تکفیر از اہل قبلہ جو ہے وہ ناکام ہے
یہ مسلمانوں و دنیاوی ان کا نام ہے
کہتے ہیں اسلام جو مجھے اسے وہ خا ہے

یعنی کا مستحق ہے خاص کر اپنا گروہ
 بعض کہتے ہیں شعار اسلام میں کلمے لباس
 بعض تیلے میں کچھ اور بعض فرماتے ہیں کچھ
 مذہب منصور ہے لیکن بیاں کرنا ضرور
 اہل حل و عقد میں اب متفق اس رائے پر
 اور سب کا لفظ یا راغبیا سب کو عام ہے
 جو لباس غیر سننے خارج از اسلام ہے
 حصر کرنا ان تمام آرا کو مشکل کام ہے
 جو مسلم آج کل نزدیک خاص و عام ہے
 سید احمد خاں کو کا فر جانا اسلام ہے

تشریح الفاظ۔ تکفیر، کافر قرار دیا جانا، اقوال، قول کی جمع۔ بانیں، رائیں۔ توحید
 خدا کو ایک ماننا، حذرتاً، آخری حد صحیح تعریف جمہور، قوم عوام، سب لوگ۔
 مردود، رد کیا ہوا، ناپسند کیا ہوا، لفظ رد کے معنی ہیں منہ پر مارنا۔ قائل، ماننے والے۔
 مت، مذہب، خیال، عقیدہ، غیر از اہل کعبہ، کعبہ دانوں کے سوا دوسرے یعنی مسلمانوں کے
 سوا اور قوس راہ، مذہب والے شر، فساد، شرارت۔ امین، بخوبت مسلمان، اسلام۔
 دینداری، نیکی، جامع و مانع، مکمل اور درست۔ بحث، الفحول، بڑے لوگوں کے نزدیک۔
 خام، کمزور، کچھ مذہب والے۔ اکتی، بخوبی، محفوظ ہونے کی حالت۔ مستحق، حقدار۔
 گروہ، قوم، نسل۔ یا راغبیا، اپنے اور غیر شعار، طریقہ چھ کرنا، گھیرنا، قابو میں کرنا۔ گستاخ،
 شمار کرنا۔ آرا، رائے کی جمع۔ مذہب منصور، کامیاب مذہب۔ مسلم، تسلیم کیا ہوا،
 مانا ہوا۔ اہل حل و عقد، قوم دار لوگ۔

مطلب ۱۔ اسلام کی تعریف میں لوگوں نے مختلف باتیں بتائی ہیں بعض لوگوں
 نے یہ کہا ہے کہ خدا کا ایک ہونے پر ایمان رکھنا اس کی آخری حد ہے۔

۲۔ لیکن صحیح رائے رکھنے والے لوگوں کے خیال میں یہ بات غلط ہے اور جو لوگ اس بات
 کے قائل ہیں۔ ان کو اگر کافر قرار دیا جائے تو درست ہے۔

۳۔ کیونکہ اس بات سے اسلام کو ایک عام مذہب سمجھ لیا جاتا ہے۔ اور اس سلسلے میں

سوائے مسلمانوں کے سب لوگ ناکام رہے ہیں۔

۴۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ اگر شیطان اور گمراہی کے فساد سے محفوظ رہیں

تو یہی بہتر ہے۔ اسلام اور نیک بات بس یہی کافی ہے۔

۵۔ لیکن بڑے لوگوں اور عقلمندوں کی رائے میں یہ بات بھی مکمل اور صحیح نہیں ہے۔

کیونکہ وہ لوگ جو ایسا کہتے ہیں، ان کے نزدیک اسلام کی یہ حد بھی غلط ہے۔

۶۔ خاص طور پر حفاظت میں اور صحیح رہنے کا حقدار صرف اپنی جماعت ہی ہے۔ اور

لفظ سب تو اپنے اور غیر سب پر عالمکہ ہوتا ہے۔

۷۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ مسلمانوں کا مجموعہ مذہب لباس سمندر ہوتا ہے

جو شخص دوسرے لوگوں کا لباس پہنے وہ انہیں میں شمار کیا جاتا ہے اور مسلمانوں سے

اس کا تعلق اور واسطہ نہیں رہتا ہے۔

۸۔ غرض بعض لوگ کوئی بات بتاتے ہیں۔ اور بعض کوئی بات بتاتے ہیں لیکن ان

تمام باتوں کو اکٹھا کرنا اور ایک ساتھ بیان کرنا بہتر ہی مشکل بات ہے۔

۹۔ لیکن آج کل کا کامیاب اور چالو مذہب بھی بیان کرنا بالکل ضروری ہے۔ کیونکہ

آج کل تو تھپیوٹے اور بڑے عام اور خاص سب لوگ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں اور

اسی پر عمل کر رہے ہیں۔

۱۰۔ عقلمندوں اور صحیح قسم کے لوگ جو ہیں وہ آج کل اس بات پر متفق ہیں کہ صحیح اسلام

یہ ہے کہ سر سید احمد خان کو کا فر سمجھا جائے کیونکہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں کہلا

سکتا جب تک وہ اپنے ایمان میں سر سید احمد خان کو کا فر سمجھتا نہ شامل کرے۔

قرض لے کر حج کو جانے کی ضرورت

قریب مجھے حج قرض لے کے اک دیندار چلا بہت سچ بگھر سے سونے بیت اللہ

کہا اُس سے ایک آزاد نے کہ اے حضرت
کہ قرض لیکے جائے میں حضور سوائے حجاز
نہ نان و نفقہ و فرزندوزن کا طر جمع
سنا یہ اور بہت ترش ہو کے فرمایا
وہ بادشاہ کہ جو دشمنوں کو دیتا ہے
خیر نہ لے گا وہ کیا اپنے مہمانوں کی
جنہیں فراغت و تنگی میں ہے اسی سے اُمید
وہ سن کے بولا کہ تا خواندہ مہمانوں کو
ذلیل ہوتے ہیں جو بن بلا سے جاتے ہیں
یہیں کے شیخ نے دیکھا ادھر ادھر کہ کہیں
بلا کے پاس پھر آہستہ اُس سے فرمایا
قام نہ چھوڑنا شک میں پختہ کاروں کے
حدا کے حکم میں مبنی تمام حکمتیں
نماز روزہ ہو یا ہبوط اوت و عمرہ حج
اسی طرح یہ وسیلے معاش کے ہیں تمام
مگر سلیقہ و تدبیر شرط ہے ورنہ
یہ کہنے سننے کی باتیں نہیں ہیں بر خوردار

کیا ہے آپ پر شارع نے حریا اگراہ
وطن میں چھوڑ کے اطفال کو بحال تباہ
نہ زاد و را حله کا ساز و برگ خاطر خواہ
کہ روکتا ہے مسلمان کو حج سے لے گمراہ
گیں ختم و طبل و نشان و تخت و کلاہ
پہنچتے جو کہ میں طے کر کے بحر و بر کی راہ
جنہیں سلامت آفت میں ہے اسی کی پناہ
اُمید بطف کی رکھنی ہے میراں سے گناہ
طفیلیوں کی نہیں دعوتوں میں عترت و جاہ
ہو مدنی نہ تختس میں یاں کوئی ہمراہ
ابھی زانہ کی چالوں سے تو نہیں آگاہ
جو ان خام کی واں تک نہیں پہنچتی نگاہ
فتوح جن میں ہے دنیاؤں کی خاطر خواہ
حصول جیسے کہ ہوتا ہے ان سے قرب الہ
نہ جن میں چاہیے محنت نہ کوشش جانگاہ
ہزاروں پھرتے ہیں حجاج سادہ لوح تباہ
وگر نہ علم معیشت وسیع ہے واللہ

تشریح الفاظ:- یہ نیتیں حج کے ارادے سے سوائے بیت اللہ، اللہ کے گھر یعنی خانہ
کعبہ کی طرف۔ آزاد، صاف اور سیدھے سادھے خیال رکھنے والا شخص۔ شارع، شریعت جبر و
اکراہ، زبردستی یا مجبوری۔ اطفال طفل کی جمع، بچے۔ بحال تباہ خراب حالت میں۔ نان و نفقہ،

روزی اور ضروریات کی چیزیں فرزند و زن، بچے اور بیوی، خاطر و جمع، دل کی تسلی، زاد، سفر، ترویج، راحہ، راستہ کی ضروری چیزیں۔ ساز و برگ، سامان، خاطر خواہ، دل کے یا خواہش کے مطابق تشریح، روح و سخت غصہ میں گمراہ، غلط راستے پر چلنے والا نگیں، ماہر، خاتم، مہر کی انگوٹھی، طبل، نقارہ، نشان، جھنڈ، تخت، دکلاہ، شاہی تخت اور تاج، بر و کبر، خشکی اور تری، فراغت، آرام، تنگی، غریب، سلامت، امن، آفت، تکلیف، پناہ، پناہ۔ ناخواندہ، جسے بلا یا نہ گیا ہو، طفیلی، جو شخص دعوت میں بغیر بلائے اور کسی کے ساتھ چلا آئے۔ عزت و جاہ، عزت اور مرتبہ، شان و شوکت، تارخی، دکھولی کرنے والا، تختہ میں تلاش چالوں، دھوکوں، آگاہ، واقف، تمام پہنچنا، جا پہنچنا۔ پختہ کار، تجربہ کار۔ جوان خام، کچھ نوجوان یعنی ایسے نوجوان جو کسی قسم کا تجربہ نہیں رکھتے۔ واں تک، وہاں تک۔ نگاہ، نظر، خیال، معنی، بنیاد اور کھنے والا، حکمت، عقلمندی، فتوح، کامیابی۔ خاطر خواہ، طبیعت یا ضرورت کے مطابق بلوات، خانہ کعبہ، مرد پھر لگانا، عمرہ، حج کا ایک رکن حصول، حاصل کرنا، قریب الہ، اخلہ کے نزدیک پہنچنا۔ وسیلے، ذریعے، عاقل، روزی، کوشش، جانکاه، جان کو گھلانے والی محنت، یعنی سخت محنت، کزاج، تاج، سماجی کمی جمع۔ سادہ لوح، سیدھے سادھے بھولے بھالے۔ وگرنہ، اور اگر نہ کا مخفف، علم، ہمیشہ، روزی پیدا کرنے کا علم۔ واللہ، خدا کی قسم۔

مطلب: ۱۔ حج کے دنوں میں ایک بہت ہی نیا کہ آدھی کسی سے قرض لے کر حج کے لئے جاتے کے ارادے سے گھر سے خانہ کعبہ کی طرف جانے لگا۔

۲۔ ایک شخص نے جو نہایت ہی آزاد قسم کی طبیعت رکھتا تھا۔ اس سے اس بزرگ سے معلوم کیا کہ قبلہ کیا شریعت نے آپ پر کوئی زبردستی یا پابندی لگا دی ہے جو قرض لے کر حج کے لئے جا رہے ہیں؟

۳۔ کہ جناب والا اپنے دس بیٹے اور بچوں کو خراب اور پریشان حالت میں

چھوڑ کر حج کرنے کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔

۴۔ آپ کو نہ بیوی اور بچوں کے روٹی کپڑا اور نہ ہی دوسری ضروریات کے پورا ہو جانے سے اطمینان حاصل ہے اور نہ ہی آپ کے پاس اتنا سامان ہے کہ سفر آسانی اور اطمینان سے پورا ہو جائے۔

۵۔ ان بزرگ نے جب یہ باتیں سُنیں۔ تو ایک دم غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے۔ اے گمراہ! تو ایک مسلمان کو حج جیسے نیک کام سے روکنے لگا ہے۔

۶۔ وہ بادشاہ یعنی خراج و شمنوں کو تخت و تاج، فوج، جھنڈا، مہر اور اختیارات عطا کرتا ہے۔

۷۔ تو کیا وہ خدا اپنے ان مہمانوں کی خاطر تواضع نہیں کرے گا جو سمندر اور خشکی کا سفر کر کے اور پریشانی ہو کر وہاں حج کرنے کے لئے سنبھتے ہیں۔

۸۔ جن لوگوں کو آرام میں بھی اور نیکایہ میں بھی خدا سے ہی لو لگی رہتا ہے اور جو لوگ سلامتی اور پریشانی ہر حالت میں اسی سے مدد مانگتے ہیں۔

۹۔ اس بکا زاد آدمی نے سُن کر کہا کہ بغیر بلائے ہوئے مہمانوں کو مہربانی اور نرمی کی امید رکھنا ہی بہت بڑی غلطی ہے۔

۱۰۔ جو لوگ بغیر بلائے کہیں چلے جاتے ہیں آخر انہیں ذلیل ہی ہوتا پڑتا ہے کیونکہ دعوت میں شریک ہونے والے شخص کے ساتھ کسی دوسرے کا جانا اسے عزت سے محروم رکھتا ہے۔

۱۱۔ اور بزرگ نے یہ سُن کر پہلے تو ادھر ادھر دیکھا کہ کہیں کوئی شخص میری باتوں اور حرکتوں کی ٹوہ میں تو نہیں لگا ہوا ہے

۱۲۔ پھر اس شخص کو اس بزرگ نے اپنے پاس بلا کر چپکے سے کان میں کہا کہ پر خوروار! تم ابھی دنیا کی مکاری اور دھوکوں سے واقف نہیں ہو۔

۱۳۔ جس بات کی تہہ تک بوڑھا اور تجربہ کار پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں تک جوان لوگوں کی کچھ اور تامل عقل اور ان کا خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔

۱۴۔ اصل میں خدا کے جتنے کام ہیں ان میں سے ہر ایک میں۔ کوئی نہ کوئی ہوشیاری اور اس کی کاریگری چھپی ہوئی ہے۔ اور اس ہوشیاری یا یاری میں دنیا یا دین کی کوئی نہ کوئی کامیابی ضرور موجود ہوتی ہے۔

۱۵۔ نماز، روزہ، ہلواف، عمرہ اور حج جس طرح انہیں ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کے بہت قریب پہنچنے کا موقع ملتا ہے۔

۱۶۔ اسی طرح ہم نے بھی قرض لے کر حج کر جانا اپنی روزی کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ کیونکہ اس میں تو ہلدی لگے نہ پھٹکری، رنگ تو کھا انا ہے۔ محنت کے بغیر ہی خاصے روپے مل جاتے ہیں۔

۱۷۔ لیکن اس کام پر بھی پورا طریقہ اور شعور اور سلیقہ ضروری ہیں۔ ورنہ پہلے سے بے وقت حاجی بھی ایسے ہیں جو بہت ہی پریشان حال پھرتے ہیں۔

۱۸۔ ۱۔ بے ہیرے بیٹھے ایسے باتیں ایسی نہیں ہیں کہ تو کسی سے بیان کر دے۔ ورنہ یاد رکھنا۔ اگر تو نے کسی سے کہا تو ہم روزی حاصل کرنے کا کوئی اور دھندا شروع کر دیں گے۔ خدا کی قسم، روزی پیدا کرنے کے تو سینکڑوں فیصلے ہیں۔

آزادی کی قدر

قدر دانان بہت بڑھتے ہیں آزادی کے ہم
قدر آزادی کی خوشی ہم کو ہوتی ہے کم
بینوا کو ہے زیادہ قدر تیار و درم
دیگما قیدی سے زیادہ کون آزادی پر دم

ایک ہندی نے کہا جاہل آزادی نہیں
ہم کہ غیروں کے سدا محکوم رہتے آئے ہیں
عاقبت کی قدر ہوتی ہے مصیبت میں سوا
تصرف الاشیاء بالاضداد ہے قول حکیم

سُن کر اک آزاد نے یہ لاف چپکے سے کہا ہے نہ فرموری کے کپڑے کیلئے باغِ آرام

تشریح الفاظ۔ ہناری، ہندوستانی یعنی غلام۔ بہت بڑھکر، بہت زیادہ۔
 سارا ہمیشہ۔ محاکم، غلام۔ عافیت، آرام، سہولت، سوا زیادہ۔ بینوا، بالکل غریب
 اور مفلس۔ خرید و بیارہ درم، روپیہ پسیہ کا خیال۔ تعریف، الاشیاء کسی چیز کا پسوانا۔
 بلاضداد، ایک دوسرے کی ضد کے ساتھ۔ قولِ حکیم، ایک حکیم کا قول یا مقولہ۔ لاف،
 شہنی مارنا۔ سقر، دوزخ۔ باغِ آرام، جنت کے ایک حصہ کا نام۔
 مطلب: ۱۔ ایک دفعہ ہندوستانی غلام نے کہا کہ آزادی کی قدر اور عزت ہم
 سے زیادہ کون جانتا ہے۔

۲۔ کیونکہ ہم تو ہمیشہ سے دوسروں کے غلام ہی بنے جا رہے ہیں اس لئے ہم آزادی
 کی جتنی قدر کریں، اتنا ہی کم ہے۔

۳۔ کیونکہ مصیبتیں ہی آرام کی قدر زیادہ ہوا کرتی ہے۔ جس طرح کہ غریب آدمی
 روپے کی زیادہ قدر کرتا ہے۔

۴۔ ایک عقلمند کا قول یہ ہے کہ ہر چیز کو ہم اس کی مخالف چیز کی وجہ سے آسانی سے
 پہچان لیتے ہیں۔ اس لئے آزادی کو قیدی اور غلام سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔

۵۔ ایک آزاد شخص نے جب یہ باتیں سنیں تو ہنس کر کہنے لگا موری کے کپڑوں کو دوزخ
 میں ڈال دو تو وہ اُسے ہی جنت کا ایک باغ سمجھنے لگے گا۔

انگلستان کی آزادی اور ہندوستان کی غلامی

یاں غلام آکر کراہتا ہے یہ انگلستان کی
 اور ٹکڑے پاؤں سے اک ایک بیڑی گر پڑی

کہتے ہیں آزاد ہو جاتا ہے جیتا ہے سانس
 اُسکی ہر جہ میں غلاموں نے جو ہیں رکھا قدم

قلب ماہیہ میں انگلستان ہے گم کیما
 کم نہیں کچھ قلب ماہیت میں ہندوستان بھی
 آن کرادیاں آزاد رہ سکتا نہیں
 وہ رہے ہو کر غلام اس کی ہوا جن کو لگی

قشر زخ الفاظ - کرامت، بزرگی، خوبی، سرحد، حدود، جوہی، جیسی ہی - پاؤں سے
 بڑی کٹ کر گزرا، پابندیاں ختم ہو جاتا۔ قلب ماہیت، حالت کو ایک دم سے بدل دینا،
 اصلیت کو بالکل ہی تبدیل کر دینا۔ ہوا لگنا، اثر ہونا۔ کیما، ایسا علم جس سے پیش ہونا
 بن جاتا ہے۔

مطلب :- ۱۔ لوگوں کا بیان ہے کہ انگلستان کی آب و ہوا میں یہ خوبی ہے کہ جڑ بھی
 وہاں پھینچ جاتا ہے۔ پھر اسے فوراً ہی آزادی مل جاتی ہے۔

۲۔ انگلستان کی حدود میں کوئی غلام ملک کا آدمی جیسے ہی پہنچتا ہے، نوغلامی کی
 تمام پابندیاں اس پر ختم ہو جاتی ہیں۔

۳۔ اس لئے حالت کو ایک دم بدل دیتے ہیں۔ انگلستان کیما جیسی خوبی رکھتا
 ہے، تو یہاں ستانی بھی اصلیت کو بدل دیتے ہیں۔ انگلستان سے کسی درجہ بھی کم نہیں
 ہے۔

۴۔ اس ملک میں دوسرے ملک کا آزاد شخص، آزاد نہیں رہ سکتا کیونکہ اس جگہ
 کسی جس شخص کو ہوا لگتی ہے وہ پھر غلام ہی بن جاتا ہے۔

سید احمد خاں کی مخالفت کی وجہ

سید احمد خاں کے اک منکر سے یہ پوچھا کہ آپ
 کافر و ملی یہی ہمیشہ اس کو ٹھیراتے ہیں آپ
 آپ بھی (ناخدا) ہیں تارکِ صوم و صلوة
 کس لئے سید صاف اے حضرت والا، نہیں
 ثابت اسلام اسکا نیز ایک کے گویا نہیں
 اور لو کہ اسلام سے خود آپ کا اچھا نہیں

خود نبوت پر سُننے میں تم نے ایراد آپ کے
چشمِ باردور آپ کا بھی جبکہ ہے مشرفِ سبع
سُن کے فرمایا اگر ہو تو چھتے انصاف سے
بچ کچھ اس کا نہیں مجھ کو کہ وہ ایسا ہے کیوں

اور الوہیت سے بھی دل جمع حضرت کا نہیں
پھر یہ سید پر تبراً آپ کو زیسا نہیں
بات یہ ہے سُن لو صاحبِ تم سے کچھ سردا نہیں
بلکہ ساری کوفت اس کی میں ویسا نہیں

تشریح الفاظ: منکر، انکار کرنے والا۔ صاف ہونا، دل میں میل نہ رہنا۔ اسے
حضرت والا، اے بزرگوار۔ کافر، دینِ اسلام سے پھلا ہوا۔ بلخربیدین جس کا کوئی مذہب
نہ ہو۔ ٹھہرانا، قرار دینا۔ ثابت، صحیح، درست۔ گویا، جیسے۔ نام خدا، خدا کی پھکار
سے۔ تارک، چھوڑنے والا۔ صوم، روزہ۔ صلاۃ، نماز۔ استرا، رو کرنا، اقرآن
کرنا۔ الوہیت، خدا کی خدائی کا اقرار کرنا۔ دل جمع، اطمینان قلب ہوتا۔ چشمِ بزدور،
خدا کرے کہیری نظر نہ لگے۔ شرب، سلک، طریقہ، دستور۔ تبراً، برا بھلا کہنا، ذلیل کرنا۔
کوفت، افسوس و پریشانی۔

مطلب: ۱۔ ایک شخص جو سید احمد خان کے نہ ماننے والوں میں سے تھے۔
میں نے اُن سے معلوم کیا کہ حضرت آپ کا دل سید احمد خان سے کسی وجہ سے صاف
نہیں ہے۔ اور آپ کے دل میں برائی کیوں ہے۔

۲۔ آپ اسے ہمیشہ کافر کہتے رہتے ہیں اور بے وجہ بھی بتلاتے ہیں یعنی آپ کے نزدیک
وہ صحیح طور پر مسلمان نہیں ہیں۔

۳۔ خدا کی آپ پر پھکار ہو۔ آپ بھی تو نہ روزہ رکھتے ہیں اور نہ ہی نماز پڑھتے ہیں۔
اور نہ ہی اسلام سے آپ کا یرتا و بھی اچھا نہیں ہے۔

۴۔ میں نے تو آپ کی زبان سے بھی نبوت کی تردید میں بہت سے وعظ سُننے میں اور
خدا کی خدائی سے بھی آپ کے دل کو اطمینان نہیں ہے۔

۵۔ خدانظر بد سے بچائے۔ آپ کی دلچسپیاں بہت وسیع ہیں۔ جب ایسا ہے تو کچھ سرسید احمد خاں کو برا بھلا کہنا مناسب نہیں ہے۔

۶۔ میری یہ تمام باتیں سن کر وہ مولوی صاحب فرمانے لگے کہ اگر آپ مجھ سے صاف صاف اور صحیح بات پوچھنا چاہتے ہیں۔ تو میں آپ کو بتائے ہی دیتا ہوں۔ کیونکہ آپ سے اب اس راز کو کیا چھپاؤں؟

۷۔ مجھے اس بات کا ذرا بھی رنج نہیں ہے کہ سرسید احمد خاں ایسے کیوں ہیں۔ بلکہ سارا رنج اس بات کا ہے کہ میں ان جیسا کیوں نہیں ہوں؟ اس لئے جب میں ویسا نہیں ہوں تو ان کی باتوں اور کاموں سے انکار ہی کرنا چاہیے۔ اچھائی اور خوبی نہ بیان کرنی چاہیے۔ تاکہ اپنی بڑائی قائم رہ سکے۔

مخطا اہل اللہ

کل خانقاہ میں تھی۔ حالت عجیب طاسی	جو کھٹا سو شرم سرخم۔ اپنا تھا یا میرا یا
رنیا سے اٹھ گئے۔ سب تھے مرید صادق	یہ کہہ کے شیخ کا دل بے ساختہ کھیر آیا
ہم نے کہا مریدی باقی رہی نہ پیری	یہ کہہ کے ہم بھی روئے اور اس کو بھی رلا یا

تشریح الفاظ۔ مخطا، کمی۔ اہل اللہ، اللہ کے نیک بندے۔ خانقاہ، کسی بزرگ کے مزار کے پاس اس کے مریدوں اور خفیہ مندوں کے بیٹھنے کی جگہ۔ طاری، چھائی ہوئی۔ شرم پریم، اپنی آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے، رنجیدہ۔ پریا، غیر۔ مرید صادق، سچے دل سے ماننے والے۔ بے ساختہ، ایک دم۔ دل بھر آیا، بہت زیادہ رنج ہوا۔

مطلب :- ۱۔ کل جب ہم ایک مزار پر خانقاہ میں گئے تو وہاں تو عجیب ہی حالت چھائی ہوئی تھی۔ کیونکہ جسے بھی دیکھتے تھے۔ وہ زار و قطار روتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

۲۔ شیخ طریقت پر صاحب فرمانے لگے کہ مجھے سچے دل سے ماننے والے تھے۔ ان کا تو انتقال ہو گیا۔ اب میں اکیلا ہی رہ گیا ہوں۔

۳۔ اس بات پر ہم نے کہا کہ پھر صاحب اب تو مرید کی چھوڑ سیری بھی باقی نہیں رہی جب مرید ہی ختم ہو گئے تو آپ اب پر کس کے کہلائیں گے۔ یہ سن کر وہ بزرگ خوب پھوٹ پھوٹ کر روتے لگے۔ اور ان کے ساتھ ہم بھی روتے رہے۔

نوکروں پر سخت گیری کرنے کا انجام

در گذر تھی اور نہ ساتھ انکے رعایت تھی کہیں کام سے مہلت کبھی ملتی نہ تھی ان کے تئیں ذکر کیا نکلے جو پھوٹے منہ سے اسکے آفریں نکلنے پھولے منہ چڑھا یا تھے پل ابرو یہ چسپ آکر ہو جاتے تھے خائن جو کہ ہوتے تھے اب میں فرض جس میں نوکر اور اقل کے ہوتے تھے تعیس زہر کے پتیا تھا گھونٹ آخر بجائے انکے تئیں تاکہ یہ درخواست دیکھیں حاجی ہے یا نہیں تعیس کریں ختمی وہ ساری نوکروں کے ذمہ تھیں تھے مگر وہ سب کے سب آقا کے مارا تئیں تھا کہ جو ب زور کہنے کہتے دست ناز نہیں اور گرا سوار صدر زیں سے بالائے زیں کی نظر سائیں کی جانب کہ ہوا کر معیس دیکھتا تھا اور اس سے مس نہ ہوتا تھا تعیس

ایک آقا تھا ہمیشہ نوکروں پر سخت گیر بے سزا کوئی خطا ہوتی نہ تھی ان کی معاف حسن خدمت پر اضافہ یا صلہ تو درکنار پاتے تھے آقا کو وہ ہوتے تھے جب اس دوچار تھی نہ خیر تنخواہ نوکر کے لئے کوئی فتوح نہ ہا تھا ایک ایک شرا لٹ نامہ ہر نوکر کے پاس گھر رعایت کا کبھی ہونا تھا کوئی خواستگار حکم ہونا تھا شرا لٹ نامہ دکھلاؤ ہمیں واں سوا تنخواہ کے تھا جس کا آقا ذمہ دار دیکھ کر کاغذ کو ہوجاتے تھے نوکر لاجواب ایک دن آقا تھا ایک منہ زور گھوڑے پر سوار دفعہ قابو سے باہر ہو کے بھاگا رہا ہوا کی بہت کوشش نہ چھوٹی پاؤں سے لیکن رکاب تھا مگر سائیں ایسا سنگدل اور بے وفا

دوری سے تھا اُسے کاغذ دکھا کر کہہ رہا دیکھ لو سرکار اس میں شرط یہ لکھی نہیں

تشریح الفاظ :- سخت گیری ظلم، سختی۔ آقا، مالک۔ سخت گیر، ظالم، آدم فاعل۔ درگزر معافی۔ رعایت، نرمی۔ کہیں کسی موقع پر بھی۔ مہلت، فرصت، آرام۔ ان کو نہیں، ان غریب لوگوں کو۔ حسن خدمت، اچھی خدمت کرنا۔ اضافہ، زیادتی۔ صلہ، انعام۔ درگزر الگ رہا۔ آفریں، ثنا یا شکر۔ بھوٹے منہ سے، غلطی سے۔ دوچار ہونا، سامنے آنا۔ ایرو، پلکیں، چپیں، غصہ۔ فتوح، آمدنی، انعام یا دستِ غیب۔ خائن، خیانت کرنے والے، بددیانت۔ امین، امانت رکھنے والے۔ تعین، مقرر۔ خواستگار، خواہشمند۔ زیر کے گھونٹ پینا، غصہ یا تکلیف برداشت کرنا۔ انگبین، شہر۔ واجبی، مناسب۔ لاجواب، خاموش۔ مارا ستین، آستین کا سانپ یعنی وہ شخص جو مل کر دہشتی کرنا ہو۔ منہ زور، شریر، خراب، بد لگام۔ درست، تازہ، کمزور ہاتھ۔ وقفہ، اچھا تک۔ رہوار، گھوڑا۔ اسوار، سوار یعنی مالک۔ صدر زمین، زمین کے درمیان سے۔ بالائے زمین۔ زمین پر۔ سائیس، گھوڑے کی خدمت کرنے والا۔ معین، مدد کرنے والا۔ سس سے مس نہ ہونا، ذرا بھی نہ ہلنا، ذرا بھی اثر نہ ہونا۔ لعین، بہت برا جس پر لعنت کی جائے۔

مطرب :- ۱۔ ایک آقا اپنے لوگوں سے بہت زیادہ کھنی کرتا تھا اور کسی موقع پر بھی نہ تو انہیں کسی غلطی پر معافی دیتا تھا اور نہ ہی ان کے ساتھ کوئی رعایت کرتا تھا۔

۲۔ بغیر سزا دینے ان کی کسی بھی غلطی کو موافق نہیں کرتا تھا۔ اور نہ ہی کام کا سچ ان لوگوں کو کسی وقت فرصت ملتی تھی۔

۳۔ اچھی خدمت کرنے پر انعام ملنا یا تنخواہ یا تنخواہ میں اضافہ ہونا تو دور کی بات ہے۔

کبھی اس مالک کے منہ سے ان لوگوں کے لئے تعریف یا خوشی کے الفاظ بھی نہیں ادا ہوتے تھے۔

۴۔ وہ نوکر جب کبھی اپنے آقا کے سامنے آتے تھے۔ تو اس کے غصے کے مارے تھمے پھولے ہوئے۔ منہ چڑھا ہوا اور پیشانی پر مٹی پڑے ہوئے نظر آتے تھے۔

۵۔ نوکروں کو سوائے تنخواہ کے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں ہوتی تھی۔ وہ نوکر جو بہت ہی نیک اور امین ہوتے تھے۔ وہ اس مالک کے پاس اگر بہت ہی بددیانت بن جاتے تھے۔

۶۔ ہر نوکر کے پاس اس کے کام کے متعلق ایک ایک کاغذ ہوتا تھا۔ جس پر شرطیں لکھی ہوئی ہوتی تھیں۔ اس میں نوکر اور آقا کے متعلق ساری باتیں لکھی ہوئی ہوتی تھیں۔

۷۔ اگر کوئی نوکر کبھی کسی قسم کی رعایت کا خواہشمند ہوتا تھا۔ تو اسے شہد کے بجائے زہر کے گھونٹ پینے پڑتے تھے۔ کیونکہ اسے جو ایسا سن کر بہت ہی رنج اور افسوس ہوتا تھا۔

۸۔ اسی وقت آقا صاحب فرمادیتے کہ ہمیں اپنا شراب کا کارڈ دکھلا دو۔ تاکہ ہم یہ بھی دیکھیں کہ آیا تمہاری بات مناسب بھی ہے۔ یا نہیں۔

۹۔ وہاں تنخواہ کے علاوہ مالک سے اور کسی قسم کی خواہش اور ضرورت نہیں تھی۔ جتنی بھی باتیں تھیں۔ وہ سب نوکروں کے ہی ذمہ تھیں۔

۱۰۔ جب نوکر کاغذ پر لکھی ہوئی شرطیں دیکھتے تھے۔ تو پھر بالکل ہی خاموش ہو جاتے تھے۔ لیکن وہ سارے نوکر بھی اس کے بالکل ایسے ہی ذمہ تھے۔ جیسے آستین کا ساپا ہوتا ہے۔

۱۱۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ مالک ایک بہت ہی شریر گھوڑے پر سوار تھا۔ اور اس شریر گھوڑے کو قابو میں رکھنے کی موثر کوششوں سے مالک کے نازک ہاتھ تھک گئے۔

۱۲۔ گھوڑا جیسے ہی دوڑا۔ مالک زین سے ایک دم نیچے گر پڑا۔

۱۳۔ مالک بہت کوشش کی لیکن اس کا پاؤں رکاب سے نہ نکل سکا۔ ایسی حالت میں وہ اپنے سائیں کی طرف اتنا بھری نظروں سے دیکھنے لگا کہ اگر میری مدد کرو تو بہت ہی بہتر ہے۔

۱۴۔ لیکن وہ سائیس بھی ایسا نظام اور سخت مزاج تھا کہ مالک کو اس حالت میں دیکھ رہا تھا۔ لیکن اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہلتا تھا۔

۱۵۔ اور اسے دُور ہی سے کاغذ دکھا کر کہہ رہا تھا کہ حضور! عہد نامہ میں یہ شرطیں نہیں لکھی ہیں کہ آپ کو گرتے ہوئے بھی اٹھاؤں یا بند کروں۔ اس لئے آپ جانیں اور آپ کا کام جانے۔

نیشن کی تعریف

یہ ہے مافی ہونی جمہور کی رائے کہ نیشن وہ جماعت ہے کم از کم مگر وسعت اسے بعضوں نے دی ہے وہ نیشن کہتے ہیں اس بھڑکے بھی زبان اس کی نہ ہو مفہوم اس کو جو واحد لا شریک اس کا خدا ہو

اسی پر ہے جہاں کا اتفاق اب زبان جس کی ہو ایک اور نس و مذہب نہیں جو رائے میں اپنی مذہب کہ جس میں وحدتیں مطلقہ ہوں سب ہوں آدم تک جدا سب کے جدا اب تو اگھوں اس کے ہوں معبود اور رب

تشریح الفاظہ۔ نیشن قوم۔ زبان، سارے لوگ۔ تذبذب، پریشانی۔ ڈھلنا یعنی جو ایک بات پر قائم نہ رہے، ڈٹاؤ، انڈول۔ وحدتیں، ایک ہونا مفہوم، کم، غائب۔ مفہوم سمجھ میں آنے والی۔ جدا، داوا، اب، باپ۔ واحد، ایک۔ لا شریک، جس کا کوئی شریک نہ ہو معبود جس کی عبادت کی جائے۔ رب، پالنے والا۔

مطابق :- ۱۔ ایک قوم نہ اس بات پر اتفاق کیا ہے اور قوم کی مافی ہونی رائے بھی یہی ہے۔

۲۔ قوم اس جماعت کو کہتے ہیں جس کی زبان، نسل، اور مذہب بالکل ایک ہے۔

۳۔ لیکن بعض لوگوں نے اس بات میں اضافہ کیا ہے۔ اور وہ لوگ اس بات میں بالکل موصول یقین نہیں ہیں۔

۴۔ وہ لوگ ایسی بولی بولتے ہیں جو خود بھی اسے نہ سمجھتے ہوں۔ اور وہ لوگ اور ان کے باپ دادا سب ہی الگ الگ ہوں۔

۵۔ وہ لوگ اس گروہ کو بھی قوم کہتے ہیں جس میں آپس میں کسی قسم کا بھی اتفاق اور اتحاد نہ ہو۔

۶۔ اگر صرف ایک اس کا خدا ہو تو اس کے پالنے والے اور جس کی وہ عبادت کرتے ہوں وہ لاکھوں کی تعداد میں ہوں۔

صفائی نہ رکھنے کا عذر

راہ سے گذرا کہیں میلا کچھ لاکھ غلام
عرض کی ایک کراہیوں بدن کا ملک غیر
ہو میں آزاد اور صفائی کا نہیں رکھنے خیال
کیونکہ جسم آدمی میں پیش اہل معرفت
اس کے میلے پن یہ لوگوں کے ملامت اس کا
اختیار اس کی صفائی کا نہیں رکھتے رہی
عذر میلے پن کا شاید وہ بھی رکھتے ہوں یہی غلام
کوئی چیز اس کی نہیں سب سے امانت گور کی

تشریح الفاظ:۔ عذر، بہانہ۔ میلا کچھ لاکھ، بہت میلا اور گندرا شخص۔ ملامت، بُرا بھلا کہنا۔ ملک غیر، غیر کی چیز۔ رہی، غلام۔ پیش نزدیک، خیال میں۔ اہل معرفت، خدا کو پہچاننے والے لوگ۔

مطلب:۔ ۱۔ ایک رات میں ایک بہت ہی گندہ غلام جا رہا تھا۔ جب لوگوں نے اسے دیکھا تو برا بھلا کہنے لگے۔

۲۔ ان لوگوں کے جواب میں وہ غلام بولا۔ کہ جس کے بدن کا ایک ایک بال میرے

مالک کی ملکیت ہے۔ پھر اس کی صفائی کا مجھے کس طرح اختیار ہو سکتا ہے۔

۳۔ اسی طرح جو لوگ آزاد ہیں اور صفائی کا خیال نہیں رکھتے۔ وہ بھی شاید یہی سمجھتے ہوں کہ جب ہم آزاد ہیں تو پھر ہمیں منہ ہاتھ دھونے کی کیا ضرورت ہے۔

۴۔ خدائی ذات پہچاننے والوں کے نزدیک آدمی کے جسم میں کوئی چیز بھی اس کی اپنی ملکیت نہیں ہے بلکہ وہ قبر کی امانت ہے۔ پھر وہ اس کی حفاظت یا دیکھ بھال ہی کیوں کرے۔

دلی کی شاعری کا نثر

اک دوست نے جلی کے کہا از رہ انصاف
چند اہل زبان جن کو کہ دعویٰ تھا سخن کا
شاعر کو یہ لازم ہے کہ ہوا اہل زبان سے
معلوم ہے۔ جلی کا جو ہے مولد و منشا
اردو کے دھنی وہیں جو دلی کے ہیں روڑے
بلیکل ہی کو معلوم ہیں انداز چین کے
جلی کی زبان گریٹل نہر لین، مو
ہر چند کہ صفت بنائے کوئی تاشہ
نانا کہ ہے میا ختمین، اس کے بیاں میں
یہ دوست نے جلی کے سنی جبکہ تعالیٰ
کچھ شعر تھے یاد ان کے پڑھے اور یہ پوچھا
تج یہ ہے کہ جب شعر ہوں سرکار کے ایسے

”کرتے ہیں پسند اہل زبان اس کے سخن کو“
بولے کہ نہیں جانتے تم شعر کے فن کو
ہو چھو نہ گئی غیر زبان اس کے وہن کو
اردو سے بھلا واسطہ؟ حضرت کے وطن کو
پنجاب کو اس سے نہ پور بند کون کو
کیا عالم گلشن کی خبر زاغ و زغن کو
خالص نہ ہو تو کیسے کیا لکے لین کو
پہچے گانہ وہ نافر آہوئے ختن کو
کیا پھونکے اس ساختہ بیسا ختمین کو
حق کہنے سے وہ رکھ نہ سکا باز وہن کو
کیوں صاحب عزت اسی اردو سے ہے فن کو
کیوں آپ لگے ماننے جلی کے سخن کو

حالی کو تو بدنام کیا اس کے وطن نے پر آپ نے بدنام کیا اپنے وطن کو

تشریح الفاظ:- تنزل، نزوال، کمی، خرابی۔ ازراہ انصاف، انصاف کے طور پر۔ اہل زبان، زبان دان لوگ۔ سخن، بات، شاعری۔ لازم، ضروری چھو نہ گئی ہو، ذرا بھی اثر نہ ہوا ہو۔ دہنا، منہ۔ مولد، پیدا ہونے کی جگہ۔ منشا، پلٹنا اور پورش پانس کی جگہ۔ واسطہ، تعلق۔ دھنی، شوقین۔ دلی کے روئے، دلی کے باشندے جو کئی نسلوں سے وہاں رہ رہے ہیں اور زبان ان کے گھر کی لوندی کی طرح بن کر رہ گئی ہے۔ مس، تعلق۔ انداز طریقہ۔ عالم گلشن، چین کی حالت۔ زراغ، کوہ ازغن جیل۔ نہر بن، دودھ کی نہر۔ ہر چند چاہے کتھاری صنعت، ہنر سندی، تانہ ہرن کی کستوری۔ آہوئے ختن، بر شہر ختن، جو ترکستان میں واقع ہے۔ وہاں کے ہرن کا مشک مشہور ہے۔ بیاضہ پن، بے تکلفی۔ نعل، شخی بارنا۔ حق کہنا، سچی بات کہنا۔ بان رکھنا، روکنا۔

مطلب :- ۱۔ حالی کے ایک دوست نے انصاف کے طور پر سچی بات کہتے ہوئے کہا کہ اہل زبان حالی کی شاعری کو پتہ کرتے لگے ہیں۔

۲۔ چند ایسے لوگ جنہیں شاعر اور زبان دان ہونے کا دعویٰ تھا کہ بھلا تم شاعری کو کیا جانو؟ تمہیں کیا معلوم کہ شاعری کے آداب کیا ہیں؟

۳۔ شاعری کے لئے اہل زبان میں سے ہونا ضروری ہے۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی دوسری زبان کا کوئی لفظ اس کے منہ سے نہ نکلا ہو۔

۴۔ یہ تو سب لوگوں کو ہی معلوم ہے کہ حالی کس جگہ پیدا ہوا ہے اور کہاں اس نے پرورش پائی ہے۔ بھلا حالی کے وطن پانی پیتا کا زبان یا اہل زبان سے کیا تعلق۔

۵۔ اردو زبان کے صحیح طور پر سمجھنے والے تو وہی لوگ ہیں جو وہاں میں رہے اور بسکریں۔ بھلا یہ اب یا بنگال یا دکن کو زبان یا اہل زبان یا شاعری سے کیا تعلق۔

۶۔ چمن کے طور طریقے تو بیل ہی کو معلوم ہوتے ہیں۔ چلا پیل آو دوں کو چمن کی خوبیوں اور اس کی باتوں سے کیا مطلب۔

۷۔ اگر حاکمی کی زبان سے دودھ کی نہر کی طرح خالص زبان بھی شاعری میں ادا ہو۔ تو بھی اس غیر زبان والے آدمی کی شاعری کو وہ درجہ کب حاصل ہو سکتا ہے جو اہل زبان کی شاعری کو حاصل ہوگا۔

۸۔ چاہے کوئی شخص کتنی ہی کوشش کر کے مشک بنا کر دیکھ لے۔ تو بھی اس کا بنایا ہوا مشک ترکستان کے شہر خمن کے ہرن کے مشک کی برابری کس طرح کر سکتا ہے۔

۹۔ یہ بات تم تسلیم کرنے میں کہ حاکمی کی زبان میں بیاختہ پن سے کیا فائدہ جبکہ وہ اہل زبان شاعر نہیں ہے۔

۱۰۔ جب حاکمی کے دوست نے یہ شہمی سنی۔ تو وہ شہمی کی بات کہنے سے خاموش نہ رہ سکا۔

۱۱۔ اس کو اہل زبان شاعروں کے چند شعر یاد تھے۔ وہ ان کو دہراتے ہوئے کہنے لگا کہ کیا اردو شاعری کی عزت ایسے ہی اشعار کی وجہ سے ہے۔

۱۲۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ جب حضور کے اشعار ایسے ہیں تو آپ حاکمی کی شاعری کو کس طرح پسند کریں گے؟

۱۳۔ حاکمی کو تو شاعری میں اس لئے بدنام کیا جا رہا ہے کہ وہ ایسی جگہ کار بننے والا ہے جس

کا زبان سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ لیکن جناب نے ایسے اشعار لکھ کر اردو زبان ہی کو نہیں

بلکہ اپنے وطن واپس کو بھی بدنام کر کے رکھ دیا ہے۔ جہاں کا روٹا ہونے کا وہ فخر اور غرور کرتے ہیں۔

بیٹیوں کی نسبت

کہ کسی گھر میں اگر بیٹی تھی پیدا و خستہ
گاڑو دنیا تھا زمین میں کہیں زندہ جا کر

جاہلیت کے زمانہ میں یہ تھی رسم عرب
شکل باپ اسے گرو سے لیکریاں کی

جو کہ اندھے میں بیٹے کے نہیں کچھ ان کو خبر
 سب سے اول انہیں ہوتا ہے یہ منظور نظر
 اور مرد و مہر سے جو فادات میں ہو افضل تر
 ان کے معلوم ہوں عادات و خصائل یکسر
 دونوں نزدیک قرابت میں ہوں یا ہم دیگر
 جا کے پردیس میں بیٹی کو دیا بیاہ اگر
 پر نہیں دیکھتا یہ کوئی کہ کیا ہو یہ
 کچھ برائی نہیں۔ ڈکو ٹھکانا مادا اگر
 بکریاں پھیلوں سے پالی ہیں پیوند اکثر
 گاڑ دی جاتی تھی بس خاک میں تنہا دختر
 تازہ درگور سدا رہتے ہیں اور خستہ جگر
 جاہلیت سے کہیں ہے وہ زمانہ بد تر

ہم اب بھی یہی دتیا میں ہے جاری لیکن
 لوگ بیٹی کے لئے ڈھونڈتے ہیں جو بچہ مند
 ایسے گھر یا بیٹے بیٹی کو جو ہو آسودہ
 جائے پیمانے ہوں ہم دھیانے کے سارے زن و مرد
 ایک ہی شہر میں ہوں دونوں گھرانے آباد
 جیتے جی مرگئی بس ان کی طرف سے گویا
 چھان بین اس کی تو کرتے ہیں کہ گھر کیا ہو
 بد مزاجی ہو۔ جہالت ہو کہ ہو بد چلنی
 وہ یہی ناشدنی ریت ہے جس کے کارن
 جاہلیت میں تو بھی اک ہی آفت کہ وہاں
 ساتھ بیٹی کے مگر اب پر و مادر بھی
 اپنا اور بیٹیوں کا جبکہ نہ سوچیں انجام

تشریح الفاظ: نسبت، متعلق، بارے میں۔ دختر، لڑکی۔ سنگدل، ظالم۔ بیٹے کے
 اندھے ہونا، مادر زاد اندھے ہونا۔ پیوند، رشتہ۔ منظور نظر، نظریہ، خیال، ارادہ۔
 بیاہیے، شادی کیجئے۔ آسودہ، خوشحال۔ مہر، چاند کا تخفیف۔ مہر، سورج مراد
 بہت زیادہ افضل اور تیز، افضل تر۔ زیادہ، بڑا۔ سہریانہ، بیٹے کے والدین کے لئے
 بیٹی والوں کا گھرانہ، اور بیٹی کے والدین کے لئے بیٹے والوں کا گھرانہ سہریانہ کہلاتا
 ہے۔ زن و مرد، عورتیں اور مرد عادات و خصائل، عادتیں۔ یکسر، پورے طور پر۔
 قرابت، رشتہ داری۔ یا ہم دیگر، آپس میں۔ جیتے جی، زندہ ہی۔ گویا، جیسے چھان بین،
 تلاش۔ تحقیق، پتہ لگانا۔ بر، شوہر، لڑکا۔ بد چلنی، برے عادات اور طریقے ہونا۔

ذلت و نشتا، بڑی ذات والا۔ ناشدنی، نہ ہونے والی، بہت بیری ریت۔ رسم، دستور۔
کارن، وجہ، سبب۔ آفت، مصیبت۔ تنہا، اکیلی۔ پیر، مادر، ماں اور باپ، زندہ
درگور، زندہ ہی قبر میں چلے جانا، یعنی بہت زیادہ مصیبت میں رہنا۔ سدا، ہمیشہ۔ خستہ
جگر، پریشان حال۔

مطلب :- ۱۔ ملکِ عرب میں اسلام کے آغاز سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں یہ
رسم تھی کہ اگر کسی گھر میں بیٹی پیدا ہو جاتی تھی۔

۲۔ تو ظالم باپ اسے ماں کی گود سے اٹھا کر کسی جگہ زمین میں زندہ دفن کر آتا تھا۔

۳۔ لیکن اب بھی دنیا میں یہی قاعدہ اور رسم موجود ہے۔ جو آنکھوں کے اندھے ہیں۔
انھیں اب بھی اس بات کے متعلق ذرا خبر نہیں ہے۔

۴۔ آج کل کا قاعدہ یہ ہے کہ لوگ جب بیٹی کے لئے رشتہ تلاش کرنے میں تو ان

کے سامنے سب سے زیادہ ضروری یہ بات ہوتی ہے۔

۵۔ بیٹی کی شادی ایسی جگہ کرنی چاہئے جو خوشحال ہو اور خاندان اتنا بلند ہو اور

اونچا ہو جو چاند اور سورج سے کبھی بڑھ کر ہو۔

۶۔ بیٹی کے سسرال کے سب لوگ عورتیں اور مرد جان پہچان کے لوگ ہوں اور

ان کی ساری باتیں اور عادتیں سب کو اچھی طرح معلوم ہوں۔ اور ایک دوسرے

کو سب کی اچھی طرح جان پہچان ہو۔

۷۔ دونوں خاندان اگر ایک ہی شہر میں آباد ہوں تو سب سے اچھا ہے اور خاندان

کے لحاظ سے بھی اگر دونوں ایک دوسرے کے بہت ہی قریب ہوں تو بہت اچھا ہے۔

۸۔ وہ لوگ تو بہت بھتے ہیں کہ اگر بیٹی کو شہر کے باہر کسی دوسری جگہ بیاہ دیا تو وہ یہ سمجھ

لیتے ہیں کہ ہمارے نزدیک تو اس کا زندگی ہی میں انتقال ہو گیا۔

۹۔ اس بات کی تو وہ اچھی طرح تلاش کرنے میں ہیں کہ وہ خاندان کیسا ہے لیکن یہ نہیں

دیکھنے کہ اس لڑکی کا شوہر کیسا ہے۔

۱۰۔ چاہے وہ کیسا ہی بد مزاج، بد چلن اور جاہل ہی کیوں نہ ہو۔ اس بات میں کوئی برائی نہیں ہے۔ لیکن بڑی ذات کا ہونا ضروری ہے۔

۱۱۔ یہ بھی وہی بڑی رسم چلی آ رہی ہے جس کی وجہ سے بہت سی بھولی بھالی بیٹیاں جو کبریوں کی طرح معصوم ہوتی ہیں۔ وہ بھڑیوں جیسے سنگدین آدمیوں سے بیاہ دی جاتی ہیں۔

۱۲۔ اسلام سے پہلے کے زمانے میں تو یہی عادت اور رسم تھی کہ لڑکی کو اکیلے کسی گھر میں دفن کر دیا جاتا تھا۔

۱۳۔ لیکن اب تو بیٹی کے ساتھ اس کے ماں باپ بھی زندہ ہی قبر میں دفن ہو جاتے ہیں۔ یعنی وہ بھی اتنے پریشاں ہو جاتے ہیں کہ ان کی زندگی مرنے کے برابر بن جاتی ہے۔

۱۴۔ توجہ لوگ اپنی بیٹیوں کا نتیجہ اور ان کا مستقبل نہیں سوچتے۔ تو ان کی باتیں اور عادتیں عربوں کی جہالت کے زمانے کی بڑی رسم سے بھی بڑی بات ہے۔

سید احمد خاں کی تصانیف کی تردید

مدرسوں نے ہاتلاش میں وجہ معاش کی
لیکن نہ اس کے ہاتھ کبھی نوکری لگی
تدبیر یہ بھی اس کی نہ نقدیر سے چلی
پیر کی نصیب تہ کبھی اس کے یاوری
اک خضر پے تجستہ نے کی آ کے رہبری
ستار ہوں چھپے ہی ہیں تصانیف احمدی
تردیا اس کی چھاپے جو ہو بری بھلی

اک مولوی کہ تنگ بہت تھا معاش سے
وہ شہر نوکری کی ٹوہ میں پھرا
اجبار بھی نکال کے بخت آزمائی کی
روزی کی خاطر اس نے کئے سینکڑوں جتن
راہ طلب ہیں جب ہوئی سرگشگی بہت
جھک کر کہا یہ کان میں اس کے کہ آجکل
جا اور لفظ لفظ کو اس کے چتھڑ کر

پھر دیکھنا کہ راس چپ و گردوش سے
 دنیا طلب کو چاہیے ابلہ فریب ہو
 لگتی ہے کسی آکے زردسیم کی جھڑی
 دنیا چب تلک کہ مسلط ہے ابلہی

تشریح الفاظ: - تردید، رد کرنا، انکار کرنا۔ معاش، روزی۔ وجہ معاش، روزی
 کا ذریعہ۔ ٹوہ۔ تلاش۔ بخت آزمائی، تقدیر آزمانا۔ حینن، طریقے۔ نصیب، قسمت۔
 یاوری کرنا، مدد کرنا۔ راہ طلب مانگنا۔ سرگشتگی، پریشانی، بھڑکا، راستہ نینے والا، بے خبر۔
 بے خجستہ، مبارک قدم۔ لفظ لفظ چھڑنا، ایک ایک لفظ پر اعتراض کرنا۔ جو ہو سوری بھلی،
 اچھی بڑی جیسی بھی ہو۔ راس، راست کا محقق، دائیں طرف۔ چپ، بائیں طرف۔
 گردوش، آگے پیچھے، یعنی ہر طرف۔ زردسیم کی جھڑی لگنا، بہت زیادہ روپیہ پیسہ پیدا کرنا۔
 دنیا طلب، دنیا سے محبت کرنے والا۔ ابلہ فریب، بیوقوف کو دھوکہ دینے والا، مسلط،
 چھائی ہوئی۔ ابلہی، بیوقوفی۔

۱۔ ایک مولوی صاحب روزی کی طرف سے بہت پریشان تھے۔
 برسوں تک روزی کا ذریعہ تلاش کرتے رہے لیکن کام نہ بن سکا۔

۲۔ وہ مولوی صاحب ملازمت کی تلاش میں ہر ایک ٹھہر رہے تھے۔ لیکن
 انہیں کسی جگہ بھی نوکری نہ مل سکی۔

۳۔ انہوں نے ایک اخبار بھی نکال کر اپنی قسمت کو آزمایا۔ لیکن تقدیر کے مقابلے
 میں ان کی تباہی بڑھ چکی تھی۔

۴۔ روزی پیدا کرنے کے لئے اس نے سینکڑوں ہی کوششیں کر ڈالیں لیکن اس
 کی قسمت نے ذرا بھی مدد نہ کی۔

۵۔ جب روزی کے مقابلے میں وہ بہت زیادہ پریشان ہو گیا۔ تو ایک، مبارک
 قدم بزرگ نے اس کی رہنمائی کی۔

۶۔ اس کے کان میں چپکے سے کہا کہ آج کل کتاب تصانیف احمدی یعنی سیر احمدی کی خطبات احمدیہ چھپ رہی ہے۔

۷۔ تو اس کے ایک ایک لفظ پر اعتراض کر کے اسے چھاپ دے، چاہے وہ کیسی ہی اچھی یا بری کیوں نہ لگتی جائے۔

۸۔ پھر تجھے اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ ہر طرف سے روپے پیسے کی کس طرح بارش ہوتی ہے؟

۹۔ جو شخص دنیا سے دلچسپی رکھتا ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ یہاں کے لوگوں کو دھوکہ دینے والا بن جائے۔ کیونکہ جب تک دنیا میں بوقوتی موجود ہے۔ یہاں کے لوگوں کو آسانی سے دھوکہ دیا جاسکتا ہے۔

یقین

دل میں کہیں نشاں نہیں تیرے یقین کا
ہوتی نہیں قبول تیری ایک گرت دعا
جس کا یقین ہے تیرے یقین سے کہیں سوا
گو حاجت آسکی ان سے ہوئی ہے نہ ہو روا
امید اس کی روز فزوں ہے اور التجا
وہ ہے کہ یہ ہے بندگی ہلے بندہ سخر

آتی نہیں ہے شرم تجھ لے خرا پرست
چی میں گئے ہزاروں گذرتے میں وسوسے
تجھ سے ہزار مرتبہ بہتر ہے بہت پرست
وہ مانگتا بتوں سے مرادیں ہے عمر بھر
آتا نہیں یقین میں اس کے کبھی قصور
تو بندہ غرض ہے۔ وہ راضی رضا پہ ہے

تشریح الفاظ:- خرا پرست، خدا کی عبادت کرنے والا۔ نشاں نہیں، اثر نہیں۔
وسوسے، خیال، برگمانی۔ ہزاروں درجہ، یعنی بہت زیادہ۔ حاجب، ضرورت۔ روا
ہونا، پوری ہونا۔ قصور آنا، کمی آنا۔ فزوں، زیادہ۔ التجا، گزارش۔ بندہ غرض، مطلب

کاغلام۔ رضا بہ راضی، خدا کے ارادے پر خوش رہنا۔ بندگی، بندہ ہونا، غلام ہونا، حکم ماننے والا ہونا۔

مطلب: ۱۔ ۱۔ اے خدا کی عبادت کرنے والے شخص۔ تجھے ذرا بھی شرم نہیں آتی۔ کیونکہ خدا کی عبادت کرتے ہوئے بھی تیرے دل میں خدا کے متعلق ذرا بھی یقین و اطمینان اور کھیر و سہ نہیں ہے۔

۲۔ جب تیری دعا قبول نہیں ہوتی تو تیرے دل میں ہزاروں بدگمانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

۳۔ تیرے مقابلے میں تو وہ شخص جو بیستہ کی پوجا کرتا ہے۔ زیادہ بہتر ہے۔ اور اس کا یقین تیرے یقین سے زیادہ بہتر ہے۔

۴۔ وہ ساری عمر بتوں سے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کی خواہش کرتا رہتا ہے۔ اگرچہ ان بتوں کے ذریعے اس کی ایک ضرورت بھی پوری نہیں ہوتی۔

۵۔ لیکن اس کے یقین میں ذرا بھی غلطی یا کمی واقع نہیں ہوتی۔ اس کی امید اور اس کی درخواست ہر روز بڑھتی ہی جاتی ہے۔

۶۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اے خدا کی عبادت کرنے والے تو مطلب کاغلام ہے۔ لیکن وہ خدا کی مرضی پر راضی رہتا ہے۔ اس لئے تیری بندگی درست ہے۔ یا اس بے تہ کے بچاری کی بندگی درست ہے۔

استفادہ

لیجئے بھیک دوڑ کر گرے گا اگر یہ کا یہ
جس سے ملے جہاں ملے جو ملے اور جو ملے
ہے یہی اصل کتنا ہو جائے سب مستفید
زک ملے۔ یا سزا ملے۔ درس ملے۔ ادب ملے

تشریح الفاظ۔ گزرا، اصول، قاعدہ۔ گدا، گری، بھیک مانگنا۔ استفادہ، فائدہ حاصل کرنا۔ اصل کتاب، حاصل کرنے کی بنیاد۔ مستفید، فائدہ اٹھانا۔ زک، ہارنا، ہست کھانا۔ ادب، سلیقہ، تمیز۔

مطلب :- ۱۔ بھیک مانگنے کا اصول یہ ہے کہ جس سے بھی جس وقت بھی اور جو کچھ بھی ملے وہ لے لینا چاہیے۔

۲۔ اس طرح ہنر اور علم سیکھنے کا اصول بھی یہی ہے کہ چاہے شکست ملے یا سزا ملے یا سبق حاصل ہو یا سلیقہ اور تمیز سکھایا جائے یا طرح بھی سکھایا جائے وہ حاصل کر لینا چاہیے۔

لائق آدمی دوست اور دشمن دونوں کا پابند ہوتا ہے

ہمتی میں سب کے دوست و دشمن مہمیز اور سوچتا ہے، تو نہیں لاتا زبان پر سو سو طرح سے وہ اُسے کرتا ہے جلوہ گر منظور اپنے حال کی اصلاح ہو اگر۔ بھنا ہے جو کہ دوست بھیک اس سے مستتر، افسوس بچے حکیم کی بہنہ نہ واں نظر عیاں تیکہ دوستیوں بقائے بے خطر وہ دشمنوں کے طعن سے کیا ہونگے بہرہ ور موقوف بہرت انکی نہ دشمن نہ دوست پر

قول ایک حکیم کا ہے کہ "گزرور کھئے اول تو سوچتا ہی نہیں عیب دوست کو پر ایک بار دشمن اگر دیکھ پائے عیب دشمن سے بڑھ کر کوئی نہیں آدمی کا دوست اور دوست کے زیادہ نہیں کوئی بد سگال گو قول ہے منین یہ جو کھنی سخن کی تہ دشمن کے جو کہ طعن سے تو نہیں متفید اور جو کہ دوست کے نہیں سن سکتے اپنے عیب جن کو خزانے جو ہر قابل دیا ہے یہاں

تشریح الفاظ۔ حکیم، عقلمند۔ مفید تر، زیادہ فائدہ والا۔ سوچتا ہی نہیں، نظر نہیں آتا۔ زبان پر لانا، بیان کرنا۔ سو سو طرح سے، سینکڑوں طریقوں سے۔ جلوہ گر، ظاہر ہونا۔

منظور، پسند۔ اصلاح، درستی۔ حالات، باتیں۔ بدسگالی، برا سوچنے والا عیب، برائی۔ مشتہر، چھپا کر رکھنا۔ متین، بنجیدہ۔ سخت، اعتبار، بھروسہ کرنے کے لائق۔ واں، وہاں کا مخفف۔ طعن، برا کہنا۔ عیب جتاننا، برائی بیان کرنا۔ بے خطر، بغیر کسی خوف کے۔ بہرہ ور، فائدہ اٹھانا۔ جوہر قابل، اچھی خوبی پر موقوف۔ منحصر، دار و مدار عبرت، نصیحت، حاصل کرنا۔

مطلب :- ۱۔ ایک عقلمند کا قول ہے کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو دوست کے مقابلے میں دشمن زیادہ بہتر ہے۔

۲۔ کیونکہ دوست کو اپنے دوست کی برائی نظر نہیں آتی۔ اور اگر وہ کوئی نہ کوئی برائی دیکھ بھی لیتا ہے۔ تو وہ بیان نہیں کرتا۔

۳۔ لیکن اگر دشمن ایک مرتبہ بھی کوئی برائی دیکھ لیتا ہے۔ تو وہ اسے سو سو طریقے سے بیان کرتا ہے۔

۴۔ اس لئے انسان کے ساتھ اگر کوئی صحیح طور پر دوستی کرتا ہے۔ تو دشمن سے بڑھ کر کوئی دوست نہیں ہے۔ اس لئے اگر آدمی اپنی حالت کی نشانی کرتا چاہے۔ تو دوست کے مقابلے میں دشمن سے اچھا کوئی نہیں ہے۔

۵۔ اسی طرح دوست سے بڑھ کر کوئی بھی نالائق اور برا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو دوست کے عیب بھی چھپا دیتا ہے۔ اور ذرا بھی بیان نہیں کرتا۔

۶۔ اگرچہ یہ جو بات بیان کی۔ یہ بہت ہی اچھی ہے۔ لیکن بات کی اصل تہہ تو ہے۔ اس کی طرف ذرا بھی دھیان نہ کیا۔

۷۔ جو لوگ دشمن کے برا بھلا کہنے سے فائدہ اٹھانے میں۔ تو اس کے دوست بھی اس کی برائیاں بیان کر سکتے ہیں۔

۸۔ اور جو شخص اپنے دوست سے اپنی برائیاں نہیں سن سکتا۔ وہ بھلا دشمن کے

پر ابھلا کہنے سے کس طرح قائمہ اٹھا سکتا ہے۔

۹۔ جن لوگوں کو خدا نے اچھی خوبیاں عطا کی ہیں۔ تو وہ دشمن یا دوست کسی سے بھی نصیحت یا سبق حاصل نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی اپنی خوبیاں ہی ان کو اس طرف متوجہ کر دیتی ہیں۔

سخن سازی

ہے مرد سخن ساز بھی دنیا میں عجیب چیز
موجود سخن گوہوں جہاں واں ہے طیبہ آپ
دونوں میں سے کوئی نہ تو آپ ہیں سب کچھ
پاؤ کے کسی فن میں کہیں بند نہ آس کو
اور جاتے ہیں بن آپ بیسیوں میں سخن گو
پر بیچ اپنی جس وقت کے موجود ہوں دونوں

تشریح الفاظ:۔ سخن سازی، باتیں بنانا۔ سخن ساز، باتیں بنانے والا۔ طیبہ
حکیم سخن گو، باتیں کرنے والا۔ بیچ، معمولی۔

مطلب:۔ ۱۔ باتیں بنانے والا آدمی بھی دنیا میں ایک عجیب شخصیت ہے۔ ایسے
آدمی کو کسی کام یا بات میں خاموش نہیں دیکھو گے۔

۲۔ جہاں پر شاعر موجود ہوں۔ وہاں پر آپ حکیم بن جاتے ہیں۔ اور جہاں حکیم موجود
ہوں۔ وہاں آپ شاعر بن جاتے ہیں۔

۳۔ اگر دونوں میں سے کوئی شخص بھی موجود نہ ہو تو وہاں آپ سب کچھ بن جاتے ہیں۔
اگر دونوں موجود ہوں تو آپ کی حیثیت بالکل بیکار ہو جاتی ہے۔

عقل اور نفس کی گفتگو

نفس کو عقل مے چاہا کہ کرے خوار و ذلیلوں
اپنے دعوں پر بیاں کر کے دلیل و برہاں

کہا اے نفس نہیں تجھ میں آل اندیشی مغلوب ہے
 ہے غنیمت تجھے وہ رات کی دم بھر کی خوشی
 سو دے کچھ تجھے زینتِ نازیاں سے پر سبز
 نہیں غفلت میں تجھے دین نہ دنیا کی خبر
 لوجوانی میں تجھے میر نہ سہری میں شکیب
 کہیں جائے نہ ہٹک منزل مقصود سے تو
 ہاتھ دھو لذتِ فانی سے نہیں گھر منظور
 نفس کے عقل کی عرض کہ اے حضور طریق
 سہ نہیں حکم ترا کوئی۔ عمل کے قابل
 نقد کو چھوڑنا اور نسیہ کی رکھنی امید
 ہے یہ ایک ایک مری لذتِ فانی وہ بلا
 ایک بھوکے سے کہتا کہ اے قابِ طعام
 کیونکہ آمد یہ اک ماندہ نعمت کی
 عقل نے سن کے کہا خوفِ تجھ سے اے نفس
 حق کے پرائے میں ہوتا نہیں باطل سر سبز
 جاں بلب بھوکے ہو گرسنہ بالفرض اگر
 نہ کہیں بھوک میں کھا بیٹھو یہ لقمہ نقد

درد میں تیرے اسی واسطے سب کدو ریاں
 جس کا آنا ہے نظرِ پیشتر از صبح زیاں
 تیرے نزدیک ہے درد اور دو اسب یکساں
 یہ بھی ہے بندر کوئی موت کچھ جس لگناں
 کبھی ہوتا نہیں کم تیری خودی کا طوفاں
 دیکھ جاتا ہے کدھر اور مجھے جانتا ہے کہاں
 عیش باقی و حیاتِ ابدی سے حرماں
 وعظِ تیرے ہے زیا کہ فدا کھجے جاں
 گو کہ حکمت سے بھرا تیرا سرا سر ہے بیان
 کوئی تسلیم کرے کجا نہ آئے جز ناداں
 سو حیاتیں ابدی تیری لوح میں پر قریاں
 ایک دھوکے کرتا ہے پس از سالِ رونا
 سال بھر صبر کرے گر سنگی میں انساں
 خمر زہ نیرا تجھے دیکھے سہنیا ئے کہاں
 کھجے لاکھویاں اسی پہ دلیل و سبہاں
 زہر دانستہ کرے لوش نہیں یہ امکان
 اسکے کھانے میں نہیں جان کی حیرا ئے ناداں

تشریح الفاظ:- نفس، خواہش، حوار، ذلیل، زلیوں، ذلیل۔ دلیل و سبہاں،
 ثبوت۔ آل اندیشی، نتیجہ یا انجام کا سوچنا۔ درد، علاج۔ بیدراں، بغیر علاج
 کے یا علاج۔ دم بھر کی، ذرا سی دیر کے۔ پیشتر از صبح، صبح ہونے سے پہلے۔

زیاں، نقصان۔ یکساں، برابر۔ گمان، خیال۔ شکیب، صبر، منزل مقصود، اصل جگہ یا ارادہ۔ لذتِ قافی، فنا ہونے والا مزہ۔ عیشِ باقی، زندہ رہنے والا آرام۔ حیاتِ ابدی، ہمیشہ کی زندگی۔ حیراں، بے بسی۔ خضرتِ لوق، راستہ تپانے والا۔ زیبا، مناسب۔ فرا، قریبان۔ سراسر، تمام۔ التیہ، ادھار۔ تسلیم، ماننا۔ جز، سوائے۔ نادان، بوقوف۔ بلا، مصیبت۔ قایطعام، کھانے کی پلیٹ۔ مدعو، دعوت، دنیا۔ پس، بعد میں۔ از سالِ رواں، اس سال کے بعد۔ ماکرہ، دسترخوان۔ نعمت، اچھے کھانے۔ گرسنگی، بھوک۔ جزیرہ، غصہ جھگی کہاں پہنچا ہے۔ برا حال کرے۔ حق کے پیرایہ میں، سچائی کے انداز میں۔ باطل، جھوٹ۔ جاں بلب، مرنے کے قریب۔ گرسنہ، بھوکا۔ راستہ، جان بوجھ کر۔ نوش کرتا، پینا۔ امکان، ممکن ہونا۔ جان کی خیر ہونا۔ جان بچ جانا۔

مطلب ۱۔ عقل نے یہ ارادہ کیا کہ خواہشات اور نفس کو اپنے ثبوت اور لیلیں بیان کر کے ذلیل اور شرمندہ کر دے۔

۲۔ عقل نے خواہش سے کہا کہ تیرے اندر انجام تک پہنچنے کی خوبی نہیں ہے۔ یہ وجہ ہے کہ تیری ختنی خواہشیں اور ارادے ہیں۔ ان کا کوئی علاج نہیں ہے۔

۳۔ تجھے رات کی ذرا سی دیر کی خوشی اور لذت بہت ہی پسندیدہ اچھی معلوم ہوتی ہے جو صبح ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گی۔ اور اس کا نتیجہ بھی نقصان ہی ہے۔

۴۔ اس لئے قافلے کی خواہش یا نقصان سے چلتا تجھے کچھ بھی نہیں آتا تیرے خیال میں تو تکلیف اور اس کا علاج دونوں برابر ہیں۔

۵۔ تیرے اندر اتنی لاپرواہی ہے کہ دنیا یا دین کسی بات کی خبر نہیں تجھے تو لاپرواہی کی ایسی نیند آئی ہوئی رہتی ہے کہ اس کو دیکھ کر موت کا شبہ ہونے لگتا ہے۔

۶۔ تجھے تو جوانی یا بڑھاپے کسی عمر میں بھی صبر نہیں ہوتا تیری خودی یعنی تیرے جوش کا طوفان تو کسی عمر میں بھی کم نہیں ہوتا۔

۷۔ کہیں یا ایسا نہ ہو کہ تو اصل راستے اور اصل مقصد سے گم ہو جائے تجھے جانا کس طرف ہے۔ اور توجہ کس طرف لگائی ہوئی ہے۔

۸۔ اگر تو ہمیشہ زندہ رہنے والی خوشی اور زندگی سے رنج و افسوس حاصل نہیں کرنا چاہتا۔ تو اس فنا ہونے والے لطف اور مزہ سے علمی کی اختیار کر۔

۹۔ یہ باتیں سن کر نفس نے عقل سے کہا کہ اے تصوف اور نیکی کا راستہ بتانے والے رہبر! تیری باتیں تو ایسی ہیں کہ ان پر جان بھی قربان کی جاسکتی ہے۔

۱۰۔ لیکن تیری باتوں میں سے کوئی بات بھی ایسی نہیں جس پر عمل کیا جاسکے۔ اگر تیری باتیں عقلمندی، شعور، نیکی اور سمجھ ہی کی ہیں۔

۱۱۔ جو چیز اس وقت مل رہی ہے اس کو چھوڑتے ہوئے آئندہ ملنے والی چیز کی امید پر اسے بھی ہاتھوں سے چھوڑ دینا بھلا کون سے عقلمند نے بتایا ہے کہ ایسا کیا جائے۔

۱۲۔ میرا فنا ہونے والا ایک ایک عیش اور لطف اتنی لذت اور مزہ رکھتا ہے کہ اس پر سینکڑوں ہمیشہ کی زندگیوں قربان کی جاسکتی ہیں۔

۱۳۔ ایک شخص تو کھجور کے سے کہتا ہے کہ اس وقت کھانے کی ایک رکابی حاضر ہے۔ اگر اس وقت کھانا ہے تو کھالے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ ہم تمہاری ایک سال بعد بہت اعلیٰ قسم کی دعوت کریں گے اس لئے آج کا تھوڑا کھانا آئندہ کے لئے بہتر کھانے سے بہتر ہے۔

۱۴۔ بھلا ایک بھوکا آدمی بہترین کھانے کے لئے آئندہ کی بھوک کو کس طرح برداشت کر سکتا ہے۔

۱۵۔ عقل نے یہ تمام باتیں سن کر کہا کہ اے نفس! تیری یہ خشکی اور غصہ نہیں معلوم تجھے

کس حال میں پہنچائے گا۔

۱۶۔ سچائی کے انداز میں جھوٹ کبھی کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ چاہے اس کو صحیح بات کرنے کے لئے کتنی ہی دلیلیں کیوں نہ بیان کی جائیں۔

۱۷۔ یہ مانا کہ ایک آدمی چاہے بھوک کے مارے مرنے لگا ہو۔ لیکن وہ جان بوجھ کر کسی وقت بھی زہر کھانے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔

۱۸۔ اس لئے یہ زہر بلا لقمہ کسی وقت نہ کھالینا۔ ورنہ اے نفس! زندہ رہنے کی امید نہیں رہے گی۔

عادات کا غلبہ عقل پر

دیکھ عادت کا تسلط میں نے عادت سے کہا
گھیر لی عقل صواب اندیش کی سب تو زے جائے
ہٹسکے عادت سے کہا کیا عقل ہے مجھ سے الگ
میں ہی بن جاتی ہوں ناداں رفتہ رفتہ عقل کو لائے

تشریح الفاظ: تسلط، غلبہ، حکومت۔ اصواب اندیش، صحیح سوچنے والی رائے، مشورہ۔

مطلب: ۱۔ عادت کا جب میں نے عقل کی ہر چیز پر غلبہ اور قبضہ دیکھا تو میں نے اس سے کہا کہ صحیح سوچنے والی عقل کی تو نے تہا آجگا اپنے قبضہ میں کیوں کر لی ہے۔
۲۔ یہ سن کر عقل نے عادت سے کہا کہ کیا عقل مجھ سے الگ بھی کوئی چیز ہے جیب میں ترقی پانٹتی ہوں۔ تو عقل اور مجھ میں جاتی ہوں۔

شعرا کو سلطنت میں دخل دینا

صنعتے ہیں یہ اک مدبر کی ہے رائے
چاہیے گر رولقِ علمِ زباں

شاعروں کو سلطنت کا کھجئے رکن
 رائے صاحب ہے بظاہر اور نہیں
 شعر و انشا کو تو ہو شاید فروغ
 سلطنت کا پر خدا حافظ ہے جب
 اور جو وہ شاعر ہیں ہندوستان کے
 ایک پر ان میں سے چل سکتا نہیں
 ایک جب چلنے نہ دے گا ایک کی

جن پہ اُس کی سب رکائیں ہیں عیاں
 گو کیا اس کا نہیں کچھ امتحان
 ہے بہت کم برخلاف اس کے گمان
 شاعروں کے ہاتھ ہو اس کی عنان
 شعر و انشا کو بھی ہے خوفِ زیاں
 دوسرے کا جادو سے حسنِ بیاں
 پھر ترقی شعر و انشا کی کہاں

نشریح الفاظ۔ ماہر، تدبیر تباہی والا، مشورہ دینے والا۔ رونقِ علم و زیاں، تعلیم
 اور لسانیات یعنی زبان دانی کی ترقی۔ رکن، ممبر۔ عیاں، ظاہر۔ صاحبِ رائے، درست
 اور صحیح رائے۔ بظاہر، دیکھنے میں۔ متین، سنجیدہ۔ گمان، خیال۔ خدا حافظ ہے، اللہ ہی
 مالک ہے۔ عنان، لگام، باگ۔ خوفِ زیاں، نقصان کا خوف۔ جادو سے حسنِ
 بیاں۔ کہنے کا ایک طرز جیسے جادو کر دیا ہے۔

مطلب :- ۱۔ کہتے ہیں کہ ایک عقلمند آدمی کی رائے یہ ہے کہ اگر تعلیم اور زبان دانی
 کو ترقی دینے کا خیال ہے۔

۲۔ تو شاعروں کو حکومت کا ممبر بنا لینا چاہیے۔ کیونکہ شاعروں کے سامنے حکومت
 اور اس کی ضرورتوں کی ہر چیز پورے طور پر ظاہر ہوتی ہے۔

۳۔ اگرچہ یہ مشورہ بہت ہی اچھا اور سمجھ والا ہے۔ لیکن ابھی تک اس بات کو آزما کر نہیں
 دیکھا ہے۔

۴۔ یہ تو ممکن ہے کہ ایسا کرنے سے شعر و شاعری اور مضمون نگاری کو ترقی حاصل
 ہو جائے گی۔ لیکن اس کے خلاف حکومت کو ترقی حاصل ہو۔ ایسا ہونا مشکل ہے۔

۵۔ ہاں! جب حکومت کی یاگ ڈور شاعروں کے ہاتھ میں چلی جائے گی تو ایسی حکومت کا خرابی حافظ ہوتا ہے۔

۶۔ لیکن اس ملک کے شاعروں سے تو اس بات کی بھی امید نہیں کہ ان کی وجہ سے شاعری اور انشا پر وازی کو بھی ترقی حاصل ہو سکے۔

۷۔ ایک شاعر میں اچھے انداز سے اپنا کلام پیش کرتا ہے تو دوسرے پر اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔

۸۔ پھر جب ایک شاعر دوسرے شاعر کی بات یا شاعری کا اثر نہیں ہونے دے گا۔ تو کھر شعر و شاعری اور مضمون نگاری کی کس طرح ترقی پاسکتی ہے۔

لوگ کسی کی خوبیاں سن کر اتنے خوش نہیں ہوتے جتنے کہ اُس کے عیب سن کر

اپنے عیبوں کے ہیں ہم جتنے کہ ممتوں حالی
لوگ جب عیب بہا را کوئی سن ماتے ہیں
پر خوشی کا ہے یہ عالم کہ مورخ ان کو کمال
اور جو ہو گوش زوان کے کوئی خوبی اپنی
دل میں ہوتا ہے مگر غم کا یہ ان کے عالم
للہ الحمد کہ مخلوق کے گوش کرنے کا

اُس قدر خوبیوں کے اپنی نہیں شکر گزار
گو کہ کرتے ہیں تا سفت کا بظاہر اظہار
گر نصیبوں سے وہ افواہ غلو اپنے قرار
خوش تو پڑتی ہے بنانی انہیں صورت ناچا
کہ ملاں اپنا چھپا سکتے ہیں وہ زہار
نفس میں لپٹے ہے سامان بہت کچھ تیار

تشریح الفاظ: ممتوں، احسان مند۔ تا سفت، نیک۔ کمال رنج ہونا بہت زیادہ
رنج کرنا نصیبوں سے، قسمت سے۔ گوش زوان میں ٹھہرنا، معلوم ہونا۔ ناچار مجبور

ہو کر۔ ملال، رنج۔ زہار، ہرگز۔ للہ الحمد، اے اللہ تیرا شکر ہے یا ہر طرح کی تعریف
اے خدا تیرے ہی لئے درست ہے۔

مطلب :- ۱۔ مولانا حالی اپنے متعلق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم جتنے اپنی
بیرائیوں کے شکر گزار ہیں۔ اتنے اپنی خوبیوں کے نہیں ہیں۔
۲۔ لوگ جب ہماری کسی برائی کے متعلق سُن کر کہتے ہیں کہ وہ اگر چہ ظاہر میں تو
رنج کا اظہار ہی کرتے ہیں۔

۳۔ لیکن دل میں بہت خوش ہوتے ہیں اگر اتفاق سے وہ بات غلط ثابت ہو
تو پھر انہیں جتنا رنج ہوتا ہے۔ وہ تو سمجھ جانتے ہیں۔

۴۔ اگر انہیں ہماری کسی خوبی کا پتہ لگ جائے تو مجبوری کی وجہ سے وہ خوشی کی
شکل تو بنا لیتے ہیں۔ لیکن اصل میں وہ اتنے خوش نہیں ہوتے۔

۵۔ لیکن دل میں تو ان کو اتنا رنج ہوتا ہے کہ وہ کسی قیمت پر بھی اسے نہیں چھپا سکتے۔

۶۔ ہم اس بات کا شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ ہمارے اندر ہر قسم کی باتیں موجود ہیں۔
لوگ جس طرح ہم سے خوش ہونا چاہتے ہماری اچھائی یا بُرائی سے خوش ہوتے ہیں۔

شانستہ لوگوں کا بڑا وسال کساتھ

انگریز کے سوانہ کسی سے تھا مانگتا
پوچھا کسی نے اُس سے کہ اسکا بہت کیا
چھٹ جائے تاکہ مجھ سے یہ لپکا سوال کا
آتا تھا مانگنے میں بہت بھیک کے ترا
منت سے عجز سے کبھی ملتا نہیں ٹکا
گر چند روز اور وہاں سے سابقا

عادت تھی اک فقیر کی کرتا تھا جب سوال
مدت تک سکی جب یہ دیکھی گئی روش
بولاکہ عادت اس لئے یہ کی ہے اختیار
پہلے جو بھاگوانوں سکتی تھی روز بھیک
پر جبکہ ہے سوال کا اس قوم پر مدار
امید ہے کہ مانگنے کی چھوٹ جائے رت

کی آفریں اور اُس سے مخاطب نے یوں کہا
حق میں تیرے مفید میں اُن سے بھی سوا
اہل وطن پہ اُن کی مگر جان ہے فدا
دل بھائیوں پہ بھی نہیں ان کا پسینا
جتنے کہ یہ عزیز عزیزوں سے ہیں خفا
شائستگی کا زہر ہے جب سے انہیں چڑھا

آیا جواب سن کے یہ اُس کا بہت پسند
نیٹوں میں جو کہ ملک میں تعلیم یافتہ
انگریز اگرچہ ہندویوں کے حق میں ہیں بخیل
پر جو کہ دسیوں میں ہیں تعلیم یافتہ
انگریز اتنے اجنبیوں سے نہیں نفور
اہل غرض پہ کاٹنے کو روڑتے ہیں یہ

تشریح الفاظ:- روش، طریقہ۔ لپکا، عادت۔ بھاگوان، خوش قسمت۔ ممتنا،
خوشامد۔ بجز، عاجزی۔ تعلق، واسطہ۔ آفریں، شاباش۔ نیٹو، اہل وطن۔ فدا، قربان۔
دل پسینا، دل میں رحم پیدا ہونا۔ نفور، نفرت کرنے والا۔ اہل غرض، ضرورت مند لوگ۔
سوتے کو روڑنا، اعتراض کرنا۔ شائستگی، سلیقہ، تمیز۔ نہ چڑھنا، اشرم ہونا۔
مطلب:- ۱۔ ایک فقیر کی یہ عادت تھی کہ جب بھجراہ بھیک مانگتا تھا۔ صرف انگریز
سے سوال کرتا تھا۔

۲۔ کافی عرصہ تک جب اس کی یہ عادت ایسی ہی رہی تو کسی نے اس سے اس کی
وجہ معلوم کی۔
۳۔ وہ فقیر کہنے لگا کہ میں نے یہ عادت اس لئے اختیار کی ہے تاکہ مانگنے کی عادت
چھوڑ دوں۔
۴۔ پہلے جب خوش قسمت اور زیادہ دولت پانے والوں سے بھیک ملتی تھی
تو مانگنے میں بہت لطف محسوس ہوتا تھا۔
۵۔ لیکن جب سے انگریز قوم سے بھیک مانگنی شروع کی ہے تو لاکھ خوشامد
کو تو بھی ایک ٹکا حاصل نہیں ہوتا۔

۶۔ اگر چند دن تک میں اسی طرح انگریزوں سے بھیک مانگتا رہا تو بھیک مانگنے کی عادتیں بالکل ہی ترک کر دوں گا۔

۷۔ سننے والوں نے جب یہ بات سنی تو انہیں یہ بات بہت پسند آئی اور بھروسے۔

۸۔ ہمارے ملک میں اہل وطن جوڑھے لکھے ہیں۔ وہ میرے لئے انگریزوں سے بھی

بہتر ہیں۔

۹۔ یہ بات درست ہے کہ انگریز ہندوستانی لوگوں کے حق میں بہت ہی کجوس واقع ہوئے ہیں۔ لیکن یہی لوگ اپنے وطن والوں پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

۱۰۔ لیکن ہمارے ملک اور قوم کے جوڑھے لکھے لوگ ہیں اپنے بھائیوں کی شرابِ حالت دیکھ کر ان کے دل میں ذرا بھی رحم اور نرمی پیدا نہیں ہوتی۔

۱۱۔ اجنبی لوگوں سے انگریز اتنی نفرت نہیں کرتے جتنے کہ یہ ہمارے ملک والے اپنے بھائیوں سے نفرت کرتے ہیں۔

۱۲۔ جو کوئی بھی شخص اپنا مطلب یا ضرورت لے کر ان کے پاس جاتا ہے تو یہ اس پر اس طرح دوڑتے ہیں۔ جیسے کھاہی جائیں گے۔ نئی تعلیم اور تہذیب کی برائی ان میں ایسی چڑھ گئی ہے کہ اب انہیں اپنا بھائی ہی نہیں سمجھتے۔

اسراف

ایک مسرت نے یہ مسک سے کہا
تو جو یوں رکھتا ہے دولت جوڑ جوڑ
ہنس کے مسک نے کہا اے ساوہ لوح
آج ہی گویا (نصیب دشمنان)

کب تک لے ناواں یچب بال ہند
ہے سدا دنیا ہی میں رہنا مگر
ٹر لٹا تارا نیگاں اور اس قدر؟
آپ کا دنیا سے ہے عزم سفر

تشریح الفاظ:- اسراف، فضول خرچی، مسرت، فضول خرچی، محسک، کنجوس، حُب،
حیثت، سدا، ہمیشہ، سادہ لوح، بیوقوفوں، کم سمجھ، زرد لٹانا، دولت ضائع
کرنا، رائیگاں، بیکار، نصیب دشمنان، دشمنوں کی قسمت سے۔ دنیا سے عزم سفر
ہونا، دنیا سے مرنے کا ارادہ کرنا۔

مطلب:- ۱۔ ایک فضول خرچ آدمی نے ایک کنجوس آدمی سے کہا کہ اے بیوقوف!
تو دولت سے کب تک لالچ کرتا رہے گا؟

۲۔ تو جو اس طرح دولت جوڑ جوڑ کر رکھ رہا ہے کیا دنیا میں اسی طرح رہتا ہے۔
جو اتنا لالچ کرتا رہے گا۔

۳۔ کنجوس نے سنس کر کہا کہ اے بیوقوف! بیکار میں اتنا روپیہ ضائع کرنا کہاں
تک درست ہے؟

۴۔ آپ تو دولت کی بوچھاڑ کرتے ہیں۔ جیسے آج ہی اس دنیا سے رخصت
ہو جانا ہے۔ جو ساری دولت ضائع کر دی جائے۔

پاس نیک نامی

اے نیک نام شکر کرا اللہ کا ادا	جس نے بنا ما نیک شکر کر کے نیک نام
ہو نا اگر نہ پاس تجھے نام نیک کا	پھر دیکھتے کہ کرتا ہے تو کیسے نیک کام
حاشا کہ تجھ کو خوف خدا کا ہو اس قدر	جتنا کہ خوف طعنہ و تشنیع خاص و عام

تشریح الفاظ:- پاس، لحاظ، خیال، نیک نامی، شہرت، حاشا، خدا کی قسم۔

طعنہ و تشنیع، برا بھلا کہنا، خاص و عام، سب لوگ۔

مطلب:- ۱۔ ۱۔ اچھی شہرت والے شخص کو اس بات پر خدا کا شکر ادا کر۔

کہ جس نے مجھے بنایا ہے۔ نیک بنایا ہے اور تجھے شہرت بھی اچھی دی ہے۔
۲۔ اگر تجھے اس شہرت کا ذرا بھی خیال نہ ہوتا تو پھر ہم دیکھنے کہ تو کس طرح
نیک اور اچھے کام کر سکتا ہے۔

۳۔ خدا کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں کہ تجھے خدا کا اتنا خوف نہیں ہے جتنا کہ عام
لوگوں کے برا بھلا کہنے سے اور برائیاں نکالنے سے تو ڈرتا ہے۔

غرور نیک نامی

گئی ہے حد سے گذر شیخ کی نکو نامی جو اس کے عجیب قسم سے بیاں کیے کوئی
گمان بد کہ بھی اس کی طرف نہیں جانا خود اس کو عیب کا اپنے لقمے نہیں آنا

تشریح الفاظ:۔ نکو نامی، اچھی شہرت۔ نکو، نیکی۔

مطلب:۔ ۱۔ شیخ کی نیکی کی شہرت تو اب بہت ہی زیادہ ہو گئی ہے اس کے متعلق
تو برائی کا ذرا بھی خیال نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ اگر کوئی داعظ کی برائیاں بیان کرنے لگے تو اسے اپنے متعلق کسی قسم کی برائی
کے کہے جانے کا ذرا بھی لقمے نہیں آتا۔

کالے اور گورے کی صحت کا مدیکل امتحان

دو لازم۔ ایک کالا اور گورا دوسرا
تھے سول سر جن کی کوٹھی کی طرف دو نور لگا
راہیں دو لو کے باہم ہو گئی کچھ شہت مشہت
صد پر پہنچا جس سے تلی کو بہت مسکین کی
دوسرا پیدل بگڑ ہلا سوار رہوار
کیونکہ بیماری کی نصبت تھے دو تو خواستگار
کو کھس کالے کی اک مٹکا دیا گورے نے مار
آکے گھوڑے سے لیا رائیس اسکو اتار

ٹھوک کر کالے کو گورے نے تو اپنی راہ لی
 آخرش کوٹھی پہنچے جا کے دونوں پیش و پس
 ڈاکڑ نے آگے دو نو کی سنی جب سرگذشت
 دی سند گورے کو لکھی جس میں تصدیق مرض
 یعنی اک لائے جس گورے کے ملنے سے مرے
 اور کہا کالے تم کو مل نہیں سکتی سند
 ایک لاپٹ کے جو گورے سے فوراً مرنے لگے

چوٹ کے صدمہ غش کالے کو آیا چند بار
 ضارب اپنے پاؤں اور مضر و ب ڈولی میں ہوار
 تہ کو جا پہنچا سخن کی سن کے قصہ ایک بار
 اور یہ لکھا تھا کہ سائل ہے بہت زار و زار
 کہ نہیں سکتا حکومت ہند پر وہ زینہار
 کیونکہ تم معلوم ہوتے ہو لبطا پر جاندار
 آئے یا با اس کی بیماری کا کیونکر اعتبار

تشریح الفاظ :- راہوار، تیز رفتار گھوڑا خواستگار، خواہشمند۔ یاہم، آپس میں۔
 ہشت ہشت، مار کٹائی، لڑائی جھگڑا۔ کوٹھ، پہلو مسکین، غریب۔ اپنی راہ لی، اپنے
 راستہ پر چلا۔ آخرش، آخر کار۔ پس و پیش، آگے اور پیچھے۔ ضارب، مارنے والا۔
 مضر و ب، پٹا ہوا۔ سرگذشت، حالات۔ تہ کو پہنچتا، اصل یا تہ سمجھ جانا۔ سائل، ضرورت مند۔
 زار و زار، لہنگہ کمزور۔

مطلب :- ۱۔ دو ملازم ایک سڑک پر جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک ہندوستانی
 تھا۔ اور دوسرا انگریز تھا۔ ہندوستانی پیدل جا رہا تھا اور انگریز گھوڑے پر سوار تھا۔
 ۲۔ دونوں سول سرجن کی کوٹھی کی طرف جا رہے تھے کیونکہ دونوں کی خواہش یہ تھی
 کہ بیماری کا سرٹیفکیٹ لے کر پٹی پر چلے جائیں۔

۳۔ راستہ چلتے چلتے کسی بات پر دونوں آپس میں لڑ پڑے، اور انگریز نے غصہ
 میں آکر ہندوستانی کی کوٹھ میں ایک ٹھکانہ بتا دیا۔

۴۔ جس کی وجہ سے اس غریب ہندوستانی کی تکی بھٹ گئی اور سائیس نے اسے
 گھوڑے سے نیچے اتار لیا۔

۵۔ ہندوستانی کالے آدمی کی مرمت کر کے انگریز تو بھاگ گیا۔ لیکن وہ چوٹ کی وجہ سے بیہوش ہو گیا۔

۶۔ آخر کار دونوں سول سرجن کی کوٹھی پر آگے پیچھے کچھ وقت کے فاصلے سے پہنچ ہی گئے جس کے چوٹ لگی تھی وہ تو ڈروالی میں بیٹھ کر رہی۔ اور جس نے مارا تھا وہ خود ہی پہنچ گیا۔

۷۔ جب ڈاکٹر نے دونوں کی کیفیت آکر سنی تو وہ ایک مرتبہ ہی سن کر اصل بات کو اچھی طرح سمجھ گیا۔

۸۔ انگریز کو اس بات کی سند لکھ کر دے دی کہ واقعی اسے تکلیف ہے۔

اور ساتھ میں یہ بھی لکھ دیا کہ وہ بہت ہی کمزور ہو گیا ہے۔

۹۔ اس سند کے دینے کا مقصد یہ تھا کہ وہ انگریز جس کے ایک گتے سے

کسی ہندوستانی کا دم نہ نکل سکے۔ وہ ملک پر حکومت کرنے کا مستحق نہیں ہے۔

۱۰۔ اور ہندوستانی سے کہہ دیا کہ تمہیں سند نہیں مل سکتی کیونکہ تم تو اچھے خاصے

صحت مند نظر آ رہے ہو۔

۱۱۔ ایک ہندوستانی اگر انگریز کے مارنے سے مر نہیں سکتا تو اس کی بیماری کا

کس طرح یقین آ سکتا ہے۔

خود ستانی

پر خود ستائیوں کے ہیں عنوان جدا جدا
کرتے ہیں خوبیاں وہ بیاں اپنی بر بلا
پر زوں میں کرتے ہیں اسی مضمون کو ادا
کبیل تھا ایک گھر میں سو سائل کو دے دیا

لے دل بشردہ کون ہے جو خود ستا نہیں
جو زیور خود سے معرا ہیں سادہ لوح
جو ان سے تیر ہوش میں سو سو طرح سے وہ
کتاب ہے ایک کسی حماقت ہوئی ہے آج

کہتا ہے دوسرا کہ گیا ہو کے منفعل
 پردہ میں زیر کی کے چھپاتا ہے نخل یہ
 کچھ اس لئے کہ ہم بھی انہیں میں سے ہوں شمار
 کچھ اس لئے کہ اپنا ہوا انصاف آشکار
 کہتا ہے ایک لاکھ نہ مانے برا کوئی
 کہتا ہے ایک گم ہے خوشامد کا اور ہی
 وہو کا ہنر کا وہ ہے کے چھپا تا عجیب یہ
 چھپچاپس لہا ہے کوئی اپنی خوبیاں
 کہتا ہے اس پر کوئی کہ سب سن ظن ہے یہ
 قانع ہے وہ انہیں یہ کئے یہ وصف خوبیاں
 کہتا ہے زبرد غر و ہے شرت سادہ لوح
 کہتا ہے زبرد بھی کہتا ہے عیب میں
 یہ اس کا اور وہ اس کا بیا کر کے کوئی عیب
 غیبت سائید کہ نہ ہوتی جہاں میں
 حالی جو تیرے کھول رہے ہیں جہاں کے
 یعنی کہ لاکھ پروں میں کوئی چھپا عجیب
 الفصم جس کو دیکھئے جا اہل ہو یا حکیم

سائل کی ڈب میں میں نے دیا مال جب دکھا
 اور بن کے موقوف جاتا ہے وہ سنا
 اہل وطن کی اپنے بہت کرتے ہیں ثنا
 کرتے ہیں اپنی توہ کی تنقصیں جا بجا
 ہے عیب صاف گوئی کا ہم میں بہت بڑا
 پر چلتے آدمی کو میں کہہ کہہ کے ہم برا
 اور نہہ سے درد کہہ کے دکھاتا ہے وہ مفا
 یعنی کہ یہ بیان ہے سب راست اور بجا
 اک خال سا رکھو جو دیا تم نے یوں بڑھا
 اور چاہتا ہے یہ کہ ہو تعریف کچھ سوا
 لگتا ہے سب کو نیک وہ اچھا ہو یا برا
 بد ہو کہ نیک۔ اس کی زباں سے تمیں بجا
 ہر اک ہے اپنی اپنی بڑائی نکالتا
 ہوتا اگر یہ خاک کا تپلا نہ شود ستا
 شاید کہ اس سے آپ کا ہو گا یہ مدعا
 اپنی نظر سے رہ نہیں سکتا کہ بھی چھپا
 آزار میں خودی کے ہے بچارہ بنلا

تشریح الفاظ۔ خود ستائی، اپنی تعریف خود کرنا۔ خود ستا، اپنی تعریف آپ کرنے والا۔
 عنوان طریقے۔ زیور خود بختا مندری کا زیور معرا، خالی۔ سادہ لوح، موقوف۔ بر ملا،
 بالکل ظاہر کے سامنے۔ پروں میں ادا کرتے ہیں۔ اشاروں میں ادا کرتے ہیں منفعل،

شرمندہ۔ ڈب، گاؤلی، تھیلا۔ زیر کی، عقلمندی، بخل، بھوسہ، سنا، بخشش، سخاوت، برتنا، تعریف۔ آشکار، ظاہر۔ متقیص، برائی نکالنا۔ جا بجا، جگہ جگہ طریقہ، اصول۔ آدمی کو پرچانا، آدمی کو قابو میں کرنا، اپنے مطلب کے لئے بھوار کرنا۔ ڈرر، تلچھٹ کرنا، چھپنے کی کار۔ صفا، صفائی، ہوشیاری۔ رارت، دُرت، ٹھیک۔ حسنِ ظن، اچھا خیال۔ خاکسار، معمولی آدمی۔ قانع، جو مل جائے اسی پر راضی۔ وصف، تعریف۔ خوبی شدت سے، بہت ہی زیادہ۔ سادہ لوح، بھولا بھالا، مراد بوقوت آدمی عیب ہیں، بُرائیاں بیان کرنے والا۔ برائی نکالنا، ہوشیاری ظاہر کرنا۔ تیرے کھولتا عیب بیان کرنا۔ مدعا، مقصد۔ الفصمہ، خلاصہ یہ کہ مختصر یہ کہ۔ آزار، تکلیف۔ خودی، اپنے آپ کو اچھا سمجھنا۔ مبتلا، پریشان، بھنسا ہوا۔

مطلب :- ۱۔ شاعر اپنے آپ سے کہتا ہے کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں ہے جو اپنی تعریف اپنے منہ سے نہ کرتا ہو۔ لیکن اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنے کے بھی الگ الگ طریقے ہیں۔

۲۔ جو بھولے بھالے اور بوقوت لوگ ذرا سی بھی عقل نہیں رکھتے۔ اور بالکل ہی گدھے ہیں۔ وہ تو کھلے طور پر اپنے منہ سے ہی بیان کرنے لگتے ہیں۔

۳۔ اور جو ان بوقوتوں سے ذرا تیز ہیں۔ وہ اپنی تعریف کی باتوں کو نیک ٹروں طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔

۴۔ ایک شخص کہتا ہے کہ یار! مجھ سے آج کسی بوقوتی ہو گئی کہ میرے پاس ایک ہی کبیل تھا۔ وہ میں نے ایک فقیر کو دے دیا۔ یعنی اس طرح اپنی سخاوت کا اظہار کیا۔

۵۔ دوسرا بولا کہ میرے ہاں جب ایک فقیر مانگنے آیا تو میں نے کہا کہ تیری جھولی میں کیا کچھ موجود ہے پھر تو کیوں مانگتا ہے اور جب اسے جھولی دکھائی دی تو وہ بہت ہی شرمندہ ہو گیا۔ غرض اس طرح اس نے اپنی بھوسہ عادت کا خوبصورت لفظوں میں اظہار کیا۔

۶۔ عقلمندی کے پردہ میں یہ شخص اپنی کنجوسی چھپاتا ہے اور دوسرا بیوقوف بن کر اپنی سخاوت کا اظہار کرتا ہے۔

۷۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ ہمارا شمار بھی اسی قسم کے لوگوں میں سے ہونے لگے۔ کیونکہ ہم اپنے وطن والوں کی بہت تعریف کرتے ہیں۔

۸۔ اور اس لئے بھی کہ اپنا انصاف ظاہر ہو جائے اس وجہ سے قوم کی برائیاں بار بار اور جگہ جگہ بیان کرنے پھرتے ہیں۔

۹۔ ایک شخص کہتا ہے کہ صاحب! میری عادت سخی اور صاف بات کرنے کی ہے، اس لئے کسی کو میری بات کا برا نہیں ماننا چاہیے۔

۱۰۔ ایک شخص یہ بیان کرتا ہے کہ خوشامد کرنے کا ایک اور بھی اصول ہے کہ دوسرے کو اپنے مطلب کے لئے سیدھا کرنا ہو تو اس سے برا کہہ کر آخر راضی کر ہی لیتے ہیں۔

۱۱۔ بعض لوگ ہر مندری اور ہوشیاری کا اظہار کر کے اپنے عیب کو چھپا لیتے ہیں۔ اور بعض لوگ تلچھٹ اور گاؤ کہہ کر صاف شراب پین کر دیتے ہیں۔

۱۲۔ بعض آدمی اپنی خوبیاں خاموشی کے ساتھ بیٹھے سنتے رہتے ہیں جیسے فی الواقع ان میں یہ تمام باتیں موجود ہیں۔ حالانکہ ایک بات بھی نہیں ہوتی۔

۱۳۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ تو آپ کا حسن ظن ہے ورنہ اس خاکسار میں تو اس قسم کی کوئی ایک خوبی بھی موجود نہیں ہے۔

۱۴۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی ضمنی تعریف کی جائے اسی پر قناعت کر لیتے ہیں۔ لیکن بعض یہ چاہتے ہیں کہ ان کی اور زیادہ تعریف کی جائے۔

۱۵۔ زید، عمر کے متعلق کہتا ہے کہ وہ تو بالکل ہی بھولا بھالا اور سیدھا سادہ ہے۔ چاہے کوئی اچھا ہو۔ یا بُرا ہو۔ وہ تو سب کو ایک جیسا ہی خیال کرتا ہے۔

۱۶۔ یہ سن کر عمر کہتا ہے کہ زید بھی کیسا خراب آدمی ہے جو دوسروں کے عیب نکالتا

رہتا ہے۔ چاہے کوئی اچھا ہو یا بُرا۔ یہ تو کسی کو بھی معاف نہیں کرتا۔

۱۷۔ ایک شخص دوسرے کا عیب بیان کر کے کھنکھناتی اور بڑائی کا اظہار

کرتا ہے۔

۱۸۔ اگر مٹی کا بنا ہوا آدمی اپنی تعریف کرنے اور چاہنے والا نہ ہوتا تو غیبت کسی

طرح بھی پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کا دنیا میں وجود بھی نہ ہوتا۔

۱۹۔ بھلا حاکمی سے کوئی پوچھے کہ تم جو دوسروں کی باتیں بیان کر رہے ہو۔ اس سے

تمہارا مقصد یہ تو نہیں ہے۔

۲۰۔ چاہے آدمی دوسروں سے اپنی برائیاں کسی طرح بھی چھپالے لیکن وہ اپنی

نظر سے اپنی برائیاں نہیں چھپا سکتا۔

۲۱۔ غرض یہ ہے کہ چاہے کوئی جاہل آدمی ہو یا پڑھا لکھا ہو اپنے آپ کو اچھا سمجھنے

کی تکلیف میں ہر ایک کھینسا ہوا ہے۔

حملہ نفس

گر کبھی حملہ پہ اس کے غالب آجاتے تھے ہم

جن کو نادالی سے حملے آسکتے تھے ہم

زورِ بازو پر ہمیشہ جس کے اتراتے تھے ہم

ہم سمجھتے تھے نفسوں ہے ہمارے بس میں

پر جو دیکھا غوسے وہ بھبکیاں تھیں نفس کی

جب کیا حملہ دیئے سب عقل سے ہتھیار ڈال

تشریح الفاظ:- دون، کھینہ، کم رتبہ۔ بس میں، قابو میں بھبکیاں، ڈراوا۔ نادالی،

بیوقوفی۔ ہتھیار ڈال دینا، شکست مان لینا۔ زورِ بازو۔ قوت۔

مطلب:- ۱۔ ہم تو یہ خیال کرتے تھے کہ کھینہ نفس ہمارے قابو میں ہے کیونکہ کبھی

ایسا بھی ہوتا ہے کہ نفس نے جیسے بھی حملہ کیا۔ ہم اس پر قابو پا لیتے تھے۔

۲۔ لیکن جب ہم نے غور کیا تو وہ کھنڈراواہی ڈراواہی ڈراواہی ہوا تھا ہم اپنی بیوقوفی سے اسے حملہ بچھنے تھے۔ حالانکہ وہ حملہ نہیں ہوتا تھا۔

۳۔ لیکن جب نفس نے حملہ کیا تو عقل نے سارے ہتھیار ڈال دیئے اور اپنی ہار مان لی۔ حالانکہ ہم ہمیشہ عقل کی طاقت پر بہت زیادہ تر اتے تھے۔

جس قوم میں افلاس ہو اس میں نخل اتنا

بد نما نہیں جتنا اسراف

جب کتے تم کتے کرتے ہو مسرت کی لذت
جب کرتے تھے کرتے تھے نخلوں کو ملتا
ہے جس سے کہ انسان کو بالطبع عداوت
یاروں کیلئے ہے یہ بیاں موجب رفقت
جب قوم میں افراط ہے تھی دولت و ثروت
پھر اس میں نہیں نخل سے بزرگوں کی خصلت
گھر گھر ہے چھایا ہوا افلاس و فلاکت
پر ہاڑ ہے کہ چوڑیوں کو جیسے ہلاکت

حالی سے کہا ہم نے کہ ہے اسکا سبب کیا
لیکن بخلاف آپ کے سب اگلے سخنور
اسراف بھی مذموم ہے۔ پر نخل سے کمتر
حالی نے کہا لو کہ نہ پوچھو سبب اسکا
کرتے تھے نخلوں کو لامتناہی سلف اس وقت
وہ جانتے تھے قوم ہو جس وقت ٹونگر
اور اب کہ نہ دولت نہ ثروت نہ اقبال
ترغیب سخاوت کی ہے اب قوم کو ایسی

تشریح الفاظ:۔ افلاس، غریبی، نخل، کنجوسی۔ اسراف، فضول خرچی۔ لذت
یرانی، سخنور، شاعر۔ لامتناہی، بڑا بھلا کہنا۔ مذموم، بُرا بھلا کہنا۔ بالطبع، صحیح طور پر۔
موجب، سبب۔ رفقت، رونا، آہ و زاری کرنا۔ سلف، پچھلے بزرگ۔ افراط، زیادتی۔
ثروت، دولت۔ ٹونگر، دولت مند، خصلت، عادت۔ فلاکت، غریبی۔

مطلب :- ۱۔ حاکمی سے ہم نے یہ کہا کہ اس بات کی کیا وجہ ہے؟ کہ جب بھی تم بُرائی بیان کرتے ہو فضول خرچ کی بُرائی کرتے ہو۔

۲۔ لیکن آپ کے خلاف آپ سے پہلے جتنے بھی شاعر تھے۔ وہ سب کنجوسوں کی بُرائی کیا کرتے تھے۔

۳۔ فضول خرچی بھی بہت بُری چیز ہے۔ لیکن کنجوسی سے زیادہ بُری نہیں ہے۔ کیونکہ کنجوسی سے بھی انسان کو طبعی طور پر نفرت ہے۔

۴۔ حاکمی نے روتے ہوئے بیان کیا کہ تم اس کی وجہ بیان کرو۔ اگر اس کا سبب میں بیان کر دوں تو تمہیں رونا آجائے گا۔

۵۔ گذرے ہوئے بزرگ لوگ کنجوس لوگوں کی بُرائی اس وقت بیان کیا کرتے تھے جب قوم کے لوگوں میں روپیہ پیسہ بہت زیادہ ہوا کرتا تھا۔

۶۔ کیونکہ ان لوگوں کو یہ بات معلوم تھی کہ جب قوم میں روپیہ پیسہ کی فراوانی ہو تو کنجوسی سے بڑھ کر کوئی بھی بُری عادت نہیں ہے۔

۷۔ اور اب تو یہ حالت ہے کہ دولت، روپیہ پیسہ اور غربت کچھ بھی حاصل نہیں ہے۔ ہر ایک خاندان پر غربی اور خستہ حالی نے غلبہ کر رکھا ہے۔

۸۔ ایسے وقت میں تو سخاوت کا شوق والا بالکل ایسا ہی ہے جیسے چیونٹیوں کو اڑنے کا حکم دیا۔ کیونکہ جب چیونٹی کے پر نکل آتے ہیں تو وہ اس کی زندگی کا آخری وقت ہی ہوتا ہے۔ ہوا میں اڑنے والے پرندے اُسے کھا جاتے ہیں۔

رُوسا ئے عہد کی فیاضی

برسبیل تذکرہ باہم جو ذکر اس کا جلا
عاملانِ شہر مار عوا اس کے رہتے ہیں سدا

کی رئیس شہر کی تعریف یاروں کے بہت
بولے آج اس کا نہیں مہاں نوازی میں نظر

ضلع کے حکم کا ادنیٰ اشارہ چاہیے
یادگار میں جتنی ہیں اعیان دولت کی نہیں
پالکی یا وگنٹ ہے جو سواری اسکے پاس
کیا گلہ کر اگتھر کیا سپاہی کیا غنمش
جب یہ دیکھا مدح کا دفتر نہیں ہوتا تمام
عیب بھی اس کا کوئی آخر کر ویا رو بیاں

پھر کوئی دکھے سخاوت اسکی اور بدل و عطا
ان میں صرف اسکی رقم ہے سب کے چند سے ہوا
اہلکاروں کے لئے ہے وقف بے چون و چرا
اس کی ہمت کے ہیں سب علاج بے رو دریا
جو کہہ رہا تھا ان کا حال نے بصد منت کہا
صدے سنتے خوریاں جی اپنا متلانے لگنا

- تشریح الفاظ۔ بر سبیل تذکرہ، ذکر یا بات چیت کے طور پر۔ مدعو، دعوت دینا۔
بدل و عطا، بخشش اور انعام۔ اعیان، دولت۔ رئیس لوگ۔ پالکی، ڈولی کی قسم
کی سواری۔ وگنٹ ایک چھوٹی قسم کی گاڑی۔ اہل کار، ملازمین۔ بیچون و چرا،
بغیر کسی اعتراض یا رکاوٹ کے سب سے، کونوال۔ مداح، تعریف کرنے والے۔ بے رو دریا،
بغیر کسی تکلیف کے۔ مدح، تعریف۔ دفتر تمام ہونا، کتاب پوری ہونا، بات مکمل
کرنا۔ بصد منت، بہت خوشامد کے ساتھ۔ جی متلانا، طبیعت خراب ہونے لگنا۔
مطلب:۔ ۱۔ ایک شہر کے دو لقمہ کی اس کے دوستوں نے جبکہ اس کی بات بھی
انہیں ہو رہی تھی۔ اس کی بہت زیادہ تعریف کرنے لگے۔
۲۔ مہمان نوازی میں اس کے مقابلے کا کوئی بھی آدمی نہیں ہے۔ کیونکہ جب دیکھو
شہر کے حاکم اس کے ہاں موجود ہی رہتے ہیں۔
۳۔ ضلع کے حاکم جب فرا س ابھی اشارہ کرتے ہیں تو اس وقت اس کی بخشش
اور سخاوت دیکھنے والی چیز ہے۔
۴۔ دو لقمہ لوگوں نے جتنی اچھی چیزیں بنائی ہیں ان میں سب سے زیادہ
چندہ بھی یہی شخص دیتا ہے۔

- ۵۔ جس گاڑی میں وہ خود سوار ہوتا ہے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کے لئے ہے بلکہ اس کے ملازمین بھی اس میں آجا سکتے ہیں۔ رب کو کھلی اجازت ہے۔
- ۶۔ کلکٹر، کمشنر، تھانیدار سے لے کر سپاہی تک رب اس کی تعریف بغیر کسی تکلف یا بناوٹ کے خوب تعریف کرتے ہیں۔
- ۷۔ جب حاکی نے یہ دیکھا کہ اس کی تعریف ختم ہونے میں ہی نہیں آتی۔ تو ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔

۸۔ ارے دوستو! اس کی کوئی برائی بھی تو بیان کرو۔ کیونکہ صرف خوبیاں ہی سننے سننے تو میری طبیعت پریشان ہو گئی ہے۔

ایمان کی تعریف

فقیر شہر نے ایمان کی جو کی تعریف
کہا فقیلہ اقرار باللسان ہے ضرور
کہا کسی مے کہ نکلا ہے ان دنوں اک نیل
نودی چراغ سے اسکو یہ آیت مثال
جہاں ہو آتش تصدیق و رہن اعمال
نہیں ضرور فقیلہ کا جس میں استعمال

تشریح الفاظ:- فقیر، اسلامی قانون جاننے والا عالم۔ آب و تاب، جھک
دیکھا۔ فقیلہ، بتی چراغ کی۔ اقرار، ابا لسان، زبان سے اقرار کرنا۔ آتش تصدیق،
حقیقت معلوم کرنے کی تڑپ۔ روغن اعمال، ہمارے اعمال۔

مطلب:- ۱۔ ایک عالم نے جب ایمان کی تعریف بیان کرنی شروع کی تو
بتایا کہ ایمان کی مثال بالکل ایک روشن اور جلتے ہوئے چراغ کی طرح ہے۔
۲۔ اس چراغ کا فقیلہ زبان سے خلا کا اقرار کرتا ہے۔ اپنے اعمال و حرکات کے
روغن اور دل سے ملنے کی تڑپ سے ایمان کا چراغ روشن رہتا ہے۔

۳۔ یہ باتیں سن کر ایک شخص بولا کہ آج کل تو ایک تیل نکلا ہے جس میں تہی
 کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ یعنی مٹی کا تیل (کروسین آئل) آپ ہی، آپ جلتا رہتا ہے
 مقصد یہ ہے کہ تہی تہذیب کے ایمان کے لئے زبان سے اقرار کرنے کی بھی ضرورت
 نہیں ہے۔

برکت اتفاق

کہہ رہا تھا یہ ایک آزاد کہ ہے جن میں ملاپ
 نہ انہیں حاجتِ اعوان۔ نہ تلاشِ انصار
 پر تہیں رابطہ میں قوم میں اور یک جہتی
 نہ ملا ان کے لئے قلعہ نہ خندق نہ فصیل
 ایک ملانے سنا جب یہ سخن۔ فرمایا
 اتفاق اور اتفاق اصل میں کچھ چیز نہیں
 وہاں نہ امت کی ضرورت نہ کچھ پھوٹ کا ڈر
 کہا آزاد نے سچ ہے کہ وہ دے ساتھ اگر
 پر مجھے خور پے اللہ کی عادت معلوم

دورات و بخت کبہر حال میں ان کے ہمراہ
 نہ انہیں خوفِ بداندیشی نہ بیمِ بدخواہ
 اس کی دنیا سے یہ سمجھو کہ گئی عزت و جاہ
 نہ مفید ان کے لئے فوج نہ لشکر نہ سپاہ
 تکیہ اور اس قدر۔ ایسا پتہ کرنا ہے گناہ
 درست قدرت کے ہے رب ہاتھ سفید اور سیاہ
 پر مکی فضل کے مولا کے جبر ایک نگاہ
 کر دیں افراد پر اگندہ جماعت کو تباہ
 اس کو جب دیکھا ہے دیکھا جتنوں کے ہمراہ

تشریح الفاظ:- ملاپ، دوستی، محبت۔ بخت، خوش قسمتی۔ ہر حال میں، ہر طرح
 ہر حالت میں۔ اعوان، دوست۔ انصار، مدد کرنے والا۔ بداندیشی، بُرا چاہنے
 والا۔ بیم، خوف۔ رابطہ، دوستی، یکجہتی، میل ملاپ۔ عزت و جاہ، شان و شوکت۔
 بلاذ، تباہ نگاہ۔ تکیم، بھروسہ۔ دستِ قدرت، خدا کے ارادے میں، یا قبضہ میں۔
 فضل مہربانی۔ پراگندہ، پریشان حال۔ تتر بتر، بکھر دینا۔ جتنوں کے ہمراہ، جماعت

کے ساتھ۔

مطلب :- ۱۔ ایک خوشحال آدمی یہ بیان کر رہا تھا کہ جو لوگ آپس میں دوستی کے ساتھ رہتے ہیں۔ تو دولت اور خوش قسمتی ان کے سر چومتی رہتی ہے۔

۲۔ انہیں کسی مددگار یا دوست کی ذرا بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ان کا کوئی بُرا چاہنے والا یا ان کا کوئی دشمن ہوتا ہے۔

۳۔ لیکن جس قوم میں آپس میں اتفاق اور دوستی نہیں ہے۔ اس کی دنیا میں نہ تو کوئی عزت ہی ہے۔ اور نہ ہی کوئی مرتبہ حاصل ہے۔

۴۔ ایسی قوم کے لئے کوئی پناہ گاہ یا خدق یا جہاز رانی یا فوج یا لشکر یا سپاہی۔ غرض کوئی چیز بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔

۵۔ ایک مولوی نے جب یہ باتیں سنیں تو کہنے لگا کہ دنیا کی ان چیزوں پر اتنا بھروسہ رکھنا تو بہت ہی گناہ کی بات ہے۔

۶۔ اتفاق اور نفاق تو کوئی چیز ہی نہیں ہیں۔ ہر چیز خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہے۔ جس طرح چاہے۔ رکھ سکتا ہے۔

۷۔ خدا کے ہاں تو کسی دوستی یا دشمنی کی ذرا بھی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کی مہربانی اور نوجہ جس طرف ہو جائے۔ بس اسی کا بیڑا پار ہے۔

۸۔ یہ ساری باتیں سن کر وہ خوش حال آدمی بولا کہ یہ بات تو صحیح ہے کہ چند آدمی بھی ایک بھری ہوئی جماعت کو آسانی سے تباہ کر سکتے ہیں۔

۹۔ لیکن مجھے خدا کی عادت خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی بھی جماعت کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ اکیلے افراد کا وہ بھی ساتھ نہیں دیتا۔

بعد صوری قرب معنوی نہیں ہے

جا اپنے محلہ سے کہیں دُور بنایا
دل دردِ جدائی سے عزیزوں کا بھر آیا
اک سو دست شکایتِ سخن لب پہ یہ لایا
اتنی بھی محبت تہیں گھر سے نہیں آیا
بہی نے مزہ کھیل کا وفا کے نہیں پایا
کتے نے ہے جس کا کہ سبق ہم کو پڑھایا
گھر کھول گئے ہم تو نہیں حم کو کھلایا
مشرق میں بنایا ہو کہ مغرب میں بسایا

حالی نے جو رہنے کے لئے شہر میں اک گھر
جب اہل محلہ سے چلا ہو کے وہ رخصت
ہم سایہ و اجاب لگے کرنے سب افسوس
ملی کہ جو بے عقل ہے دم دیتی ہے گھر پر
حالی نے کہا اُنس ہے چیز اور۔ وفا اور
اُس مہر و وفا کی نہیں تھی یہ بڑی چھینٹ
ہم عیش میں مکینوں کے وہ عاشق ہے مکانکی
گھر دل میں ہو یاروں کا تو پھر گھر ہے برابر

تشریح الفاظ:- بعد صوری، ظاہر، فاصلہ، یا علیحدگی۔ قرب معنوی، اصل میں قریب
ہونا، یا دوستی کی اصل۔ دل بھر آنا، بہت زیادہ رنج ہونا۔ دم دینا، پیارا آجھنا۔ اُنس،
محبت۔ مہر و وفا، محبت اور وفاداری۔ عیش ہیں، عاشق اور شوقین ہیں۔ مکینوں پر،
رہنے والوں پر۔

مطلب:- حالی نے ایک مرتبہ اپنے رہنے کے لئے ایک گھر اپنے محلہ سے دُور کسی دُورے
محلہ میں جا کر بنالیا۔

۲۔ جب محلے والوں سے رخصت ہو کر وہ جانے لگے۔ تو ان کے رشتہ دار یہ دیکھ
کر رونے لگے۔

۳۔ ان کے دوست پڑوسی اس بات پر افسوس کرنے لگے اور ایک دورت تو
شکایت کے طور پر یوں کہنے لگا۔

۴۔ آج جو ایک جانور ہے، وہ گھر پر اپنی جان قربان کرنے لگتی ہے کیا تمہیں اپنے گھر سے بچی کے برابر بھی محبت نہیں ہے۔

۵۔ حاکمی نے یہ سن کر بیان کیا کہ محبت اور چیز ہے اور وفاداری اور چیز ہے۔ آج کو آج تک اپنی وفاداری کا انعام نہیں ملا۔

۶۔ آج کو بھلا کیا معلوم کہ محبت اور وفاداری کیا چیز ہے۔ یہ بات تو ہمیں کتنے نے اچھی طرح سمجھائی ہے۔

۷۔ ہم تو مکان میں رہنے والوں سے محبت کرتے ہیں لیکن آج اس مکان سے محبت کرتی ہے اس لئے اگر تم گھر کو بھول بھی جاؤ تو لوگوں کو نہیں بھول سکتے۔

۸۔ اگر کسی کے دل میں ہماری محبت موجود ہے تو چاہے ہم مشرق و مغرب میں کسی جگہ بھی جا کر رہیں۔ وہ سب ایک جیسی بات ہے۔ ہماری محبت کسی طرح بھی ختم نہیں ہو سکتی۔

ناصح مخلص اور اہل غرض میں تمیز

”دو محتاج ہیں ہمیشہ سے ناصح کا ہر بشر ہوتا رہوں گا پند سے حضرت کی پہرہ اور لالیں گے وہ نہ صرف نصیحت زبان پر صحبت میں بیٹھنے سے کریں گے تری خدر“

منصور نے یہ جعفر صادق سے عرض کی کرتے رہیں اگر آپ کرم مجھ پر گاہ گاہ فرمایا ہوتے ہیں تری صحبت میں جو شریک اور جن سے امید نصیحت وہ بالیقین

تشریح الفاظ۔ ناصح مخلص، سچا نصیحت کرنے والا۔ اہل غرض، اپنے مطلب میں تمیز، فرق، محتاج، ضرورت مند، بشر، آدمی۔ گاہ گاہ، کبھی کبھی۔ پند، نصیحت۔ پہرہ اور، فائدہ اٹھانا۔ بالیقین، پورے بھروسہ کے ساتھ۔ خدر، پرست کرنا۔ مطلب :- ۱۔ منصور نے جعفر صادق سے عرض کیا کہ دنیا میں ہر آدمی نصیحت کرنے

والے کا حاجت مند ہے۔

۲۔ اگر آپ کبھی کبھی مجھ پر مہربانی کرتے رہیں تو میں بھی جناب کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھانا سوں گا۔

۳۔ یہ سن کر انہوں نے جواب دیا کہ جو لوگ تیرے پاس آتے ہیں۔ وہ تجھے کبھی بھی نصیحت نہیں کر سکتے۔

۴۔ او جین سے تو یہ امیہ کہتا ہے کہ وہ تجھے نصیحت کریں۔ وہ تیرے پاس آنا بھی پسند نہیں کریں گے۔

خادمِ اقبال کی خدمت میں کیوں گستاخ ہو جاتے ہیں

کہتے ہیں خادمِ ماموں کے بہت گستاخ تھے
کوئی آقا جبکہ خوش اخلاقی ہوتا ہے بہت
پر جو چچ پوچھو تو ہونا خادموں کا شوخ چشم
کھو دیا، ہیبت کو اپنی جس سے اور تمکین کو
ایک دن خادم کی گستاخی یہ ماموں نے کہا
پیش خدمت اسکے بد اخلاق ہوتے ہیں سدا
سے دلیل اسکی کہ ہے خود خلق کا کانا برا
اس گویا ڈھادیا رکن رکن اخلاق کا

تشریح القاطنہ: خادم، خدمتگار پیش خدمت، ملازمین شوخ چشم، شریر۔ خلق، عادت، تمکین، نشان، رکن رکن، اصل واقعہ۔

مطلب: ۱۔ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ نبیاً سیہ خاندان کے دوسرے بادشاہ، ماموں الرشید کے ملازم بہت ہی گستاخ تھے۔ ایک روز کسی خادم کی شرارت پر ماموں الرشید نے کہا۔

۲۔ جب کوئی حاکم بہت ہی بد اخلاق ہو جاتا ہے تو اس کے ملازمین بھی بہت ہی بد اخلاق ہو جاتے ہیں۔

۳۔ لیکن یہ بات تو بیخ ہے کہ ملازموں کا بدتمیز اور شریر ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کا آقا بھی بہت برا ہے۔

۴۔ جس شخص نے اپنی شان اور عزت کو کھویا۔ تو اس نے اخلاق کے سب سے بڑے رکن کو ختم کر کے رکھ دیا۔

خوشامد کرنے کی ضرورت

متوکل کا تیسرا چڑیا پر	ہو گیا اتفاق سے جو خطا
ابن حمدون ندیم تھا حاضر	کی خلیفہ کی مدح اور یہ کہا
جن کو خلق خرابہ شفقت ہے	خوں بہانا نہیں وہ رکھتے روا
جانہ سکتی تھی بچ کے تیر سے وہ	تو نے دی فہمرا اسکی جان بجا
ابن حمدوں نے کی یہ دانا ئی	کہ خوشامد سے یوں اُسے بچکا
دور تھا ورنہ کیا خلیفہ سے	ہو کے اپنی خطا سے کھیانا
جائے کنجشک ابن حمدوں پر	تیر کا اتنے امتحاں کرنا
ابن حمدوں کی جان گو جاتی	دل تو ہوتا خلیفہ کا ٹھنڈا

تشریح الفاظ: متوکل، عبادت گزار، خطا، غلطی، تیریم، ساتھی، دوست، مدح، تعریف، شفقت، محبت، مہربانی، روا، جائز، کھیانا، شرمندہ، کنجشک، چڑیا۔
مطلب: ۱۔ بادشاہ متوکل باللہ کا تیر کا نشانہ جب اتفاق سے چڑیا پر نہ لگ سکا۔

۲۔ تو ابن حمدوں جو اس کا مصاحب تھا۔ وہ وہاں موجود تھا خلیفہ کی تعریف کرنے لگا۔

۳۔ جو لوگ خدا کی مخلوق سے محبت کرتے ہیں۔ وہ جان داروں کا خون کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔

۴۔ وہ تو اس تیر سنچ نہیں سکتی تھی۔ لیکن جناب نے قصداً ہی اسے چھوڑ دیا۔

۵۔ ابن حمدوں کے دوست نے اس وقت خلیفہ کے ساتھ یہ عقلمندی کی کہ خوشامد کر کے اسے تسلی دی اور اصل میں اُسے گمراہ کر دیا۔

۶۔ ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ بادشاہ اپنی غلطی سے شرمناک ہو جاتا۔

۷۔ اور چڑیا کی جگہ ابن احمدوں کو ہی نشانہ بنا کر اپنے تیر ملانے کا امتحان کر لیتا۔

۸۔ اگرچہ شیر سے ابن احمدوں کو مارا جاتا۔ لیکن بادشاہ کی طبیعت تو خوش ہو جاتی۔

رعیت پر نااہل کو مسلط کرنا

”فرعون کا تھا مصر ہی نے مغز چلایا
تھا دل میں خدائی کا خیال اسکے سمایا
اک بندہ بے قدر کو بخشوں گا خدایا
جس پر نہ مڑا تھا خرد و ہوش کا سایا
نااہل کے پنجیر میں اہالی کو بچھنسا یا
یہ حادثہ آئس کو کسانوں نے سنایا
ہوتا نہ یہ نقصان کہ جو تم نے اٹھایا
محکوم ہے جو میری رعایا و برابریا
آئیے خدا جس نے ہے عالم کا بنایا
اک سلفہ ناکس کی بنا اُس کو رعایا

ہاروں نے کہا۔ مصر لگا ہاتھ بیا اسکے
وہ خطہ ملعون تھا یہی جس کی بدولت
میں بھی اُسے اس باغی طاعنی کے علی الترحم
کہتے ہیں نصیب ایک غلام حبشی تھا
کی سلطنت مصر کی باگ اُس کے حوالے
باڑی گئی یہ ایک برس نیل کی رو میں
فرمایا کہ روئی کی جگہ پوتے اگر اُون
ہاروں نہ بچھا کہ وہ لویت ہے خدا کی
فرعون کے مانند اگر وہ بھی سمجھتا
جو کھوں میں نریوں ڈالتا مخلوق کو اپنی

تشریح الفاظ:- مغز چلانا، غرور پیدا کرنا خطہ ملعون، لعنت کیا ہوا علاقہ، بری جگہ۔ خیال سمانا، دل میں بات پیدا ہونا۔ باغی طمانی، ایسا نافرمان جو کسی بھی بات کو نہ مانے۔ علی الزعم، برخلاف والٹ۔ نیرۃ بے قدر، کم سمجھ والا اور نالائق غلام خرد و ہوش کا سایہ پڑا، عقلمندی پیدا ہونا۔ باگ، لگام، انتظام۔ اہالی، ہل کی جمع، رہنے والے باشندے۔ یارٹی، روٹی کی فصل۔ وولیت، عطا کی ہوئی، دی ہوئی، مثل امانت کے۔ برایا، رعیت۔ جو کھوں میں پریشانی میں۔ سفلا ناکس، بہت ہی معمولی اور نالائق آدمی۔

۱۔ مطلب:- ۱۔ ہارون الرشید نے کہا کہ جب مصر کا ملک فرعون کے قبضہ میں آگیا تو زیادہ دولت مل جانے کی وجہ سے اس کے دماغ میں خلل آگیا۔

۲۔ وہ بہت ہی بُرا علاقہ بھی ہے جس کی وجہ سے وہ خراب بن گیا۔

۳۔ خدا کے اس نافرمان بندے کے برخلاف ایک بانگل ہی نالائق اور

بیوقوف آدمی کو اس جگہ کا حاکم بناواں گا۔

۴۔ بیان کیا ہے کہ خمیب نام کا ایک سیاہ فام حبشی غلام تھا جس میں ذرا

بھی عقل اور سمجھ نہ تھی۔

۵۔ ملک مصر کی حکومت اس کے حوالے کر دی اور اس طرح اس علاقے کے

باشندوں کی زندگی ایسے نالائق کے ہاتھ دے دی۔

۶۔ ایک سال دریائے نیل میں ایسا سیلاب آیا کہ کپاس کے تمام کھیت بہہ

گئے اور جب کسانوں نے آکر تکلیف کی فریاد کی۔

۷۔ کسانوں کی فریاد سن کر کہنے لگا تم لوگ بڑے بیوقوف ہو۔ اگر روٹی کی

جگہ اون بودتے تو تمہیں نقصان نہ اٹھانا پڑتا۔

۸۔ اس وقت ہارون نے یہ نہ سمجھا کہ رعایا تو خدا کی ایک امانت ہے اس

کو تکلیف دینے سے کیا فائدہ ہوگا۔

۹۔ فرعون کی طرح اگر اس میں بھی سمجھ ہوتی تو یہ سمجھ جاتا کہ ایک ملک کا اسے بھی حاکم بنایا ہے۔

۱۰۔ اس طرح ایک نالائق آدمی کو حاکم مقرر کر کے اس علاقے کے عوام کی پریشانی اور مصیبت میں اضافہ کر دیا۔

رشک

ہے طبیعت میں وہ جتنا عورتوں کی جاگزیں
تختِ شاہی پر بیوی اور ازبیدہ مستر نشین
عورتیں اصلاً خیل اسکی حکومت میں جھٹیں
تھانہ عورت کھتا دربار میں اس کے کہیں
ہنسکے فرمایا کہ اے دولت کے ارکانِ رگین
ملکہ ہے اس اس لئے تم سے کہ تم عورت نہیں
تاکہ کوئی سونگھن اس پر نہ کر بیٹھے کہیں
اس لئے نفرت کہ ہے روتنگی صورت و تشیس

ظاہر مردوں کی طبیعت میں نہیں رشک اس قدر
ایک شہزادی کا اکلوتی بھئی جو ماں باپ کی
سلطنت میں اسکے تمام روز کو کھلی اختیار
مرد ہی تھے اسکے محرم۔ مرد ہی اسکے مشیر
تخلیہ میں یا ایک دن جب چند حاضر تھے ندیم
مرد بچنے کے سبب تم سے نہیں مالوس میں
بات کی حسن بیان اس نے دی صورت بدل
ورنہ لوں کہتی کہ ہے عورت کی سیرت مجھے

تشریح الفاظ رشک، دوسرے کی ترقی دیکھ کر خود اس جیسا بننے کی کوشش کرنا۔
جاگزیں، جگہ بگڑے ہوئے مستر نشین، تخت پر بیٹھنا۔ کھلی، پورے طور پر۔ اصلاً، ہرگز۔
دخیل، دخل دینے والی محرم، سامنے آنے والے۔ مشیر، مشورہ دینے والے۔ تخلیہ، تنہائی۔
ارکانِ رگین، خاص ممبر۔ انس، محبت۔ حسن بیان، تقریرات کرنے کا اچھا طریقہ۔ سو،
ظن، برائ خیال۔ سیرت، عادت۔

مطلب :- ۱۔ رشک کرنے کی عادت تہنی عورتوں میں ہوتی ہے اتنی مردوں میں نہیں ہوتی۔

۲۔ ایک شہزاد کی بوا اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد جب وہ تخت نشین ہوئی۔

۳۔ اس کے ملک میں تمام اختیارات مردوں ہی کو حاصل تھے اور عورتوں کو کسی قسم کی بات کرنے کی اجازت نہ تھی۔

۴۔ مرد ہی اس کے سامنے آتے تھے اور وہی ہر کام میں اسے مشورہ دیتے تھے۔ اس کے دربار میں عورتوں کا ذرا بھی عمل دخل نہیں تھا۔

۵۔ ایک روز تنہائی میں جب اس کے تمام درباری موجود تھے۔ تو وہ مسکرا کر سب سے اس طرح کہنے لگی۔

۶۔ میں تم لوگوں سے اس لئے محبت نہیں کرتی کہ تم مرد ہو۔ بلکہ تمہارے عورت نہ ہونے کی وجہ سے تمہیں اچھا سمجھتی ہوں۔

۷۔ اس نے عقلمندی سے بات کرنے کے طریقے اور اصل بات کو بدل دیا۔ تاکہ اس پر کوئی بھی کسی قسم کی بدگمانی نہ کر سکے۔

۸۔ ورنہ وہ اس طرح بھی کہہ سکتی تھی کہ عورتوں کے مقابلہ میں مردوں سے محض اس لئے محبت کرتی ہوں کہ مردوں کی شکل زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے۔

قانون

ماننا قانون کا بعد از خدا
جان کچھ بکڑی کے جالے سے سوا
اور ہلاکتے نہیں کچھ دست و پا

کہتے ہیں ہر فرد انسان پر ہے فرض
پر خوب بیچ پڑھو۔ نہیں قانون میں
اس میں کھپس جاتے ہیں جو کمزور ہیں

پراسے دیتے ہیں توڑاک آن میں
 حق میں کمزوروں کے ہے قانون وہ
 جو سکتہ رکھتے ہیں ہاتھوں میں ذرا
 اور نظر میں زور مندوں کی ہے لا

تشریح الفاظ۔ فرد، اکیلا آدمی۔ درست و پابلاتا، حرکت کرتا۔ زور مند، طاقت ور۔ لا، نہیں۔

مطلب :- ۱۔ عقلمندوں نے کہا۔ خدا کے احکام کے بعد قانون کا ماننا ہر شخص پر فرض ہے۔

۲۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ قانون کی حیثیت مگر ٹی کے جانے کی طرح ہے۔

۳۔ جو لوگ کمزور ہوتے ہیں۔ وہ اس میں پھنس جاتے ہیں۔ اور اس طرح پھنستے ہیں کہ پھر ذرا بھی حرکت نہیں کر سکتے۔

۴۔ جن لوگوں کے ہاتھوں میں تھوڑی سی بھی سکت ہوتی ہے۔ وہ ذرا سی دیر میں اسے توڑ دیتے ہیں۔

۵۔ کمزور لوگوں کے لئے تو وہ قانون بن جاتا ہے۔ اور طاقتور لوگوں کے لئے نفی کے برابر ہے۔

شادی قبل از بلوغ

تختِ پیرِ اس کو ممنوع ہے بھٹانا
 عالم میں آج کل جو مانے ہوئے ہیں و اتا
 کہتے ہیں وہ عیث ہے قانون یہ بنانا
 ہے ننگِ دم سے آسان میڈم کو بس میں لاتا

جب تک شہزادہ اٹھارہ سال کا ہو
 قانون ہے بنایا یہ ان مقننوں نے
 لیکن کریں نہ اس کی قبل از بلوغ شادی
 نزدیک ان کے گویا بزرگ عقل و دانش

تشریح الفاظ: ممنوع، منع مقنون، قانون بنانے والے۔ وانا عقلمند۔ برزعم
عقل و دانش عقل اور سمجھ کے خلاف۔ کنگڈوم، بادشاہ۔ میڈم، بیوی۔
مطلب: ۱۔ جیتک شہزادہ اٹھارہ سال کا نہ ہو جائے اسے تخت نشین کرنا ناممکن
ہے۔

- ۲۔ یہ قانون ایسے لوگوں نے بنایا ہے جو دنیا کے عقلمند لوگوں میں سے ہیں۔
۳۔ لیکن وہ لوگ ایسا قانون نہیں بناتے کہ بالغ ہونے سے قبل شادی نہیں کرنی چاہئے۔
۴۔ یعنی اگر ان لوگوں کے نزدیک عقل اور سمجھ کے خلاف حکومت کے مقابلے میں
بیوی کو قابو میں کرنا آسان ہے۔

حرص

اشائے وعظ میں ہے تکیہ کلام واعظ قدرِ قلیل ہے سب مال و منال دُنیا
گویا کہ حرص اس کی اس سے کبھی نہیں ہے ہے جس قدر فراہم پاس اس کے مال و دُنیا

تشریح الفاظ: حرص، لالچ۔ اشائے وعظ، تقریر کے دوران۔ تکیہ کلام، جو لفظ
باتوں میں بار بار کہا جائے۔ قدرِ قلیل، معمولی حیثیت والا۔ مال و متاع، مال اور دولت
فراہم، اکٹھا۔

مطلب: ۱۔ مولوی صاحب تقریر کے دوران یہ ضرور کہتے ہیں کہ دُنیا میں مال و
دولت بالکل معمولی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک اس کا لالچ ختم نہیں ہوا لوگوں سے لے لے کر اس
نے جو مال و دولت اکٹھا کر لیا ہے۔ وہ اس کے پاس بہت ہی کم ہے۔

امرا اور عقلاء

جاتے ہیں اگر پاس امیروں کے خردمند
پر اپنی ضرورت سے خیردار نہیں ہیں
بیمار کے محتاج ہیں جینے کے اطمینان
وہ جانتے ہیں جو کہ ہے جانے کی ضرورت
ملتے عقلاء سے نہیں جو صاحب ثروت
بیمار کو پھر اس سے سوا ان کی ہے حاجت

تشریح الفاظ۔ خردمند عقلمند عقلاء، عقل کی جمع۔ صاحب ثروت، دوتمند۔
حاجت، ضرورت۔

مطلب: ۱۔ اگر امیروں کے پاس عقلمند لوگ جانتے ہیں تو انہیں یہ اچھی
طرح معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ کیوں آتے ہیں۔

۲۔ لیکن جو دوتمند لوگ عقلمندوں سے نہیں ملتے انہیں اپنی ضرورت اچھی
طرح معلوم ہے۔

۳۔ حکیموں کو جتنی بیماریوں کی ضرورت ہے۔ اسی طرح بیماریوں کو بھی حکیموں کی
ضرورت ہے۔

عصمت بی بی از بے چادری

اے بیواؤں ہتے ہو کیا منعموں پہ تم
تم زو سے نفس کی ہوتی تکی تک بچے ہو سے
اسیاب جو کہ جمع ہیں منعم کے گرد و پیش
اخلاق میں کچھ ان کے اگر آگیا بگاڑ
ہو جیت ملک کہ پکڑے ہوئے مفلسی کی آڑ
گر تم کو ہوں نصیب تو دنیا کو دو اجاڑ

تشریح الفاظ۔ بیوا غریب بالکل خالی ہاتھ منعموں، دوتمندوں۔ بگاڑ،

خرابی - زرد پریشانی - نفس، طبیعت کی خواہش - آرٹینا، سہارا لینا، گروہ پیش، آس پاس -
 مطلب: ۱۔ اے غریبو! تم دو لہنگوں پر کیوں منتہم ہو۔ ایران کا مذاق کیوں اڑاتے
 ہو؟ اگر ان کی عادتیں خراب ہو گئی ہیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟
 ۲۔ تم اپنی طبیعت کی خواہشوں سے اس وقت تک ہی بچے ہوئے ہو جب تک تم
 لوگ غریب ہو۔

۳۔ دو لہنگوں کو آسانی اور عیش کی جو سہولتیں حاصل ہیں اگر تمہیں بھی وہ سب چیزیں
 حاصل ہو جائیں تو تم تمام دنیا کو اجاڑ کر رکھ دو۔

سچ کہاں ہے

دیکھنے ہوں تمہیں گرجھوٹ کے انبار لگے
 سچ کو تحریروں میں پاؤ گے نہ تقریروں میں
 دیکھ لو جا کے خزانوں میں کتنی خانوں کے
 سچ کہیں ہے تو وہ سینوں میں ہے انسانوں کے

مطلب: ۱۔ ۱۔ اور اگر تم جھوٹ کے انبار دیکھنا چاہتے ہو تو وہ لائبریری کی کتابوں
 میں لکھے ہوئے نظر آجائیں گے۔

۲۔ سچ کسی تحریروں یا تقریر میں نظر نہیں آسکتا۔ وہ تو صرف انسان کے سینے میں ہی
 ہوتا ہے۔

اپنا الزام دوسروں پر ٹھوپنا

اپنا الزام دوسروں کو دیتا ہے سدا
 اپنے ماتحتوں کے دیتے ہیں تھوپ اپنی خطا

ٹھوٹکار بگیرے جب تک بگڑ جاتا کام
 افسروں کا بھی یہی شیوہ ہے وقت باز پرس

تشریح الفاظ:- ٹھوٹ کارگیر۔ اناڑی دستکار۔ شیوہ، عادت۔ بارپرس، معلوم کرنے کا وقت۔ سر تھوپنا، سر منڈھ دینا۔

مطلب:- ۱۔ جب کسی اناڑی دستکار سے کوئی کام خراب ہو جاتا ہے تو وہ اپنی نالائقی کا الزام افسروں کے سر لگا دیتا ہے۔

۲۔ اسی طرح افسروں کی عادت ہے کہ جب ان سے کوئی بات معلوم کی جاتی ہے تو وہ اپنی غلطی یا تحت لوگوں کے ذمہ دھردیتے ہیں۔

خوشامد کے معنی

خوشامد کرتے ہیں آ کے جو لوگ
خوشامد پر نہ ان کی چھو لنا تم
کہ جو ہم نے بیاں کہیں خصلتیں نیک
تمہاری ہر دم اسے ارباب دولت
وہ گو یا تم کو کرتے ہیں ملامت
ہیں ان میں سے تم میں ایک خصلت

تشریح الفاظ:- ارباب دولت، رئیس لوگ۔ خوشامد پر، پھولنا، خوشامد پر
اتلانا۔

مطلب:- ۱۔ ۱۔ ۱۔ دو متمذ لوگوں کو جو لوگ ہر وقت تمہاری خوشامد کرتے رہتے ہیں۔
۲۔ تم کو ان کی خوشامد پر اتلانا نہیں چاہیے۔ کیونکہ اس طرح وہ تمہاری بُرائی بیان کرتے ہیں۔

۳۔ کہ ہم نے جو نیک عادتیں بیان کی ہیں ان میں سے ایک عادت بھی تمہارے اندر نہیں ہے۔

تدبیر قیام سلطنت

تدبیر یہ کہتی تھی کہ جو ملک ہو مفتوح اور عقل خلافت اسکے تھی یہ مشورہ دیتی ہے۔ رائے نے فرمایا کہ جو کہنی ہے تدبیر کرنے کے ہیں جو کام وہ کرتے رہو لیکن واں پاؤں جمانے کے لئے تفرقہ ڈالو یہ حرف سبک بھول کے منہ سے نہ نکالو مانو اسے۔ اور عقل کا کہنا بھی نہ ٹالو جو بات سبک ہو اسے منہ سے نہ نکالو

تشریح الفاظ:- مفتوح، فتح کیا ہوا۔ تفرقہ، پھوٹ، نا اتفاقی۔ پاؤں جمانا، اپنا قبضہ بڑھا لینا۔ حرف سبک، ہلکے الفاظ، بُری باتیں۔
مطلب:- ۱۔ تدبیر، ہوشیاری اور صحیح رائے یہ مشورہ دیتی ہے کہ جس ملک کو فتح کیا جائے۔ اگر وہاں حکومت کرنی ہے۔ تو اس ملک کی رعایا میں نا اتفاقی پیدا کر۔
۲۔ لیکن اس کے خلاف عقل کی رائے یہ ہے کہ کوئی بھی ہلکی سی بات منہ سے نہیں نکالنی چاہیے۔

۳۔ لیکن رائے یہ کہتی ہے کہ تدبیر جو مشورہ دے رہی ہے۔ اس پر بھی عمل کرو۔ اور عقل کے مشورہ پر بھی چل کر دیکھو۔
۴۔ بات دراصل یہ ہے کہ جو کام کرتے ہیں۔ انہیں ہر طریقہ سے کرتے رہو۔ لیکن ہلکی اور نازیبا باتیں کبھی بھی منہ سے مت نکالو۔

مرد اور عورت کی حکومت کا فرق

پوچھا کسی دانا سے سبب کیا ہے کہ اکثر مردوں کی حکومتیں ہیں۔ لیکن عورت کی حکومتیں۔
مردوں کی حکومتیں ہیں۔ لیکن عورت کی حکومتیں۔
واں ملک ہے سرسبز اور آباد رعیت ہے۔

قبریا کہ ہوتے ہیں جہاں مرد جہاں دار اور سر پہ ہے عورت کے جہاں افسر شاہی
قبضہ میں ہے وہاں عورتوں کے دولت و مکنت سمجھو کہ ہے اس ملک میں مردوں کی حکومت

تشریح الفاظ:۔ بڑی گت، بڑی حالت۔ جہاندار، حاکم۔ مکنت، اختیار، دولت۔ افسر شاہی، بادشاہت۔

مطلب:۔ ۱۔ کسی مقام پر یہ معلوم کیا کہ مردوں کی حکومت میں ملک کی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ اس کی خاص وجہ کیا ہے؟

۲۔ لیکن اس کے خلاف جہاں پر عورتوں کی حکومت ہے۔ وہاں پر ملک خوشحال ہے۔ اور وہاں کی رعایا بھی خوش و خرم ہے۔

۳۔ اس کا جواب یہ دیا کہ جہاں پر مرد حاکم ہوتے ہیں۔ وہاں دولت اور اختیار عورتوں کے ہاتھ میں رہتے ہیں۔

۴۔ لیکن جہاں پر خالصتاً عورتوں کی حکومت ہوتی ہے۔ وہاں پر اختیارات مردوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ اس لئے وہاں کی حالت اچھی رہتی ہے۔

مغرور کی پہچان

مغرور زبیر کی کرتا ہے گرشکایت عمرو جنہوں نے آپ کو سب سے بھرا لیا ہے بڑا
تو سمجھو کرتا ہے اپنے مغرور کا اظہار بڑائی دیکھ نہیں سکتے غیر کی زہار

مطلب:۔ ۱۔ اگر ایک شخص دوسرے آدمی کے مغرور کی شکایت کرتا ہے۔ تو وہ اس کی آڑ میں اپنے مغرور کو مشہور کرتا ہے۔

۲۔ لیکن جن لوگوں نے اپنے آپ کو سب سے بھرا لیا ہے وہ دوسرے کی بڑائی

کسی طرح بھی نہیں دیکھ سکتے۔

کام اچھا کرنا چاہیے نہ جلد

کام اچھا کوئی بن آیا اگر انسان سے
کب کیا کیونکر کیا یہ پوچھنا کوئی نہیں
اُس نے کی تاخیر اس نے جس قدر اچھا کیا
بلکہ یہ یہ دیکھتے جو کچھ کیا کیا کیا

مطلب ۱۔ ۱۔ اگر کسی آدمی نے کوئی کام کیا ہو تو اس کے کرنے میں جس قدر بھی
دیر لگائی ہے اور اطمینان سے کیا ہے یہ اتنا اچھا کیا ہے۔
۲۔ کیونکہ لوگ کبھی یہ معلوم نہیں کرتے کہ تم نے کام کب کیا ہے؟ اور کیوں کیا
ہے؟ بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ جو کچھ کیا ہے وہ بہت اچھا کیا ہے۔ لہذا سب اچھا ہی
اچھا ہے۔

گدائے مہرم

ایک برہمن مورتی کے سامنے باصد نیاز
آن نکلا بانوا اک مانگتا کھاتا ادھر
جی میں آیا چھڑ کر قائل برہمن کو کرے
مورتی کے سامنے جب کہ حکا وہ التجا
مورتی نے کچھ بکھوڑی اور نہ دے سکتی ہے وہ
اتنے برہمن نے کہا ہے مانگنا بندہ کا کام
ہم نہیں دیتے ڈھکی تم جیسے ڈھبٹوں کی طرح
مانگتا تھا ہاتھ پھیلائے دعا بیٹھا کہیں
و کچھ صورت برہمن کی گیا بس تم وہیں
تاکہ توجہ کچھ نہ کچھ پاروں کو پور کر شریک
بالوالا کہ ہے تو بھی عجیب کوتاہ ہیں
ناحق اتنی التجا میں اس کے آگے تو نے کس
دے۔ نہ دے وہ اس سے کچھ مطلب نہیں اپنے نہیں
ہاتھ پھیلائے ہیں لیکن پاؤں پھیلائے نہیں

تشریح الفاظ: گدائے مہم ٹلنے والا فقیر۔ با صد نیاز، بڑی عاجزی کے ساتھ۔
 بانوا، آواز لگا کر مانگنے والا فقیر۔ محویت، مشغولیت۔ جم گیا۔ ٹھہر گیا۔ شرگیں،
 شرمندہ۔ التجا، درخواست۔ کوتاہ بین، نا سمجھ۔ ناحق، بیکار ہیں۔ اپنے تئیں،
 اپنے خیال میں۔ ڈھی دینا، ایک جگہ جم کر کھڑے ہو جانا۔ ڈھیٹ، بے شرم، نہ
 ٹلنے والا۔ پاؤں پھیلا نا، ایک جگہ جم جانا۔

مطلب :- ۱۔ ایک ہندو پنڈت ایک مورتی کے سامنے بڑی عاجزی سے
 بیٹھا ہوا ہاتھ پھیلا کر دعا مانگ رہا تھا۔

۲۔ ایک فقیر بھی پھری لگانا ہوا ادھر آنکلا اور جب پنڈت کو دعا مانگتے ہوئے
 دیکھا۔ تو وہیں کھڑا ہو گیا۔

۳۔ اس فقیر کے جی میں یہ خیال آیا کہ پنڈت کو چھپر کر شرمندہ کر دے تاکہ وہ
 شرمندہ ہو کر پھر اس طرح بیکار پوچا کرنا چھوڑ دے۔

۴۔ جب وہ پنڈت مورتی کے سامنے دعا مانگ چکا تو فقیر نے اس سے پوچھا۔
 کہ تم بیت ہی کیسے سمجھاؤ می ہو۔

۵۔ مورتی تجھے کیا کیا دے گی؟ آج تک اس نے کیا دے دیا ہے کہ تو بیکار میں
 اس سے ایسی دعا مانگ رہا ہے۔

۶۔ فقیر کی یہ بات سن کر پنڈت جی ہنستے ہوئے بولے کہ میرا کام تو مانگنا ہے
 میرے خیال میں یہ بات سبھی ہوئی نہیں ہے کہ یہ مورتی مجھے کچھ دے سکتی ہے یا نہیں۔

۷۔ ہم بے شرم اور نہ ٹلنے والے فقروں کی طرح ایک جگہ جم کر کھڑے نہیں ہوا کرتے
 ہم تو اپنے پر ماتا کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ دھرنادے کرو ہیں نہیں
 بیٹھ جاتے۔

بے اعتدالی

ذرا وصف اپنے سنوکان دھر کے
 جدھر ڈھل گئے ہو بسے بس ادھر کے
 توجیح اٹھے دو دن میں ہسائے گھر کے
 کہ اٹھ جائیں ساٹھی سب اکٹا یک کر کے
 تو فرصت ملے شاید اب تم کو مڑ کے
 کہ بس ٹھن گئے عزم جنگِ تنتر کے
 تو پھر گھاٹ کے آپ ہیں اور نہ گھر کے
 کہ چھپڑیں گے اب آپ تو زخ کو پھر کے
 رہیں پاؤں کے ہوش جس میں نہ سر کے
 غرض یہ کہ سرکار میں بیٹ بھر کے

تم اے خود پرستو طبیعت کے بندو
 نہیں کام کا تم کو اندازہ ہرگز
 جیگانے بجانے پہ آئی طبیعت
 جو بھرے میں بیٹھو تو اکٹھ نہ جینک
 اگر پل پڑے چوسرا اور گنجفہ پر
 پڑ امرغ بازی کا لپکا تو جانو
 چڑھا بھوت عشق و جوانی کا سر پر
 جو ہے تم کو کھانے کا چسکا تو سمجھو
 جو پینے پہ آو تو پی جاؤ اتنا
 جو کھانا تو یہی جو پینا تو ات گت

تشریح الفاظ :- خود پرست، اپنی تعریف کرنے والا۔ وصف، خوبیاں۔ کان
 دھر کے، غور سے۔ ڈھل گئے، چلے گئے۔ پل پڑے، توجہ کی۔ لپکا، شوق۔ ٹھن
 گئے، ارادہ کر لیا۔ جنگِ تنتر، تار والوں کی لڑائی۔ گھر کے نہ گھاٹ کے، بالکل
 بیکار۔ چسکا، شوق۔ آت گت، بہت زیادہ۔

مطلب :- ۱۔ اے اپنے آپ کو اچھا سمجھنے والو لوگو! تم اپنی خوبیاں غور سے سنو۔
 ۲۔ تمہیں کام کا ذرا بھی اندازہ نہیں ہے۔ بس جس طرف دھیان ہو جاتا ہے۔
 ادھر ہی ہو جاتے ہیں۔

۳۔ اگر گانے کا شوق ہو گیا تو اتنا گاتے رہے کہ ہسائے بھی پناہ مانگنے لگے۔

۴۔ اور اگر کہیں کسی طوائف کا گانا سننے بیٹھ گئے تو اس وقت تک اٹھنے کا نام نہیں لوگے۔ جب تک تمام لوگ اٹھ کر نہ چلے جائیں۔

۵۔ اگر چوسرا اور گنجف کھیلنے کا خیال آگیا تو ایسے مصروف ہو گئے کہ مر کر ہی اس کھیل سے فرصت مل سکے گی۔

۶۔ اگر مرغ اور بیڑ بازی کا شوق ہو گیا تو تانار کی بنگ کی طرح اسی کے ہو کر رہ گئے۔

۷۔ اگر کسی سے عشق و عاشقی کر بیٹھے تو پھر کسی کام کے بھی نہ رہے۔

۸۔ اگر کھانا کھانے کا شوق ہو گیا تو پھر روزت کی طرح وسیع شکم کو پوری طرح بھر کر ہی اٹھے۔

۹۔ اگر شراب پینے کا خیال آگیا تو اتنی پی لی کہ سر پیر کا بھی ہوش نہ رہا۔

۱۰۔ اگر کھانا کھانا ہے تو وہ بھی بہت زیادہ اور اگر کچھ مینا ہے تو وہ بھی بے حساب۔ غرض جو کام بھی کرنا ہے وہ بے حد و بے حساب کرنا ہے۔

طیب اپنی بیماریوں کے لئے پر غم نہ کیوں نہیں ہونے

بشر کے صدمہ سے ہوتا ہے ہر بشر کو بلال
یہ صدمہ گر خاطر کسی سے کسی کی پڑتا ہے
یہی بدبختیاں کہ ہوتے نہیں طیب مولوں
وہ جانتے ہیں کہ تھپ جائے گی خطا ہم پر

کو ایک جڑ کی ہیں سب بھتیاں صفار و کبار
تو اور کبھی آسے دینا ہے انفعال نثار
جو جل بسے کوئی ان کے علاج میں بیمار
کیا بلال کا اپنے گراس جگہ اظہار

تشریح الفاظ:۔ بشر آدمی۔ بلال، رنج۔ صفار، چھوٹے۔ کبار، بڑے۔ انفعال، شرمندگی۔ اقشار، نچوڑنا، بھینونا۔ تھپ جائے گی، ان کے سزاوار آئے گا۔

۱۔ طلبہ:۔ ایک آدمی کی تکلیف کو دیکھ کر دوسرے کو رنج ضرور ہو جاتا ہے۔
 کیونکہ تمام پھوٹے بڑے ایک ہی درخت کی ٹہنیاں یعنی ایک ہی آدمی کی اولاد ہیں۔
 ۲۔ اگر وہ تکلیف کسی اور آدمی کی غلطی کی وجہ سے واقع ہو جاتی ہے۔ تو دوسرے آدمی کو اور
 بھی زیادہ شرمندگی اور رنج ہوتا ہے۔

۳۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک کسی کے علاج سے کوئی مر جاتا ہے تو وہ لوگ رنجیدہ
 نہیں ہوا کرتے۔

۴۔ کیونکہ انہیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر انہوں نے کسی شرمندگی کا اظہار
 کیا تو اس مریض کے سرے کا التزام ان پر عائد ہو جائے گا۔

اپنی ایک خوبی کو بار بار ظاہر کرنا

گو آدمی کا حافظہ کیسا ہی ہو تو وہی ہوتا ہے اس سے کار نمایاں کوئی اگر
 یہ تو وہ بھولتا نہیں ہرگز کہ چاہیے
 پر اتفاق سے نہیں رہتا یہ اس کو یاد
 کھولے نہ اپنی یاد پر انساں کو چاہیے
 پر کھول چوک ہے بشریت کا مقتضا
 کرتا ہے بار بار بیاں اس کو بر ملا
 ہر بار اپنی مدح کا پیرایہ ایک حکم
 یاروں تکیں بیان ابھی کر چکا ہوں کیا
 آخر بشر کا خاصہ ہے سہوا اور خطا

تشریح الفاظ:۔ بشریت، انسانیت، مقتضا، تقاضہ، کار نمایاں، بہت بڑا کام
 بر ملا، کھلے طور پر، خاصہ، خوبی، سہوا، بھول جانا، غلطی۔

مطلب:۔ ۱۔ ایک آدمی کی یادداشت چاہے کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو بھول جاتا
 اور غلطی کرنا اس کی فطرت میں داخل ہے۔

۲۔ جب کسی آدمی سے کوئی اچھا کام واقع ہو جاتا ہے تو اس کو سب کے سامنے

ساون طور پر بیان کرنا پھرتا ہے۔

۳۔ اسے یہ بات تو یاد نہیں رہتی کہ اپنی تعریف بیان کرتے ہوئے ہر مرتبہ الگ طریقہ سے بیان کرنا چاہیے۔

۴۔ لیکن اسے یہ بات یاد نہیں رہتی کہ میں اپنی بات دوستوں سے بیان کر چکا ہوں۔

۵۔ اپنی یادداشت پر آدمی کو اتنا غرور نہیں کرنا چاہیے بھول جانا اور غلطی کرنا تو انسان کی عادت میں داخل ہے۔

فضول خرچی کا انجام

سرے پر راہ کے بیٹھا تھا اک گدائے طرفین
ہر اک سے ایک دم مانگتا تھا بے کم و بیش
فضول خرچ تھا۔ تخی میں ایک دو لہتمند
ہوا جو ایک دن اس راہ سے گذرا اس کا
کہا فقیر نے گوانی یہ نہیں عادت
پہ لو لگا آپ سے میں پانچ کم سے کم دینا
یہی اللہ نلے رہے تو آپ کو بھی
سو وقت ہے یہی لینے کا خود بدولت سے

جہاں ہو گئے گدائے تھے سب صغیر و کبیر
سخی ہوا میں کہ مسک غریب ہو کہ امیر
کہ جس کا تھا کوئی اسراف میں نہ شبہ و شبہ
دم اک اس نے بھی جا ہا کہ بیچے نذیر فقیر
کہ لیں دم سے زیادہ کسی سے ایک شعر
کہ دولت آپ کی پاتا ہوں میں زوال پذیر
ہماری طرح سے ہونا ہے ایک روز فقیر
دکھائے دیکھئے پھر اس کے بعد کیا تقدیر

تشریح الفاظ:۔ گدائے طرفین، مسخرہ فقیر۔ بے کم و بیش، بیزگٹھائے بڑھائے۔ سخی، اچھی
طرح خیرات کرنے والا۔ مسک، بخوس۔ اسراف، فضول خرچی۔ شبہ، شکل۔ مثالی، نظیر،
اس جیسا۔ مثل شجر، جو کے ایک دانہ کے برابر۔ زوال پذیر، کم ہو جانے والی۔ اللہ نلے،
بڑھ کر خرچ کرنا۔ خود بدولت، آجناب سے۔ تقدیر کیا دکھائے، نہیں معلوم کس قسم کے

حالات ہو جائیں۔

مطلب :- ۱۔ ایک راتے میں ایک مسخر فقیر بیٹھا تھا۔ اس جاگہ سے امیر اور غریب ہر قسم کے لوگ گزرنے لگے۔

۲۔ ہر گزرنے والے شخص سے ایک درم مانگتا تھا۔ چاہے وہ شخص کتنوں ہو یا زیادہ سخاوت کرنے والا ہو۔

۳۔ اس آبادی میں ایک امیر آدمی بہت ہی دولت مند تھا۔ فضول خرچی میں اس کی مثال کسی کے ساتھ بھی نہیں دی جاسکتی تھی۔

۴۔ ایک دن جب وہ اس راستے سے گزرا تو اس نے بھی فقیر کو ایک درم دینا چاہا۔

۵۔ یہ دیکھ کر فقیر بولا کہ اگرچہ میری عادت یہی ہے کہ میں ایک درم سے زیادہ ایک جو کے برابر بھی کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔

۶۔ لیکن میں آپ سے پانچ اشرفیوں سے کچھ کم نہیں لوں گا۔ کیونکہ مجھے یہ معلوم ہے

کہ آپ کی دولت روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔

۷۔ اگر آپ کی فضول خرچیاں ایسی ہی رہیں تو ایک دن آپ بھی میری طرح فقیر

ہی بن جائیں گے۔

۸۔ لہذا آنجناب سے لینے کا وقت اور صحیح موقع یہی ہے۔ انہیں معلوم اس کے

بعد تقدیر کیا رنگ دکھائے۔

اختلاف مذاہب میں ہو سکتا

جو چلا آتا ہے باہم اہل مذہب میں خلاف
رفع ہو سکتے ہیں کیونکہ ہر پزاروں اختلاف

غیر ممکن ہے کہ اٹھ جائے دلیل و بحث سے
ہو نہیں سکتا مطابق جبکہ دو گھڑیوں کا وقت

تشریح الفاظ:- ذابہدب، مذہب کی صحیح - یا ہم، آپس میں - رفع، دُور -
مطلب :- ۱۔ یہ بات ممکن ہے کہ مختلف مذہبوں میں جو اختلاف ہے۔ وہ دلیلیں
دینے اور بحث کرنے سے دُور نہیں ہوسکتا۔

۲۔ جب دو گھڑیوں کا وقت بالکل ایک جیسا نہیں ہو سکتا تو مذہبوں کے
سینکڑوں اختلاف کس طرح دُور ہو سکتے ہیں۔

انسان اشرف المخلوقات ہے یا وہ مورِ آفات ہے

دل میں جو کیفیتیں ہیں ناگوار
ایک فکر اس آئے والے وقت کی
دوسرے چوبیس زبانِ شلق کی
اور بھی حیوانِ ناطق کے لئے
پرگرھے اور حیوانات سب
کیسا ان آلام سے رہتا چھتتا

وہ ہیں ان میں سے نہایت جانگزا
شک نہیں ہے جس کے آنے میں ذرا
زخم ہوتا کما زخم ہے تلوار کا
پہل بہت سی زخمیں ان کے سوا
رہتے ہیں دُور۔ ان گزندوں کا سارا
اشرف المخلوق اگر ہوتا گدھا

تشریح الفاظ:- اشرف المخلوقات، جاندار حیروں میں سب سے بزرگ اور بڑا۔
مورِ آفات، مہلتیں اُٹھانے والا۔ جانگزا، جان تو تکلیف دینے والی حیوانِ
ناطق، بولنے والا جانور، یعنی آدمی۔ زخمیں، تکلیفیں۔ گزند، تکلیف۔ آلام،
مہلتیں۔ چھتتا، بے فکر۔

مطلب :- ۱۔ انسان کے دل پر جو ناگوار حالتیں اور باتیں گذرتی ہیں۔ ان
میں سے دُور سب سے زیادہ مضر اور تکلیف دینے والی ہیں۔

۲۔ ایک توہمے کی فکر جس کے متعلق کسی بھی انسان کو ذرا بھی انکار نہیں ہے۔

۳۔ دوسرے لوگوں کے اعتراضات۔ تین سے کوئی بھی بچا ہوا نہیں ہے۔ اور اس کا زخم تلوار کے زخم سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔

۴۔ اس بولنے والے جانور کے لئے ان تکلیفوں کے علاوہ اور بھی بہت سی تکلیفیں ہیں۔

۵۔ بسکین گدھے اور دوسرے جانور ان تمام تکلیفوں سے بچے ہوئے ہیں۔
۶۔ اس لئے اگر یہ جانداروں میں سب سے بلند مرتبہ اور افضل ہے۔ اگر گدھا ہوتا تو وہ ان تمام تکلیفوں سے بچ کر سب سے زیادہ آرام سے رہتا۔

چنڈو بازی کا انجام

پوچھنا صحیح ہے کہ اس کام کا آخر انجام؟
زندگانی کو وداع اور جوانی کو سلام
شہر کے کوچہ و بازار میں رہنا بدنام
جس دنیا میں ہونا ایسا نہ کرنا کوئی کام
نفس کشش کے گمراہ ہاتھ میں ہے اپنی زمام
لے نہ اس زہرِ بلاہل کا کوئی قبول کے نام
یہ تباہ کن برا ہونا ہے کیسا انجام
یرے انجام سے جب آکے ٹریگا خود کام
گو کہ کہتے ہیں نفیس موت کا سبب ختمہ و خام

ایک متوالے سے چنڈو کے وہ تھا ہوشیں ب
بولانا انجام وہی جو کہ ہے سب کو معلوم
آنکھ میں اپنے پرانے کی کھٹھرنابے قدر
جس حقیقی پورست ایسا نہ ہونا کوئی بوج
ہم یہ آئینہ ہے جو حال ہے ہونا اپنا
کہانا صحیح ہے کہ انجام ہو معلوم اگر
یہ تو کہتے ہو کہ انجام برا ہے۔ لیکن
یرے انجام کی تباہی ہوگی حقیقت روشن
مرنے والے ہی کو ہے موت کی لذت معلوم

تشریح الفاظ:- چنڈو بازی، نشہ پینا، متوالا، است، شوقین، ناصح، تصیوت
کرنے والا، وداع، رخصت، بقیہ، ذلیل، حقیقی، مرنے کے بعد کی زندگی، آئینہ

ہونا، بالکل صاف اور واضح ہونا۔ نفس سرکش، باغی خواہشات۔ زمام، لگام۔
زہر ہلاہل، مار ڈالنے والا زہر۔ گوکہ، اگرچہ۔ پختہ و خام، پکے اور کچے چھوٹے
اور بڑے۔

مطلب :- ۱۔ ایک شخص جو بہت زیادہ نشہ کرنے کا عادی تھا۔ ایک نصیحت
کرنے والے نیک شخص نے اس سے معلوم کیا کہ آخر اس نشہ بازی کا انجام کیا ہونا
ہے؟

۲۔ یہ سن کر اس نے جواب دیا کہ اس کا نتیجہ تو سب کو معلوم ہے۔ بس زندگی اور
جوانی دونوں اس سے ایک دن رخصت ہو جائیں گے۔

۳۔ اپنا اور غیر سب کی نظر میں بے عزت ہیں اور سارے شہر میں بدنام ہو چکے ہیں۔
۴۔ ہم نے آج تک ایسا کوئی کام کیا ہے۔ جس سے مرنے کے بعد کی زندگی بہتر
ہو جاتی ہے۔ اور نہ ہی آج تک ایسا کوئی کام کیا ہے جس سے دنیا میں ہی کوئی
اچھی قسم کی شہرت حاصل ہو جائے۔

۵۔ ہمارا تو جو بھی حال ہوتا ہے۔ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کیونکہ ہماری زندگی کی
یاگ ڈور تو ہماری خواہشوں کے ہاتھ میں آگئی ہے۔

۶۔ یہ سن کر وہ نصیحت کرنے والا نیک شخص بولا کہ جب تمہیں اپنا انجام اچھی طرح
معلوم ہے تو ایسے مار ڈالنے والے زہر کا تو کھول کر بھی نام نہیں لینا چاہیے۔

۷۔ تم توبہ اقرار کرنے ہو کہ تمہارا انجام بُرا ہوتا ہے لیکن تمہیں کیا یہ بھی معلوم ہے
کہ بُرا انجام کیا ہوتا ہے۔

۸۔ تمہیں اپنے بُرے انجام کی حقیقت اور اصلیت تو اس وقت اچھی طرح
معلوم ہوگی جب تمہیں اس سے واسطہ پڑے گا۔

۹۔ کیونکہ موت کی صحیح لذت کا پتہ تو صرف مرنے والے ہی کو ہوتا ہے۔ اگرچہ چھوٹے

اور بڑے سب ہی موت پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔

قوم کی پاسداری

اک مسلمان خاص نگریزوں پر تھالیوں تک نہیں چاہتے ہیں نفع پہنچے اپنے اہل ملک پر کارخانہ کاراجس کے کبھی چاقو نہ لیں خوردنی چیزیں جو یاں یعنی پڑتی ہیں انہیں الغرض اہل وطن کی پاسداری کو یہ لوگ سن کے حالی نے کہا ہے "حصرا نگریزوں پر کیا ہیں محبت میں سب اٹکھے اپنی اپنی قوم کے مکھیاں جتنی لگ جاتے ہیں پاس قوم میں ہاں بری اس عیب کے لئے اسے اس دنیا میں ہے اور قوموں سے انہیں لوگوں کو ہے یہ امتیاز ہو گا خوف ایسا نہ دشمن سے کسی دشمن کو یاں

یاس ان لوگوں اپنی قوم کا ہے کس قدر گو کہ ان کے نفع میں ہو ایک عالم کا ضرر اس کا ہو پچار ہندی بچنے والا اگر ان کو لندرننگا میں بس چلے ان کا اگر جانتے ہیں دین و ایماں اپنا قصہ مختصر ایک ہے ایک قوم اس عیب میں آلودہ تر یہ وہ خصلت ہے کہ مجبور اس پر ہے طبع بشر اچھے اچھے راست باز اور حق پسند اور دادگر چشم بد دور امت مرحوم لے جان پیرر حملہ جب کرتے ہیں کرتے ہیں یہ اپنی فوج پر جس قلب ہے ان سے اپنوں اور بیگانوں کو خطر

تشریح الفاظ :- پاسداری، لحاظ، خیال، نکتہ چینی، اعتراض کرنے والا، عالم، دنیا، ضرر، نقصان، خوردنی، کھانے کی جھر، منحصر کا مادہ۔ بنیاد آلودہ تر، زیادہ لتھڑی ہوئی یا گھری ہوئی خصلت، عادت۔ مجبول جہلت کی ہوئی، عادی بنائی ہوئی۔ طبع بشر، انسان کی طبیعت۔ راست باز، صحیح بولنے والے۔ چشم بد دور، بُری نظر نہ لگ جائے۔ امت مرحوم، معاف کی ہوئی قوم، مسلمان۔ امتیاز، تمیز۔ بیگانہ، اپنا۔ خوف، ڈر۔

مطلب :- ۱۔ ایک مسلمان انگریزوں پر خاص نظریے کے تحت اس وجہ سے اعتراض کر رہا تھا کہ یہ لوگ اپنی قوم کا کس قدر خیال اور لحاظ رکھتے ہیں۔

۲۔ یہ لوگ ہمیشہ یہ خواہش کرتے ہیں کہ ان کی تمام قوم کو فائدہ پہنچے۔ چاہے اس کی وجہ سے ساری دنیا کو تکلیف یا نقصان ہونے لگے۔

۳۔ اگر کوئی ہندوستانی راجس کا چا تو بیچ رہا ہو تو یہ اسے ہرگز نہیں خریدیں گے۔

۴۔ یہاں سے کھانے پینے کی چیزیں یہ لوگ مجبوری کی حالت میں خریدتے ہیں۔ اگر ان کا بس چلے تو وہ بھی لندن سے منگوانے لگیں۔

۵۔ غرض یہ کہ ان لوگوں کا دین اور ایمان اور مذہب یہ ہے کہ اپنی قوم کا ہر طرح خیال کیا جائے۔

۶۔ حاکی نے یہ باتیں سن کر کہا کہ صرف انگریز ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر ایک قوم کا یہی حال ہے۔

۷۔ اپنی اپنی قوم کے سب لوگ محبت کرتے ہیں کیونکہ انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے۔ اور سب اس بات پر مجبور ہیں۔

۸۔ قوم کے لحاظ اور خیال کے ارادے سے جان بوجھ کر جھوٹ بول جاتے ہیں اور بڑے بڑے سچ بولنے والے اور انصاف کرنے والے قوم کے سامنے جھک جاتے ہیں۔

۹۔ البتہ اس دنیا میں ایک قوم میں یہ باتیں بالکل بھی نہیں ہیں۔ یہ قوم ہماری اپنی ہی قوم ہے۔

۱۰۔ دوسری قوموں کے مقابلے میں ہماری قوم میں یہ خاص فرق ہے کہ ہم جب کبھی حملہ کرنا چاہتے ہیں تو اپنی قوم پر ہی حملہ کر دیتے ہیں۔

۱۱۔ کسی دشمن کو بھی اپنے دشمن سے متاثر نہیں لگنا جتنا ہمیں اپنے لوگوں سے ڈر لگتا ہے۔

غزلیات قدیم و جدید

قدیم غزلوں کی تمیز کے لئے حاشیے پر حروف "ق" لکھو دیگا ہے

قبضہ زو دلوں پر کیا اور اس سے سوا تیرا
گوسب سے مقدم ہے حق تیرا ادا کرنا
محرم بھی ہے ایسا ہی جیسا کہ ہے نا محرم
چچا نہیں نظروں میں یاں خلوتِ سلطانی قطعہ
عظمت تری ماننے میں کچھ بن نہیں آتی یاں
تو ہی نظر آتا ہے ہر شے یہ محیط ان کو
نشریں وہ احساں کے سرشار میں اور خود
بچھا ہے پرے بچھو اور اک کی سرحد کے
لماعت میں او تیرا اخصیاں ہے گوڑھ کمر
آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہکتی تیری
اک بندہ نافرماں ہے حمد سرا تیرا
بندے سے مگر ہو گا حق کیونکر اور تیرا
کچھ کہہ نہ سکا جس پر یاں بھید کھلا تیرا
کملی میں مکن اپنی رہتا ہے گدا تیرا
ہیں خیرہ و سرکش بھی دم بھرتے سدا تیرا
جو رنج و مصیبت میں کرتے ہیں کلا تیرا
جو شکر نہیں کرتے نعمت پہ اور تیرا
جس قوم نے رکھا ہے انکار اور تیرا
عصباں میں ہے ملائی ہے اقرار سوا تیرا
گھر گھر لئے پھرنی ہے بی بیغام صبا تیرا
ہر بول ترا دل سے نکرا کے گزرتا ہے
کچھ رنگِ بیاں حالی ہے سے جدا تیرا

تشریح الفاظ:- نافرماں حکم نہ ماننے والا۔ حمد سرا، تعریف کے گیت گانے والا۔
مقدم، اول۔ فائق، کیونکہ، کیونکہ وہی والے کیونکہ کو کیونکہ بولتے ہیں، اور لکھو
والے کیونکہ کہتے ہیں۔ محرم، آشنا، جاننے والا۔ نا محرم، نہ جاننے والا۔ چچا نہیں،

اچھا نہیں لگتا، پسند نہیں آتا۔ خلعتِ سلطانی، بادشاہ کا عطا کیا ہوا لباس مگن، خوش عظمت بڑائی، بزرگی۔ سمجھ میں نہیں آتی، سمجھ کہا نہیں جا سکتا۔ خیرہ، سیاہ یعنی گنہگار۔ گستاخ، نافرمان۔ دم بھرتا، آنس رکھنا، یاد رکھنا۔ محیط، احاطہ، احاطہ کئے ہوئے، گھیرے ہوئے۔ گلہ، شکایت۔ سرشار، بھرا ہوا، مست۔ نعمت، انعام، اچھی چیز۔ ادراک، عقل، سمجھ۔ رٹا، جائزہ۔ قوم، جماعت، گروہ۔ عھصیاں، گناہ، معصیت۔ آفاق، جمع آفاق کی، حد نظر، براہ دینا۔

مطلب :- اسے اللہ لوگوں کے دلوں میں اس سے زیادہ تیری محبت کیا ہو سکتی ہے کہ جو بزرگ تیرے احکام نہیں مانتے۔ وہ بھی تیری قدرت کی تعریف کرتے ہیں۔ یعنی گناہ گار لوگوں کو بھی تیری بڑائی اور بزرگی تسلیم ہے۔

۲۔ اگرچہ انسان کے لئے تیری بخشش اور احسان کا حق ادا کرنا رب سے پہلا فرض ہے لیکن انسان تیری بخشش اور احسانات کی کثرت کے مقابلے میں اتنی طاقت اور قوت نہیں رکھتا کہ تیری بخشش کا حق ادا کر سکے۔ یعنی تیری بخشش اور عطایت بے انتہا ہے۔ انسان کسی طرح اس کا بدلہ نہیں دے سکتا۔

۳۔ اسے اللہ تیری قدرت سے راز اتنے گہرے ہیں کہ کوئی شخص انہیں پورے طور سے کھول نہیں سکتا۔ جو تیرے راز سے واقف ہے۔ وہ بھی کچھ بتا نہیں سکتا۔ اور جو واقف نہیں وہ تو کچھ بتا ہی نہیں سکتا۔ یعنی تیرے راز کے بارے میں عالم بھی جاہل ہے۔

۴۔ تیرا تقیر اپنے پھٹے پرانے کبیل ہی میں خوش رہتا ہے۔ اسے بادشاہوں کا دیا ہوا لباس پسند نہیں یعنی تیرے فقیر کو تیری محبت کے سوا کوئی قیمتی چیز پسند نہیں۔

۵۔ تیری بزرگی کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ گستاخ اور لکڑے والا بھی سمجھ سے آنس رکھتا ہے۔

۶۔ جو لوگ غم اور مصیبت میں تیری شکایت کرتے ہیں۔ انہیں تو ہی ہر چیز کو گھیرے ہوئے نظر آتا ہے۔ یعنی غم اور تکلیف میں تو جن لوگوں کی امداد نہیں کرتا وہ بھی تجھ پر ایمان رکھتے ہیں۔

۷۔ جو لوگ تیری طرف سے انعام حاصل ہونے پر بھی تیرا شکر ادا نہیں کرتے۔ وہ تیری رحمت اور بخشش کے نشے میں مرت ہیں۔ اگرچہ وہ منہ سے شکر ادا نہیں کرتے۔

۸۔ جو لوگ تیری ہستی کے منکر ہیں۔ وہ تجھے محفل کی حد سے باہر سمجھتے ہیں۔ یعنی تجھے ماننے والے اگرچہ تیری ہستی سے انکار کرتے ہیں لیکن یہ انکار اس لئے ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کی ذات محفل و خرد کی حد سے باہر ہے۔ اس لئے سمجھ میں نہیں آسکتی۔

دراصل وہ تیری ذات کے منکر نہیں۔ یعنی وہ یہ نہیں کہتے کہ خدا ہے ہی نہیں۔

۹۔ تیری ذات کا ادب اسی میں ہے کہ ہم تیری عبادت کریں لیکن گناہ کرنے میں تیری ذات کا یقین عبادت سے زیادہ ہے۔ یعنی جب ہم گناہ کرتے ہیں تو تیری بخشش اور رحمت پر عبادت گزاروں سے زیادہ یقین و ایمان رکھتے ہیں۔

۱۰۔ ساری دنیا میں تیری خوشبو کیوں نہ پھیل جائے گی۔ کیونکہ ہوا تیرا پیغام ہر گھر میں پہنچا رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر طرف خدا کی قدرت کے ہزاروں جلوے نظر آ رہے ہیں۔ تو ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیوں نہ ہو۔ (یہ اشارہ ہے اس ورثہ کی طرف۔

اَلَا اِنَّ اللّٰهَ لَفِي السَّمٰوٰتِ فَتَحٰرُوْنَ ۝۱۱

زمانہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ سو ان کا آگالو اور ان کو اوپر نہ جانے دو۔ ۱۲۔)

۱۱۔ اے حاکمی! تیرے ہر شعر سے دل متاثر ہوتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ تیرے شعروں کا انداز ہی نرالا ہے۔

کمال ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا۔ باقی ہے جو اب تک وہ ہے جلال تیرا۔

بھاریوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ
 کاوش میں ہے آہلی و گدرا میں ہے طہمی
 چھوٹے ہوئے میں گوجی پردل بندھے ہوئے ہیں
 گو حکم تیرے لاکھوں یاں نالتے رہے ہیں
 پھندے سے تیرے کیونکر جائے نکل کے کوئی
 آن کی نظر میں شوکت چینی نہیں کسی کی
 دل ہو کہ جان تجھ سے کیونکر عزیز رکھئے
 ہے پور زال سے دل اس کا قوی زیادہ
 ہے پاس دونوں کے تیری ہی نشانی

ہر دل پہ چھارہا ہے رعبِ جمال تیرا
 جو حل ہوا نہ ہو گا وہ ہے سوال تیرا
 ملنے سے بھی سوا ہے چھٹنا محال تیرا
 لیکن ملانہ ہرگز دل سے خیال تیرا
 پھیلا ہوا ہے ہر سو عالم میں جمال تیرا
 آنکھوں میں ہیں رہا ہے جن کی جلال تیرا
 دل ہے سو چیز تیری جان سوال تیرا
 رکھتی ہے آسرایاں جو پیر زال تیرا
 بار بکبھی نہ پائے زخم اندام تیرا

بیگانگی میں حالی - یہ رنگِ آشنائی
 سن سن کے سرزد نہیں گئے قال اہل حال تیرا

تشریح الفاظہ - کامل، مکمل، نفیس سے بری، پورا، کمال، تکمیل، پورا ہو جانا، ایدہ
 ہمیشہ، وہ مستقبل جس کی کوئی انتہا نہیں۔ جلال، بزرگی، بڑائی۔ ازل، کائنات کی
 ابتداء، نہایت قدیم۔ عارف پہچاننے والا۔ حق، آگاہ۔ منکر، انکار کرتے والا، اللہ
 کی ذات کو نہ ماننے والا جبریت، حیرانی۔ سکتہ، ایک مہر ہے جس میں جسم بے حس و حرکت
 ہوتا ہے۔ کاوش، محنت، مشقت (کا ویدن مصدر سے) اہم ہے، معنی ہیں، کھودنا۔
 آہلی، فلاسفوں کا وہ فرقہ جو کائنات کو ہر علم کا سرچشمہ سمجھتا ہے، سائنس دان، وگدرا۔
 تہذیب، ڈالوا ڈول ہونا۔ پور، بیٹھا۔ زال، رستم کے باپ کا نام۔ پور زال، زال
 کا بیٹا، یعنی رستم۔ پیر زال، بوڑھی عورت۔ اندام، مندرج ہونا، زخم کا اچھا ہونا۔
 بیگانگی، بیگانہ ہونا۔ واقفیت، آشنائی، آشنا ہونا، دوستی۔ قال، بات، گفتگو۔

حال، وجد۔

مطلب :- ۱۔ اے خدا! تیری ہی اکملیت ہے۔ جو ابتداء کے عالم ارواح سے مکمل ہے۔ اور وہ تیری ہی بزرگی ہے جو ہمیشہ قائم رہے گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

۲۔ اے خدا! تیرے حسن کا وہ بدبہر شخص کے دل پر چھایا ہوا ہے جو تجھے پہچانتے ہیں۔ انہیں تیرے حسن و جمال سے حیرانی ہے اور جو تیری ذات سے انکاری ہیں۔ وہ بے حس و حرکت ہیں۔ گویا انہیں سکتہ کا مرض ہو گیا ہے۔

۳۔ الہیات کا ماہر بھی سوت، محنت و مشقت سے کام لے رہا ہے اور سانسدان بھی نازیب میں مبتلا ہے۔ مگر کوئی شخص بھی تیرا سوال حل نہیں کر سکتا۔ یعنی اگر یہ سوال کیا جائے کہ خدایا کیا ہے تو دونوں لاجواب ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ذات کا نکتہ لایجل ہے۔

۴۔ اگرچہ ذات الہی کو پانے کے بارے میں رب کے حوصلے ٹوٹ چکے ہیں۔ مگر پھر بھی دلوں میں امید باقی ہے۔ اللہ کے خیال کو چھوڑ دینا اس کو یا لینے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ذات الہی کا خیال بندوں سے کسی طرح چھوٹا نہیں سکتا خواہ اسے کوئی پاسکے یا نہ پاسکے۔

۵۔ اے خدایا! ہم تیرے لاکھوں احکام کی تمبیل نہیں کرتے۔ پھر بھی تیرا خیال دل سے نہیں جاتا۔ یعنی اگرچہ ہم نافرمان ہیں۔ پھر بھی تجھے بھلا نہیں سکتے۔

۶۔ دنیا میں ہر طرف تیری قدرت کے جلوے بکھرے پڑے ہیں۔ اس لئے تجھ سے بے تعلق ہو جانا انسان کے لئے ناممکن ہے۔

۷۔ جن لوگوں کی نگاہوں میں تیری زندگی سما گئی ہے ان کی نظریں کسی اور کی شان و شوکت کوئی وقت نہیں رکھتی۔

۸۔ ہمارا دل بھی تیرا ہی ہے اور جان بھی۔ اس لئے ہم تجھ سے اپنے دل اور جان کو کیونکر غمزدگہ سکتے ہیں۔ یعنی تیرے لئے اپنا دل اور جان قربان کیوں نہ کریں۔ جب کہ یہ دونوں چیزیں تیری ہی عطا کی ہوئی ہیں۔

۹۔ اے خدا! دنیا میں جو لوڈھی خورت تجھ پر کھبر و سہر رکھتی ہے۔ اس کا دل رستم سے زیادہ طاقتور ہے۔

۱۰۔ اے خدا! ہمارے دل پر جو تیری محبت کا زخم ہے وہ کبھی اچھا نہ ہو۔ کیونکہ میرے پاس یہی لو تیری ایک نشانی ہے۔

۱۱۔ اے حاکمی! اپنے آپ کو ذاتِ الہی سے ناواقف سمجھنے کے باوجود تجھے خدا سے اتنی محبت ہے۔ وجد کرنے والے لوگ تیرے شاعر بن کر حال کھیلے گئے۔

دیر میں دشتِ جنوں کی تیرے عجب مزا خوشگوار دیکھا
 نہ اس سفر میں تکان دیکھی نہ اس لٹے میں خمار دیکھا
 نہ جی رکھائی سے تیری چھوٹے نہ بے نیازی سے اس ٹوٹے
 رہے سدا نامراد جو یاں انھیں بھی اُمید وار دیکھا
 رنجِ جہاں سوز تیرا دیکھا نظارہ افروز جس چمن میں
 نہ بیلبل و گل میں واں تعلق نہ سرو و تمری میں پیار دیکھا
 سوارِ محمل کی جستجو میں ہزاروں دشتِ طلب میں دور کے
 نہ محمل آیا نظر نہ ناقہ فقط تجھ اُٹھتا غبار دیکھا
 جو لاکھ میں ایک پر کہیں کچھ کھلا بھی قسمت سے بھید تیرا
 ملا نہ کھونج اس کا پھر کسی کو ہزار ڈھونڈا ہزار دیکھا
 لکن میں تیری نکل گئے جو نہ جمع کیے دریائے پُرخطر سے

گئے وہ کوو آنکھ بند کر کے نہ وار دیکھا نہ پار دیکھا
 بچے ہوئے کا ہتھوں سے یاں کی وہی ہیں جو نیرے ہو رہے ہیں
 وگرنہ زخموں سے حادثوں کے ہر آگ کا سینہ فگار دیکھا
 چمن میں کھولے سے جا بھی نکلے اگر کبھی واغدار نیرے
 گل آن کی نظروں میں چھتے دیکھا کھٹکتے آنکھوں میں خار دیکھا
 خیر نہیں یہ کہ کیا ہے۔ کیا ہے۔ کون ہے۔ اور تو کہاں ہے
 یہ اپنے میں اور کچھ میں ہم نے علاقہ اک استوار دیکھا
 سلوک میں نیرے سبے شکاں وہ گہ تر سا ہوں یا مسلمان
 نہ آن سے کچھ تیرا بیر یا یا نہ ان سے کچھ تیرا پیار دیکھا
 سپر بھی دی تو نے تیغ بھی دی گروئیے ہاتھ باندھ سب کے
 جنھیں تھایاں اختیار سب کچھ انہیں بھی بے اختیار دیکھا
 بشر سے کچھ ہو سکے نہ حالی تو ایسے جننے سے فائدہ کیا
 ہمیشہ بیکار تجھ کو پایا کبھی نہ سرگرم کار دیکھا

تشریح الفاظ:۔ تکان، تھکن۔ خار، نشہ کا اتار۔ رکھائی، روکھاپن۔ بے
 نیازی، بے پروائی۔ جہاں سوز، دنیا کو جلا دینے والا، اپنے حُسن کی گہری سے دنیا کو
 جلا دینے والا۔ نظارہ افروز، منظر کی رونق بڑھا دینے والا۔ جلوہ گر، ظاہر۔
 قمری، فاختہ، جسے شعرائے سرو کا عاشق قرار دے رکھا ہے۔ محل، بوجھ رکھنے
 کی جگہ (ظرف مکان ہے) مراد اونٹ کا کجاوہ۔ دشت، طلب، تلاش کا جھگل۔
 (یہاں شاعر نے تلاش کو جھگل قرار دیا ہے اس طرز بیان کو استعارہ کہتے ہیں۔)
 ناقہ، اونٹنی۔ بھار، گرد۔ کھوج، پتہ، نشان۔ لگن، محبت، عشق۔ وار، وریا

کا ادھر آنا۔ پار، دریا کا سر لاکنارہ۔ واغدار، محبت کا داغ رکھنے والے نظر میں چھینا، پسند نہ آنا، کسی چیز کو ناقص سمجھنا۔ آنکھوں میں کھٹکنا، پسند نہ کرنا، عداوت رکھنا۔ علاقہ، رشتہ۔ واسطہ، تعلق۔ استوار، مضبوط۔ گبر، آتش پرست۔ نرسا، عیسائی۔ بیرو دشمنی۔ سپر، ڈھال۔ بشر، آدمی، انسان۔ سرگرم، مصروف۔ کار، کام۔

مطلب :- اتیری دیوانگی کے جنگل کی چاہت میں عجیب سہا تا مزا ہے۔ نہ اس سفر میں انسان تھکتا ہے نہ یہ نشہ کبھی اترتا ہے۔ مطلب یہ کہ تیری طلب کی دھن میں انسان کو جو تکلیفیں پیش آئیں۔ وہ راحت معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہ دھن کسی طرح کم نہیں ہوتی۔

۲۔ اے خرابا نہ تو تیرا رو دکھا پن دیکھ کر تجھ سے دل پھرتا ہے۔ نہ تیری لاپرواہی دیکھ کر امید ٹوٹتی ہے۔ دنیا میں جن لوگوں کی کبھی مراد نہیں آئی ہے وہ تجھی تجھ سے نا امید نہیں ہوتے۔

۳۔ اے خرابا جس باغ میں تیرے چہرے کا دنیا کو جلا دینے والا حسن جلوہ گر دیکھا وہاں نہ پھول اور بلبیل کے مابین آنس تھا نہ سرو اور فاختہ کے مابین محبت تھی۔ بلکہ وہ سب تیرے جمال میں محو اور تیرے حسن کے سو دوائی ہو رہے تھے۔ مطلب یہ کہ خرابا کی محبت پیدا ہو جائے تو پھر دل میں کسی اور کی محبت نہیں رہتی۔

۴۔ ہزاروں لوگ کجاوے کے سوار کی تلاش میں، تلاش کے جنگل میں دوڑتے پھرے۔ مگر نہ کہیں کجاوہ نظر آیا۔ نہ اونٹنی۔ فقط کچھ گروڑاڑتی نظر آئی۔ مطلب یہ کہ ہزاروں لوگ خرابا کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں مگر ان کے ہاتھ خاک بھی نہیں آتی۔ (دیدار الہی اللہ کی مہربانی سے حاصل ہوتا ہے)

۵۔ اگر لاکھوں میں سے کسی ایک پر خوش قسمتی سے تیرا راز ظاہر بھی ہو گیا۔ تو بچا رہے

خود گم ہو گیا۔ یعنی وہ ایسا مست اور مجنون ہو گیا کہ دوسروں کو کچھ نہ بتا سکا۔
 ۶۔ جن لوگوں کو تیرا عشق ہو گیا۔ وہ پھر خطرناک دریا کو بھی خاطر میں نہ لائے۔
 بے دھڑک اس میں کود پڑے نہ انہوں نے دریا کے ادھر کے کنارے کو دیکھا۔
 نہ پر لے کنارہ کو۔ بلکہ عین منجھار میں چلتے رہے۔ مطلب یہ کہ عاشقِ حق کو
 جان کی پروا نہیں ہوتی۔

۷۔ دنیا میں ہر شخص کی چھاتی پر حادثوں سے زخم پیدا ہو رہے تھے۔ صرف
 وہی لوگ دنیا کی تکلیفوں سے بچے ہوئے ہیں جنہوں نے تجھ سے لولکائی ہے۔
 ۸۔ وہ لوگ جو تیری محبت کے داع کھائے ہوئے ہیں۔ اگر کبھی غمرازی طور
 سے کسی باغ میں آئے تو انہوں نے پھولوں کو پسند نہ کیا اور نہ کانٹوں کو۔ یعنی
 جنہیں تیری محبت کی نعمت مل چکی ہے۔ وہ دنیا کی کسی چیز کی چاہت نہیں رکھتے۔
 ۹۔ اے خدا! اگرچہ ہمیں یہ خبر نہیں کہ تو کیا ہے۔ اور کیا ہے اور کہاں ہے۔
 اس کے باوجود تیرے اور ہمارے درمیان ایک مضبوط رشتہ ہے۔ یعنی خدا
 کی خفیت سے ناواقف ہونے کے باوجود انسان اور خدا کے درمیان ایک
 مضبوط تعلق ہے۔

۱۰۔ اے خدا! آتش پرست عیسائی اور مسلمان سب سے تیرا سلوک
 مساوی ہے۔ نہ کسی سے دشمنی نہ دوستی۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ
 کا سلوک اپنے سب بندوں سے مساوی ہے۔ کسی سے نہ دشمنی ہے نہ دوستی۔
 وہ سب کا مالک اور رازق ہے۔

۱۱۔ اے خدا! تو نے انسان کو ڈھال بھی دی ہے اور تلوار بھی یعنی کائنات
 کو تسخیر کرنے کا پورا پورا سامان دیا ہے۔ لیکن اس کے استعمال کرنے پر اصول
 اور ضابطے کی پابندی لگا دی ہے۔ گویا پورا اختیار دینے کے بعد بھی بے اختیار

رکھا ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں ہر شعبہ زندگی میں انسان پر اللہ کی طرف سے
فرائض عائد ہیں۔ انسان یا اختیار ہونے کے باوجود مجبور ہے۔ اسے ہر کامیابی
منشائے الہی سے حاصل ہوتی ہے محض اپنی قوت اور جبر و جبر سے حاصل نہیں
ہوتی۔

۱۲۔ اے حالی! اگر آدمی کوئی کام نہ کرے۔ تو ایسی زندگی کا کیا فائدہ ہے
ہم نے تجھے ہمیشہ بیکار ہی دیکھا۔ کبھی کام میں مصروف نہ دیکھا۔ مطلب یہ کہ
انسان کو دنیا میں بے کار نہ رہنا چاہیے۔

پر وہ ہولا کد کینہ شمر و نیر کا
مضمیوں ہے نقشِ دل میں ادینا مزید کا
تقل در میرا دسب اک بار کھل گئے
دیکھا ہے ہم نے عالمِ رحمت کو غول سے
شرمِ کرم کی ہیں یہاں پر وہ داریاں
ہے زور بانِ جذبہ توفیق درمیاں
ہے آسماں یہ تیرے جگر خار کا دماغ
تسکین نہیں مشاہدہ گاہ گاہ سے
دوزخ ہے گرو سیم تو رحمت وسیع تر
چھپتا نہیں جلال تمہارے شہید کا
کونین سے بھرے گانہ دامن امید کا
چھوڑا جب آرزو نے بھروسا کلید کا
ہے شش جہت میں قحطِ دل تا امید کا
انجام ایک ہو گا شقی و سعید کا
یاں امتیاز کیا ہے قریب و بعید کا
خونِ جگر میں نشہ ہے جامِ بنیذ کا
یار یہ روزہ دار ہے مشاق عید کا
لا تقطع جواب ہے صل من مزید کا

حالی کی ہیں یہی اگر شیوا بیانیاں
لے گانہ کوئی نام ظہیر و رشید کا

تشریح الفاظ۔ شمر حضرت امام حسینؑ کا قاتل۔ نیر، معاویہ بن ابی سفیان کا بیٹا۔

جلال، بزرگی، شہید گواہ، اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ کی راہ میں مارا جائے۔
 کینہ، دشمنی۔ **لِدُنْيَا مَزِيدًا** قرآن مجید کی آیت ہے **لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ الْأَرْضِ الْمَكْرُوهَةِ**
وَلِدُنْيَا مَزِيدًا اہل جنت کے لئے جنت وہ جو کچھ چاہیں گے ملے گا اور اس
 کے سوا ہمارے پاس کچھ اور بھی ہے۔ کونین، دو جہاں، شاعر کہتا ہے کہ۔
 چونکہ ہمارے دل پر اللہ کے اس وعدے کا پورا پورا نقش ہے کہ اللہ
 کے پاس بہشت کی نعمتوں کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے اس لئے
 دو جہاں سے امید کا دامن نہ بھریں گے۔ یعنی دونوں جہاں کی نعمتیں
 حاصل کر کے بھی ہم اور کچھ حاصل کرنے کے امیدوار رہیں گے۔

تقل، آلا، کلید، چابی۔ عالم رحمت، رحمت کی دنیا، اللہ کی مہربانیوں کی دنیا۔
 شش جہت، چھ اطراف، یعنی دائیں بائیں، سامنے پیچھے، اور اوپر نیچے، ہر دوسری
 دنیا۔ شرم کرم، رحمت کی شرم، رحمت کا پاس۔ سعید، نیک۔ شقی، ظالم، دوزخی۔
 پردہ داری، پردہ رکھنا، عیب دکھنا۔ نردبان، سڑھی توفیق، اللہ کی امراد۔ بعید،
 دور۔ جگر خوار، جگر پیسے والا، عاشق صادق۔ دماغ آسان پر ہونا، غرور کرنا۔
 نبید، جو کی شراب۔ مشاہدہ، دیدار، دیکھنا۔ گاہ گاہ، کبھی کبھی۔ مشاق، شائق،
 شوق رکھنے والا۔ **لَا تَقْنَطُوا آيَةَ** ہے **لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ** اللہ کی رحمت
 سے ناامید نہ ہو، **هَلْ مِنْ حَزَبٍ** آیت ہے، مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن دوزخ
 اہل من مزید کا نعرہ لگائے گی، یعنی اور لاؤ۔ شیوہ بیانی، رنگین کلامی فصاحت و
 بلاغت۔ ظہیر، مشہور فارسی شاعر۔ ظہیر الدین فارابی، اس کا کلام بہت مقبول
 ہے، یہ رشید الدین و طوطی سمرقندی کا شاگرد تھا، جو مشہور قصیدہ گو ہے۔
 مطلب :- جس کے حکم سے میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
 ان کے ساتھیوں کو بے پروا سے شہید کر دیا گیا۔

۲۔ اے خراب! شمر اور زید کی دشمنی پر لاکھوں پر دے ڈال دے تو بھی تیری راہ میں مارے ہوئے شخص کی غلطی اور بزدگی چھپ نہیں سکتی۔ (حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی)۔

۳۔ جب ہم نے چابی کا آسرا چھوڑ دیا تو تمنا کے سبب تاملے کیسارگی کھل گئے یعنی انسان نے جب عالم اسباب کو چھوڑ دیا تو کوئی تمنا باقی نہ رہی گویا سب تمنائیں پوری ہو گئیں۔

۴۔ ہم نے اللہ کی مہربانیوں کی دنیا کو خوب دیکھا ہے۔ وہاں کوئی ناامید دل موجود نہیں۔ یعنی دنیا میں کوئی شخص اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں۔ ہر شخص کو امید ہے کہ اللہ کچھ بر فضل و کرم ضرور نازل کرے گا۔

۵۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے تقاضے سے گناہ گاروں کے گناہ اسی طرح ڈھانپ لئے تو قیامت کے روز نیک اور بد دونوں کا انجام ایک ہی ہوگا۔ یعنی دونوں بخشے جائیں گے۔

۶۔ اگر اللہ کی امداد کا جذبہ سیرھی بن جائے تو دورا اور نزدیک میں کوئی فرق نہیں۔ یعنی اللہ انسان کو حکم دے تو قرب الہی حاصل کرنا مشکل نہ رہے۔

۷۔ نیرا عاشق صادق کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اسے خون جگر پی کر جو کی شراب کے پیالے کا نشہ چڑھایا ہوا ہے مطلب یہ کہ عاشق صادق جب عشق الہی میں مست ہوتا ہے تو وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔

۸۔ اے خراب! کبھی کبھی کے سکون سے دیدار حاصل نہیں ہوتا۔ تیرے روزہ دار (عاشق) کو تو عید کا شوق ہے۔ یعنی نیرا عاشق ہمیشہ کا سکون چاہتا ہے۔

۹۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر دوزخ بہت فریح ہے اور وہ قیامت کے روز اور ایندھن لاؤ، اور ایندھن لاؤ، کے نعرے لگائے گی تو اس کا جواب لا تقطوہے۔

کہ اے لوگو! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ یعنی تم ضرور بخشے جاؤ گے۔ دوزخ کے نعروں کی پرواہ نہ کرو۔

۱۰۔ اگر حالی کی نصیحت و بلاغت کا یہی عالم ہے تو اب لوگ ظہیر اور رشید کا نام بھی نہیں لیں گے۔ اور حالی ہی کا کلام پڑھا کریں گے۔

نعت

یا ملکی الصفات یا بشری القوا سے
تجھ سے ہوئی زندہ خلق جیسے کہ بارانِ خاک
دھوے روشن ترا تا بتی بے بینہ
قال ترا اور حال نشہ و حیرت میں چور
غیب سے بھی تجھے مانتا پھرتا تھا جب
اکھاہدایت کو نوحین ضرورت کے وقت
شان رسالت کی تھی تیری جہیں سے عیاں
گلہ نبی سعد کا جب کہ حیراتا تھا تو
دور پڑے سونے حق کاٹ کے سب بیڑیاں
راہب و تیس و حر رہ گئے دل تھا مگر
خاک تھی جس ملک کی زرع شرف و فساد
تو نے تحمل کیا قوم کا غلبہ تھا جب
چھوڑ گئے تھے صلف کا اور وہ بہت
تو نے کیا سر حق عارف و عامی پہ فاش

فیک دلیل علی انک خیر الورا سے
خلقک خصب الزماں بوشک مہیا الورا سے
صورت و سیرت تیری صدق پیر سے گوا
اور مہنا تیرا خدا اور بچھو نا خدا
دشت میں بھٹکا ہوا قافلہ بے رہنما
جیسے کہ ہنگامِ فحط قبلہ سے اٹھے گھٹا
گود سے پار یہ بھی کرنے چکی تھی خدا
گلہ آدم کچھ سونپ نکلی تھی قصدا
آئینوں کے جب پڑی کان میں تیری صدا
دیکھ کے تیرا قدم ہم قدم ایسیسا
تو نے اسی کو دیا ارض مقدس بنا
جب ہوئی مغلوب قوم تو نے ترحم کیا
تو نے کیا دام دام فرض سب انکا ادا
ایک کو سمجھا دیا ایک کو دکھلا دیا

ایک کے چہرے کا لگا ایک کو گھائل کیا
 پھر نہ کسی دین کا رنگ جہاں میں جما
 شرک ہو اضمحل اور کہا نہ تا ہیسا
 ہو گئے تھامیت مات اور نموت فنا
 مزابلہ بر چند روز باقی ہے نشو و نما
 لگتا ٹھٹھاٹھ کے رخاک میں اہل ہوا
 اسودوا بن کثیر خوار ہوئے سر ملا
 جس کو چلے آتے تھے کھوتے رہا تبا
 بھیج چکا تیرے ہاتھ ملت بیضا خا

چوٹ سے حق کی رہا دل نہ اچھوتا کوئی
 حجت حق کر چکا دین ترا جب تمام
 دیر ہوئے بحراغ اور صلوات یہود
 بچھ گئے آتش کدرے مٹھ گئے بتکدرے
 اٹھے بہت مدعی جیسے کہ سادوں میں گھاس
 غیرت حق نے مگر جلد لیا انتقام
 رہ گیا نام سجا کذب میں ضرب المثل
 سلسلہ انبیاء ختم نہ ہوتا اگر
 بس نہ رہا اشتباہ اب حق و باطل میں کچھ

تجھ پہ صلوات و سلام رب سموات سے
 روز و شب و صبح و شام قدر کو مال و جملے

تشریح الفاظ: نوت، وہ اشعار جو حضور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف
 و توصیف یا حضور کی ذات گرامی سے اظہار محبت و عقیدت کے طور پر لکھے جائیں
 نیک، فرشتہ، صفات، صفتیں۔ اوصاف قوی، قوی طاقت۔ خیر الورا، انسانوں
 میں سب سے اچھا۔ خیر الناس۔ باراں، برسا، بارش، خلقک، تیری پیدائش،
 خصیہ، سرسبزی۔ بحیا الوری، دنیا کی زندگی۔ بے بنیہ، بے دلیل بغیر ثبوت کے۔
 سیرت، عادت و اطوار اور حجان، طبیعت۔ گواہ شہادت، دینے والا۔ قال،
 گفتگو، قول، حال، وجد (ہاں مراد عمل) اور ہنا بچھونا، محاورہ ہے، یعنی ایک ہی
 چیز کی دھن رکھنا۔ رسالت، رسول ہونا، پیغمبر ہونا، نبوت۔ جیس، ماتھا۔ کلمہ،
 مولتیوں کا ریوڑ۔ نبی سعد، ایک قبیلہ کا نام، دانی حلیمہ اسی قبیلہ سے تھیں،

جب آپ بچپن میں حلیمہ دانی کے پاس بنی سعد میں تھے تو حلیمہ دانی کے بچوں کے ساتھ جو آنجناب کے دودھ پھائی تھے جنگل میں بکریاں چرا کرتے تھے، شہر میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ قضا، قضا و قدر، مشیت۔ بیڑیاں، بندشیں۔ مجبوریاں، رسم و رواج کی قیدیں۔ امی، اُن پڑھ، مراد اہل عرب، جو اس زمانے میں بالکل اُن پڑھ تھے۔ راہب، وہ عیسائی جو ترک دنیا کر کے جنگلوں میں فقیری کی زندگی بسر کرتے تھے، عیسائی فقیر۔ قمیس، پادری، عیسائی۔ چرا، دانشمند، نیکو کار، بزرگانِ دین۔ ہمراہ، پایہ پا، ساتھ ساتھ۔ انبیاء، نبی کی جمع۔ رسول، پیغمبر۔ لیغیر عن، کھیتی، زراعت۔ شرابرائی، شرارت۔ ارض مقدس، پاک زمین، حرم۔ کھل، بوجھ۔ اٹھانا، صبر کرنا، برداشت کرنا۔ ترخم، رحم۔ سلف، پہلے بزرگ۔ دام دام، کوڑی کوڑی، پیسہ پیسہ۔ سترحق، حق کا بھید۔ عارف، پہچان والا، معرفت والا۔ عامی، عام آدمی۔ معرفت سے، بے بہرہ۔ فاشی، ظاہر۔ چرکا، خفیف رحم، کھانسی، زخمی۔ پیغام، تعلیمات۔ دیر، عیسائیوں کے عبادت خانے، گرجے، صلوات، یہودیوں کے عبادت خانے، شرک کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا، بت پوجنا۔ مضمحل، سست، کمزور۔ کہانت، غیب کی باتیں بنانا۔ کاہن، غیب کی باتیں بنانے والا، ہبائزائل، کافر۔ بیٹھ گئے، ڈھے گئے۔ تثلیث، تین ہونا۔ ثنویت، مجوسی جو دو خدا ایک خالق خیر اور ایک خالق شر یعنی نیرواں اور اہرمین کو مانتے ہیں، اسی عقیدے کو ثنویت کہتے ہیں۔

تاریخی، دعویٰ دار، پیغمبری کے

دعویٰ دار۔ عزیمت، کورا کرکٹ، روزی۔ غیرت حق، اللہ کی غیرت۔ انتقام، بدلہ۔ اہل ہوا، جڑھیں۔ سباع، عرب کی ایک حسین عورت جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اسود، اسود غسی، جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ مسیلم نے سباع کو دعوت دیا کہ تم میرے ہاں آکر مجھ سے مناظرہ کرنا کہ معلوم ہو سکے کہ ہم دونوں

میں سچا دعویٰ کس کا ہے۔ وہ عورت مناظرہ کی عرض سے آئی۔ مسیلمہ نے اس پر اسے ڈورے ڈالے کہ اس نے مسیلمہ سے شادی ہی کر لی۔ اس زمانہ میں طلحہ بن کثیر نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا لیکن بعد میں تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ شاعر کہتا ہے کہ سجاح، اسود، طلحہ بن کثیر نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا یہ تینوں ذلیل خوار ہو گئے اور کاذب یا کذاب "جھوٹے" کہلائے۔ (استبہ، شکر، شہد، ملت بیضا، روشن قوم یعنی مسلمان۔ صلوة، رحمت۔ سلام، سلامتی۔ سموات، جمع سما کی، یعنی آسمان۔ مال، زمین۔ حصے، جمع حصات کی۔ ٹھیکریاں، سنگریزے۔

مطلب:۔ اے فرشتوں کی خوبیاں اور انسان کی قوتیں رکھنے والے نیرے نبوت ہی میں یہ ثبوت موجود ہے کہ تو انسانوں میں سچا اچھا ہے۔ ۲۔ آپ کی پیدائش سے خلقت اس طرح زندہ ہو گئی جس طرح بارش سے مٹی میں جان آجاتی ہے اس سے پھول اور سبزہ پیرا ہو جاتا ہے۔ آپ کی پیدائش کے زمانے کو سبیری اور دنیا کے لئے زندگی کا باعث ہے۔

۳۔ آپ کا نبوت کا دعویٰ بلا کسی دلیل کے صحیح ہے کیونکہ آپ کی صورت اور عادات و اطوارِ خلاق آپ کی سچائی کی گواہی دیتے ہیں۔ یعنی آپ کی شکل و صورت اور آپ کے اخلاق کو دیکھ کر انسان کو یقین ہے کہ آپ ضرور پیغمبر ہیں۔ ۴۔ آپ کی گفتگو اور عمل دونوں ایک ہیں یعنی آپ جو کچھ کہتے ہیں اسی پر عمل کرتے ہیں ہر بات اور ہر معاملہ میں خدایٰ کا خیال ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کی رہنمائی کے لئے اس وقت بھیجا جب لوگوں کا قافلہ بگلی میں راستہ بھول کر ادھر ادھر آوارہ پھر رہا تھا یعنی آپ کا ہلکا ہوا اس وقت ہوا جب دنیا بہت گمراہ ہو گئی تھی۔ اور اسے رہبر کی ضرورت تھی۔

۶۔ آپ لوگوں کو نیکی کی راہ بتانے کے لئے اس وقت اس میدان میں آئے جب لوگوں کو ہدایت کی اشد ضرورت تھی گویا آپ فحط سالی کے وقت ابرین کر نمودار ہوئے۔
 ۷۔ آپ کی پیغمبری کی شان آپ کے ہاتھ سے بچنی ہی میں ظاہر ہو رہی تھی یعنی آپ کی شکل و صورت میں بچنی ہی سے پیغمبری کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔

۸۔ جب آپ بچپن میں حلیمہ والی کے بچوں کے ساتھ ان کے قبیلے کی بکریاں چرا یا کرتے تھے۔ تو مشیتِ ایزدی نے اسی وقت ہی انسانوں کا کام آپ کے حوالے کر دیا تھا یعنی آپ کو پیغمبری دے دی تھی۔

۹۔ جب اہل عرب کے کانوں میں نیری آواز پڑی۔ تو وہ اپنے رسم و رواج کی سب قیدیں توڑ کر اللہ کی طرف دوڑ پڑے۔

۱۰۔ عیسائی نقیر، پارسی اور مسیحی دین کے بزرگ آپ کو پیغمبروں کے ساتھ دیکھ کر بیتاب ہو گئے۔ یعنی آپ میں پیغمبری کی شان دیکھ کر فریفتہ ہو گئے۔
 ۱۱۔ جس ملک کی مٹی شہرارت اور جھگڑے کی کھتی تھی۔ آپ نے اسے پاک کر کے حرم بنا دیا۔

۱۲۔ جب آپ کی قوم زبردست تھی تو آپ نے اس ظلم و ستم کو پروا نہ کیا مگر جب قوم مطیع ہو گئی تو آپ نے اس پر رحم کیا ظلم اور سختی کا بدلہ نہیں لیا۔
 ۱۳۔ پہلے بزرگ بعض کام ناممکن چھوڑ گئے تھے۔ آپ نے ان سب کاموں کو مکمل کر دیا۔

۱۴۔ آپ نے اللہ کا بھی معرفت والے لوگوں اور بے معرفت والے لوگوں دونوں کو سمجھا دیا اور ایک ایک کو یعنی سب معرفت والوں کو آنکھوں سے دکھا دیا۔ مطلب یہ کہ حضور کی تعلیمات سے اہل معرفت نے بھی اور عام انسانوں نے بھی حقیقت کا رازہ پایا۔

۱۵۔ اللہ کے عشق کی ضرب سے کوئی دل نہ بچا کسی نے معمولی زخم کھایا اور کوئی اچھی طرح زخمی ہو گیا۔ یعنی کسی نے اللہ کے عشق سے تھوڑا سا بہرہ (فائدہ) پایا اور کوئی اس میں خوب مدت ہو گیا۔

۱۶۔ جب آپ نے مذہب میں اللہ کی تعلیم مکمل کر دی تو پھر دنیا میں اور کوئی مذہب فروغ نہ پاسکا۔

۱۷۔ آپ کے مذہب کی تعلیم سے عیسائیوں اور یہودیوں کے عبادت خانے بے رونق ہو گئے۔ بت پرستی کا زور گھٹ گیا۔ غیب کی باتیں بنانے کی رسم ختم ہو گئی۔

۱۸۔ عیسائی مذہب کی رو سے ذاتِ خداوندی کی تین قسمیں ہیں۔

باب، بیٹا اور روح القدس یعنی خدا مسیح اور وہ روح جو اس پر نازل ہوئی تبتوتہ ہو جاتا۔ یہ آتش پرستوں راہبوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کی ذات سنی دوشاخیں ہیں۔ خالق خیر اور خالق شر۔ یعنی ایک نیکی کا خدا ایک بدی کا خدا۔ پیرداں اور اپرین توحید۔ یہ ایک اسلام کا عقیدہ ہے کہ ذاتِ خدا ایک ہی ہے۔ نہ اس کا باب نہ بیٹا

وہ زمان و مکان ذرائع و ایسا یہ سے آزاد ہے ہمیشہ ہے اور ہمیشہ رہے گا شاعر کہتا ہے کہ محمود رسالتاً علی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے آتش پرستوں کے آتش خانوں کی آگ بچھ گئی۔ بت پرستوں کے بنجانے ڈھے گئے تین خداؤں کا عقیدہ شکست کھا گیا۔ دو خداؤں کا عقیدہ مٹ گیا۔ مطلب یہ کہ اسلام نے توحید

(ایک خدا) کا عقیدہ پیش کر کے خدا کے متعلق غلط عقائد کو مٹا دیا۔

۱۹۔ اگرچہ پیغمبری کے بہت سے دعویدار دنیا میں پیدا ہوئے۔ مگر وہ ایسے ہی تھے جیسے

برسات میں گندگی کے ڈھیر چنیدوز کے لئے سبزہ آگ آتا ہے۔ مطلب یہ ہے پیغمبری کے جھوٹے دعویداروں کو اسلام کے مقابلے میں فروغ نہیں ہو سکا۔ ان کے دعوے کا زور چند روزہ گر ختم ہو گیا۔

۲۰۔ خدا کی غیرت نے پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں سے جلدی بدلہ لیا۔ وہ حرص کے بندے جلد ہی مٹی میں مل گئے۔ یعنی ہلاک ہو گئے۔

۲۱۔ ۲۲۔ اگر حضور رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کا پردہ اٹھا کر حق کو آشکار نہ کر دیتے تو نبوت کا سلسلہ ختم نہ ہوتا چونکہ حضور پر کجبت حق تمام ہو گئی۔ دین کامل ہو گیا۔ اور حقیقت کا پردہ اٹھ گیا۔ اس لئے نبوت کی ضرورت نہ رہی اور اللہ کے حضور خاتم النبیین پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کو خاتم النبیین کہا ہے۔ اب جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ وہ سبعا، اسود اور سلیمہ کی طرح جھوٹا اور کذاب ہے۔

۲۳۔ کنوئیں۔ کہاں کنوئیں سے مراد مذہب یا تعلیمات الہی یا حقیقت پر وہ ہے جس کنوئیں کو پھلے پیغمبر کھودنے چلے آئے ہیں اور وسیع کرتے گئے حضور نے اس کنوئیں سے ایک چشمہ پیدا کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ کھلے پیغمبر جس مذہب یا تعلیم دیتے آئے تھے، جس حقیقت کے پردے ایک ایک کر کے اٹھاتے آئے تھے حضور نے اس دین کو مکمل اور اس حقیقت کو عالم پر آشکارا کر دیا۔

۲۴۔ اسحق اور باطل میں (جھوٹ اور حق میں) کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کے ذریعہ روشن شریعت بھیج دی ہے۔

۲۵۔ حضور پر آسمانوں کے مالک کی طرف سے روز و شب صبح و شام ٹھیکریوں اور ریت کے ذروں کی تعداد اور مقدار کے برابر درود و سلام۔

جس گھر سے سراٹھایا اس کو ٹھہار کے چھوڑا
جو زہد پیری آیا اس کو گرا کے چھوڑا
گردن کشوں کو اکثر نیچا دکھا کے چھوڑا

اعشق تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا
ابراہیم سے ترساں احرار تجھ سے لرزاں
راہوں کے بلج چھینے شاہوں کے تاج چھینے

کیا منعموں کی دولت کیا زایدوں کا تقویٰ
 جس رہ گزریں بیٹھا تو غولِ راہ بن کر
 فریاد کو کہن کی لی تو نے جان شیریں
 یعقوب سے بشر کو دی تو نے ناصبوری
 لاگ اور اگاؤ دونوں ہیں دلگاز تیرے
 عقل و خرد نے تجھ سے کچھ پلپش جہان کی
 علم و ادیب ہیں دلیے ترے ہمیشہ
 افسانہ تیرا نگیں رو واد تیری دلکش

جو گنج تو نے تاکا اس کو لٹا کے چھوڑا
 صنعاں راست کو رستہ بھلا کے چھوڑا
 اور قیسِ عامری کو مہنوں بنا کے چھوڑا
 یوسف پارسا پر ہتیاں لگا کے چھوڑا
 پتھر کے دل تھے جن کے اُن کو رلا کے چھوڑا
 عقل و خرد کا تو نے خاکا اڑا کے چھوڑا
 ہر معرکہ میں تو نے اُن کو دلا کے چھوڑا
 شعر و سخن کا تو نے جاو بنا کے چھوڑا

اک دسترس سے تیری حاکی بچا ہوا تھا
 اُس کے بھی دل پہ آخر چرکا لگا کے چھوڑا

تشریح الفاظ: کھا کے چھوڑا، ختم کر دیا، گھر ٹھکانا، گھر کو برباد کرنا۔ ابرار جمع برکی، نیک لوگ۔ ترساں، ڈرے ہوئے۔ احرار، جمع حُر کی، یعنی آزاد لوگ۔ لرزاں، کاٹتے ہوئے زرد، نشانہ، داؤ۔ رائے، ہندوستان کے راجاؤں کا لقب گردن کش، سرکش، مغرور۔ نیچا دکھانا، شکست دینا۔ منعم، دولت مند۔ تقویٰ، خوفِ خدا، پرہیزگاری۔ تاکا، نظر جمائی۔ غول، چھلاوہ۔ صنعاں، ایک ولی کا نام (فرید الدین عطار اسی کے مُرید تھے۔ حضرت غوث الاعظم کی بدعا سے، صنعاں ایک عیبائی لڑکی پر عاشق ہو کر گمراہ ہو گئے اور عیبائیوں کے سُورچا تے پھرے۔ بعد میں اللہ نے ہدایت دی اور پھر راہِ راست پر آگئے۔ کوہن، پیار دکھونے والا۔ فریاد ایران کے بادشاہ خسرو پورہ نیر کے زمانے میں ایک انجینئر تھا۔ خسرو پورہ نیر کی ملکہ شیرین کی تجویز تھی کہ کوہ بے ستون کے پرلی جانب بکریوں کے گلے پالے جائیں۔ اور پیار لوکاں کر شیریں کے محل کے اندر تک ایک نہر تعمیر

کی جائے جس کے ذریعے بکریوں کا دودھ یہاں پہنچے شیریں نے پردے میں بیٹھ کر یہ تفصیل
 فرما دے کہ تباہی تو فرما دے شیریں کی آواز سن کر اس پر عاصق ہو گیا۔ اس نے خسرو پر دیز سے
 کہا کہ میں ایسی نہر کو تعمیر کروں گا مگر اس کے بدلے میں مجھے شیریں عنایت کر دی جائے
 خسرو نے یہ شرط مان لی اور فرما دے پہاڑ پر جا کر تھوڑا سا کھد کر شیریں کا ایک خیالی بت
 بنایا اور نہر کی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ وہ دن بھر تھوڑا بھار نہا اور اس بت کو دکھاتا
 رہتا۔ جب کام ختم ہونے کے قریب آیا تو خسرو پر دیز نے ایک عیار بٹھیا کو فرما دے کہ
 پاس بھیجا۔ وہ عیار پہاڑ پر گئی اور شیریں کا بت دیکھ کر چنپیں مار کر رونے لگی۔ فرما دے
 یو چھا کہ "تو آہ وزاری کیوں کرتی ہے" بٹھیا نے کہا کہ "جس کا یہ مجسمہ ہے وہ کل فوت
 ہو گئی ہے۔ یہ مجسمہ دیکھ کر روتی ہوں! فرما دے یہ سن کر وہی تیشہ اپنے سر میں مارا اور
 ہلاک ہو گیا۔) قیس عامری، جو قبیلہ عامر سے تھا (لعلیٰ نامی لڑکی کے عشق میں جو قبیلہ
 طے سے تھی۔ دیوانہ ہو گیا۔ اسی لئے قیس کو مجنوں بھی کہتے ہیں۔ قیس و لعلیٰ کے عشق کا قصہ
 عام مشہور ہے۔) یعقوب، حضرت یعقوب علیہ السلام (جو اپنے بیٹے حضرت یوسفؑ
 کی جدائی میں رور و کرنا بنایا ہو گئے تھے۔) ناصبوری، بے صبری۔ یوسفؑ،
 حضرت یوسف علیہ السلام (آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اور کنعان کے
 باشندہ تھے۔ اس لئے انہیں ماہ کنعان بھی کہا جاتا ہے۔ بھائیوں نے انہیں حسرت کی
 وجہ سے باہر لے جا کر کنعان کے کنوئیں میں پھینک دیا تھا۔ وہاں سے کسی قافلہ کا
 سردار انہیں مہر لے گیا جہاں انہیں زلیخا نامی عورت نے خرید لیا جو حضرت مصر
 (شاہ مصر) کی بیوی تھی۔ زلیخا حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی۔ اس
 نے حضرت یوسفؑ کو بدکاری پر آمادہ کرنا چاہا۔ آپ نے انکار کیا تو زلیخا نے بدکاری
 سے بچنے کے لئے حضرت یوسفؑ پر دست درازی کا الزام لگا کر انہیں قید کر دیا۔
 پورا قصہ قرآن مجید میں ہے۔) پارسا، پرنس کار، نیک حلین۔ پیمان، حبیب اللہ الزام۔

لاگ، دشمنی۔ لگاؤ، دوستی۔ دل گزار، دل کو نرم کر دینے والا۔ پتھر کے دل، پتھر جیسے سخت دل چلیقتش، چھڑ چھاڑ۔ خاکہ اڑانا، بدنام کرنا۔ دلے، مغلوب، مطیع۔ دلانا، کشتی دلانا، یعنی بچھاڑنا (اکثر کشتی کا لفظ حذف کر کے صرف دلانا بولتے ہیں) دلا کے چھوڑا، ہرا کے چھوڑا، نیچا دکھا دیا۔ رُوداد، کہانی۔ دل کش، خوبصورت۔ دسترس، رسائی، پہنچ۔ حیرکا، زخم، خراش۔

مطلب: ۱۔ شاعر عشق کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اے عشق! تو نے بہت سی قوموں کو ختم کر دیا۔ تو جس گھر میں پیدا ہوا۔ اسے برباد کر کے چھوڑا۔

۲۔ اے عشق! نیک لوگ تجھ سے ڈر رہے ہو۔ اور آزاد لوگ تیرے خوف سے کانپتے ہیں۔ کیونکہ جو بھی میرے داؤ پر آیا۔ تو اسے مغلوب کر لیا۔

۳۔ اے عشق! تو نے راجوں کی سلطنتیں اور بادشاہوں کے تاج چھین لئے۔ تو نے مغروروں کو شکست دے دی۔ مطلب یہ کہ عشق کی بدولت بادشاہ گدا اور مغرور عاجز ہو گئے۔

۴۔ اے عشق! وہ دولت مندوں کا مال ہو۔ یا پرہیزگاروں کی پرہیزگاری جس خزانے پر تو نے نظر جمالی۔ اسے لٹا دیا۔ مطلب یہ کہ امیر کی دولت اور عبادت گزار کی عبادت کو برباد کر دیتا ہے۔

۵۔ شاعر کہتا ہے کہ اے عشق! تو جس راستے پر چھلا وہ بن کر بیٹھ گیا۔ اس راہ پر صنعاں جیسا راہ نما نکلا تو تو نے اسے بھی راستہ بھلا دیا۔ یعنی تو صنعاں ایسے ولی کو بھی گمراہ کر دیتا ہے۔

۶۔ شاعر کہتا ہے کہ اے عشق! تو نے پیار کو کٹنے والے فریاد کی مٹی جان لے لی۔ اور قبیلہ عامر کے فیس کو پاگل بنا دیا۔

۷۔ اے عشق! تو نے حضرت یعقوب علیہ السلام ایسے پیغمبر کو بیٹے کے فراق

میں بھیر کر دیا۔ اور انہیں رُلا کر تاجینا کر دیا۔ اور پھر یوسفؑ ایسے نیک
چلن شخص برزنجی سے برکاری کا جھوٹا الزام لگوا کر انہیں قید کر دیا۔

۸۔ اے عشقِ اتیری دشمنی اور دوستی دونوں ہی دل کو نرم کر دیتے ہیں جو لوگ
تختِ اول رکھتے ہیں تو سب انہیں بھی رُلا دیا۔

۹۔ اگر عقل و خرد نے تجھ سے ذرا بھی چھڑ چھاڑ کی تو تو نے فوراً عقل و خرد کو

بدنام کر دیا۔

۱۰۔ اے عشقِ با علم اور شعور و شاعری ہمیشہ ترے مطیع رہے ہیں تو ہم ہر سیراں
میں انہیں نیچا دکھایا یعنی علم و ادب عشق ہی کے گل گاتے رہے۔ وہ عشق کی انگریز
مخالفت کریں تو پڑ جاتے ہیں یعنی عشق کے بغیر علم و ادب میں دلکشی اور دلچسپی قائم
نہیں رہتی۔

۱۱۔ اے عشقِ اتیری کہانی بہت خوبصورت اور شیریں کارکناری بہت ذرا پسند
ہے۔ شاعری کو تو نے جاو بنا دیا ہے۔

۱۲۔ اے عشقِ اتیرے ہاتھ سے جاکی بجا ہوا تھا۔ آخر کار تو نے اس کا دل بھی
زخمی کر کے چھوڑا۔ یعنی وہ بھی عشق میں مبتلا ہو گیا۔

تیرا ہی رہ گیا ہے لڑے لڑاک سہارا
اے آسمان پچاس بی تیرا بھی ہے اشارا
مذرت کیجور کل واں جانیکلے ٹھے فضا را
اے زاہد و تمہارا ہے اس میں کیا اجارا
آخر کو رفتہ رفتہ سب ہو گئے گوارا
جب ناو ڈگمگائی پاس آگیا کنارا

دیکھ اے امید کی جو ہم سے نہ تو کنارا
بول بے سببے مانہ پھرتا ہیں کسی سے
میں نہ کی خرابی جی دیکھ کر بھرا آیا
اک شخص کو تو تعجبش کی بے عمل ہے
دنیا کے فرخشوں سے جو اے تھے ہم اول
تو یقونے ہمیشہ کی منت پر خیریاں

انصاف سے جو دیکھا نکلے وہ عجیب سارے
 افسوس اہل دین بھی مانند اہل دنیا
 اُمت کو چھانت ڈالا کافر بنا بنا کر
 کیا پوچھتے ہو کیونکر رب نکتہ چینی ہوئے چپ
 جتنے منتر تھے اپنے عالم میں آشکارا
 خود کا (خود نما میں خود میں ہیں اور خود آرا
 اسلام ہے نقیبوں امنوں بہت تمہارا
 سیکھ گیا انہوں نے پریم نے دم نہ مارا
 حاکی۔ سے کام ہے یاں نعلوں سے اس کے کیا کام
 اچھا ہے یا برا ہے پھر یا رہے ہمارا

تشریح الفاظ:- کنار اکرتا، الگ ہوتا۔ قضارا، اتفاق سے بے عمل، بغیر
 (تیک) کام کئے۔ اجارہ، کھینک۔ زاہر، عبادت گزار۔ عابار، اسے عبادت
 کرنے والو! خرخشے، تھمیلے، مصائب۔ گوارا، قابل برداشت۔ توفیق،
 خدا کی امداد۔ وقت، موقع۔ عجیب، برائیاں۔ ہنر، خوبیاں۔ آشکارا، ظاہر۔
 خود آرا، خود پسند چھانت ڈالا، کم کر دیا۔ فقہیہ، شریعت کا ماہر، شریعت کی
 رو سے قانونی فیصلہ دینے والا۔ دم نہ مارا، کچھ نہ بولے، چپ ہو گئے۔ نکتہ چینی،
 عجیب جو، برائیاں بیان کرنے والا۔

مطلب ۱:- اسے امیرا تو ہم سے الگ نہ ہو جاتا۔ ہمیں اپنی تیری بروہی کا
 بھروسہ رہ گیا ہے۔

۲۔ اس طرح بلا سبب دنیا کسی کی مخالف نہیں ہوتی۔ ایسا معلوم ہوتا
 ہے کہ اس میں آسمان کا بھی ہاتھ ہے۔ یعنی دنیا ہم سے بلا سبب نہیں پھر گئی۔
 یہ سب کچھ قدرت کے حکم سے ہوا ہے۔

۳۔ شراب خانے کی طرف مذہب کے بعد کل گئے تو شراب خانے کی خرابی
 دیکھ کر رونا آ گیا۔ مطلب یہ کہ ملک و قوم کی حالت پر غور کیا تو ہم ان کے

نقائص معلوم کر کے ان کی حالت پر رو پڑے۔ قوم و ملک کو شراب خانہ کیوں کہا اس لئے کہ میخوار میخانے میں شراب پی کر مرت ہو جاتا ہے۔ محب وطن ملک اور قوم کی محبت میں مرت رہتا ہے اس طرح وطن کی محبت شراب اور وطن شراب خانہ بن گیا اس طرز بیان کو اصطلاح شاعری میں استعارہ کہتے ہیں۔

۴۔ ایک شخص بغرنیک کام (عبادت) کے بھی اللہ سے بخشش کی امید رکھتا ہے۔ تو اسے ایسی امید رکھنے دو۔ تم اللہ کے ٹھیکیدار نہیں ہو تم نے عمل (گناہ گار) لوگوں کو بخشش سے نا امید کرتے ہو۔

۵۔ ہم پہلے پہل تو دنیا کی مصیبتوں سے گھبر کر رہتے ہار بیٹھے تھے مگر آہستہ آہستہ مصیبتیں اٹھانے کے عادی ہو گئے اور مصیبتیں سردا نہتہ کرنے لگے۔

۶۔ اللہ نے ہمیشہ ہمیں موقع پر مدد پہنچائی جب بھی کشتی ڈوبنے لگی۔ اکاندار قریب آگیا۔ یعنی اللہ نے مدد پہنچا کر کشتی کو ڈوبنے سے بچایا۔

۷۔ دنیا میں ہماری خوبیاں جس قدر ظاہر تھیں انہیں جب انصاف کی نظر سے دیکھا تو اس میں دنیاوی مفاد نظر آتا تھا کہ لوگ ہمیں اچھا سمجھیں، نیک اور پارسا جائیں، نماز کا جو اعلیٰ مقصد تھا، وہ پورا نہ کیا۔ یعنی نماز سے اپنے نفس اور کردار کو نہ سنوارا اس طرح یہی نماز ہنر کی جگہ عیب بن گئی۔ یا فرض کرو ہم سجاوٹ کرنے تھے جن لوگوں کو خیرات یا امداد دیتے تھے۔ ان پر احسان جتاتے تھے انہیں اپنا دست نگر اور حقیر سمجھتے تھے اس طرح یہ نیکی بھی عیب کے برابر تھی۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے دنیا میں کسی خوبی کو بھی صحیح معنوں میں خوبی نہیں جانا۔ بلکہ ہر خوبی میں کچھ نقائص پیدا کر کے اسے عیب بنا دیا۔

۸۔ افسوس ہے کہ دنیا دار لوگ بھی دنیا دار لوگوں کی طرح خود غرض، ظاہر دار،

خود پسند اور مغرور ہیں۔

۹۔ شاعر کہتا ہے کہ اے شریعت کے ماہر و دانشور! تم کفر کے فتوے دے دے کر لوگوں کو قوم سے خارج کرتے ہو۔ اس طرح قوم میں کمی واقع ہو گئی ہے دین اسلام تم سے خفا ہے۔ (بہت ممنون ہے۔ طنز کے طور پر آیا ہے) یعنی ممنون نہیں۔

۱۰۔ شاعر کہتا ہے کہ کیا بتائیں ہم نے برا کیا کرنے سے واسطے کو کیونکر چپ کرایا۔ پس اس طرح کہ وہ برابر بکتے رہے۔ اور ہم چپے سنا کئے۔ آخر کار وہ تھک کر چپ ہو گئے۔

۱۱۔ ہمیں حالی سے کام ہے۔ اس کے افعال سے کوئی غرض نہیں۔ وہ اچھا ہے یا بُرا۔ بہر حال ہمارا دوست ہے۔

جب دیکھو آنسوؤں کے دامن بگم تمہارا
چھوڑے گا دکھا کے شاید عاشق کو غم تمہارا
ہے مصلحت کہ اکثر میرتے میں دم تمہارا
دلکش بہت تھا اور نہ بہت الحسنم تمہارا
اپنی نظر میں ہو گا اگر وزن کم تمہارا
آنا نہیں سمجھیں کچھ پیچ و خم تمہارا
بس جامِ حم تمہارا اور ملکِ حم تمہارا
دیکھا ہے ہم نے برسوں لطف و کرم تمہارا
احسان یہ نہ ہرگز بھولیں گے ہم تمہارا
ہے لاکھ لاکھ من کا ایک اک قدم تمہارا
گذرا ابھی ہے یاں سے فیل و خم تمہارا
گم ہے تمہیں میں یاروں باغِ ارم تمہارا

رو نامہ ہو گا حالی شاید یہ کم تمہارا
اکفت میں دم کچھ لذت ہے بڑھتی جاتی
عاقل میں شہر میں کم ناداں بہتاسی واعظ
دلجو نہیں کوئی یاں صیف اے صنم پرستو
گاہک کی قدر سے کچھ قیمت نہ پاؤ گے تم
دشتِ طلبے رستو طے ہو گے شکر طرح تم
دو بینواؤں کو بھی کچھ دم کے جانشینو
روسی ہوں یاقتاری ہم کو ستائیں گے کیا
کھولی ہیں تم نے آنکھیں اے حادِ ثوبہاری
ہوتے ہی تم تو پیدل کھد رو دیے سوارو
رستے میں گرنے کھہرے تو تم بھی جا ملو گے
پھرتے ادھر ادھر ہو کس کی تلاش میں تم

جادو رقم تو مانیں ہم دل سے تم کو حاکی
کچھ کر کے بھی دکھائے زورِ قلم تمہارا

تشریح الفاظ: - نم، تر، بھینگا ہوا۔ دم بدم، آہستہ آہستہ۔ عاقل، عقلمند۔ واعظ،
وعظ کہنے والا، نصیحت کرنے والا۔ دم بھڑنا، گرویدہ ہونا۔ دل جو، دل کو اڑالینے والا۔
صنم، بُت، عشوق۔ بیت الصنم، صنم خانہ، بت خانہ۔ گھاپک، خریدار۔ وراثت طلبیاً
آرزو کا جھگڑ۔ پیچ و خم، ٹیڑھا، سرچھاپن، پھیر گئی۔ حیم، ایران کا بادشاہ جمشید۔ روسی،
روس کے باشندے۔ تاتاری، ترک تاتار کے باشندے ترکستان۔ حادثہ، واقعہ، مصیبت۔
خیل و شتم، لاؤ لشکر۔ باغِ ارم، جنت۔ جادو رقم جادو لکھنے والا جس کی تحریر جادو کا
اثر رکھے۔

- مطلب ۱۔ ۱۔ اے حاکی! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیری گریہ و زاری کبھی کم نہ ہوگی۔
جب دیکھو تو ادا من آنسوؤں سے بھینکا ہوتا ہے۔
- ۲۔ محبت کا مزہ لفظ بہ لفظ بڑھتا جا رہا ہے۔ اس لئے عاشق محبت کو ترک نہیں
کرے گا اور محبت کا خم اسے انجام کار مار دے گا۔
- ۳۔ اے واعظ! شہر میں عقلمند آدمی کم ہیں اور بے وقوفت زیادہ ہیں۔ اس لئے
بہت سے لوگ بھلائی اسی میں سمجھتے ہیں کہ تیرے گرویدہ ہو جائیں۔ کیونکہ اگر عقلمند
لوگ واعظ کی برائی کریں۔ تو بیوقوفوں سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے۔ واعظ صاحب
بیوقوفوں کو اپنی حمایت میں کھڑا کریں گے۔
- ۴۔ اے بتوں کو پوجنے والے! تمہارا بت خانہ دل کو موہ لینے والا ہے۔ مگر اس میں
ایسا کوئی بت نہیں جو دل چھین لے۔ مطلب یہ کہ بت خانہ میں ظاہری ٹیپ ٹاپ تو
بہت ہے۔ مگر روحانی حظ مفقود ہے۔

۵۔ اگر تم اپنے آپ کو خود ہی کمتر سمجھتے ہو۔ تو کسی کی عزت افزائی سے تمہاری عزت بڑھ نہیں جائے گی۔ اگر اپنی عزت اور اہمیت بڑھانا چاہتے ہو۔ تو اپنے آپ کو بیش قیمت اور باعزت سمجھو۔

۶۔ اے تمنا کے جنگل کے راستوں ہم تمہیں کس طرح ملے کریں گے۔ تم ایسے پھیدہ ہو۔ کہ تمہاری پھیرگی کی کچھ سمجھ نہیں آتی۔ مطالب یہ کہ تمنا کو پورا کرنے کے لئے بہت جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اور بہت سی دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔

۷۔ ایران کا بادشاہ جمشید بہت شان و شوکت والا بادشاہ تھا۔ اس کا دربار بہت عظیم الشان تھا۔ جشن جمشید مشہور ہے۔ کہتے ہیں شراب جمشید ہی نے ایجاد کی تھی۔ اس کے پاس سونے کا ایک بڑا پیالہ تھا جس میں وہ شراب پیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس پیالے میں ساری دنیا نظر آتی تھی۔ اسی پیالے کو جامِ جم یا جامِ جہاں نما بھی کہتے ہیں۔ لیکن ہے کہ اس پیالے میں ساری دنیا کا نقشہ یا کرۂ ارض کی شکل ہی ہوئی ہو۔ اے بادشاہِ جم کی جاگ بیٹھنے والوں! کچھ فقروں کو بھی دو۔ ہم کچھ زیادہ نہیں مانگتے۔ جم کا ملک تو ہم ہی رکھو۔ ہمیں صرف جم کا پیالہ چاہئے۔ یعنی ہم سلطنت نہیں مانگتے۔ ہمیں تو شراب چاہئے۔ جو دنیا کے جھگڑوں سے بچ کر روے۔

۸۔ روس و نانا کے لوگ وقتاً فوقتاً ہندوستان پر حملہ کرتے تھے اور غارتگری کا بازار گرم کیا کرتے تھے۔ اگر نیا نیا حکومت کے زمانے میں ہندوستان پر یہ احسان جنایا کرتے تھے۔ کہ ہم نے تمہیں وسط ایشیا کی قوموں کے حملوں سے نجات دلا دی۔ اگر ہم ہندوستان سے چلے جائیں تو روس اور نانا کے حملہ آور پھر تمہیں ظلم و ستم کا تختہ مشق بنا لیں گے۔ شاعر انگریزوں کے اسی خیال کا جواب دیتا ہے کہ ہمیں روسی اور نانا کی اب کیا سائیں گے؟ ہم بے برسوں تمہاری مہربانیاں دیکھی ہیں۔ یعنی تمہارے بے شمار ظلم ہے ہیں۔ یہاں لطف و کرم طنز کے طور پر ظلم و ستم کے معنی میں آیا ہے۔

۹۔ اے مہینہ تو تم نے ہمیں ہوشیار اور تجربہ کار بنا دیا۔ یہ ہم پر تمہارا ایسا احسان ہے۔

جو ہم کبھی نہ بھولیں گے۔

۱۰-۱۱-۱۲۔ اے وہ لوگو! جن کا اقتدار جاتا رہا ہے تم نے تو اقتدار کے جلتے ہی ہمت
باردی۔ ذرا کوشش کرو تو تم اپنا کھویا ہوا اقتدار اور لاکھ لشکر جلد پا لو گے سوار سے
مراد یا اقتدار یا امیر لوگ ہیں۔ اور پیل سے مراد بے اقتدار یا غریب لوگ ہیں۔ قدم
لاکھ لاکھ من کا ہو جانا۔ محاورہ ہے۔ قدم بھاری ہو جانا یا چلتے کی ہمت نہ رہنا۔

۱۲۔ اے دوستو! تم باغِ حینت کی تلاش میں ادھر ادھر کیوں مارے مارے پھرتے
ہو۔ وہ تو تم میں ہی موجود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قوم کی بہت قوم کی جدوجہد اور ہمت
میں موجود ہے۔ اگر کوشش کرو تو تم اسے پاسکتے ہو۔

۱۳۔ اے حاکمی! ہم تیری تکریر کو جاو کا اثر رکھنے والی تحریر مان لیں لیکن تیرا نور
بیان اپنا کچھ اثر دکھائے تو ہی۔

یہ نیچا ہے بس اب کوچ کا تم سمجھو زما تل
جانا ہے وہاں پھر کے جہاں سے نہیں آنا
گویا نہ رہا اب کہیں دنیا میں کھٹکانا
جس دن کو یہ دونوں نہ ہوں دن دکھانا
چھل بل میں تم اس زال فسونگر کی نہ آنا
تھا آبِ بفا گھر میں مگر ہم نے نہ مانا
اب واقعہ سب اپنا پڑا ہم کو سنانا
وہ دن کہ جس دن ہے اسے چھوڑ کے جانا
فرمایا خبر وار کہ نازک ہے زمانا
ڈھارس سی کچھ اے ہم قدر تو تم سے بندھی ہے

وہ دل بے شگفتہ نہ وہ بازو ہیں تو انا
خود مہر و وطن سے ہے دواعی کے سفر میں
وئی سے نکلتے ہی ہوا جینے سے دل سیر
یارب طلبِ نصل ہو یا ہو ظرب و وصل
دنیا کی حقیقت نہیں جز حسرت و حرماں
افسوس کہ نخلت میں کتا عہدِ جوانی
یاروں کو ہمیں دیکھ کے عبرت نہیں ہوتی
دنیا میں اگر ہے بھی فراغت کا کوئی دن
نی ہوش میں آنے کی جو ساقی سے اجازت

حالی کو کہیں راہ میں تم چھوڑ نہ جانا

تشریح الفاظ: شگفتہ، کھلا ہوا۔ توانا، مضبوط مہر وطن، وطن کی محبت۔ وداع، رخصت، جدائی۔ سیر، بزار طلبِ وصل، ملنے کی آرزو، ولی کے ملنے کی آرزو و طربِ وصل، ملنے کی خوشی، ولی میں پہنچ جانے کی خوشی۔ حراماں، مایوسی، ناکامی۔ چھیل بیل، فریب، دھوکہ۔ زال، بوزھی۔ فسوں گر، جا دو گر۔ آبِ یقا، آبِ حیات، زندگی کا پانی۔ جسے پی کر انسان کو ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ عبرت، سبق لینا، ہوشیار ہونا۔ فرائض، فارغ ہونا، غم و آلام سے فارغ ہونا، اطمینانِ قلب۔ ڈھارس، حوصلہ۔ ہمقدم، ہم سفر، ساتھی، مسافر۔

مطلب ۱-۱۔ اب نہ دل کھلا ہوا ہے۔ نہ بازو میں زور ہے۔ بس اب یہ جان لو کہ رخصت کا وقت آگیا ہے۔ یعنی بڑھے ہو گئے موت کا وقت۔ تشریح آگیا ہے۔

۲۔ اب وطن کی محبت ٹوٹنے والی ہے۔ ہم وہاں جا رہے ہیں۔ جہاں سے لوٹ کر نہیں آنا۔

۳۔ ولی سے نکلنے ہی دل جینے سے بزار ہو گیا گویا اب دنیا میں کوئی رہنے کی جگہ باقی نہ رہی (۱۸۵۷ء کے انقلاب میں برباد ہو گئی۔ تو دہلی کے اہل کمال دہلی سے نکل کر دہلی کے شہروں اور صوبوں میں چلے گئے لیکن ولی کو ہمیشہ یاد کرتے رہے۔ مولانا حالی اور اس دور کے دیگر شعرا کے دہلی نے دہلی کی تباہی پر متعدد مرتبے اور شہر آشوب کہے تھے۔ جو "فغانِ دہلی" نامی کتاب میں موجود ہیں۔

۴۔ ماے اللہ! یا تو ہمیں دلی میں واپس جانے کی آرزو ہے۔ یا ہمیں دلی میں پہنچ کر دلی کے ملنے والوں کی خوشی حاصل ہو جائے وہ دن نہ آئے کہ ان دونوں آرزوئیں میں سے کوئی آرزو بھی باقی نہ رہے۔ (۱۸۵۷ء کے انقلاب میں جن لوگوں نے ہندوستان

سے ہجرت کی۔ ان کی بھی یہی آرزو ہے۔

۵۔ دنیا کا انجام حسرت اور مایوسی کے سوا اور کچھ نہیں۔ تم اس بوڑھی جادوگر کی (دنیا) کے دھوکہ میں نہ آنا۔ یعنی دنیا کی طلب نہ رکھنا۔

۶۔ شاعر کہتا ہے کہ جوانی آبِ حیات تھی اسے غفلت میں ضائع کر دیا۔ ہمیں یہ تپہ ہی نہیں تھا کہ جوانی کا زمانہ ہی کام کرنے اور ہمیشہ کی زبردگی حاصل کرنے کا زمانہ ہے۔ افسوس کہ ہم نے اس کو لاپرواہی سے کھو دیا۔

۷۔ میری حالت دیکھ کر میرے دوستوں نے سہنی نہ لیا۔ یہ دیکھ کر مجھے اپنا سارا قصہ سنانا پڑا۔

۸۔ دنیا میں اطمینانِ قلب تو کم کر ہی حاصل ہوتا ہے۔ زندگی میں اطمینان اور تسکین کی کوئی صورت نہیں ہے۔

۹۔ ساقی سے جب ہوش میں آنے کی اجازت چاہی تو اس نے کہا کہ زمانہ بہت نازک ہے۔ اس زمانہ میں ہوش میں آنا یعنی عقل کی باتیں کرنا کھٹک نہیں۔ دنیا بے وقوفوں سے بھری پڑی ہے۔ یہاں بے وقوفی ہی کی باتیں پسند کی جاتی ہیں۔

۱۰۔ اے مسافر و اتہاری وجہ سے حاکمی کا حوصلہ قائم ہے۔ تم اسے راستے میں چھوڑ نہ جانا۔ مطلب یہ ہے کہ اس بدلے ہوئے زمانے میں بعض خیرانے سادھتوں کی وجہ سے میرا حوصلہ قائم ہے۔ اگر یہ بھی مر گئے تو پھر میرا ہم خیال اور میری وضع کا کوئی شخص نہیں رہے گا۔ اس لئے مجھے دنیا سے کوئی دلچسپی نہ رہے گی۔

جہاں میں حاکمی کسی پہ اپنے سوا بھروسہ نہ کیجئے گا

یہ بھید ہے اپنی زندگی کا بس اس کا چرچا نہ کیجئے گا

ہو لاکھ غیروں کا غیر کوئی۔ نہ جانتا اس کو غیر ہر گز

جو اپنا سایہ بھی ہو تو تو اس کو تصور اپنا نہ کیجئے گا
سنا ہے صوفی کا قول ہے یہ کہ ہے طرفیت میں کفر و عوئے
یہ کہہ دو۔ دعویٰ بہت بڑا ہے پھر ایسا دعویٰ نہ کیجئے گا
اسی میں ہے خیر حضرت دل کہ یار بھولا ہوا ہے ہم کو
کرے وہ یاد۔ اس کی بھول کر بھی کبھی تمنا نہ کیجئے گا
کہے اگر کوئی تم کو واعظا کہتے کچھ اور کرتے ہو کچھ
زمانہ کی خو ہے نکتہ چینی کچھ اس کی پرواہ نہ کیجئے گا
کمال ہے ضدِ بے کمالی۔ نہیں ملاب ان میں حرف گیر و
جو ہم یہ کچھ چوٹ بھیجئے گا تو آپ بیجا نہ کیجئے گا
لگاؤ تم میں نہ لاگ زاہد نہ در و الفت کی آگ زاہد
پھر اور کیا کیجئے گا آخر جو ترک دنیا نہ کیجئے گا
تمہارا تھا دوست عالی اور اپنے بیگانہ کا رخصتا جو
سلوک اس سے کئے یہ تم نے تو ہم سے کیا کیا نہ کیجئے گا

تشریح الفاظ :- غیروں کا غیر قطعی بیگانہ۔ تصور، خیال۔ صوفی، صوف کا ایسا
پینے والا فقیروں کا ایک گروہ۔ (اصطلاح میں صوفی سے مراد اہل تصوت ہے۔ وہ
لوگ جو تزکیہ نفس کے ذریعہ روحانی قوت حاصل کرتے ہیں) طرفیت، طریقہ، تزکیہ
نفس کا طریقہ۔ حرف گیر، نکتہ چینی۔ لگاؤ، محبت، انس۔ لاگ، دشمنی، ترک دنیا،
دُنیا کو چھوڑ دینا۔ زاہد، عبادت کرنے والا، عابد۔ دوستدار، دوستی رکھنے والا۔
رخصتا جو، راضی رکھنے کی کوشش کرنے والا۔

مطلب :- اے عالی دنیا میں اپنی ذات کے سوا کسی پر کھروسہ نہ کرنا یہ شریعے راز

کی بات ہے۔ اس کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔

۲۔ جو قطعی بیگانہ ہو اسے بھی بیگانہ نہ سمجھنا چاہیے اور جو بالکل قریبی ہو اسے بھی اپنا بردگانہ سمجھنا چاہیے مطلب یہ کہ بیگانوں سے بھی دوستوں کا سا سلوک کرنا چاہیے۔ لیکن ان پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے۔ اولادوں سے بھی اچھا سلوک کرنا چاہیے لیکن مدد کی ان سے بھی توقع نہ رکھنا چاہیے۔ یعنی بھروسہ صرف اپنی ذات پر کرنا چاہیے۔

۳۔ شاعر کہتا ہے کہ سو فی کا قول ہے کہ اہل تھوٹ کے مزابلے میں کوئی دعویٰ اللہ کی ہمتی سے انکار کرتا ہے۔ شاعر کا خیال ہے کہ سو فی کا یہ قول بھی ایک طرح کا دعویٰ ہے اس لئے یہ بھی کفر کی زد میں آتا ہے۔ پس اسے دعویٰ بھی نہ کرنا چاہیے۔

۴۔ اے دل! اس میں بھی ہماری بھلائی ہے کہ درست سے ہمیں بھلا رکھا ہے۔ یہ آرزو کبھی نہ کرنا کہ وہ ہمیں یاد کرے۔ کیونکہ وہ یاد کرے گا تو ہماری بے وفائیوں میں اضافہ ہوگا۔ اور وہ ہم پر ظلم و ستم کرے گا۔

۵۔ اے واخلط! اگر لوگ تمہیں یہ کہیں کہ تمہارا قول کچھ اور ہے اور فعل کچھ اور ہے تو اس اعتراض کی پرواہ نہ کرو۔ کیونکہ لوگوں کی عادت یہ ہے کہ اعتراض کرنا۔ وہ کسی کو بھی اچھا نہیں کہتے۔

۶۔ اے اعتراض کرنے والے لوگو! بے کمال ہمیشہ اہل کمال پر اعتراض ہی کیا کرتے ہیں۔ اگر تم ہم پر طنز کرتے ہو۔ تو یہ امر ناروا نہیں ہے۔

۷۔ اے عبادت کرنے والے! مجھے کسی سے محبت نہ دشمنی۔ نہ تیرے دل میں محبت

کی آگ ہے۔ اب تو اس کے سوا کیا کر سکتا ہے کہ دنیا کو چھوڑوے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں جو شخص کو کسی سے نہ محبت ہے نہ عداوت۔ تو گویا اس نے دنیا چھوڑ رکھی ہے۔

۸۔ حالی تمہارا دوست بھی تھا اور تمہیں خوش بھی رکھتا تھا۔ پھر تم نے اس سے

ایسے بکے سلوک کئے تو ہم سے کیا کچھ نہ کرو گے؟

ہو غزم دیر شاید کعبہ سے پھر کر اپنا
 قید و خرد میں رہتے آتے نہیں نظر ہم
 پیر مغاں سے ہو کر تیرا سر خرد ملیں گے
 بیگانہ و شہ گروہ تو ہے ہمارے ڈھب کا
 عصمت پر اپنی تھی خود نظرت گواہ اپنی
 کچھ کذب و افترا ہے کچھ کذب حق نما ہے
 آتا ہے دور ہی سے ہم کو نظر گھرا اپنا
 وحشت رہے گی دل کی کھلا کے جوہر اپنا
 فضل و سنہر کا ہو گا جب چاک محض اپنا
 ایسوں ہی سے بنا ہے یارا نہ اکثر اپنا
 کر مٹھی اپنے ہاتھوں ہم چاک محض اپنا
 یہ ہے بضاعت اپنی اور یہ ہے دفتر اپنا
 بیرون کو لیں گے آٹرا پنا بنا کے کبھی ہم
 ڈھب ہی سے ہے حاکمی کچھ دل مکر اپنا

نشر نوح القاطن - دیر، بیت خانہ - قید خرد، عقل کی قید، عقل مند ہوتا - وحشت،
 دیوانگی - جوہر، شوی، خاصیت - مغاں، جمع منع کی، آتش پرست، شراب پلانے
 والا - پیر مغاں، آتش پرستوں کا سردار - فضل و سنہر، علم و فن - محض، نامہ، فہرست،
 سنہر - سر خرد و کامیاب - بیگانہ و شہ، غیروں کا سا سلوک کرنے والا بھصمت،
 بے گناہی، پاک دلہنی، فطرت، سرشت، قدرتی صلاحیت - کذب، جھوٹ - افترا،
 بہتان باندھنا - کذب حق نما، ایسا جھوٹ جو حق دکھائی دے - بضاعت، سرمایہ
 لیبخی - دفتر تصانیف، مجموعہ اشعار - مکر، کدورت والا، رنجیرہ۔

مطلب :- ۱۔ شاعر مسلمانوں کے دینی لیڈروں سے اتنا دل برداشتہ ہے کہ
 بتخانہ کو اپنی آخری پناہ گاہ سمجھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ شاید ہم کو کعبہ سے لوٹ کر
 بتخانہ کی زیارت کا ارادہ کرنا پڑے۔ ہمیں اپنا یہ گھر دور ہی سے نظر آ رہا ہے۔ اس
 شعر کے یہ معنی بھی ہیں کہ چونکہ ہم یکے مسلمان نہیں۔ ہمارے اعمال مشرکوں کے سے ہیں۔
 اس لئے ہمارا دکھانہ کعبہ کی بجائے بتخانہ میں ہی ہونا چاہیے۔

۲۔ دل کی دیوانگی اپنی خصوصیت دکھا کر ہی رہے گی اور ہم عقل و خرد ضرور کھو بیٹھیں گے۔

۳۔ ہم آتش پرستوں کے سردار یا میخانے کے سردار سے کامیابی سے مل سکیں گے۔ جب ہمارے علم و فن کی سدا بھٹ جائے گی۔ (جب کسی قوم میں علم و فن ختم ہو جاتا ہے پھر اس کے لئے شراب خوری اور دیگر فوضولیات کے سوا کوئی مشغولہ نہیں رہتا۔) ۴۔ اگر ہمارا معشوق دوستوں سے غیروں کا سلوک کرنے کا عادی ہے تو بالکل ٹھیک ہے۔ ہماری دوستی ایسے ہی شخص سے بھتی ہے اس شخص سے نہیں بھتی۔ جو سب کی دوستی کا دم بھرے۔

۵۔ ہماری سرشت بذاتِ خود پاک تھی ہم نے گناہ کر کے اپنے آپ اسے ناپاک کر لیا۔ گویا یہ پاکیزگی کی سند ہم نے خود پھاڑ دی۔

۶۔ ہماری شاعری اور ہمارا سرمایہ ادب کیا ہے؟ کچھ جھوٹ ہے اور کچھ سنا ہے۔ اور کچھ ایسا جھوٹ ہے جو بیخ معلوم ہوتا ہے۔ یعنی ہماری شاعری اور ہمارے ادب میں ہمارے اصلی جذبات اور اصلی رجحانات کی جھلک بالکل نہیں ہے۔ ۷۔ اے حالی! ہم غیروں کو دورت بنا کے کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ جب ہم سے اپنے ہی ناراض ہیں۔

یہ تو بتاؤ حضرت کچھ کر کے بھی دکھایا
خواب گراں سے نونے ناحق ہمیں جگایا
اے عندلیبِ نالاں نونے یہ گل کھلایا
ثر وہ صبا نے یارب بلبل کو کیا سنا یا
گھرمی بگاڑ ڈالا اتونے بنا بسا یا

معنی کا تم نے حاکی دریا اگر بہایا
ایسے بانگِ طبلِ شاہی دن ہو گیا جب آخر
تھا ہوش یا دنگل کا دورِ خزاں میں کس کو
ویراں ہے باغِ تیسرے پھولی نہیں سماتی
اے عشقِ دل کو دکھاؤ دنیا کا اور نہ ویں کا

ڈرتے رہیں اب ہم بے جرم بھی سزا سے
واعظ کی تختیوں سے قائل تو ہو گئے ہم
احسان اُس کا جس کا حق ہمیں ستا یا
کوئی جواب شافی پر اُس سے بن نہ آیا
دو دن میں یوں بیٹھی کسی نے چین کی کا یا
تو ہم نے دوستوں کی تحسین سے ہاتھ اٹھایا
تقلید قوم ہی پر گر ہے مدارِ حسین
دیکھا تو کچھ نظر میں حاکی جیاناہ اپنی
جو جو گماں تھے ہم کو اُن کا نشان نہ پایا

نشریح الفاظ:- معنی، حقیقت۔ بانگ، آواز۔ طبل، نقارہ۔ خوابِ گراں، گہری
نیند۔ ناحق، بے فائدہ۔ عذریب، بلبل۔ نالاں، نالے کرتا ہوا، فریاد کرتا ہوا۔
کل کھلایا ہوا، عجیب کام کیا ہوا۔ تیسر، پھر بھی، اس پر۔ مزوہ، خوش خبری۔ صبا پروا،
وہ ہوا جو مشرق سے آتی ہے۔ حجت دلیل، قائل ہوتا، بان جانا۔ جوابِ شافی، فصیح
جواب۔ تقلید، پیروی، نقل۔ مدار، انحصار۔ ہاتھ اٹھایا، چھوڑ دیا، مایوس ہو گئے۔
مطالب:- ۱۔ اسے حاکی! اگر تم نے حقیقت کو خوب اچھی طرح بے نقاب کر دیا
ہوتا۔ تو کیا ہوتا یہ بناؤ کہ اپنے کلمے ہوئے پر بھی عمل کر کے دکھایا۔ اگر عمل نہیں کیا تو
گویا کچھ بھی نہیں کیا۔

۲۔ ۱۔ سرکاری نقارے کی آواز! تو نے ہمیں گہری نیند سے اس وقت جگایا۔
جب دن ختم ہو گیا۔ جب کام کا وقت گزر چکا۔ اُس وقت جگانے سے کیا فائدہ؟
۳۔ پتہ جھڑکے موسم میں پھول کو یاد کرنے کا کسی کو خیال نہیں تھا۔ بلبل نے
یکایک نالہ و فریاد کر کے سب کے دل میں خزان کا احساس پیدا کر دیا اور پھول کی یا زنا زہ
کر دی۔ مطلب یہ کہ قوم کو انہی پستی اور کھوئی ہوئی عظمت کا احساس نہیں دیا تھا۔
وہ غلامی ہی میں مگن تھی۔ یکایک شاعر نے قوم کی کھوئی عظمت کا مرثیہ پڑھنا شروع

کر دیا۔ اس سے قوم کو پستی اور ذلت خواری کا احساس پیدا ہو گیا۔ اور وہ بھی اپنی گذشتہ شان و شوکت کو یاد کرنے لگی۔

۴۔ اگرچہ باغ ویران ہے۔ مگر بلیبل پھر بھی خوش ہے۔ معلوم نہیں کہ مشرق کی ہوا نے اسے کیا خوش خبری سنا دی ہے۔

۵۔ اے عشق! تو نے دل کو نہ مذہب کے قابل رہنے دیا۔ نہ دنیا کے۔ تو نے یہ دنیا بنایا گھر خراب کر دیا۔

۶۔ ہم اب بے خطا ہوتے ہوئے بھی سزا سے ڈرتے رہیں گے۔ یہ اس شخص کا احساس ہے کہ جس نے ہمیں بلا سبب مٹا کر مٹا کر دیا۔

۷۔ اگرچہ واعظ کسی اعتراض کا صحیح جواب تو نہیں دے سکا۔ جس سے یہ تسلی ہو جاتی۔ تاہم اس نے دلیلیں اتنی دیں کہ ہمیں مان جانا پڑا۔

۸۔ اس نے دومی دن میں باغ کی حالت اس طرح پلٹ دی۔ گویا باغ میں کبھی خزاں آئی ہی نہ تھی۔ یعنی خزاں نے باغ کو ایسا برباد کیا کہ کوئی یقین ہی نہیں کرتا کہ یہ تباہی خزاں کے ہاتھوں ہوئی ہے۔

۹۔ اگر لوگوں کی نقل کرنے سے ہمیں شاباش مل سکتی تھی تو ہم اس شاباش کے حاصل کرنے سے مایوس ہو گئے ہیں۔ یعنی ہم نہ دوسروں کی نقل کریں نہ شاباش ملے۔

۱۰۔ ہمارا خیال تھا کہ حالی میں فلاں فلاں وصف ہوں گے۔ مگر اسے دیکھا تو اس میں کوئی وہ وصف موجود نہ تھا۔ اس لئے ہم نے حالی کو پسند نہیں کیا۔

گرچہ اترے جی سے دل اکثر ریا کرتا رہا
وہ عطا کرتا رہا اور میں خطا کرتا رہا
چپکے چپکے نفس خائن کا کہا کرتا رہا

نفس و عیویٰ بے گناہی کا سدا کرتا رہا
حق نے احسان میں کی اور میں نے کفران میں کمی
چور لہو سے دیدہ دل کی نہ سزا یا کبھی

طاغوتوں کی زد سے بچ کر چلا راہِ خطا
 نفس میں جو نار و خواہش ہوئی پیدا کبھی
 منہ نہ دیکھیں سنت پھر میرا اگر جانیں کہ میں
 تھا نہ استحقاق تحسین پرستی تحسین سدا
 شہرت اپنی جس قدر بڑھتی گئی آفاق میں
 وار آن کا اس لئے اکثر خطا کرتا رہا
 اس کو حیلے دل سے گھر گھر کر رو کرتا رہا
 ان سے کیا کہتا رہا اور آپ کیا کرتا رہا
 حق ہے جو دوں مہمتی کا وہ ادا کرتا رہا
 کبر نفس اتنا ہی یاں نشوونما کرتا رہا
 ایک عالم سے وفا کی تو نئے لے جاتی مگر
 نفس پر اپنے سدا ظالم جفا کرتا رہا

تشریح الفاظ۔ سدا، ہمیشہ۔ احسان، بخشش، مہربانی۔ کفران، جھٹلانا، احسان کو
 جھٹلانا، ناشکرگداری۔ ویرہ، دل، دل کی آنکھ۔ نفس، دل، بری خواہش کی صلاحیت۔
 خائن، خیانت کرنے والا۔ طاعت، خدا کے احکام۔ راہِ خطا، گناہ کا راستہ، غلط راستہ۔
 وار خطا ہونا، نشانہ زد پینہ پڑنا، وار خالی جانا۔ ناروا، ناجائز، نا واجب جیسے، بہانہ،
 فرضی والال۔ استحقاق، حق۔ دو مہمتی، بے مہمتی، پست مہمتی۔
 مطلب: ۱۔ دل ہمیشہ اپنی بے گناہی کا دعویٰ کرتا رہا، لیکن اکثر دل ہی اپنے اس
 دعویٰ سے کتراتا بھی رہا۔

۲۔ اللہ نے مہربانیوں میں کمی نہ کی اور میں نے مہربانیوں کو جھٹلانے میں کمی نہ کی۔ وہ
 نعمتیں دیتا رہا۔ اور میں گزارہ کرتا رہا۔

۳۔ مجھے دل کی آنکھ کی چوریوں سے کبھی شرم نہ آئی۔ میں پردے پردے میں امانت میں
 خیانت کرنے والے نفس کا کہنا مانتا رہا۔ یعنی اللہ کے حکم کی بجائے نفس کا حکم مانتا رہا۔
 ۴۔ میں اللہ کے حکم کی زد سے اس طرح بچ کر گناہ کرتا رہا کہ مجھ پر شرعی گرفت نہ ہو سکے۔
 یعنی اسلامی احکام کو تو ٹوڑ کر اپنے گناہ کے لئے راستہ نکالتا رہا۔

۵۔ جب دل میں تاجائز خواہش پیدا ہوئی تو اسے باجائز قرار دینے کے لئے جیسے
جیلے بہانے تراش لیتا۔

۶۔ میرے دوستوں کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ میں جو کچھ ان سے کہتا ہوں اس سے
بالکل برعکس عمل کرتا ہوں وہ مجھ سے سخت سزا ہو جائیں۔

۷۔ مجھے شاباش لینے کا حق نہ تھا۔ مگر ظاہر داری کے کام کر کے ہمیشہ شاباش لینا
رہا۔ اس طرح میں نے پتہ ممتی کا حق پورا پورا ادا کیا۔

۸۔ دنیا میں میری شہرت ضمنی زیادہ ہوتی ہو گئی۔ اسٹائلس کا غرور بڑھتا رہا۔

۹۔ اے حالی! بان لیا۔ تو نے ساری دنیا سے وفاداری کی۔ مگر تو اپنے نفس پر ظلم

کرتا یعنی لوگوں کو خوش کرنے کے لئے بڑے کاموں میں ان کا مددگار بن کر گنہگار بنتا رہا۔

کہیں کشت اپنا جلا نا پڑے گا
کہ شہمہ کوئی دکھلا نا پڑے گا
یہ گزنا صح کو بتلانا پڑے گا
انہیں سچوں کو جھٹلانا پڑے گا
انہیں جانسوں پہ ٹھہرانا پڑے گا
تہیں سچوں کو کھیلانا پڑے گا
انہیں باتوں کو دہرانا پڑے گا
یہ بھترہ ہم کو سلجھانا پڑے گا
بس ابے نیا کو ٹھکرا نا پڑے گا
کہیں دل جا کے پہلانا پڑے گا
ہمیں یاروں سے ٹھکرانا پڑے گا

کہیں الہام منوانا پڑے گا
نہ ہو صوفی صفا گو تجھ میں لیں
نصیحت بے اثر ہے گرنہ ہو درد
جنہیں ہو جھوٹ کو سچ کر دکھانا
خواہ الناس کا ہو گا جنہیں منہ
رہے وصف جنہاں کی مشق واعظ
تخن میں پیروی کی گرسلف کی
تعلق کا ہے پھندہ بیچ در تیج
بہت یاں ٹھو کریں کھائی میں ہم نے
نہیں بو آئس کی اس ٹھکرے میں
دل اب صحبت کو سوں بھاگتا ہے

زبانہ کر رہا ہے قطع پور بند
 وفا ہے ہم کو چھینا نا پڑے گا
 جو منصوبے میں یہ حال تو شاید
 ارادہ فسخ فرمانا پڑے گا
 بشر پہلو میں دل رکھتا ہے جت تک
 اُسے دنیا کا غم کھانا پڑے گا

تشریح الفاظہ۔ الہام، خدا کی طرف سے پیغام پہنچنا یا اسرارِ الہی سے پردہ اُٹھ جانا۔
 کشف، کھولنا، غیب کے پردوں کو ہٹا کر غیب کی باتیں معلوم کرنا۔ عوام الناس، عام
 لوگ۔ منہ ہوگا، پاس ہوگا۔ منہ آنا، در بدر ہوتا، مقابلہ کرنا۔ سخن شاعری، سلف کی۔
 ٹھوکریں کھانا، ذلیل ہونا۔ ٹھکرانا، ٹھوکر مارنا، بیزار نہ ہو جانا۔ ٹھکرہ، غم کا بھرا ہوا گھر،
 مراد، دنیا۔ صحبت، مجلس، ہوساٹھی۔ قطع، کاٹنا، ٹوڑنا۔ پیوند، جوڑ، رشتہ، تعلق۔
 مطلب ۱۔ ۱۔ کہیں جھوٹا پیغمبر بن کر لوگوں سے زبردستی اقرار کرنا پڑے گا کہ واقعی
 اسے خدا کی طرف سے پیغام آتے ہیں۔ کبھی جھوٹے پیر اور دلی بن کر لوگوں پر اپنا صاحب
 کشف ہونا ثابت کرنے کے لئے غیب کی جھوٹ بوٹ باتیں بتانی پڑیں گی۔

۲۔ اسے صوفی! اگرچہ تو پاک باطن نہیں ہے پھر بھی مجھے لوگوں کو کوئی شعبہ دکھانا
 پڑے گا۔ تاکہ تو اپنی پاکدامنی کا سکہ جائے۔

۳۔ اگرچہ نصیحت کرنے والے کے دل میں لوگوں کی خیر خواہی کا جذبہ موجزن نہ ہو
 تو نصیحت میں اثر پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ایسی پتہ کی بات ہے کہ ہمیں اپنے نصیحت گرو کو
 بتلانی پڑے گی کیونکہ اس کی نصیحت میں بھی اثر نہیں ہے۔

۴۔ جو لوگ اپنے جھوٹ کو صحیح ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ پہلے بچوں کو جھوٹا ثابت
 کریں گے۔ یعنی جھوٹ کو صحیح بتانے کے لئے بچوں کو جھوٹا ثابت کرنا پڑتا ہے۔

۵۔ جنہیں عام لوگوں کا پاس ہوگا۔ انہیں خاص لوگوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

یعنی چھوٹے لوگوں کو حق دلانے کے لئے سچے لوگوں سے جھگڑا کرنا پڑتا ہے۔

۶۔ قوم کو اچھے عمل پر آمادہ کرنے کے لئے کسی کو لالچ دینے کی ضرورت ہے جیسا کہ بچوں کو کوئی لالچ دے کر کام پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ اس لئے اے واعظ! تو بہشت کے باغ کی تعریف کرنے کی مشق کے لئے جا۔ یعنی لوگوں کو بہشت کا لالچ دے دے کر نیک عمل کی ہدایت کرتا رہ۔

۷۔ وہ لوگ جو پہلے گند چکے ہیں اگر شاعری میں ان شاعروں کی پیروی کی گئی۔ جو پہلے گند چکے ہیں۔ تو انہیں باتوں کو دوبارہ کہنا ہوگا جو وہ کہہ چکے ہیں۔ یعنی شاعری میں پہلے شاعروں کی تقلید کرنے سے ادب میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ پُرانی باتیں دوبارہ کہی جائیں گی۔

۸۔ تعلقات کا حال بہت ہی پیارا ہے۔ یہ گفتنی سلجھانی پڑے گی۔ یعنی نسلقات کی پیپیگی کو دور کرنا پڑے گا۔

۹۔ ہم نے دنیا میں بہت سی ذلتیں اٹھائی ہیں۔ اب دنیا کی خواہشات کو چھوڑ دینا پڑے گا۔

۱۰۔ دنیا میں محبت باقی نہیں ہے۔ اس لئے دل بہلانے کے لئے کوئی سامان تلاش کرنا پڑے گا۔

۱۱۔ دل کی سوسائٹی اچھی نہیں لگتی۔ اس لئے اب دوستوں سے چھپ کر رہتا پڑے گا۔

۱۲۔ دنیا سے چونکہ محبت اٹھ گئی ہے۔ اس لئے رشتے اور دوستیاں ٹوٹ رہی ہیں۔ ہم جو وفا کے خوگر ہیں۔ ہمیں لوگوں سے وفا کر کے پشیمانی حاصل ہوگی۔ کیونکہ وفا کے بدلے دُعا کرتے ہیں۔

۱۳۔ اے حالتی! اگر آپ کے یہی ارادے ہیں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ تو

آپ کو یہ ارادے منسوخ کرنے پڑیں گے۔ کیونکہ دنیا خواہ کتنی ہی بیوفائی کرے
ہم وفا نہیں چھوڑیں گے۔

۱۴۔ کیونکہ جب تک انسان کے سینے میں دل ہے۔ اسے دنیا کے غم میں ضرور
مبتلا ہونا پڑے گا۔

سخن پر میں اپنے رونا پڑے گا یہ دفتر کسی دن ڈبوتا پڑے گا
عزیز وہاں تک یہ آتش مزاجی تمہیں جلد تر خاک ہونا پڑے گا
ریا دوستی پر نہ تکیم کسی کا بس اب دل سے شکوں کو دھوٹے گا
بن آئے گی ہرگز نہ یاں کچھ کئے بن جو کچھ کاٹنا ہے نو بونا پڑے گا
ہوئے تم نہ سیدھے جوانی میں حالی
مگر اب مری حیاں ہونا پڑے گا

تشریح الفاظ۔ دفتر، مجموعہ۔ آتش مزاجی، غصہ۔ خاک ہونا پڑے گا، عاجزی
اختیار کرنا پڑے گی۔ تکیم، انحصار، بھروسہ۔ بن آئے گی، گذارہ ہوگا۔

مطلب ۱۔ ۱۔ سخن شاعری (مولانا حالی پرانی نکل و بلبیل کی شاعری کو پے فامکہ
سمجھتے ہیں۔ اس لئے شاعری کے خلاف انہوں نے مسدس حالی میں غزل و قصائد

اور شاعروں کی بہت مذمت کی ہے۔ اپنے اسی حیاں کی بنا پر کہتے ہیں کہ) ہمیں
اپنی شاعری کا مرتبہ کہنا پڑے گا۔ اور اشعار کے مجموعہ کو دریا بزرگ کرنا پڑے گا۔

۲۔ ۱ سے عزیز و اہل غصہ کب تک! تمہیں جلد ہی نرم مزاجی اختیار کرنی پڑے گی
کیونکہ دنیا میں فہر و غضب کی عادت زیادہ دیر نہیں چل سکتی۔

۳۔ چونکہ دنیا میں دوستی پر کسی کا بھی انحصار نہیں رہا۔ یعنی دنیا میں دوستی

باقی نہیں رہی۔ اس لئے دل کو شکایتوں سے پاک کرنا پڑے گا۔ کیونکہ شکایتیں
 تو دوستوں ہی سے ہو سکتی ہیں۔ جب دنیا میں دوستی ہی نہ رہی تو شکایت کسی؟
 ۴۔ دنیا میں کچھ کئے بغیر گزارہ نہ ہوگا۔ اس لئے اگر پھل پانا ہے۔ تو کچھ کام کرنا
 پڑے گا۔

۵۔ اسے حالی اجوائی میں تو ہم راہِ راست پر نہ آئے۔ مگر اب بڑھاپے میں یہ کج روی
 نہیں چل سکے گی۔ اس لئے اب ہمیں سیدھا ہونا پڑے گا۔

کب تک اسے امیرِ کریم ترسائے گا
 پھل کچھ لائے نخل و فالتجھ میں نہیں
 دوست کا آیا ہے سمجھو اب پیام
 ذوق سب جانتے تھے جز ذوقِ درد
 واعظ آتا ہے تو آنے دو اسے قطعہ
 آئے گا اور ہم کو شرمائے گا ہفت
 عیب سے خالی نہ واعظ ہے نہ ہم
 دل کے تیور ہی کہے دیتے تھے صاف
 باغ و صحرا میں رہے جو تنگ دل
 رنگ گردوں کا ہے کچھ بدلا ہوا قطعہ
 ابرو برفی آئے ہیں دو نو ساتھ ساتھ
 بدینہ بھی رحمت کا سمجھی برسائے گا
 جواگائے گا تجھے چھتا ہے گا
 آج اگر آیا نہیں کل آئے گا
 اک یہ لپکا دیکھئے کب جائے گا
 پر مزا آنے کا یاں کیا پائے گا
 اور خود شرمندہ ہو کر جائے گا
 ہم یہ سٹھ آئے گا منہ کی کھائے گا
 رنگ یہ دیوانہ اک دن لائے گا
 حی نفس میں اس کا کیا گھبرائے گا
 شعبانہ تازہ کوئی دکھلائے گا
 دیکھئے برسے گا یا برسائے گا

مشکلوں کی جس کو ہے حالی خبر
 مشکلیں آساں وہی فرمائے گا

تشریح الفاظ :- منہ آنا، دو بدو ہونا۔ منہ کھانا، سخت ہر میت اٹھانا۔ برقی، بجلی۔ برسے گا، غصے کا اظہار کرے گا۔ برسائے گا، منہ برسائے گا۔

مطلب :- ۱۔ اے رحمت کے بادل یا تو کب تک ہمیں ترسانا رہے گا۔ کبھی رحمت کا سینہ بھی برسائے گا یا نہیں۔

۲۔ اے وفا کے درخت! تجھ میں کبھی پھل نہیں لگتا۔ جو دنیا میں وفا کرے گا۔ وہ پھتلے گا۔ کیونکہ وفا کا فائدہ کچھ نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ مطلب نہیں کہ دوستوں یا عزیزوں سے وفا نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ وقابے غرض ہونی چاہیے۔ وفا کے بدلے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔

۳۔ دوست کی طرف سے پیغام آنے ہی والا ہے۔ اگر آج نہیں تو کل آجائے گا۔

۴۔ درد کے مزے کے سوا سب مزے بھول گئے۔ دیکھئے۔ درد مند کی کاچسکا کب چھوٹے۔ (یعنی دنیا کے مصائب کے سب مزے بھلا دیئے۔ عرف ہمدردی کا عزا باقی ہے۔ دیکھئے۔ کب تک باقی رہے۔)

۵۔ ۶۔ اگر نصیحت اور وعظ کرنے والا آرہا ہے تو آنے دو۔ اسے یہاں آنے کا فراٹے گا۔ وہ ہمارے عجیب بیان کر کے ہمیں شرمندہ کرے گا۔ لیکن خود بھی یہاں سے شرمندہ ہو کر جائے گا۔ کیونکہ ہم بھی اس کے عجیب بیان کر دیں گے۔

عجیب اس میں بھی ہیں اور ہم میں بھی ہیں۔ ہمارے مقابلے پر آیا تو تیری طرح شکست کھائے گا۔

۸۔ دل کے ڈھنگ اور اطوار ہی سے یہ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ یہ پاگل کسی روز کوئی بُرا قسم پیرا کرے گا۔

۹۔ جو دیوانے باغ اور ریگستان ایسی وسیع جگہ میں دلگیر رہے۔ ان کا دل پخیرے میں کیا گھبرائے گا۔

- ۱۰۔ آسمان کا طرز کچھ بدلا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی نیا کرشمہ دکھایا گیا۔
یعنی آسمان کوئی نیا انقلاب سدا کرے گا۔
- ۱۱۔ بادل اور بجلی دونوں اکٹھے آئیں ہیں۔ دیکھئے۔ آسمان بجلی گرا کر غصے کا اظہار کرتا ہے۔ یا سینھ بربسا کر مہربانی کرتا ہے۔
- ۱۲۔ اے حالی! اللہ کو ہماری مشکلات کی خبر ہے۔ وہی مشکلیں آسان کرے گا۔
اس لئے غم اور فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

واں اگر جائیں تو لے کر جائیں کیا
دل میں باقی ہے وہی حرصِ گناہ
اُو اُس کو لیں ہمیں جا کر منسا
دل کو مسجد سے تہ مندر سے ہے اس
جانتا دُنیا کو ہے اک کھیل تو
عمر کی منزل تو جوں توں کٹ گئی
دل کی سب باتوں کی ہے ناصح خبر
مان لیجئے شیخ جو دعویٰ کرے

منہ اُسے ہم جا کے یہ دکھلائیں کیا
پھر کئے سے اپنے ہم پھٹائیں کیا
اس کی بے پروائیوں پر جائیں کیا
ایسے وحشی کو کہیں پہلائیں کیا
کھیل قدرت کے تجھے دکھلائیں کیا
مرحلے اب دیکھئے پیش آئیں کیا
سمجھے سمجھائے کو بس سمجھائیں کیا
اک بزرگ دیں کو ہم جھٹلائیں کیا

ہو چکے حالی غزل خوانی کے دن
راگنی بے وقت کی اب گائیں کیا

تشریح الفاظ:۔ وحشی، دیوانہ، مہوش، عقل سے خالی۔ کھیل جانا، معمولی چیز سمجھنا۔
قدرت کے کھیل، قدرت کے کرشمے۔ شیخ، بوڑھا عالم دین۔
مطلب:۔ ہم اللہ کے حضور میں جائیں۔ تو کیلے کر جائیں ہم نے نیک عمل تو کوئی

کیا ہی نہیں۔ ہم اسے کیا منہ دکھائیں۔

۲۔ ہم گناہوں سے توبہ کیا کریں۔ اور پھیلے گناہوں پر کیا پشیمان ہوں؟ جب کہ دل میں گناہ کی رغبت ہنوز باقی ہے۔

۳۔ آواز روٹھے ہوئے دوست کو ہم ہی چل کر سنالیں۔ اس کی بے پروائیوں پر ناراضگی کا اظہار کیا کرنا ہے؟

۴۔ دل کو نہ سجد کی رغبت ہے نہ مندر کی رائے دیوانے کو کہاں لے جا کر پہلا لیں۔

۵۔ اسرارِ قدرت تو دنیا کو معمولی چیز ہی سمجھتا ہے۔ حالانکہ وہ سوچنے، سمجھنے اور غور کرنے کی چیز ہے۔ جب تو دنیا کو وہ ولی چیز ہی سمجھتا ہے تو ہم تجھے قدرت کے بھید اور قدرت کے کرشمے کیا دکھائیں؟ تو انہیں سمجھ ہی نہیں سکتا۔

۶۔ زندگی تو روپیٹ کر گزار لی۔ اب دیکھئے مرنے کے بعد ہمیں کیا کچھ کرنا پڑے گا۔

۷۔ اے نصیحت کرنے والے دل! تجھ کو برائی کا علم ہے۔ ایسے باخبر کو تو کیا سمجھائے گا۔ مطلب یہ کہ دل کو سمجھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اسے بُرائی بھلائی کی تمیز ہے۔ وہ وہی کچھ کرے گا۔ جو وہ چاہتا ہے خواہ اس میں اسے نقصان ہی ہو۔

۸۔ عالمِ دین جو کہتا ہے۔ وہ اسے مان لینا چاہیے خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ دین کے بزرگ کو جھوٹ نہیں کہنا چاہیے۔

۹۔ اے حاکمی اغزلیں گانے کا وہی وقت تھا جب قوم خوش حال اور فارغِ اہمال

تھی۔ اب قومی زوال اور ارباب کے زمانے میں غزل گانا بے وقت کاراگ ہے۔

اک چراغ اور سیراہ جلا یا جاتا
اس کو گیموں بھولتے گراس کو بھلا یا جاتا
مال مہنگا نظر آیا تو چکایا جاتا

کاش اک جام بھی سالک کو ملا جاتا
کر دیا اس نے تو اللہ سے غافلِ ناصح!
چپچپاتے آسے دوسے آئے دل اکطات پہم

شب کو زاہد سے نہ مٹ بھڑ ہوئی خوب ہوا
 دل کو یہ تونے دکھایا ہے کہ دکھ جاتا ہے
 نامہ بر آج بھی خط لے کے نہ آیا یا رو
 عشقِ آسوفت سے سرسری سے منڈلاتا تھا
 لوگ کیوں شیخ کو کہتے ہیں کہ عیار ہے وہ
 بارہا دیکھ چکے تیرے فریب اے دنیا
 کتنے کیا پیتے اگرے نہ عشا سے تا صبح
 دل نہ طاعت میں لگا جوئے لگا یا غمِ عشق
 اُس نے اچھا ہی کیا حال نہ پوچھیا دل کا
 عشق سنتے تھے جسم ہم وہ نبی ہے شاید

ابتو تلیغیر سے واعظ نہیں ہٹنا حالی

کہتے پہلے سے تو دے لے کے ہٹایا جانا

تشریح الفاظ :- سالک، راستہ چلنے والا، معرفت کی راہ پر چلنے والا (سلوک
 کے معنی راستہ) مال چکانا، مال کا مول کرنا۔ مڈ بھڑ، آسنا سامنا، اچانک ملاقات، نامہ
 خط لے جانے والا۔ ابھی آیا جاتا ہے ابھی آتا ہے۔ منڈلاتا تھا، تاک میں چکر لگا رہا تھا۔
 عشا، مغرب کے بعد رات کی نماز کا وقت۔ طاعت، عبادت۔ تکفیر، کافر قرار دینا
 کفر کا فتویٰ دینا۔

مطلب :- اے کاش معرفت کے راستے پر چلنے والے کو شرابِ معرفت کا ایک
 پیالہ بھی پلا دیا جاتا۔ تاکہ اس کے لئے وہ پیالہ چراغِ کلام دیتا۔ اور سالک کے لئے معرفت
 کی راہ زیادہ روشن ہو جاتی۔ شاعر کا خیال ہے کہ سالک اگر عشقِ الہی سے مست بھی ہو جائے۔

تو وہ زیادہ عارف بن جاتا ہے۔

۲۔ شاعر کہتا ہے کہ محبوب کی یاد نے تو ہمیں خار سے فافل کر دیا۔ اگر محبوب کو بھلا سکتے تو خرا کو کیوں بھلاتے۔ مطلب یہ کہ چونکہ محبوب کو بھلایا نہیں جا سکا اس کی یاد خرا پر غالب آگئی۔

۳۔ ہم نے چمکے سے ایک ہی بات پر اسے دل دے دیا۔ چونکہ یہ سستا سودا تھا۔ اس لئے ہم نے جھگڑا نہیں کیا۔ اگر مہنگا سودا ہوتا۔ تو وہ مول میں کئی مہینی کے لئے جھگڑتے۔

۴۔ یہ بیت اچھا سودا ہوا۔ رات زائد سے آمد آسا مٹا ہوا۔ اور نہ ہمیں زیادہ نشہ تھا۔ شاید ہم نشہ کو چھپانہ سکتے۔ اگر کوئی گستاخی کر چھینے۔

۵۔ تو نے ہمارے دل کو اتنا دکھایا ہے کہ وہ اس قدر گرا اور نرم ہو چکا ہے۔ کہ بیوٹی کی تکلیف دیکھ کر بھی ٹرپ اٹھتا ہے۔

۶۔ دوستوں محبوب کا خط لانے والا تو آج بھی نہیں آیا۔ تم لوگ مجھ کئی روز سے تسلی دے رہے ہو کہ بس وہ آ ہی رہا ہے۔

۷۔ تجھ سے ہمارے عشق کی ابتدا اسی وقت ہو گئی تھی جب تو ابھی بہت چھوٹا بچہ تھا۔

۸۔ لوگ عالم دین کو (ریا کار یا فریسی) کیوں کہتے ہیں؟ صورت سے تو وہ بہت شریف آدمی معلوم ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ آج کل عالمان دین کا ظاہر تو اچھا ہے۔ مگر باطن کا خدا حافظ ہے۔

۹۔ ۱ سے دنیا ہم نے کسی بار تیری دعا بازیاں دیکھی ہیں۔ اب ہم جان بوجھ کر تو تیرے دھوکے میں نہیں آئیں گے۔

۱۰۔ عشا کی نماز کے وقت تک شراب کیوں نہ پیتے۔ یہ فرصت کا وقت تھا۔ اس دوران میں کوئی نماز فرض نہیں۔

۱۱۔ جب دل عبادت میں نہ لگا تو عشق کا غم پیدا کر لیا۔ آخر دل کو کسی کام میں تو لگانا ہی تھا۔

۱۲۔ یہ اچھا ہوا کہ محبوب نے میرے دل کا حال نہ پوچھا۔ ورنہ وہ حال پوچھ لیتا تو دل کے تمام شکوؤں اور شکایات کا دفتر کھل جاتا جو کبھی مختم نہ ہوتا۔

۱۳۔ عشق (محبت) کا نام تو ہم نے بھی سنا ہے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ عشق کا مطلب کیا ہے۔ اب ایک شخص ہمارے دل میں آپ سے آپ بسا جا رہا ہے۔ (یعنی دل میں گھر کرتا جا رہا ہے) شاید اسی بے اختیار کی کا نام عشق ہے۔

۱۴۔ اے حاکم! اب وا عظم لوگوں کو کافر قرار دینے کی عادت چھوڑ نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کی یہ عادت اب بچتے ہو چکی ہے۔ اگر کچھ عرصہ پہلے کہتے تو ہم کچھ دے دلا کر اسے اس شغل سے باز رکھتے۔

راحت کی تلاش اک طمع خام ہے گویا
بدر نام ہی دنیا میں نکو نام ہے گویا
جو کام ہیں ان کا یہی انعام ہے گویا
آخر ہوئی رات اور ابھی یاں شاہ ہے گویا
آغاز ہی الفت کا بس انجام ہے گویا
اسلام کا ادب ابھی اک نام ہے گویا

راحت کا جہاں میں یونہی اک نام ہے گویا
کچھ کرتے جویاں وہی انگشت نمساہ میں
ناچیز ہیں وہ کام۔ نہیں جن یہ کچھ الزام
ہے وقتِ رحیل اور وہی عشرت کچھ ہی ماں
اٹھا تھا یہ اول ہی سے یہ درد سُرّی طرح
ادب ابھی دیکھو گے جہاں پاؤ گے اسلام

جب دیکھئے حاکم کو پڑا پائے بیکار
کرنا اُسے باقی یہی اک کام ہے گویا

تشریح الفاظ:- انگشت نما، جس کی طرف انگلیاں اٹھیں۔ رسوا، بزدل۔ رحیل

رحلت، کوچ، قافلہ کی روانگی کا وقت۔ ادبار، زوال، پستی، ذلت خواری، ناکامی۔

مطلب :- ۱۔ دُنیا میں آرام و آسائش کا صرف نام ہی ہے۔ ورنہ آرام و آسائش کبھی کسی کو میسر نہیں ہوا اس لئے آرام کی طلب کبھی حرص سے زیادہ نہیں۔
۲۔ جو لوگ دُنیا میں کچھ کام کرتے ہیں۔ نکتہ چینیوں بھی اُن ہی پر ہوتی ہیں۔ گویا دُنیا میں یہ نامی ہی نیک نامی ہے۔ مطلب یہ کہ نکتہ چینیوں پر کوئی نکتہ چینی نہیں ہوتی۔ کام کرنے والوں پر ہی نکتہ چینیوں ہوا کرتی ہیں۔

۳۔ جن کاموں پر کسی نے نکتہ چینی نہیں کی۔ وہ کچھ نہیں۔ انہیں دُنیا میں کوئی اہمیت حاصل نہیں۔ جن پر نکتہ چینی ہوئی ہے۔ اصلی کام وہی ہیں۔ اور ان کاموں کا صلہ ہی نکتہ چینی ہے۔ مطلب یہ کہ نکتہ چینیوں نے ان کاموں کی اہمیت بڑھا دی اور یہی اہمیت ان کا صلہ ہے۔

۴۔ کوچ کا وقت آپہنچا ہے۔ مگر یہاں ابھی تک عیش و عشرت جاری ہے۔ گویا شام کا وقت ہے۔ حالانکہ رات ختم ہو چکی ہے اور صبح ہو گئی ہے۔ کام کا وقت آ گیا ہے۔ یا روانگی کا وقت آ گیا ہے۔

۵۔ محبت کا دور شروع ہی میں بہت شدید تھا۔ اور آخر تک شدید رہا۔ یعنی محبت کی ابتداء بھی انتہا تک کمٹھن تھی۔

۶۔ جہاں مسلمان ہوں گے وہاں ذلت و خواری اور پستی بھی ہوگی۔ اب پستی اور زوالِ اسلام ہی کا دوسرا نام اسلام ہو گیا ہے۔ مطلب یہ کہ مسلمانوں کی غفلت اور بے عملی کی ہی وجہ سے اسلام بے نام ہو رہا ہے۔

۷۔ جب دیکھیں اُحالی بیکار نظر آتا ہے۔ گویا اب اس کا کام بے کاری ہی ہے۔

خلوت میں تری صوفی گر نور صفا ہوتا
تھا آفت جاں اس کا انداز کمانداری
کچھ اپنی حقیقت کی گرتج کو خبر ہوتی
یہ لطف بناوٹ میں دیکھانہ سنا فاصد
باتوں میں شکایت کی بو آتی ہے اکفت کی
ہم روزِ وداع اس کے سنس ہنس کے موئے رخصت
گر صاحبِ دل ہونے سن کر مری بے تابی
جو دل پہ گزرتی ہے کیا بج کو خبر ناصح
جو جان سے در گزرے وہ چاہے سو کر گزرے

نوسب میں ملا ہوتا اور سب جدا ہوتا۔ ق
ہم بچ کے کہاں جاتے گرتج خطا ہوتا
میری طرح تو بھی غیروں سے خفا ہونا
ان پڑھ تو ہے تو یہ کچھ ٹھہرتا تو بلا ہوتا
گر دل میں جگہ ہوتی لب پر بھی گلا ہوتا
رونا تھا بہت ہم کو رو تے بھی تو کیا ہوتا
تم کو بھی فلق ہوتا اور جھ سے سوا ہوتا
کچھ ہم سے سنا ہوتا پھر تو نے کہا ہوتا
گر آج نہ تم آتے کیا جانے کیا ہوتا

کل حالی دیوانہ کہتا تھا کچھ افسانہ
سننے ہی کے قابل تھا تم سے بھی سنا ہوتا

تشریح الفاظ: خلوت، تنہائی، گوشہ نشینی۔ نور صفا، دل کی صفائی، مسرت کا
نور۔ کمانداری، تیر اندازی۔ تیر خطا ہونا، تیر نشانے پر نہ بیٹھنا۔ بناوٹ، بناوٹی بات،
قصع۔ ناصد، نامہ، پیغام۔ صاحبِ دل، درد مند دل رکھنے والے۔ جان سے
در گزرے، جان سے بے پروا ہو جائے۔

مطلب: ۱۔ اے صوفی! اگر تیرے گوشہ نشینی میں معرفت کا نور ہوتا تو اس کا یہ
اثر ہوتا کہ تو سب سے ملتا جلتا بھی اور سب سے الگ بھی رہتا یعنی اگر تجھے دل کی صفائی
حاصل ہوتی تو دنیا کے ساتھ بھی چلتا اور دنیا کے ساتھ بھی رہتا۔

۲۔ شاعر کہتا ہے کہ اس کی تیر اندازی کا اصول ہی نرالا ہے۔ اکثر تیر نشانے پر نہ بیٹھنا۔
تب ہی ہم مارے جاتے۔ کیونکہ تیر کا نشانہ پر نہ بیٹھنا بھی ہمارا ہی قصور سمجھا جاتا اور

ہمیں اس تصور کی مزید سزا دی جاتی۔

۳۔ اگر تجھے اپنے اصلی مقام کا علم ہوتا۔ یعنی اگر تو یہ جانتا کہ تیری عزت دوستوں یا سچے عاشقوں سے ملنے میں ہے غیروں سے ملنے میں نہیں۔ تو تو بھی میری طرح غیروں سے ناراض ہو جاتا۔

۴۔ ۱۔ اے فاسد! تو ان پر ہونے کے باوجود ایسی فرضی باتیں بتا لیتا ہے۔ جن پر اصلی باتوں کا دھوکہ ہوتا ہے۔ اگر کچھ پڑھا لکھا ہوتا تو قیامت ہوتا۔

۵۔ شکایت کی بنیاد ہمیشہ محبت پر ہوتی ہے۔ کسی کے لئے دل میں جگہ ہوتی تو اس کی شکایت بھی زبان پر آتی ہے۔ جس سے کبت ہی نہ ہو اس کی شکایت کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

۶۔ ہم دور سے رخصت ہونے کے وقت اس سے خوشی خوشی رخصت ہوئے۔ حالانکہ غم حیرانی کے خیال سے چیخ چیخ کر رونا چاہئے تھا۔ مگر بات یہ تھی کہ رونے سے کیا ملتا۔ رونا بے فائدہ تھا۔ حیرانی تو مقدر ہو چکی تھی۔

۷۔ اگر درد مند دل رکھتے ہو تو سیری بے تابی کا حال سن کر تمہیں مجھ سے بھی زیادہ تکلیف ہوگی۔

۸۔ اے نصیب! تیرے کرنے والے ہمارے دل پر جو صدمے گزرے ہیں۔ تجھ سے ان صدموں کا حال معاف ہونا تو پھر تو ہمیں نصیبت کرنے کی بجائے ہم سے ہمدردی کرتا۔

۹۔ شاعر کہتا ہے کہ ہمیں سحر کے صدموں میں جینے کی خواہش نہیں رہی۔ اور مرنے کے لئے تیار ہو چکے ہیں۔ اگر آج بھی تم نہ آتے تو خدا جانے ہم کیا کر گزرتے۔

۱۰۔ وہ حالی جو تمہارے عشق میں دیوانہ ہو گیا ہے کوئی کہانی سنار ہا تھا۔ وہ تمہارے سننے کے قابل تھی۔ (کیونکہ وہ تمہارے عشق کی داستان تھی۔)

تھا حسن میرزاں کوئی میہماں نہ تھا
 یعنی خنزاں سے پہلے ہی دل شادمانہ تھا
 گویا ہمارے سر پہ کسکھی آسماں نہ تھا
 تھی دل کی احتیاط مگر بیم جاں نہ تھا
 تھا دل کو جو بی فراع کہ وہ مہرباں نہ تھا
 تم جاننا کہ نزم میں ایک سنہ جاں نہ تھا
 مج کو خود اپنی ذات سے ایسا کہاں نہ تھا
 طعنِ رقیب لہلہ پہ کچھ ایسا گراں نہ تھا
 مالا کہ اس کے ہاتھ میں تیرو سناں نہ تھا

پیش از ظہور عشق کسی کائناتاں نہ تھا
 ہم کو بسیار میں بھی سرگشتاں نہ تھا
 ملتے ہی ان کے بھول گئیں کلفتیں تمام
 کیا جانتے تھے جائے گاجی اک نگاہ میں
 تر ہے کہ پاسِ خاطر نازک عذاب ہے
 کچھ میری بخبودی سے تمہارا زیاں نہیں
 رات آن کو بات بات پہ سوئیے جو آج
 رونا ہے یہ کہ آپ بھی ہستے تھے درنہ یاں
 تھا کچھ نہ کچھ کہ پھانس سی اکے لہی چھو گئی

نزم سخن میں ہی نہ لگا اپنا زینہ سار
 شب انجمن میں حاکی جاوہریاں نہ تھا

تشریح الفاظ :- پیش پہلے، آگے۔ از سے ظہور، ظاہر ہونا، پیدا ہونا۔
 کلفت، تکلیف، رنج۔ سر پر آسماں نہ تھا، کبھی کوئی مصیبت نہ آئی تھی۔ پاسِ خاطر
 محبوب کی رضا و رغبت کا خیال، فراع، فراغت، سکون۔ رونا یہ ہے، افسوس یہ ہے۔
 گراں، بھاری، ناقابلِ برداشت۔

مطلب :- ۱۔ روز ازل (عشق کی پیدائش) سے پہلے کوئی چیز یا نہ ہوئی تھی۔
 صرف حسن کی ذات موجود تھی۔ اور کوئی مہمان نہ تھا۔ مطلب یہ کہ حسن ازلی ایسا ہے۔
 حسن نے اپنی جلوہ نمائی کے لئے سب سے پہلے عشق کو پیدا کیا پھر اس کے لئے ساری
 کائنات پیدا کی۔ حسن سے مراد ذاتِ الہی اور عشق سے مراد حضور رسالتاً صلی اللہ
 علیہ وسلم کی ذات ہے۔

۲۔ گلستاں، باغ کی چاہت۔ ہمارا دل محض خزاں ہی کے موسم میں ناخوش نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں تو بہار کے موسم میں بھی باغ کی سیر کی چاہت نہ تھی۔ یعنی دل اس قدر افسردہ ہے کہ بہار میں بھی خوش نہ تھا۔

۳۔ شاعروں کا خیال ہے کہ سب مصائب اور آفتیں آسمان سے آتی ہیں شاعر کہتا ہے کہ زورت سے مل کر خوشی کے جوش میں پھلی رب تکلیفیں اور رنج جاتے رہے گویا ہمیں کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی۔

۴۔ ہمیں جان کے جانے کا بالکل خوف نہ تھا۔ البتہ دل کی ہر طرح نگرانی کر رہے تھے۔ مگر جب محبوب سامنے آیا تو دل کو کڑی حفاظتوں کے باوجود ایک نگاہ میں لے گیا مطلب یہ کہ حفاظتوں سے زیادہ حفاظتیں کرنے کے باوجود آنا فانا میں عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کوئی حفاظت کام نہیں آتی۔

۵۔ شاعر کہتا ہے کہ اس زمانے میں تو خوب مزے سے کٹتی تھی جب دور تہہ پہاڑ نہ تھا۔ اب دور تہہ پہاڑ ہو گیا ہے تو ہر وقت اس کی تازک طبع کا خیال رکھنا و بال جان بن گیا ہے یعنی ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ کہیں وہ اس بات پر خفا نہ ہو جائے۔ کہیں اس بات پر خفا نہ ہو جائے۔

۶۔ تمہاری محفل میں میری بیہوشی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ تم یہ سمجھ لو کہ تمہاری محفل میں ایک ضعیف و ناتواں موجود ہی نہیں ہے۔ یعنی یہ تصور کر لو کہ میں محفل میں حاضر نہیں ہوں۔

۷۔ میں نے رات ان کو ایک ایک بات کے سوسو جواب دیئے۔ اور میں حیران ہوں کہ میں نے ایسا کیونکر کیا۔ مجھے تو یہ مجال نہ تھی کہ محبوب کے رویہ و ایک بات بھی کر سکاں معلوم نہیں رات یہ حوصلہ کس طرح پیدا ہو گیا۔

۸۔ رقیب کا طعنہ زیادہ ناقابل برداشت نہیں تھا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ رقیب

کے طعنہ دینے پر آپ بھی منس رہے تھے۔ اس طرح یہ طعنہ میرے لئے بے حر
دل خراش اور ناقابلِ برداشت بن گیا۔

- ۹۔ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ محبوب کے ہاتھ میں نہ تیر تھانہ نیزہ۔ لیکن کوئی چیز ضرور تھی۔
کہ وہ پھانس کی طرح دل میں چھو کر رہ گئی۔ یعنی اسے دیکھتے ہی دل کو ایک ٹھٹھیس لگی۔
- ۱۰۔ شاعروں کی محفل میں رات بھارا بالکل دل نہ لگا۔ کیونکہ محفل میں جا رو
گروں کا سا بیان رکھنے والا حوالی موجود نہیں تھا۔

رنج اور رنج بھی تنہائی کا
عمر شاید نہ کرے آج وفا
نم نے کیوں وصل میں پہلو بدلا
ایک دن راہ پہ پہرہ سچے ہم
اُس سے نادان ہی بن کر ملے
سات پردوں میں نہیں ٹھہرتا آنکھ
درمیاں پاہے نظر میں جینک
کچھ تو ہے قدر تماشا سالی کی
اس کو چھوڑا تو ہے لیکن اے دل
بزم و شمن میں نہ ہی سے اترا
یہی انجام تھا اے فصل خزاں؟
مدد لے جذبہ توفیق کہ یاں
مختب عذر بہت ہیں۔ لیکن
وقت پہنچا میری رسوائی کا
کاٹنا ہے شبِ تنہائی کا
کس کو دعویٰ ہے شکیبائی کا
شوق تھا یاد یہ پیانی کا
کچھ اجارہ نہیں دانائی کا
تو صلہ کیا ہے تماشا سالی کا
ہم کو دعویٰ نہیں بیانی کا
ہے جو یہ شوق خود آرائی کا
مجھ کو ڈر ہے تیری خود رانی کا
پوچھنا کیا تری زیبائی کا
گل و بیل کی شناسائی کا
ہو چکا کام تو انائی کا
اذن ہم کو تہیں گویائی کا
ہوں کے حالی سے بہت آوارہ

گھرا بھی دُور ہے رسوائی کا

تشریح الفاظ:- پہلو بدلتا، بات کا رخ بدلتا۔ بادہ پیمائی، صحرانوردی، جنگلوں میں پھرتا۔ اجارہ، کھٹیکہ۔ بنیائی، قوت دید، دیکھنا۔ خود آرائی، سرکشی۔ جی سے اترنا، ناپت، ہوتا۔ پوچھنا کیا، کیا کہنا۔ رہائش، آرائش۔ محتب، احتساب کرنے والا، شرعی قانون عائد کرنے والا۔ اذن، اجازت۔ گورائی، بولنے کی قوت۔ مطلب:- ۱۔ مجھے غم ہے اور غم بھی محبوب کی جدائی کا ہے۔ اب میرے یہ نام ہونے کا وقت آگیا ہے۔ یعنی جدائی کے غم میں نالہ و فریاد کروں گا۔ اور میری یہ نامی ہوگی۔

۲۔ آج محبوب جدا ہو گیا ہے۔ مجھے جدائی کی رات بسر کرنی ہے۔ شاید آج زندہ نہ بچوں۔

۳۔ محبوب نے ملاقات کے وقت بات کا رخ بدلنے کے لئے یہ بات بنائی کہ تم بڑے صابر ہو میری جدائی میں صبر کر سکتے ہو۔ شاعر کہتا ہے نا بابا نا۔ مجھے صبر کا دعویٰ نہیں۔ تم بات کا رخ نہ بدلو۔ مجھ سے ملو جلو!

۴۔ ہمیں جنگلوں میں آوارہ پھرنے کا بہت شوق تھا چنانچہ ایک روز جنگل کے راستے پر ہی جا بیٹھے۔ یعنی وحشت سر پر سوار ہو گئی! درمیانوں بن کر گھر سے نکل گئے۔

۵۔ یہ ضروری نہیں کہ درست کو عقل و خرد اور علم ہی کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے بلکہ اسے جاہل اور نادان بھی پاسکتے ہیں۔

۶۔ اگر چہ سن مطلق سانس پر دوں میں چھپا ہوا ہے پھر بھی دیدار کے طالب اس نظارے کی تاب نہیں لاسکتے۔ اس طالب دیدار کا کتنا حوصلہ ہے۔ جو اسے بے پردہ دیکھنا چاہتا ہے۔

۷۔ جب محبوب کے اور میرے درمیان نظر کا پردہ حائل ہے۔ اس وقت تک مجھے قوت دیدار کا دعویٰ نہیں۔ یعنی میری نظر بھی ایک پردہ ہے جو درمیان میں حائل ہے۔

۸۔ محبوب کو یہ جو نینے سنوئے کا شوق ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ اسے اپنا دیدار کرنے والی کی قدر افزائی منظور ہے۔

۹۔ اے دل! تونے محبوب کو چھوڑ تو دیا ہے لیکن اس میں مجھے تیری سرکشی کا ڈسہ ہے کہ تو کہیں سرکش نہ کہلائے۔ پہلے ہی عاشقی کی بزنامی اٹھا رہا ہوں۔ اور اب سرکشی کی بزنامی اٹھاؤں۔

۱۰۔ خیر بصورتی دشمن کی محفل میں تیری خوبصورتی کا کیا کہنا۔ وہ عالم دل میں بسا ہوا ہے۔ (عام طور سے عاشق دشمن کی ہریات کرنا پسند کرتا ہے لیکن محبوب کی خوبصورتی کو دشمن کی محفل میں سراتنا ہے اور پسند کرتا ہے۔

۱۱۔ اے فصل خزان! کیا بیل اور کھپول سے دوستی کرنے کا انجام یہ ہونا چاہیے تھا کہ تونے باغ کو ویران کر دیا۔

۱۲۔ ہم عمر سے ایسے شدید مصیبتوں میں پھنس گئے ہیں کہ ہماری طاقت جواب دے چکی ہے۔ اس لئے اللہ کی امداد کے بھروسے تو ہی برد کر۔

۱۳۔ اے احتساب کرنے والے! اگرچہ ہم اپنے مے نوشی کے جرم کے بہت سے عذر پیش کر سکتے ہیں۔ مگر میں بونے کی اجازت نہیں۔ اس لئے خاموشی سے تیرے فیصلے کو قبول کئے لیتے ہیں۔

۱۴۔ اگرچہ حال کی طرح بہت سے عاشق آوارہ پھرتے ہوں گے مگر بزنامی کی جو حد ہے وہ ابھی تک انہوں نے نہیں دیکھی۔

ق۔ اغماض چلتے وقت مروّت سے دور تھا
 تھی ہر نظر نہ محرم دیدار ورنہ یاں
 درد اکہ لب پہ رازِ دل آیا نہ تھا ہندوز
 جانی نہ تندرست حق پارسانے کچھ
 دردی کشان بزمِ مغان کا نہ پوچھ حال
 اب باریاب انجمن عام بھی نہیں
 روزِ وداع بھی شبِ بھراں سے کم نہ تھا
 بیمار کی تو اپنے نہ لی تم نے کچھ خبر
 روز کے ہم اور رُلا نا ضرور تھا
 ہر خار نخلِ امین و ہر سنگِ طور تھا
 چرچا ہمارے عشق کا نزدیک و دور تھا
 ٹھہرا قصور وار اگر بے قصور تھا
 ایک ایک زند نشہ وحدت میں چور تھا
 وہ دل کہ خاص محرم بزمِ حضور تھا
 کچھ صبح ہی سے شامِ بلا کا حضور تھا
 بہر نمازِ نعلش پہ آنا ضرور تھا
 حالی کو بھیر میں بھی جو دیکھا تو شاد ماں
 تھا حوصلہ اسی کا کہ اتنا صبور تھا

تشریح الفاظ :- غماض، چشم پوشی، نظر انداز کرنا، محرم، واقف، نخلِ امین، وادی
 امین کا درخت، جس پر حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھا تھا۔ طور،
 وہ پہاڑ جس پر جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے اور اس کا جلوہ
 دیکھتے تھے۔ دروا، اے واگے، افسوس۔ دردی، درد۔ گار، شراب کی تلچھٹ۔
 دردی کشاں، تلچھٹ پینے والے۔ آتش پرست، مراد شراب پلانے والا۔ وحدت،
 توحید۔ روزِ وداع، رخصت کا دن، نزل ہونا، اترنا۔ بہر نماز، نماز کے لئے،
 جنازے کی نماز کے لئے۔ نعلش، لاش، میت۔ صبور، صبر کرنے والا۔
 مطلب :- ۱۔ رخصت کے وقت چشم پوشی، اخلاص و مروّت کے خلاف تھی۔
 اس لئے خود رو کر میں رلا نا ضروری تھا۔

۲۔ شاعر کہتا ہے کہ دنیا میں ہر ایک نظر ذاتِ الہی کے دیدار کی آرزو نہیں رکھتی۔

ورنہ ہر کانٹے میں امین کی سی تجلی اور ہر حیز میں کوہِ طور کی سی شان موجود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص لطالبِ دیدار نہیں ورنہ ہر کانٹے اور ہر تھپر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جلوے دیکھے جاسکتے ہیں۔

۳۔ افسوس! ہمارے دل کی بات ابھی لبِ پرآئی کبھی نہ تھی کہ ادھر ادھر ہمارے خشق کا چرچا ہو گیا۔ یعنی عاشقی کا دم بھرتے ہی بدنام ہو گئے۔ صبح ہے عشق اور مُشک نہیں چھینتے۔

۴۔ نیک شخص نے اللہ کی رحمت کا اندازہ ہی نہیں کیا، اس لئے گناہ کرنے سے گریز کیا وہ گناہ نہ کرنے کے باوجود گناہگار ہے۔ یعنی اس کا یہ گناہ ہے کہ اس نے اللہ کی رحمت کی قدر نہ کی۔ اگر رحمت پر کھروسہ کرتا تو گناہ کرنے سے نہ ڈرتا۔ (رحمت کے متعلق ہر شاعر نے کوئی نہ کوئی مضمون باندھا ہے۔)

۵۔ شاعر کہتا ہے کہ شراب پلانے والوں کی محفل میں پینے والوں کا حال نہ پوچھو۔ ایک ایک شرابی توحید کے نشے میں سرشار تھا۔

۶۔ وہ دل جو حضور کی خاص محفل میں شریک ہوتا تھا۔ اب اسے حضور کی عام محفل میں رسائی نہیں۔ (شاید اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہتے تھے۔ اللہ کے دیدار سے مشرف تھے اور انہیں فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا تھا۔ اور آج اسی آدم کی اولاد زمین پر خوار ہے۔)

۷۔ محبوب کی رخصت کا دن بھی ہمیر کی رات سے کم نہ تھا۔ گویا صبح ہی سے سببت کی شام اترنے لگی تھی۔

۸۔ تم نے اپنے بیمار کی زندگی میں تو کوئی خبر نہیں لی۔ مرنے پر نازِ جنازہ ہی کے لئے آئے۔ کیونکہ یہ آرزوئے رسم و رواج ضروری تھا۔

۹۔ حالی کو جدائی میں بھی خوش دیکھا۔ یہ اسی کا حوصلہ تھا کہ اس قدر صبر کیا۔

ق۔ دل سے خیالِ دوست بھلایا نہ جائیگا
 تم کو ہزار شرم سہی مج کو لاکھ ضبط
 اے دل رضائے غیر بے شرطِ رضائے دوست
 دیکھی ہیں اسی اُن کی بہت مہربانیاں
 سے تندر و ظہرت جو صلہ اہل بزم تنگ
 رانگی ہیں ہم کہ دوست سے ہو دشمنی۔ مگر
 کیوں چھپرتے ہو ذکر نہ ملنے کا رات کے
 بگڑیں نہ رات بات پہ کیوں جانتے ہیں وہ
 ملتا ہے آپ سے تو نہیں حصرِ غیبر پر
 مقصد و راہ اپنا کچھ نہ کھلا لیکن اس قدر
 سینے میں داغ ہے کہ مٹایا نہ جائے گا
 الفت وہ لاز ہے کہ چھپایا نہ جائے گا
 زہنہار بارِ عشق اٹھایا نہ جائے گا
 اہم سے منھری موت کے جایا نہ جائے گا
 ساتی سے جا بکھر کے پلایا نہ جائے گا
 دشمن کو ہم سے دوست بنایا نہ جائے گا
 پوچھیں گے ہم سبب تو بتایا نہ جائے گا
 ہم وہ نہیں کہ ہم کو مٹایا نہ جائے گا
 کس کس سے اختلاف بڑھایا نہ جائے گا
 یعنی وہ ڈھونڈتے ہیں جو پایا نہ جائے گا
 جھگڑوں میں اہل دین کے نہ حالی پڑیں بس آپ
 قصہ حضور سے یہ چکایا نہ جائے گا

تشریح الفاظ:۔ رضائے غیروں کی رضامندی، غیروں کو خوش رکھنا، مند تیز،
 تلخ۔ ظہرت برتن، حوصلہ حصر منحصراً موقوف۔ اختلاف، دو تہی، میل جول۔
 مطالب ۱۔ ۱۔ دوست کا خیالِ دل سے بھلایا نہیں جائے گا۔ اس کی بہت کاداغ
 سینے میں پڑ گیا ہے۔ وہ مٹایا نہیں جاسکے گا۔

۲۔ یہ مان لیا کہ عشق میں تمہیں بھی بہت شرم ہے اور میں بھی دل پر قابو رکھتا ہوں مگر
 اس کے باوجود میری تمہاری محبت چھپی نہیں رہے گی۔ کیونکہ محبت ایک ایسا بھید ہے جو

چھپایا نہیں جاسکتا۔ مثل مشہور ہے۔ کہ عشق اور شک چھپتے نہیں۔

۳۔ اے دل! دوست کو خوش رکھنے کی شرط یہ ہے کہ غیروں کو خوش رکھا جائے
اس لئے عشق کا بوجھ ہرگز نہیں اٹھایا جاسکے گا۔ کیونکہ دوست کو خوش رکھنا تو آسان
ہے۔ لیکن غیروں کو خوش رکھنا بہت مشکل ہے۔

۴۔ ہم نے اس کی ایسی مہر بنیوں دکھی ہیں ہم سے تو جان پر کھیلا نہیں جاسکے گا۔
مطلب یہ ہے کہ جب وہ مہربان ہوتے ہیں۔ تو کوئی لسی فرمائش کرتے ہیں کہ جس سے
جان جو کھوں میں پڑ جاتی ہے۔ اس لئے ان کی مہربانیاں بھی امتحان اور آزمائش سے
خالی نہیں ہوتیں۔

۵۔ شراب تلخ اور تیز ہے اور حفل کے لوگوں کے حوصلے پست ہیں۔ اس لئے ساتی
انہیں شراب نہیں پلا سکیگا۔ مطلب یہ ہے کہ عشق کی شراب بہت تیز اور تلخ ہے۔
دل اسے برداشت نہیں کر سکتا۔

۶۔ ہم یہ تو کر سکتے ہیں کہ دوست کو دشمن بنا لیں۔ کیونکہ دوست کو دشمن بنا کر
محبت میں زیادہ لطف آئے گا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ دشمن کو دوست بنا لیں۔ کیونکہ
دشمن تو بہر حال دشمن ہی رہے گا۔

۷۔ آپ رات کے وقت ملنے کا ذکر نہ چھیڑیئے۔ کیونکہ ہم نہ ملنے کا سبب پوچھیں گے
تو آپ بتانہ سکیں گے۔ (شاعر کا خیال ہے کہ محبوب رات کو غیروں کے پاس نہ رہے۔
اس لئے اپنی غیر حاضری کا سبب نہیں بتا سکے گا۔)

۸۔ وہ ہر رات پر کیوں نہ روٹھ جائیں۔ انہیں معلوم ہے کہ ہم جب بھی روٹھیں گے
عاشق ہمیں ضرور منالے گا۔

۹۔ جب ہمیں آپ سے محبت ہے۔ اور آپ سے نبھاؤ کرنا ہے۔ تو غیر تو کیا۔ ہر شخص
سے دوستی اور میل جول پیدا کرنا پڑے گا۔ تاکہ کسی طرح آپ سے رابطہ قائم رہے۔

- ۱۰۔ ہمارا نصب العین اس کے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہونا کہ کسی ایسی ذات کی تلاش کر رہے ہیں جو مل نہیں سکتی۔ ہمارا مطلوب عالم آب و گل میں مل نہیں سکتا۔
- ۱۱۔ اسے حالی! آپ ندر ہی رہناؤں کے جھگڑوں میں دخل نہ دیں۔ آپ سے جھگڑے لھے نہ ہونہ سکیں گے۔ یہ جھگڑے تو تیرہ سو برس سے جاری ہیں۔ اور کوئی انہیں لھے نہیں کر سکا۔

دل سنا تمہارا بلا ہو گیا	قلق اور دل میں سوا ہو گیا
اگر تیرا اس کا خطا ہو گیا	دکھانا پڑے گا مجھے زخمِ دل
مرا شکر اس کا گلا ہو گیا	سبب ہونہ ہولب پہ انا ضرور
وہ وعدہ نہیں جو وفا ہو گیا	وہ امیر کیا جس کی ہوا تھا
مرض بڑھنے پڑھنے دوا ہو گیا	ہوار کتنے رکتے دم آخر فتا
وہ رورو کے ملنا بلا ہو گیا	نہیں بھولنا اس کی رخصت کا وقت
ابھی کیا تھا اور کیا سے کیا ہو گیا	سماں کل کارہ رہ کے اتلے یاد
وہ غم رفتہ رفتہ غذا ہو گیا	سمجھتے تھے جس غم کو ہم جانگزا
رہے وہ خفا گر خفا ہو گیا	نہ دے میری امیر کج جو جواب

ٹپکتا ہے اشعارِ حاکمی سے حال
کہیں سادہ دل متبلا ہو گیا

تشریح الفاظ :- جان گزا، جان کو دکھا جانے والا۔ حال، مہتی۔ سادہ دل، سیدھا
سادہ آدمی، مبتلا، گرفتار عشق میں پھنسا ہوا۔

مطلب :- ۱۔ تمہارا تسلی دنیا آفت ہو گیا۔ کیونکہ اس سے بیقراری اور بڑھ گئی۔

۲۔ اگر اس کا تیر نشانہ پر نہ بیٹھا تو مجھے دل کا زخم دکھا کر اسے مطمئن کرنا پڑے گا۔
 کہ تیر خطا نہیں ہوا۔ نشانے پر بیٹھا ہے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ہمیں دوست سے
 سچی محبت تو ہے ہی نہیں۔ اور ہمارے دل پر اس کی محبت کا زخم تو ہے نہیں اگر اس کا تیر
 نشانہ پر نہ بیٹھا تو ہم اسے مطمئن کرنے کے لئے زخم کہاں دکھائیں گے۔

۳۔ وہ کوئی تکلیف دیں یا نہ دیں مگر ان کے جو روحِ حیا کی اتنی شرت ہو چکی ہے۔
 کہ ہر وقت ان کا شکر ادا کرتا ہوں گویا ان کا شکر ہی ان کی شکایت ہو گیا ہے (یعنی
 ان کا شکر ان کے جو رکے خلاف شکایت ہی کا اظہار ہے۔)

۴۔ وہ امیدیں نہیں۔ جو پوری ہو جائیں۔ وہ وعدہ نہیں جو ایفا ہو جائے۔
 ۵۔ عشق کے غم و الم میں سانس رکتے رکتے آخر بالکل رُک گیا اور عاشق ختم
 ہو گیا۔ گویا بیماری ہی علاج بن گئی۔

۶۔ وہ روانگی کے وقت رُب سے رو رو کر مل رہے تھے۔ یہ سماں ہمیں آج تک
 نہیں بھولا۔ اور ہم اس سے گویا دگر کے آج تک رو یا کرتے ہیں۔ یہ سماں ہمارے
 لئے قیامت بنا ہوا ہے۔

۷۔ مجھے کل کا سماں بار بار یاد آتا ہے کہ ابھی کیا عیش و نشاط کا سماں تھا اور
 ابھی چاروں طرف غم چھا گیا یعنی کل محبوب یہاں تھا تو عیش و آرام مہیتر تھا۔
 وہ چلا گیا تو غم اور رنج مسلط ہو گئے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ مجھے اسلام کی گزشتہ
 عظمت اور مسلمانوں کے عہدِ رفتہ کئی کہانیاں بار بار یاد آرہی ہیں کہ کل تک
 مسلمان آدھی دنیا کے مالک تھے۔ اور ہندوستان کے شہنشاہ تھے۔ اور آج
 ذلیل و خوار ہیں۔

۸۔ ہم جس غم کے متعلق یہ سمجھتے تھے کہ وہ جان کو دکھا جائے گا۔ رفتہ رفتہ وہ
 گوارا ہو گیا ہے۔ اور جان اسے کھانے لگی۔ مطلب یہ کہ ہمارے دل میں غم ملت

مستقل طور سے جاگزیں ہو گیا۔

- ۹۔ اگر دورت خفا ہو گیا تو کوئی بات نہیں سمجھی نہ سمجھی مان جائے گا۔ میری امید نہ ٹوٹے۔ اگر امید ٹوٹ گئی تو کچھ نہیں رہے گا۔
- ۱۰۔ حاکمی کے شعروں سے مستی ٹپکتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیچارہ کسی کے عشق میں پھنس گیا۔

سنگ گراں ہے راہ میں تکین یار کا
 اک خوشی ہو گئی بے عمل کی ورنہ اب
 او مٹا بھی دو خاش آرزوئے قتل
 ہم خوش کبھی ہوئے ہوں تو غم ناگوار ہو
 سمجھو مجھے اگر نہیں ہے آدمی کی قدر
 گر صبح تک وقانہ ہو اوعدہ وصال
 اب جو بونے گل پہ ہوا اک دل حزین
 ہر سمت گردناقم لیلے بلند ہے
 غربت کے مشغلوں نے وطن کو کھلا دیا
 اب دیکھنا ہے زور دل بے قرار کا
 وہ حوصلہ رہا نہیں صبر و قرار کا
 کیا اعتبار زندگی مستعار کا
 ملتا نہیں محل گلہ روزگار کا
 میرا اک انتفات نہ کرنا ہزار کا
 سن نہیں گے وہ مال شب انتظار کا
 ہم کو چین سے یاد ہے جاتا ہزار کا
 پیچھے جو حوصلہ ہو کسی شہسوار کا
 خانہ خراب خاطر الفت شعار کا
 حالی بس اب یقین ہے دلی کے ہو رہے
 ہے ذرہ ذرہ مہر فزا اس دیار کا

تشریح الفاظ:۔ سنگ گراں، بھاری پتھر۔ تکین، تمکنت۔ خاش، چھین۔ مستعار، مانگا ہوا۔ ناگوار، ناپسندیدہ محل ہونے کا۔ روزگار، زمانے کی شکایت۔ مال، انجام، نتیجہ۔ ناغم، لیلی، لیلی کی اونٹنی۔ خاطر، طبع دل۔ الفت شعار، محبت کا رسیا۔

مطلب : ۱۔ راتے میں دوست کی تکلیف بھاری پھر بن گئی ہے۔ اب بے چین دل کے زور کی آناٹش ہے۔ یعنی ادھر دوست بہت متین اور سنجیدہ ہے۔ ادھر دل دھل کے لئے بہت بے قرار ہے۔ اب دیکھیں کون جیتتا ہے۔ دوست متانت اور سنجیدگی چھوڑ کر بے رحمی قبول کرتا ہے یا دل میں صبر کر بیٹھتا ہے۔

۲۔ برداشت کرنے کی ایک عادت سی ہو گئی ہے۔ ورنہ دل میں صبر اور ضبط کی طاقت نہیں رہی ہے۔

۳۔ شاعر کہتا ہے کہ ہمارے دل میں قتل ہونے کی تمنا کاٹنے کی طرح چھوڑ رہی ہے۔ جلد آؤ اور مجھے قتل کر ڈالو۔ کیونکہ زندگی کا اعتبار نہیں ممکن ہے کسی اور طرف سے موت آجائے۔ اور قتل ہونے کی آرزو پوری نہ ہو۔

۴۔ ہمیں تو ساری عمر غم ہی سے سابقہ رہا ہے۔ کبھی خوش ہوئے ہوں اور اس کے بعد غم آیا ہو تو زمانے کی شکایت کریں۔ جب ہمیشہ غم ہی میں بسر ہوئی ہے تو زمانے کی شکایت کا موقع ہی نہیں۔

۵۔ اس شعر میں تکتہ یہ ہے کہ عاشق اپنے آپ کو ہزار آدمیوں کے برابر تصور کرتا ہے۔ اور محبوب کو دعوت دیتا ہے کہ میری فات او صفت کو سمجھو اور فدا کر دو۔ میں ہزار آدمیوں کے برابر ہوں۔ اگر تم میری طرف توجہ کرو گے تو گویا ہزار اشخاص کی جان بچ جائے گی۔ اور اگر نہ توجہ کرو گے تو گویا ہزار اشخاص کا خون تمہاری گردن پر سبک گا۔

۶۔ اگر دوست نے آج تک ماننے کا وعدہ پورا نہ کیا، تو اسے میرے انتظار کی رات کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ یعنی میں پھر کے صدمے کی تاب نہ لا کر جاؤں گا۔

۷۔ چمن سے بہار کے جلنے سے ہمارے دل کو جو رنج و غم ہے اسے پھول کی خوشبو بھی نہیں مٹا سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ باغ اجڑنے سے دل اس قدر غمگین ہو گیا ہے۔ کہ وہ اب کسی طرح خوش ہوتا ہی نہیں۔

- ۸۔ ہر ایک طرف لیلیٰ کی اونٹنی کے چلنے سے گرد و غبار اڑ رہا ہے اگر کوئی سوار لیلیٰ سے ملنے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ تو وہ اس سے باسانی مل سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق صادق کے لئے دوست کا حیا و ہر وقت چاروں طرف موجود ہے۔
- ۹۔ مسافر کی ہمدردیوں سے دل سے وطن کا خیال بھلا دیا۔ اس محبت سے کسی رسیا دل کا گھر تباہ ہو لینی دل مسافر میں ہر جگہ دل لگی کا سامان پیدا کرتا کرتا رہتا ہے۔ اس لئے وطن کو بھول گیا ہے۔ مسافر ہی میں خوش رہتا ہے۔
- ۱۰۔ ایسا علاج ہونا ہے کہ حاکمی اب دلی میں ہی رہ پڑیں گے۔ وطن واپس نہیں جائیں گے۔ کیوں نہ ہو۔ اس شہر کا ہر ذرہ محبت اور انس پیدا کرنے والا ہے۔

دردِ دل کو دور سے کیا مطلب
چشمہ زندگی ہے۔ زکریا جیل
بادشاہی ہے نفس کی نسیم
جو کرینگے بھیرینگے خود۔ واعظ
جن کے معبود حور و علما ہیں
کام ہمدردی سے انساں کی
ہے اگر زندہ من آلودہ
صوفی شہر با صفا ہے اگر

کیمیا کو طلا سے کیا مطلب
خضر و آبِ یقا سے کیا مطلب
ظہلِ بالِ ہما سے کیا مطلب
تم کو میری خطا سے کیا مطلب
ان کو زاہدِ خدا سے کیا مطلب
قطعہ زہد یا اتقا سے کیا مطلب
ہم کو چوں و چرا سے کیا مطلب
ہو۔ ہماری بلا سے کیا مطلب

نگہت سے پہ غش ہیں جو حاکمی
ان کو درد و صفا سے کیا مطلب

تشریح الفاظ۔ اکیر، سونا بنانے کا نسخہ۔ طلاء، سونا۔ نفس، خواہشات۔ تسخیر، مسخّر کرنا۔ نطل، سایہ۔ ہما، ایک بیمارک پرندہ، جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ جس شخص کے سر پر سے گزر جائے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے۔ حور، وہ حسین عورتیں، جو اہل جنت کو خدمت کے لئے ملیں گے۔ معبود، جس کی عبادت کی جائے قطع بند، یعنی ان تینوں اشعار کو یا ہی معنوی رابطہ ہے۔ زہد، عبادت۔ انقضاء، خوفِ خدا پر سترکاری۔ زند، شراب نوش۔ ترمذی، من، گنہگار۔ چون و چرا، کیوں اور کیا۔ صوفی، صوف کا لباس پہننے والا فقیر، اہل تقویٰ۔ باصفاء، صاف دل، نیک نفس، ہماری بلا ہے۔

مطلب :- ۱۔ درود کی دوا کی کوئی ضرورت نہیں جیسے کیمیا کو سونے کی ضرورت نہیں مطلب یہ کہ دل عین زندگی ہے۔ اس کا علاج کرنے کی ضرورت نہیں۔
۲۔ ہمیں خضر اور آبِ حیات کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ دوست کا تذکرہ ہی ہمارے لئے آبِ حیات ہے۔

۳۔ شاعر کہتا ہے کہ ہمیں ہٹا کے پروں کے سائے کی ضرورت نہیں خواہشات پر قابو پانا ہی بادشاہی ہے۔

۴۔ اے نصیحت گرا جو جیسا کمرے کا دیا پھل پائے گا۔ تجھ کو میرے گناہوں سے کیا غرض ہے۔ اگر میں گناہ گار ہوں تو گناہوں کی سزا خود پاؤں گا۔

۵۔ شاعر کہتا ہے کہ اے زاہد! جو لوگ حور و غلمان حاصل کرنے کے لئے نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہیں خدا سے کوئی غرض نہیں۔ یعنی وہ خدا کے لئے عبادت نہیں کرتے۔ بلکہ حور و غلمان کے لئے عبادت کرتے ہیں۔

۶۔ ۸۔ ہم اس کی پروا نہیں کرتے ہمیں انسان کی روانگی پسند ہے۔ کوئی زاہد اور عابد ہو تو اس سے کوئی مطلب نہیں۔ اگر کوئی گنہگار شرابی ہے تو کسی کے گناہوں سے

کوئی غرض نہیں۔ اگر شہر کا صوفی پاکباز اور نیک نفس ہے تو ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں۔ ہمیں تو انسان کی مردانگی پسند ہے۔

۱۔ اے عالی! جو شراب کی بو پر فریفتہ ہیں انہیں تلچھٹ اور صاف شراب میں کوئی تمیز نہیں۔ یعنی شراب کے رسیا کو تو شراب کی بو آتی ہو۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ شراب صاف ہوتا تلچھٹ ہے۔ بس چڑھا جاتا ہے میرے بھی ہنہ میں زبان میں بھی بول سکتا ہوں۔

چھڑو تم کہ میرے بھی منہ میں زباں ہے اب
 حیرے سے اپنے شورش نہاں عیاں اب
 وہ دل امیر حلقہ زلف بتاں ہے اب
 کہتے ہیں لوگ جان کا اٹھیں زباں اب
 اے دل سنبھل وہ دشمن ہیں مہرباں اب
 ہم ہیں اور آستانہ پیر مغاں ہے اب
 ہاں جذبِ دل مدو کہ ہم امتحان کر اب
 سر زینا سو جھٹا کوئی بارگراں ہے اب

بچھیں وہ تائب و تائب کا یہ کہاں ہے اب
 رہ دن گئے کہ حوصلہ منبسط راز تھا
 جس دن کو قید تھی دنیا سے ننگ تھا
 آئے لگا جبہ اس کی تنہا میں کچھ مہرا
 نقشِ شہرہ۔ بلا ہے حسینوں کا التفات
 اکسیر عم شراب کے سب کچھ ٹھلا دیا
 بہ وقت نزع اور وہ آیا نہیں ہنوز
 ہے دل تم جہاں سے سبکدوش ان دنوں

حالی تم اور ملازمیت پر مے فروش
 وہ علم و دین کہ بھر ہے وہ تقویٰ کہاں ہے اب

تشریح الفاظ: شورش نہاں چھپی ہوئی وحشت، شوریدگی۔ حیرہ بگھونٹ، پتھر۔
 مغاں جمع منہ کی آتش پرست مراد شراب پلانے والے پیر مغاں، شراب پلانے
 والوں کا سر براء۔ سبک، روشن، فارغ۔ بارگراں، بھاری بوجھ۔ پیر مے فروش،
 شراب پیچھے والا بوڑھا تقویٰ، پیریزگاری۔ زہد تقویٰ، نزع، جانکنی، ہنوز ابھی۔

مطلب: ۱۔ حالتی کہتا ہے کہ اے دوست اب مجھ میں شکایت کو ضبط کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اس لئے اب تم مجھ سے چھوڑ نہ کرو۔ ورنہ میں تالہ و فریاد کروں گا۔ خاموش نہیں رہوں گا۔

۲۔ شاعر کہتا ہے اب مجھ میں عشق کے راز کو چھپائے رکھنے کی طاقت نہیں رہی۔ میرے چہرے سے دل کی وحشت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔

۳۔ جو دل بھی زندگی کی قید کو بے عزتی کا باعث سمجھتا تھا۔ وہی دل اب شوقوں کی زلفت کیتے میں قید ہے۔ یعنی وہ دل جو کسی قید کو برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اب زلفت رسوائی کی قید کو بھی برداشت کر رہا ہے۔

۴۔ جب دوست کی آرزو میں لطف آنے لگا۔ تو لوگ کہنے لگے کہ اب عشق میں جان کا نقصان ہے۔ یعنی عشق میں مزا ہی جب آتا ہے کہ جان کو جو کھوں میں ڈالا جائے۔

۵۔ عاشق کی طرف حسینوں کا توجہ کرنا ایک آفت ہے۔ اسے دل یا اس سوئے پر غلطی نہ کھانا چاہیے۔ وہ دشمن اب ہر بان ہو رہا ہے اس لئے ہمیں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ حالتی پہلے کہہ چکے ہیں۔

۶۔ شراب کے ایک گھونٹے میں دین و دنیا، شرم و حجاب، یا اس و عزت وغیرہ سب کچھ بھلا دیا۔ ایک گھونٹ پینے کے بعد ہم شراب کے ایسے رسیا ہو گئے کہ شراب پلانے والوں کے سردار کی چوکھٹ کو چھوڑتے ہی نہیں۔ یعنی ہر وقت مینا نے کے دروازہ پر بیٹھے رہتے ہیں۔

۷۔ عاشق کی جانکنی کا وقت آن پہنچا، مگر دوست احوال پرسی کے لئے ابھی تک نہیں آیا۔ اے دل کی کشش۔ اب تیرے امتحان کا وقت ہے۔ یعنی دوست کو یہاں کھینچ لا۔

۸۔ آج کل دل دُنیا کے زخموں سے فارغ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑا بوجھ (غم) سر پر پڑنے والا ہے۔

۹۔ اے حالی! یہ کیا بات ہے کہ تم نے شراب پینے والے بڑھے کی نوکری کر لی وہ تمہارا دین کا علم اور سپرنگاری کیا ہوئی یعنی تم عالم دین اور سپرنگار ہوتے ہوئے بھی غیر شرعی امور کا ارتکاب کرتے ہو۔

ب

یہیں واعظ سب پتھر آتے ہیں آپ
س بہت طعن و ملامت کر چکے
ہے صراحی میں وہی لذت کہ جو
واعظ ہے ان کو شراباگنساہ
کرتے ہیں اک اک کی تکفیر آپ کیوں؟
کرتے ہیں آباد و زخ کو حضور

ناصح قوم اس پہ کہلاتے ہیں آپ
کیوں زباں رن روئی کھلاتے ہیں آپ
ترشہ کے ممبر سر پڑا پاتے ہیں آپ
جو گنہ سے اپنے شراباگنساہ
اس پہ بھی کچھ غور فرماتے ہیں آپ
خلد کو ویران کر داتے ہیں آپ

چھپر کر واعظ کو حاسا کی خلد سے
بستر کیوں اپنا پھلکواتے ہیں آپ

تشریح الفاظ:۔ منہ آنا، دوید و ہوتا، لڑنا جھگڑنا، طعن، طعنہ، ملامت،
بڑا بھلا کہنا، رجز و بیچ کرنا، صراحی، شراب کی صراحی، مینا، ممبر، مسجد کا وہ اٹھ
جس پر کھڑے ہو کر خطیبِ خلیفہ دینا ہے۔ تکفیر، کفر کا فتویٰ، خلد، ہمیشہ رہنے
والی جگہ، جنت۔

مطلب:۔ ۱۔ یہ واعظ ہیں۔ سب سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اور قوم کے ناصح یعنی

نصیحت کرنے والے کہلاتے ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ نصیحت کرنے والے کا اخلاق بہت بلند ہونا چاہئے۔

۲۔ اے واعظ! اپنے لوگوں کو بہت برا بھلا کہا۔ اب ایسا نہ کہئے۔ ایسا نہ ہو کہ شرابی بگڑ بیٹھیں۔ اور آپ کے عیب بیان کرنے لگیں۔ یا آپ کو گالیاں دیں۔
۳۔ شاعر واعظ سے کہتا ہے کہ آپ کو جو لطف منبر پر کھڑے ہو کر حاصل ہوتا ہے ہمیں وہی لطف شراب کی صراحی سے ملتا ہے یعنی جس طرح آپ منبر پر عشق الہی میں مست ہوتے ہیں ہم اسی طرح شراب پی کر مست ہو جاتے ہیں۔

۴۔ ۵۔ ۶۔ اے واعظ! جو لوگ اپنے گناہوں پر آپ ہی شرمندہ ہیں۔ انہیں شرمندہ کرنا گناہ ہے۔ آپ نے کبھی اس کتہ پر غور کیا کہ آپ لوگوں سے خلافت کفر کا فتویٰ لگا کر انہیں اسلام سے کیوں خارج کرتے ہیں۔ اگر آپ بوہی کفر کا فتویٰ لگاتے رہے تو ایک شخص بھی مسلمان نہیں رہے گا۔ روزِ آخر لوگوں سے پھیر جائے گی۔ اور جنتِ خالی رہ کر دیران ہو جائے گی۔ شاعر نے بعض واعظ پر طعن کیا ہے۔
ورنہ روزِ آخر اور جنت دیتا خدا کے اختیار میں ہے۔ واعظ کے فتووں سے روزِ آخر یا جنت نہیں ملتی۔

۷۔ اے حاکی! واعظ کو چھپر کرانیا بوریابنتر جنت سے باہر کیوں بھنپ کر آتے ہو؟ یعنی اپنے خلاف کفر کا فتویٰ کیوں لگواتے ہو؟



گر جوانی میں تھی کجیرالی بہت
جمع ہیں ہر سو تراشائی بہت
راس ہے کچھ اس کو خوردالی بہت

گو جوانی میں تھی کجیرالی بہت
زیر برقع تو نے کیا دکھلا دیا
ہٹا پہ اس کی اور پس جانتے ہیں دل

دل پہ ہے نقش اس کی رعنائی بہت
 راحت اس تکلیف میں پائی بہت
 دوست یار تھوڑے ہیں اور بھائی بہت
 مشہد نہ مرسا اور گھٹنا چھائی بہت
 ہیں فدائی کم۔ تماشا سائی بہت
 خاک ساری (پہی) کام آئی بہت
 تھی کبھی ہم میں بھی گئی پائی بہت
 یا گئی کچھ بڑھ چکیا پائی بہت

سرو یا گل آنکھ میں جھٹتے نہیں
 چور تھا زخموں سے اور کہتا تھا قرۃ
 آرہی ہے چاہہ یوسف سے صدا
 وصل کے ہو ہو گئے ساماں رو گئے
 جان شاری سروہ بول آٹھے مری
 ہم نے سر اڑنے کو اعلیٰ کر دیا
 کرو یا چپ واقعات دہرنے
 گھٹ گئیں خود تلخیاں ایام کی

ہم نہ کہتے تھے کہ حوالی چپ رہو
 راست گوئی میں ہے رسوائی بہت

تشریح الفاظ۔ کج رائی، بیروہا پن۔ غلط کاری، نادانی، خرا، آزاد، بیزیر
 کے شکر کا ایک سردار جو سرکہ کربلا میں بیزیر کی طرف سے ہرٹ کر حضرت امام
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف آ گیا۔ اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کی طرف سے جنگ کر کے شہادت پائی۔ گویائی، بولنے کی قوت، شکیبائی،
 صبر۔ ایام، گردش ایام، زمانہ۔

مطلب۔ اگرچہ ہم جوانی میں نادان تھے پھر بھی ہمیں جوانی بہت یاد آتی
 ہے۔

۲۔ تو نے برقع کے نیچے کون سا جلوہ دکھا دیا کہ ہر طرف جلوہ دیکھنے والے
 جمع ہیں مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ذات الہی پرزے میں مستور ہے مگر معلوم نہیں پرزے
 پر لے ہی ہیں اس نے کیا جلوہ دکھا دیا ہے کہ رب لوگ اس کے مشتاق ہیں۔

۳۔ محبوب کو غرور بہت راس آگیا ہے۔ اس کی ضد دیکھ کر دل اور بھی فریفتہ ہوتے ہیں۔

۴۔ دل پر دوست کی زیبائی اور حسن کا نقش اس طرح جم گیا ہے کہ ہمیں سرو اور پھول اچھے نہیں لگتے۔

۵۔ شاعر کہتا ہے کہ جب مہر کہ کر بلا میں خرم زخموں سے چور چور ہو رہا تھا تو وہ کہتا تھا کہ میں نے اس تکلیف میں بہت آرام پایا۔

۶۔ بھائی (یہاں بھائی سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں) جو حضرت یوسفؑ کے دشمن تھے۔ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینک دیا۔ شاعر کہتا ہے کہ اس کنوئیں میں جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کی ان کے بھائیوں نے پھینکا تھا یہ صلا آرہی ہے کہ دنیا میں دوست کم ہیں اور دشمن عموماً بھائی بند ہی ہوتے ہیں۔

۷۔ دوست سے ملنے کے سامان کئی بار کھنک ہو کر بگڑ گئے۔ گویا گھنا تو بہت آئی۔ بگرہی نہیں۔ یونہی نکل گئی۔

۸۔ میں نے ان پر جان قربان کر دی تو انہوں نے کہا کہ دنیا میں قربانی دینے والے کم ہیں۔ اور تماشا دیکھنے والے بہت ہیں۔ گویا انہوں نے میری قربانی کو سراہا۔

۹۔ ہم نے ہر حقیر چیز کی عزت افزائی کر کے اس کا ریشہ بڑھا دیا۔ ہماری عاقبتوں نے یہ بڑا کام کیا۔

۱۰۔ ہمیں دنیا کے حادثات نے خاموش کر دیا۔ ورنہ ہم میں بھی کبھی بولنے کی قوت تھی۔

۱۱۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمانے کی تلخیاں گھٹ گئی ہیں۔ یا ہمیں ہی صبر

کر لینے کی عادت ہو گئی ہے۔ یعنی یا تو یہ بات ہے کہ زراعت نہیں اس آگیا ہے۔
 یا یہ ہے کہ ہم زمانے کی تلخیوں کی پرواہ نہیں کرتے۔
 ۱۲۔ اے حاکم! ہم تمہیں یہ کہتے تھے کہ جیسا کہ چاہو۔ سچی بات کہنے میں بہت
 ذلت و خواری ہوتی ہے۔

اس کے جانتے ہی یہ کیا ہو گئی گھر کی صورت
 کہ جسے بیانِ وفا باندھ رہی ہے۔ لیل
 بنے عم روزِ خدائی نہ نشاطِ شبِ وصل
 اپنی جیوتی گریبا سارے نمازی ہنسیار
 دیکھتے تھے مہسور سے کچھے یا نہ کچھے
 واعظوا لش دوزخ سے جہاں کوئی نے
 کیا نیرزا بد قانع کو کہ کیا چیز ہے ترس
 میں بجا تر حوادث سے نشانہ بن کر
 شوقِ زلی اس کے مزا۔ درویش اس لڑت
 حملہ اپنے پہنچے ہی اک بعد نہ رہتا ہے ضرور
 زہاؤں کے ہوئے جانے میں اوسانِ خطا
 یوں تو آیا ہے تباہی میں یہ بیزا سو بار

ان کو حاکم بھی بلاتے ہیں گھرا اپنے مہماں
 دیکھنا آپ کی اور آپ کے گھر کی صورت

تشریح الفاظ:- قانع، قناعت کرنے والا، صابر جرس، لالچ کیسیہ زرد، روپوں کی تھیلی۔

- حوادث، جمع حاوشہ کی۔ واقعات آرٹے آنا، مصیبتیں کا آنا۔ تعلیم سپردگی، رقصائے
اپنی پر خوش رہنا۔ پیر، ڈھال، مفر، بھاگنے کی جگہ، قرار، ہر مدت، شکست، ظفر، فتح،
کامیابی۔ ڈرائی، ڈراؤنی، بھیانک، خوفناک، بھینور، گرواب۔
- ۱۔ دوست کے جانے ہی گھر کی حالت بدل گئی۔ نہ وہ دیواروں کی بجاؤ
رہی۔ نہ دروازے کی۔ یعنی دوست کے جاتے ہی ہمارا گھر بے رونق ہو گیا۔
- ۲۔ بلبل کھپولوں کی وقاداری کا خمد باندھ رہی ہے۔ حالانکہ گل جب خزان
آجائے گی تو کھپولوں کا یہ سن و نیال نہیں رہے گا۔ یعنی بلبل کہہ رہی ہے کہ کھپولوں کا سن
اور خوشبو چند روز ہے۔ چند روز تیرت دل لگانے کا کیا فائدہ؟
- ۳۔ اب تہ شرفت کے دن کا غم ہے۔ تہ ملاپ کی رات کی خوشی۔ یعنی دل چھو گیا ہے۔
گویا زمانہ ہی بدل گیا۔ نہ غم کی پرواہ ہے نہ خوشی کی چاہت۔
- ۴۔ حضرت (حضرت خضر علیہ السلام) جو بنگلہ لایا ہے۔ مسافروں کو راستہ
بتاتے ہیں، شاعر کہتا ہے کہ ہماری اپنی صیوں یعنی روپے پیسے سے ہوشیار رہیں، مسجروں
ایکے ایسے بزرگ اور چہرے جو بظاہر خضر کی طرح بوز صیوں کے گروا سنی رہتے ہیں۔
شاعر کا مقصد یہ ہے کہ مسجروں میں اب ایسے بزرگ نہیں رہے جو لوگوں کی رہنمائی
کریں۔ بلکہ ایسے بزرگ رہ گئے ہیں۔ جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور غلط راستے پر چلا تے
ہیں۔ اور ایسے ٹور تے ہیں۔
- ۵۔ اسٹخ اور باصیں۔ آپ کی تصویر عموماً کھینچ سکتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ آپ کی
ذات بالکل بے عیب ہے۔ تصویر کا بے عیب ہونا ممکن نہیں۔ یہاں شاعر کا مقصد
یہ ہے کہ قارئین قوم اگرچہ بے عیب ہوتے ہیں۔ مگر وہ اپنے بے عیب کو فنی ظاہر کرتے
ہیں مان کے ظاہر اور باطن کا حال صحیح صحیح بیان کرنا آسان نہیں۔
- ۶۔ اے واعظو! تم نے لوگوں کو جہنم کے عذاب سے متاثر کیا ہے کہ لوگ

اب تم ہی کو عذاب سمجھنے لگے ہیں۔ اور تم ہی سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔

۷۔ سونے اور روپوں سے بھری ہوئی جیب کا قناعت پسندنا ہر کوئی تم ہی نہیں اس بے چارے نے تو روپوں کی پھلتی پھولی دیکھی تک بھی نہیں (یہ طنز کے طور پر کہا ہے) مطلب یہ کہ زیادہ ڈیرا لالچی اور مسیہ کا سرید ہے۔

۸۔ رہنا سہا لہی پر خوش رہنا میرے لئے ڈھائی من گنبد ہے اور میں حادثوں کا شکار ہو کر زخم جاتا رہا۔ یعنی مجھے تانے کے بہت سے حادثات پیش آئے مگر چونکہ میں ہر حال میں اللہ پر شکر کرتا تھا اس لئے ہر حادثہ سب سے بچ گیا۔

۹۔ چونکہ دوست کی محبت میں تکلیفوں میں بھی بڑا لطف ہے پھر لے تا گوا اس کی محبت سے کیوں بھاگوں؟

۱۰۔ شکست کے بعد اپنے آپ پر بھی حملہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ دوسروں میں نہیں تو اپنے آپ پر ہی فتہ حاصل کرنی جائے اور فاتحوں میں نام ہو جائے۔

۱۱۔ رہنا بھی گھبرار ہے میں معلوم ہوتا ہے راستہ پر خطر ہے۔

۱۲۔ اگرچہ ہمارا جہاز کئی بار تباہی میں پھنسا مگر اب اس کے گرداب کی صورت بہت خطرناک ہے مطلب یہ ہے کہ ہماری قوم پر پارہ پھینٹیں آئی ہیں۔ مگر ۱۸۵۷ء کے بعد جو حالی نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو مصیبت آئی ہے وہ بہت خطرناک ہے۔

۱۳۔ حالی دوست کو گھر میں مہمان بلاتے ہیں حالانکہ نہ حالی دوست کی مہمانداری کے قابل ہیں نہ ان کا گھر دوست کے گھر سے کے لائق ہے۔

چھٹی نہیں سرگرائی کی صورت
وہ ہے اور ہی مہربانی کی صورت
مرے حق میں اک پاسبانی کی صورت

ق۔ بناتے ہیں وہ مہربانی کی صورت
جسے دیکھ کر دل ہو عاشق کا بیکل
شب وعدہ ہے بارعام ان کے دل پر

غمِ دل نے رسوا کیا ہم کو آخر
 بنائی بہت بنا و مانی کی صورت
 ہے اس ریش پر دمہ کیا خوب کھلتا
 ذرا دیکھنا شیخ قانی کی صورت
 یقین ہے کہ ہم جن کو سمجھے ہیں مرنا
 یہی ہونو ہون کر گانی کی صورت
 سمجھ کر و قتلِ حالی کو دیکھو
 مٹاؤ نہ عشق و جوانی کی صورت

تشریح الفاظ۔ پہ، مگر، لیکن، یہ ان معنی میں استعمال ہے، سرگرائی، راضی۔
 بارعاً، عام اجازت۔ پاسبانی، پہرہ داری۔ ریش، واڑھی، دمہ، خضاب، سفید
 بالوں کو سیاہ کرنے والی دوا خوب کھلتا، پھلا گنا (طنز کے طور پر آیا ہے) دراصل
 مطلب یہ ہے کہ بدنامی معلوم ہوتا ہے۔ قانی، فنا ہونے والا مرنے کے قریب۔
 مطلب ۱۔ وہ اگرچہ مہربان بن رہے ہیں لیکن ناراضگی جہرے سے ظاہر ہو رہی ہے۔
 ۲۔ وہ مہربانی کی شکل پسند کرے گا عشق کا دل کے قرار ہو جائے اور ہی ہوتی ہے۔
 ۳۔ دوست نے جس رات مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا ہے ساقی رات لوگوں کو ان
 کے ہاں آنے کا عام اجازت ہے۔ اب سیری عینیت ان کے در کے پر بارگاہ کی ہی ہو رہی
 ہے۔

۴۔ ہم نے اگرچہ خوشی کی صورت بنا نے کی بہت کوشش کی مگر دل کا غم ظاہر ہی
 ہو گیا جس سے بدنامی حاصل ہوئی۔

۵۔ شیخ قبر میں پاؤں لٹکانے بیٹھا ہے لیکن خضاب سے واڑھی کو سیاہ کر کے
 جوانوں کا بہرہ بھرا ہے۔ ذرا اس کی صورت دیکھئے خضاب کیا بدنام معلوم
 ہوتا ہے یعنی جسمِ صعب ہے۔ اور سیاہ واڑھی جوانوں کی ہی ہے۔ عجیب
 مضمی کہ خیر صورت بن گئی ہے۔

۶۔ دنیا میں زندگی آرام سے بسر کرنے کی اور کوئی صورت نہیں رہتی جسے ہم موت کہتے ہیں۔ اس میں زندگی کی راحت ہو تو ہو۔
 ۷۔ حالی کو سوج سمجھ کر نسل کرنا۔ کیونکہ اس کے مرنے سے عشق اور جوانی کی رونق ختم ہو جائے گی۔ اس لئے اسے مڑانا چاہیے۔

ط

تو نہیں ہوتا تو رہتا ہے اچھا
 رنج رہتا ہے کان میں یاں لے شہی
 ناو ہے بوسیدہ اور موہیں ہی سموت
 اک کہا فی پیر زن کی رہ گنا
 دینے ہی میں ہم آسکے تو میں
 جو کہے شکو بنا دیں اسے امیر
 لکنیں رتوں کے میں سب میر پھیر
 برق منار لاتی ہے اب کس چیز پر
 بیخ میں برش یہ اسے تانی نہیں
 چٹکیاں ہی دل میں یہ لیتا ہے کون

دل کو یہ کیسی لگا دی تو نے چارٹ
 اور منگلی نے کئی بدلے میں کھاٹ
 اور دریا کا بہت چکلا ہے پاٹ
 راج گسر کی کارہا باقی نہ پاٹ
 بے نگریاں جی تھوڑے تراہد اچھاٹ
 ہیں بہت سرکار کی محفل میں بھاٹ
 سب جہانوں کا ہے لنگر ایک گھاٹ
 ماریاں کیسی کیسی کہتی کر چھاٹ
 جس قدر تیری زباں کرتی ہے کھاٹ
 شکر تو نکلا ہر میں میں تیرے سیاٹ

نشریح الفاظ۔ اچھاٹ، برگشتہ، پھرا ہوا۔ چاٹ، چپکا، لتا۔ رنج، رہی،
 لسی ہوئی، معنی، کانے والا، مطرب، ٹھاٹھ۔ شرتال، بوسیدہ، ٹوٹی ہوئی پرانی۔
 چکلا، چوڑا۔ پاٹ، عرض، پیرزن، بوزھی۔ وہ بوڑھی میں نے شاہ ایران نوشیروان
 عادل کو اپنا محل سیدھا کرنے کے لئے اپنی جھونپڑی نہ دی تھی۔ نوشیروان چونکہ بہت

عادل تھا اس سے پناہ مل کر بھاگی ہوئی تھی۔ مگر بڑھیا سے زبردستی چھوڑی نہ لی۔ کسری، ایران کے بادشاہوں کا لقب۔ یہاں نوشیرواں عادل مراد ہے۔ بھٹا خوشامدی۔ ملتیں، قومیں۔ یہاں مراد ہے مذہب۔ لشکر، وہ بھاری تھیر جو جہاز کو ٹھیرانے کی جگہ پر مضبوط کرنے سے باندھ کر پانی میں لٹکا دیتے ہیں۔ تاکہ جہاز پانی کے نور سے اپنی جگہ سے ہل نہ سکے۔ محاورے میں لشکر ڈالنا کا مطلب جہاز کو ٹھیرا لیا ہے۔ پات، بے رنگ، بے مزہ۔

مطلب: ۱۔ ۱۔ اے دوست! تو نے دل کو اپنے دیدار کا ایسا چمکا لگا دیا کہ جب تو وجود نہیں ہوتا تو دل اچاٹ رہتا ہے۔

۲۔ اگرچہ گمانے والے نے کئی سربل لئے ہیں مگر ہمارے کانوں میں وہی پرانی لے بسی ہوئی ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں بڑے بڑے انقلاب برپا ہو چکے مگر ہم ابھی تک پرانی لکیری کے فقیر بن رہے ہیں۔

۳۔ ہماری کشتی ٹوٹی پھوٹی اور پرانی ہے۔ دریا کا پاٹ بہت چوڑا ہے اور طوفان بھی آیا ہوا ہے۔ ہمارا کشتی کیونکر پار ہوگی؟ مطلب یہ ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ترقی کرنے کے لئے بہت جادو جہاز اور مال و دولت کی ضرورت ہے۔ اور ہم غریب ہیں پھر ترقی کیونکر ہو؟

۴۔ شاعر کہتا ہے کہ نہ نوشیرواں رہا نہ اس کی حکومت ساری صرف اس کے عدول و انصاف کی وجہ سے بڑھیا کی کہانی ہمیشہ کے لئے رہ گئی۔

۵۔ اے زاہرا! ہم بیت خانے سے مسجد میں آتے گئے ہیں۔ مگر یہاں ہمارا جی نہیں لگتا۔

۶۔ ۱۔ ۶۔ امیر انیری کھنڈ میں بہت سے خوشامدی ہیں۔ وہ تجھے جو کچھ تو کہے بنا دیں۔

۷۔ شاعر کہتا ہے۔ سارے مذاہب کی ایک ہی منزل کے مختلف راستے ہیں۔ انجام

کاربرد سب کا جہاز ایک ہی گھاٹ پر آکر ٹھہرتا ہے یعنی مقصد ہر مذہب کا نیکی اور نجاتی ہے۔

۸۔ ہماری کھتی پر بجلیاں کیوں کوند رہی ہیں؟ کھتی کو ٹڈیاں پہلے ہی چٹ کر چکی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم پہلے ہی پورے طور پر تباہ ہو چکے ہیں۔ اب مزید تباہیاں کیوں آرہی ہیں۔

۹۔ اے حالی! جو تیری زبان میں تیزی ہے۔ ایسی تیزی تو تیری نگواریں میں بھی نہیں۔
۱۰۔ اے حاکی! تیرے شعر ظاہر میں تو بڑے پشیمانی ہیں۔ مگر انہیں اتنا انا ہے کہ دل میں کھبے جاتے ہیں۔



ہو سہرا کا بھی اُس کے گرو وارث	باپ کا ہے صحیحی سپر وارث
تیرا ہے کون لے سہرا وارث	گھر سہرا کا نا خلف نے لیا
لے گئے ڈھور کے سیم و زر وارث	فاطمہ ہو کہاں سے میت کی
کر یہ میرا شد سے خدو وارث	ہوں اگر ذوقی کرب سنا گاہ
ایک میت اور اس قلم وارث	شاکی کربان گورو خوشی و تبار
انبیاء کے ہونم اگر وارث	واعظین کا خدا حافظ
گئے اسلام کے گرو وارث	نوم پیکر دینا بکس ہے
جیسے مردہ کے مال پر وارث	ہم پر کھنڈی ہاتھ دھوئے حریف

نر کہ چھوڑا ہے کچھ اگر حاسلی
کیوں ہیں میت پہ نوحہ گر وارث

تشریح الفاظ:- ناخلف، کپوت۔ فاتحہ، میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا کسب کام، معاش میراث، متوفی کا ورثہ۔ وارث، متوفی کے قریبی رشتہ دار۔ کبراں، کپڑے خوش و تیار، عزیز و اقارب۔ خداحافظ، خدا نکہبان۔ انبیاء، جمع نبیؑ کی، رسول پیغمبر۔ ہاتھ دھوئے، پوری طرح تیار۔ حریف، حرف رکھنے والا، مخالف۔ ترکہ، متوفی کی جائیداد، ورثہ۔ نوحہ، رونا، مرثیہ پڑھنا۔

مطلب ۱:- ایسا، باپ کا وارث اسی صورت سے ہو سکتا ہے کہ باپ کی سی خوبیاں پیدا کرے۔

۲۔ ایسا بیٹا جو باپ کی سی خوبیاں نہ رکھتا ہو، اگر سر والے کے گھرا ایسا بیٹا ہے۔ جو باپ کی سی خوبیاں نہیں رکھتا۔ نوائے نیرا تیرا وارث کون ہے؟ یعنی اگر سرور باپ کے بیٹے بے نیر رہے۔ تو قوم میں شرم ہو جائے گا۔

۳۔ اور متوفی کے نام پر غریبوں اور سکینوں کو کھانا کھلانا۔ متوفی کے نام پر خیرات کہاں سے کی جائے گی جبکہ متوفی کا سوتا چاندی و مال و متاع وارث لے گئے۔

۴۔ متوفی کے عزیز و اقارب اگر خود کھانے کا شوق رکھتے ہوں تو متوفی کے ورثے کو ہاتھ بھی نہ لگائیں۔

۵۔ مردہ ایک ہے، اور اسے کھانے والے کتنے ہیں، مٹی، کپڑے، قبر اور عزیز و اقارب مطلب یہ کہ مردے کا۔ ان اس کے عزیز و اقارب کھاتے ہیں۔ مردے کا گوشت، مٹی قبر اور کپڑے کھا جاتے ہیں۔

۶۔ اے واعظو! اگر پیغمبروں کے جانشین تم ہی ہو تو مذہب کا حافظہ خدا ہی ہے۔ یعنی پیغمبروں کی جانشینی کے قابل نہیں۔ تم مذہب کو تباہ کر دو گے۔

۷۔ قوم بے سرو سامان ہے۔ اور دین بے یار و مددگار ہے۔ اے اللہ! دین اسلام پر قریبان نہ ہونے اور دین کی رکھوالی کرنے والے لوگ کہاں گئے۔

۸۔ مخالفت ہماری مخالفت کے لئے اس طرح تیار بیٹھے ہیں جیسے مردہ کا مال

کھانے کے لئے ان کے عزیز و اقارب۔

۹۔ اے حالی! اگر تو نے میرا ثمن کچھ مال چھوڑا ہے تو نیرے عزیز و اقارب

تیری نعش پر کیوں رو رہے ہیں۔ یعنی انہیں تو خوش ہونا چاہیے۔ کہ مال ہاتھ آئے گا۔

ان کے رونے سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ تو نے کوئی مال ورثہ میں نہیں چھوڑا۔ مطلب یہ ہے

کہ عزیز و اقارب متوفی کو باوجود کر کے نہیں رو یا کرتے بلکہ ورثہ کے رو تے ہیں۔ اپنے نفع

و نقصان کے لئے لڑتے ہیں۔ بیٹا رو تا ہے کہ باپ مر گیا۔ ایسا کر کون کھلا بیگا۔ اب

میں خود کا ناما پڑے گا۔ بیوی روتی ہے کہ دام مر گیا۔ اب میری ضروریات کون پوری

کریے گا۔ غرض ہر کوئی اپنے مفاد کو رو تا ہے۔ متوفی کے لئے نہیں رو تا۔

بھید و اعظا اپنا کھلوا یا عبث

جلوہ صوفی نے نہ دکھلایا کوئی

شیخ زندوں میں بھی ہیں کچھ پاکباز

کوئی پیچھی آ کے اب پھینتا نہیں

آنکلتے تھے کبھی مسجد میں ہم

کھینچیاں جل کر ہوئیں یاروں کی خاک

ول جلوں کو تو نے گریا یا عبث

رات بھر یاروں کو نچوڑا یا عبث

سب کو ملزم تو نے ٹھہرایا عبث

آپ نے حال اپنا پھیلایا عبث

تو نے زاہد ہم کو ٹھہرایا عبث

اے بے گھر گرا دھرا یا عبث

قوم کا حاسا کی پینتا ہے مجال

تم نے روروسب کو روایا عبث

تشریح الفاظ:۔ نچھی، جانور، پرندہ۔

مطلب:۔ اے واعظ! تو نے تلے ہڈوں کو بے فائدہ استعمال دے کر

اپنا راز فاش کر لیا۔ یعنی تو نے سنائے ہوؤں کو چھپڑا۔ انہوں نے تیرے عیب کھول دیئے۔

۲۔ صوفی نے اللہ کا تو کوئی جلوہ نہ دکھایا۔ مریدوں کو رات بھر بے فائدہ حال کھلواتا رہا۔ یعنی صوفی نوالیوں کی محفلیں تویر یا کرتے ہیں۔ مگر مریدوں کو نیکی اور فلاح کا راستہ نہیں دکھاتے۔

۳۔ اے شیخ! شرابیوں میں بھی کچھ پارہ سالوگہ ہیں۔ تو نے سب پر گنہ گاری کا الزام بے فائدہ لگوا دیا ہے۔ مطلب یہ کہ سب لوگوں کو ایک ہی لالچی سے نہیں ہانکنا چاہیے۔ ان میں کچھ نیک اور پارہ سا بھی ہوتے ہیں۔

۴۔ اے شیخ! تو نے اپنا جال بے فائدہ پھیلا رکھا ہے۔ اب اس جال میں کوئی شکار نہیں پھنستا۔ یعنی لوگ تیرے فریب سے واقف ہو چکے ہیں۔ تیری باتوں میں نہیں آتے۔

۵۔ اے ناہد! تم کبھی بھی سجدی میں آجایا کرتے تھے۔ لیکن تو نے ہماری چھوٹی چھوٹی لغزشوں پر نکتہ چینی کر کے ہمیں شرمناہ کر دیا۔ اب ہم شرم کے مارے کا دھڑکا رہے ہیں۔

۶۔ دوستوں کی کھینٹیاں جل کر راکھ ہو چکی ہیں اب زور و شور سے بادل آ رہا تو کیا فائدہ؟ یعنی قوم بناہ ہو چکی تو از سر نو صلاح کی بجائے داد و پیش کا کوئی فائدہ نہیں۔

۷۔ اے حاکم! اب قوم کا سر سبز ہونا بہت مشکل ہے۔ تم نے رور و کر خواہ، مخواہ دوسروں کو بھی رُلوا دیا۔

ج

بول کر ہم نے منھ کی کھائی آج
بات بگڑی بنی بنسالی آج
پر طبیعت ہی کچھ بھرا آئی آج

بات کچھ ہم سے بن آئی نہ آج
چپ پر اپنی بھرم تھے کیا کیا کچھ
شکوہ کرنے کی خونہ تھی اپنی

بزم ساقی نے دی اُلٹ ساری خوب بھر بھر کے خم لندھائی آج
 معصیت پر ہے دیر سے یار ب قطعہ نفس اور شرع میں لڑائی آج
 غالب آنا ہے نفسوں یوں یا شرع دیکھنی ہے تیر کی خدائی آج
 چور ہے دل پر کچھ نہ کچھ یارو نیند بھر رات بھر نہ آئی آج
 کل یہاں کا رو بار ہی سب بند کر لو کترنی ہے جو کما کی آج
 زد سے الفت کی زح کے حلنا تھا
 مفت حالی نے چوٹ کھائی آج

تشریح الفاظ :- بات بن نہ آئی، کوئی عذر نہ کر سکے، منہ کی کھائی، شکست فاش
 کھائی - شکوہ، شکایت، طبیعت بھرا آئی، رقت طاری ہو گئی، رو پڑے - معصیت،
 گناہ - نفس، دل کی بُری خواہشات - دلوں، کمینہ - خدائی، قدرت -
 مطلب :- ۱-۲-۳- ہم دوست کی بات کے جواب میں کوئی عذر نہ کر سکے اور
 شکایت کر کے شکست فاش کھائی۔ جب تک چپ تھے ہم پر بھلائی کے گمان
 تھے۔ لیکن آج بنی ہوئی بات بگڑ گئی۔ شکایت کرنے کی ہماری عادت نہ تھی۔
 مگر آج ہم تکلیف کی تاب نہ لا کر رو پڑے۔

۴۔ ساقی نے آج خم بھر بھر کے تمام رندیوں کو خوب شراب پلا دی۔ اس طرح محفل
 کی محفل نشے میں چور ہو گئی۔

۵-۶-۷۔ دل کی بُری خواہشات اور شرعیت میں گناہ کے بارے میں آج دیر سے
 جھگڑا ہو رہا ہے۔ دیکھئے کمینہ نفس جیتتا ہے یا شرعیت اس بارے میں دیکھیں
 خدا کی قدرت کیا دکھائی ہے؟ دوستو! رات بھر نیند نہیں آئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ دل
 میں کسی کی لگن ضرور ہے۔

۸۔ جو کچھ کماتا ہے۔ وہ آج ہی کما لو، کل تمام کام بند ہو جائیں گے، مطلب یہ کہ کام کے وقت کو ہاتھ سے نہ دو۔ یعنی آج کا کام کل پر نہ ڈالو۔ خراجا نہ مل گیا حالات پیش آئیں۔

۹۔ حاکمی کو محبت کے وار سے بچ کر رہنا چاہیے۔ آج وہ بے چارہ بھی محبت میں مبتلا ہو گیا ہے۔

تین دنوں کے دوران میں سب شکوہ، سنج
 رنج و شادی یاں کے ہیں سب بے ثبات
 تھنا فتناعت میں نہاں گنج فراغ
 فکر و سن بڑھتے تھے شاید ساتھ ساتھ
 ہم کو بھی آتا تھا ہنسنا بولنا
 آگئی مرگِ طبیعی ہم کو یاد
 یہ بھی ہے بار کوئی انجوں میں رنج
 اور اگر سوچو تو شادی ہے نہ رنج
 پر ہمیں بے وقتنا ہاتھ آیا یہ سنج
 ہیں وہ اب پناہ جو پہلے تھے سنج
 جب سمجھی جیتے تھے ہم اسے بدلہ سنج
 شاخ سے دیکھا جو خود کرتا ترنج

راہ اب سیدھی ہے عالی سوئے دوست
 ہو چکے طے سب خم و تپ و شکنج

تشریح الفاظ:۔ مرگِ طبیعی، قدرتی موت۔ شکنج، رویاؤ۔

مطلب:۔ سب لوگ زمانے کی تکلیفوں کی شکایت کرتے ہیں۔ بھلا یہ غم بھی
 کوئی غم ہے زمانے میں تکلیفیں تو ہوا ہی کرتی ہیں۔ ان تکلیفوں کی شکایت کیا۔
 ۲۔ دنیا کی خوشی اور غم فانی اور عارضی ہیں۔ اس لئے اگر غور سے دیکھو تو دنیا
 کی کوئی خوشی نہیں۔ اور کوئی غم نہیں۔

۳۔ تکیہ کر لینے میں بہت راحت تھی۔ مگر یہ گریں اس وقت آیا جب ہم بہت سی

عمر گزار چکے۔ کاش کہ ہم جوانی ہی میں قناعت پسند ہو جاتے۔
 ۴۔ شاید عمر اور نکر اور رنج ساتھ ساتھ بڑھتے رہتے ہیں اگر پہلے پانچ رنج
 تھے۔ تو اب بچپاس ہیں۔ اس لئے اب عمر بھی پچاس سال ہے۔
 ۵۔ اسے ظریفتِ اجیب ہمارا دل زندہ ہے تو ہم بھی ظریفانہ باتیں کر کے
 ہنسنا ہنسانا جانتے ہیں۔

۶۔ جب ہم نے شاخ سے پکا ہوا بیجوں خود بخود گرتے دیکھا۔ تو ہمیں قدرتی
 موت یاد آگئی۔ یعنی ہم نے جان لیا کہ اسی طرح انسان بھی عمر پوری ہو جائے پراچانک
 مرجاتا ہے۔

۷۔ سانسے ہمالی اہم سے دو سمت کے راستے کے سب موڑ، پھیر گماں، اور دباؤ
 طے کر لیتے ہیں۔ اسب آگے سے یہی راہ ہے مطلب یہ ہے کہ ہم جوانی کے نشیب و
 فراز طے کر کے بڑھا پے میں موت تک منتظر نہ رہتے ہیں۔

بیچ

بزمِ اچھی ہے۔ گو دنیا ہے اسے مینوار بیچ
 یار سمجھ لیتے تو ہیں دنیا کو دم بھریار بیچ
 نفس سے سربر ہوئی دانش نہ صبر و عقل و ہوش
 ایک دشمن بر سر کیس ہو تو ہیں سب یار بیچ
 شیخ! جو مخلص ہیں وہ رکھنے نہیں کچھ اعتبار
 بے یہ سب اونچی دکان اور رونق بازار بیچ
 شاہدِ معنی کو آرائش کی کچھ حاجت نہیں
 بچہ و ستجادہ بیچ اور جیبہ و دستار بیچ

ہو کر جتنے جس قدر اتنے برستے تم نہیں
 اے فصیحو ہے یہ سب گفتار بے کردار بیچ
 روئی تو آٹھ آٹھ آنسو اور بیجا دل نہ ایک
 لکھے موئی تیرے سب اے چشم گوہر یار بیچ
 خوانِ نعت نے تیرے اے عاملِ مردار خوار
 کر دیئے آفاق کے سب خوانِ خوار سالار بیچ
 ہے ادبِ سندریہ جو کچھ سب ریشی شہر کا
 ہٹ کے مسند سے جو خود رکھیں تو ہیں کر کا بیچ
 گو کہ حالی اگلے اُسنادوں کے آگے بیچ ہے
 کاشش ہونے ملک میں ایسے ہی اب معیار بیچ

تشریح الفاظ۔ سرر، عہدہ ہرا، فتح یاب۔ شاید، یعنی محبوبِ حقیقی۔ آراکش
 بننا، ستورنا۔ سبج، تسبیح۔ سجادہ، جائے نماز، حبیہ، حبیہ و قبا، بڑا کوٹ۔ ہو کر جتنے
 میں برستے نہیں، جو ظاہری طور پر شہد مچاتے ہیں وہ کچھ کام نہیں کرتے۔ مردار خوار،
 قاتل یا مجنوں و تکفین کی کمائی کھانے والے۔ خوانِ سالار، دسترخوانِ حبیہ والا۔
 مطلب؛ ۱۔ اے شراب پینے والے! شراب کی محفل میں ہم لوگ شراب کے
 نشے میں کچھ دیر کے لئے دنیا کو تاجر سمجھتے ہیں۔ اسی لئے اس ناچیز دنیا میں شراب
 کی محفل اچھی ہے جس میں ہم تھوڑی سی دیر کے لئے تو دنیا کو ٹھکرا دیتے ہیں۔
 ۲۔ خواہشات پر عقل نے فتح پائی۔ نہ صبر نے نہ ہوش نے جب ایک دشمن
 مخالفت برڈٹ جائے تو سب دوست ناچیز ہو کر رہ جاتے ہیں۔
 ۳۔ اسٹیخ! جو اخلاق والے ہیں۔ وہ اپنے پرانے میں غرق نہیں رکھتے۔ لیکن تیرا

حال اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ایسا ہی ہے جیسے دکان کو بیت عظیم الشان ہو مگر بازار میں رونق کچھ بھی نہ ہو۔ یعنی اسے شمع اتیری ظاہر داری تو بڑی ہے۔ مگر تجھے پوچھتا کوئی نہیں۔

۴۔ اصلی معشوق کو ظاہری طور پر بننے سنورنے کی ضرورت نہیں۔ اسے تسبیح، جائے نماز، قبا اور گپڑی کی ضرورت نہیں۔ اس کا سن بغیر ان چیزوں کے بھی ہمتاں ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے ظاہری ٹیڈ ٹاپ وہ لوگ کرتے ہیں جو درحقیقت ناچیز ہوتے ہیں اور دھوکہ دینے کے لئے آرائش کرتے ہیں۔

۵۔ شاعر کہتا ہے دکھاو سے اور شور مچانے والے کام کچھ نہیں کرتے۔ اس لئے اسے خوش بیانوا اگر تم صاحبِ عمل نہیں تو تمہاری خوشی بیانی بے فائدہ ہے۔
۶۔ اسے موتیوں جیسے آنسو بہانے والی آنکھ۔ توری توی تو بیت ہے لیکن تیرے رویے پر ایک دل بھی نہ پگھلا۔ یعنی تیرا دلوں بے اثر ہے۔

۷۔ اسے تجسرو تکفین کی کمانی کھانے والے جاہل! تیرے رنگارنگ کے کھانوں کے دسترخوان۔ تمام دسترخوان اور دسترخوان چینے والے مات کر دینے۔

۸۔ لوگ شہر کے بڑے آدمیوں کا ادب ان کی گڈی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ یہی بڑے آدمی گڈی سے لگے ہو جائیں۔ تو پھیرا نہیں کوئی نہیں پوچھتا۔ یعنی بڑے آدمیوں کا ادب و احترام کر سکی کی وجہ سے ہے۔ اگر کسی چمن چائے کو پھیرا نہیں کوئی سلام نہیں کرتا۔

۹۔ حاکی اگرچہ پھلے استادوں کے مقابلہ میں ناپتیر شاعر ہے۔ لیکن ملک میں یا کمالوں کی اتنی کمی ہے کہ اگر حاکی ایسے ہی اور ناچیز شاعر بھی ہوتے تو غنیمت تھا۔ یعنی حاکی ناچیز ہونے کے باوجود کام کی چیز ہے۔

ح

کاٹیئے دن زندگی کے اُن یگانوں کی طرح
 جو سدا رہتے ہیں چوکس یا سپانوں کی طرح
 منزلِ دنیا میں ہے پادری رکاب آکھوں پہر
 رہتے ہیں مہماں سرا میں میہمانوں کی طرح
 سخی سے اکتانے اور کھنت سے کنیانے نہیں
 جھیلتے ہیں تختیوں کو سخت جانوں کی طرح
 رسم و عادت پر ہیں عقل کو فرماں روا
 نفس پر رکھتے ہیں کوزا حکمرانوں کی طرح
 شادمانی مرگزر نئے اپنے آئے سے نہیں
 غم میں رہتے ہیں فگفتہ شادمانوں کی طرح
 رکھتے ہیں تمکیں جوانی میں پڑھاپے سے سوا
 رہتے ہیں چو بچال پیری میں جوانوں کی طرح
 پاتے ہیں اپیوں میں خیزوں سے سوا بیگانگی
 پر کھلا تکنتے ہیں ایک اک کایگانوں کی طرح
 آس کھینچی کے پینے کی انہیں ہو یا نہ ہو
 ہیں آسے پانی ویئے جانے کسانوں کی طرح
 ان کے غصے میں ہے دل سوزی ملامت میں پیار
 مہربانی کرتے ہیں نامہربانوں کی طرح
 کام سے کام اپنے ان کو۔ گو ہو عالم نکتہ چیں
 رہتے ہیں بیس دانتوں میں زبانوں کی طرح

طعن سن سن احمقوں کے سنتے ہیں دیوانہ وار
 دن بسر کرتے ہیں دیوانوں میں بیانیوں کی طرح
 کیسے کیا حاکمی - نہ کیسے ساوگی نگر اختیار
 بولنا آئے نہ جب رنگیں بیانیوں کی طرح

تشریح الفاظ :- یگانہ، یکتا، لاثانی - پاسبان، سپرہ دار - اور رکاب چلنے کے لئے
 تیار۔ مہماں سرا، سرائے، ہوٹل، مراد دُنیا۔ سعی، کوشش، لگنا، جھکنا، کھینا، کھڑانا،
 جی پڑانا۔ فرمانروا، حاکم۔ کوڑا، ساشا، رُوہ اپنے آپ سے گذرنا، ہر سے بڑھ جانا،
 پھولے نہ سمانا، شکفتہ، کھلے ہوئے۔ شاد و خرم، خوشوشی میں ضرور نہیں ہوتے۔ اور
 غم میں بھی خوش رہتے ہیں۔ تمکین، تکنت، سنجیدگی، چہ نچال، چالاکی۔ دلسوزی،
 ہمدردی۔ الامت، تعہد، کتنا۔

مطلب ۱-۱-۱۔ ابا کہیں چاہیے کہ ان منفرد اشخاص کی طرح زندگی کے دن
 گذاریں جو سپرہ داروں کی طرح ہر وقت ہوشیار رہتے ہیں۔

۲۔ جو دنیا کی منزل میں ہمیشہ چلنے کے لئے تیار رہتے ہیں اور دنیا میں مسافر
 کی طرح رہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دل نہیں لگاتے۔ ان کی طرح انہیں بھی زندگی
 گذارنی چاہیے۔

۳۔ جو کوشش کرنے سے تھکتے نہیں وہ محنت سے جی نہیں پرانے مشکلات
 کو مردوں کی طرح سمیٹتے ہیں۔

۴۔ جو رسموں اور عاداتوں کے بارے میں عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور خواہشات
 کو جبراً دبا دیتے ہیں۔

۵-۶۔ جو جوانی میں بڑھاپے سے زیادہ متین اور سنجیدہ اور بڑھاپے میں جوانوں

کی طرح چالاک رہتے ہیں۔

۷۔ اگرچہ اپنے ان سے غیروں کا سا سلوک کرتے ہیں۔ مگر وہ عزیزوں کی

طرح سب کا بھلا چاہتے ہیں۔

۸۔ انہیں کھتی کے سر سبز ہونے کی امید ہو یا نہ ہو۔ مگر وہ کھیتی کو کاشتکاروں

کی طرح برابر پاتی دیتے جلتے ہیں۔ یعنی انہیں کامیابی کی امید ہو یا نہ ہو۔ مگر وہ کام برابر کرتے رہتے ہیں۔

۹۔ ان کے غصے کا مقصد بھردی ہے۔ اور رجز تو سبج کھینا کی وجہ

سے ہے۔ وہ مہربانیاں نامہربانوں کی طرح کرتے ہیں۔

۱۰۔ انہیں اپنے کام سے غرض ہے۔ خواہ ان پر ایک دنیا اعتراض کرتی

رہے۔ وہ اعتراض کرنے والوں کے هجوم میں اپنا کام کرتے ہیں۔ جس طرح تینس

دانٹوں کے درمیان زبان جو بے حد نرم ہوتی ہے پلٹی رہتی ہے۔ محاورے

میں تینس دانٹوں میں زبان کہتے ہیں۔ زبانوں نہیں کہتے۔ یہاں مولانا حاکمی

نے محاورے میں تعریف کر لیا ہے)

۱۱۔ بے وقوف لوگوں کے طعنے سن سن کر یا گلوں کی طرح ہنسنے ہیں۔

گویا وہ پاگلوں میں داناؤں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔

۱۲۔ اے حاکمی! اگر ہم شعر میں سادگی اختیار نہ کریں تو اور کیا کریں۔ ہمیں

خوش بیانیوں کی طرح بات کرنا نہیں آتی۔

ح

تو ایسی ہی کوئی چاٹ اوردے لگا لے شیخ

تمہیں بھی ہے کرنی یا ویسی کھیمیا اے شیخ

مئے نغاں کا چچکا اگر بُرا اے شیخ

ریا کو صدق سے ہے جا مئے بدل دیتا

وہ نکلے بھان متی جو بنتے تھے اکسیر
 غرور فقر و رغنا میں فرق ہے کیا
 زباں پہ ہوتی ہے مہر آن کی جو میں محرم راز
 خبر بھی ہے تمہیں ہلکیا بن رہی ہے بڑے پر
 وہ ڈوبتوں سے مالگے تھے میں جو میں نیراک
 گوزن و گور میں کپین سے تارک و دنیا
 کمال سن عقیدت سے آیا تھا حسالی

تماشے دیکھ میں یہ ہم نے بارہا اے شیخ
 تجھی پہ رکھتے ہیں ہم منحصر تباہے شیخ
 پھر ایسا مجھ پر گزرنہ ادعا اے شیخ
 قطعہ ہیں آپ جوں سے بڑے کے ناخدا اے شیخ
 ثنا وری کا یہی گزیر ہے مر جبالے شیخ
 نہایت آپ کی ہے انکی ابتدا اے شیخ
 پہ خالقہ سے افسردہ دل گیا اے شیخ

تشریح الفاظ:- ریا، ظاہر داری، بناوٹ۔ صدق، سچائی، فقیر، فقیری، درویشی۔
 غنا، غنی ہونا، مال دنیا سے بے پرواہ ہونا۔ زباں پر مہر ہونا، زباں بند ہونا، چپ رہنا۔
 محرم راز، بھید سے واقف۔ ادعا، دعویٰ۔ کیا میں رہی ہے۔ کیا مصیبت آرہی ہے۔
 ناخدا، نالک، کشتیاں۔ ثنا وری، تیرائی۔ گوزن، بارہ سنگھا۔ گور، گور خراب، جھکی گدھا۔
 (پیرام) گور، گور، پیرا) گور اس لئے کہتے ہیں کہ وہ گور خراب کا شکار کھیندے تھا۔ نہایت، انتہا کمال
 نہایت، عقیدت، ارادت۔ پر، مگر، لیکن۔ (اب انہوں نے لیکن کے معنی میں "پر" کا استعمال
 متروک ہے) افسردہ دلی، شکستہ دل، ایوس۔

مطلب:- ۱۔ اے شیخ! اگر شراب کی لت بڑی ہے تو تو شرابیوں کو کسی اور چیز کی رغبت
 دلاؤ تاکہ وہ شراب چھوڑ کر کسی دوسری چیز کے عادی ہو جائیں۔

۲۔۲۔ شراب کا پیالہ ظاہر داری کو پچائی سے بدل دیتا ہے۔ کیا اے شیخ! تیرے پاس
 بھی اکسیر کا کوئی ایسا نسخہ موجود ہے جو ظاہر داری کو سچائی سے بدل دے ہم نے کئی بار دیکھا
 ہے کہ جو لوگ ایسی اکسیر دیکھنے کا دعویٰ کرتے تھے۔ وہ شہدہ باز نکلے۔ درحقیقت
 ان کے پاس کوئی اکسیر نہ تھی۔

۴۔ اے شیخ! ہم یہ تجھی پر چھوڑتے ہیں کہ ہمیں درویشی کے غرور اور مالِ دُنیا سے بے پروا ہونے کے غرور میں فرق بنائے۔ مطلب یہ کہ فقیری اور غنا میں غرور آجائے۔ تو نہ فقیر کی فقیری رہتی ہے نہ غنا کی غنائی۔

۵۔ اے شیخ! تو اسرارِ الہی سے واقف ہونے کا دعویٰ پھر کبھی نہ کرنا کیونکہ جو لوگ اللہ کے بھیدوں سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ بالکل خاموش رہتے ہیں۔ کسی قسم کا دعویٰ نہیں کرتے۔

۶۔ اے شیخ! تجھے معلوم بھی ہے کہ ہمارے بڑے میں جس کا تو ملاح ہے۔ کیا تباہی آ رہی ہے۔ کہ تیرا کیسا یہی اسلوب ہے جو لوگ ڈوب رہے ہوں تیرے والے ان سے دُور رہیں۔ اور ان کی کچھ اہلاد نہ کریں۔

۸۔ شاعر کہتا ہے کہ اے شیخ! بارہ سنگھا اور گور خرنے دُنیا ترک کی ہوئی ہے۔ اس لئے لوگوں سے دُور جنگلوں میں رہتے ہیں۔ ان کی یہ ابتدا ہے اور تیری انتہا ہے۔ کہ تو انسان ہو کر انسانوں سے الگ رہتا ہے۔

۹۔ اے شیخ! حالی تیری خالقہ میں انتہائی ارادت کے ساتھ آیا تھا۔ لیکن انتہائی مایوس ہو کر گیا۔ یعنی حالی کو تو قہقہی کہ شیخ مجھے دین و دُنیا کی بہتری کا کوئی ذریعہ بتائے گا۔ لیکن حالی نے شیخ کو ایسے اشغال میں مصروف پایا اور اس کا ایسا بُرا اخلاق دیکھا کہ وہ یہاں سے ناامید ہو گیا۔

۲

اب خوف کچھ سوا ہے دھرا کیا رجا کے بعد
ہوئی ہے عافیت کی توقع بلا کے بعد
بڑھتا ہے اور ذوقِ گنہاں سزا کے بعد

شادی کے بعد غم ہے فقیری غنا کے بعد
ہے سامنا بلا کا پس از عافیت ضرور
تغزیرِ حرمِ عشق ہے بے صرفہ محتسب

گر دردِ دل سے پانی بھی اسے چارہ گر شفا
 یادِ خدا میں جب نہ گئی دل سے اس کی یاد
 کرتے رہیں خطا میں ندامت کے بعد ہم
 آخر کو ماننا پڑا اے نفس خیرہ سر
 مدت سے تھی دعا کہ ہوں بدنام شہر شہر
 آتی ہے دل کی موت نظر اس شفا کے بعد
 آگے خدا کا نام ہے نامِ خدا کے بعد
 ہوتی رہی ہمیشہ ندامتِ خدا کے بعد
 تیرا بھی حکم کم نہیں حکمِ قضا کے بعد
 باز سے ہوئی قبول بہت التجا کے بعد
 حالی کی سن لو اور صدائیں جگر خراش
 دلکش صدا سنو گے نہ پھر اس صدا کے بعد

تشریح الفاظ۔ رجا، امید۔ تعزیرِ جرم، گناہ کی سزا۔ محتسب، حاکم شرع، حساب
 لینے والا۔ خیرہ سر، سرکش، نافرمان۔

مطلب ۱۔ ۱۔ دنیا میں خوشی کے بعد غم ہوتا ہے اور مالِ دنیا سے سیرم ہو جاتے
 سے درویشی حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے لئے امید ٹوٹ جانے کے بعد دنیا ہی کے خوف کے
 سوا اور کچھ نہیں۔

۲۔ آرام و آسائش کے بعد مصیبت ضرور آتی ہے اور مصیبت کے بعد پھر آرام و
 آسائش پیدا ہونے کی امید ہوتی ہے۔ تعزیرِ جرم خشت ہے۔ بھیرفہ معقب برفقتا ہے
 اور ذوقِ گزریاں سزا کے بعد تعزیرِ سزا بھیرفہ، بے فائدہ۔ اے محتسب یا محتسب
 کے جرم کی سزا دنیا بے فائدہ ہے۔ کیونکہ محبت میں سزا اپنے سے لوگناہ کا شوق اور بڑھ جاتا ہے
 ۳۔ اے طبیب! اگر دل کے درد سے ہمیں صحت حاصل ہو گئی۔ تو اس سے دل مردہ
 ہو جائے گا۔ یعنی دل کی زندگی اسی میں ہے کہ وہ غم کش ہے۔

۵۔ جب خدا کو یاد کرنے ہو گئے بھی دوستا کی یاد نہ بھولی۔ تو پھر خدا کے بعد تو اور کچھ بھی
 نہیں جس میں وہ بھول جائے۔ مطلب یہ ہے دوستا کی یاد کسی طرح نہیں بھولتی۔

۶۔ ہم گناہ کرنے کے بعد اکثر چھتاتے رہے اور چھتانیے کے بعد پھر گناہ کرتے رہے۔
 ۷۔ اے سرکش نفس! آخر کار تیرے کہنے پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ تیرا حکم بھی موتی
 کی طرح اٹل ہے۔

۸۔ بہت عرصے سے ہم یہ دعا کرتے آئے کہ ہم جا بجا بید نام ہوں۔ سو یہ دعا و
 بہت درخواستیں کرنے کے بعد منظور ہوئی۔

۹۔ دوستوں اور جانی کے جگر کو جکڑے کرنی والی صدائیں سن لو یا اس کے بعد کوئی
 دلکش آواز سننے میں نہ آسکی۔ یعنی کلامِ حاکمی سننے کے بعد تم کسی دلکش آواز کو پسند
 نہیں کیا کرو گے۔

کہیں خوف اور کسے غائبی اجالے زاہد
 زکریا گم نہیں کرتا وہ گنہگاروں سے
 ہم دکھا دیتی گے کم زبیاں رہے کچھ اور
 قریب حق کے لئے کچھ سوز و نہاں بھی ہے ضرور
 میں تو سو بار یوں دل نہیں ملتا تم سے
 جال جتیکے یہ پھیلنا ہوا رہنماری کا
 تیرا قبیلہ ہے جبلا میرا جدا اے زاہد
 تو ترا اور کوئی ہو گا خدا اے زاہد
 کچھ بہت دور نہیں روز جزا لے زاہد
 خشک نفلوں میں دھرا گیا ہے بھلا اے زاہد
 تو ہی کہا میں ہے کیا میری جانی اے زاہد
 فکر دنیا کا کرے تیری بلا اے زاہد

غیب حالی کے بہت آج کئے تو نے بیان
 ذکر کچھ اور کرا با اس کے سوا اے زاہد

تشریح الفاظ: قریب حق، اللہ کے قریب ہونا۔ سوز نہاں، دل کی جان، دل سوزی۔
 نفل، وہ نماز جو شکرانے کے طور پر پڑھی جائے۔

مطلب: اے زاہد! تیرا عبادت اور میرا اور ہے۔ تیرے کعبہ میں خوف و ہراس

ہے۔ اور میرے کعبہ میں اُتید اور شاہدانی۔

- ۲۔ اے زاہد! اگر تیرا خدا گنہگاروں کے گناہ معاف نہیں کرتا۔ تو تیرا خدا کوئی اور ہوگا۔ ہمارا خدا لو گنہگاروں کو معافی دیتا ہے (خضعین زاہد سے طنز ہے کہ وہ ہمیشہ لوگوں کو خدا اور دوزخ سے ڈراتے ہی رہتے ہیں۔ اور اس کی رچھی، کمری اور مغفرت کا تذکرہ نہیں کرتے کہ لوگوں کو اس سے آنس اور محبت پیدا ہو۔)
- ۳۔ اے زاہد! قیامت کا دن دُور نہیں۔ ہم قیامت کے روز کچھ دکھا دیں گے کہ نیکی اور حیرت اور عبادت اور حیرت یعنی نیکی کرنے والوں کو عبادت گزاروں سے زیادہ نعمتیں ملیں گی۔

- ۴۔ اے زاہد! اللہ کے قریب ہونے کے لئے دل عشق کی بھی ضرورت ہے۔ صرف شکرینے کی رکعتیں پڑھ لینے سے اللہ کا قریب حاصل نہیں ہوتا۔
- ۵۔ اے زاہد! میں تو تجھ سے سو بار ملوں گا۔ مگر مرنے کو دل نہیں چاہتا اس میں میرا کیا قصور ہے۔

- ۶۔ اے زاہد! جب تک تو نے دین کی اشاعت اور دین کی حمایت کا جال پھیلا یا ہوا ہے۔ اس وقت تک تجھے دنیا کا یا معاش کا کوئی فکر نہیں۔ اس دنیا کی تیری چاندی ہے۔
- ۷۔ اے زاہد! تو نے آج حالی کے بہت سے عیب بیان کئے۔ اب عجیب جوئی کے علاوہ کوئی اور باتیں کر۔ جن سے کچھ دین اور دنیا کو فائدہ ہو۔ عجیب جوئی تو بے فائدہ ہے۔

ذ

پیاں تیری بوئے ساغر سے لذیذ بلکہ جامِ آبِ کوثر سے لذیذ

جس کا تو قاتل ہو پھر اس کے لئے
 لطف ہو تیری طرف سے یا عتاب
 قند سے شیریں تری پہلی نگاہ
 جہاں جھ میں جس بھوک کے بھولے نہ تو
 ہے یہ تجھ میں کس کی بُو باس لے صبا
 جو قناعت کے ہیں حاکی یہ ماں
 اُن کو قافے میں مر عفر سے لذیذ

تشریح الفاظ :- بوئے ساغر، پیلے کی بو، مراد شراب۔ آبِ کوثر، کوثر کا پانی۔
 (کوثر بہشت کے ایک حوض کا نام جو شرابِ طہور سے بھرا ہے۔) قند کھانڈ، قند
 بکر، دوسری بار صاف کی ہوئی کھانڈ، یعنی مصری۔ جہاں جھ، شہرت، بے عسیری۔
 شیر بادرا، ماں کا دودھ۔ مر عفر، زعفرانی پلاؤ۔
 مطلب :- ۱۔ شاعر کہتا ہے اے دوست اتنی محبت کی پیاس یعنی تیری چاہتا
 شراب ہے تو کیا شرابِ طہور سے بھی زیادہ لذت والی ہے۔
 ۲۔ جس شخص کو تو اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ اسے تلوار سے زیادہ لذت والی
 کوئی نعمت نہیں۔

۳۔ تیری طرف سے مہربانی ہو یا خفگی ہیں سب کچھ شہرا اور شکر سے زیادہ لذیذ
 ہے۔

۴۔ میں تیری پہلی نگاہ کھانڈی طرح میں معلوم ہوتی ہے اور دوسری
 نگاہ مصری کی طرح لذیذ ہے۔

۵۔ جس بھوک کی شدت سے تیری یاد نہ بھولے وہ بھوک ماں کے دودھ

سے زیادہ لذت والی ہے۔ یعنی جس بھوک میں خدایا در ہے۔ اور حرام و حلال کا پاس رہے۔ وہ بھوک بے حد لذت والی ہے۔

۶۔ اے صبا! تجھ میں یہ کس کی بو ہے؟ جو بید و مشک و عنبر سے زیادہ معطر اور لذت والی ہے۔

۷۔ اے حاکمی! جو لوگ بیرون قناعت کے عادی ہیں۔ انہیں قاتلوں میں بھی زعفرانی پلاؤ کا مزہ ملتا ہے۔

ہے یہ تکیہ تیری عطاؤں پر
 رہیں نا آشنا زمانے سے
 رہو و باخبر رہو کہ گمان
 ہے وہ در آشنا تو عیب کیا
 اسکے کوچ میں تیرے پر و بال
 شہسواروں پہ بند ہے حور راہ
 نہیں منعم کو اس کی بوند نصیب
 نہیں محروم بخشش تیری
 وہی اصرار ہے خطاؤں پر
 حق ہے تیرا یہ آشناؤں پر
 رہنمائی کا ہے رہنماؤں پر
 مرنے میں ہم انہیں اداؤں پر
 اڑتے پھرتے میں جو ہواؤں پر
 وقف ہے یاں سر نہ ماؤں پر
 مینمہ برستا ہے جو گداؤں پر
 زبا رول بر نہ پار ساؤں پر
 حق سے درخواست عفو کی حالی
 کیجئے کس منہ سے ان خطاؤں پر

تشریح الفاظ:- ہوا پر اڑنا، غرور کرنا، ناز کرنا۔

مطلب:- اتیری بخشش پر اتنا بھروسہ ہے کہ ہم گناہوں پر یضد ہیں۔

- ۲۔ اپنے دوستوں پر تجھے اتنا زیادہ حق حاصل ہے کہ وہ تیرے دوست ہو کر ساری دنیا سے بچر اور ناواقف رہیں۔ یعنی جو لوگ اللہ کے دوست ہو جائیں پھر انھیں ماسوائے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔
- ۳۔ راستہ چلنے والوں اور ہنماؤں سے ہوشیار رہو۔ کیونکہ ان پر چور ہونے کا شبہ ہے۔ یعنی رہسری میں تمہیں لوٹ لیں گے۔
- ۴۔ اگر وہ دیر کے بعد منوجہ ہوتا ہے تو اس میں کوئی برائی نہیں۔ ہم بھی اس قسم کی اداؤں پر عاشق ہیں۔
- ۵۔ جو لوگ معذور ہیں۔ وہ معصوم کی گلی میں بے سرو سامان ہیں۔ یعنی دوست کی گلی میں ان کا غرور بھی ختم ہو کر عاجزی اختیار کر لیتا ہے۔
- ۶۔ جو راستہ بڑے سواروں کے لئے بھی بند ہے۔ وہ ننگے پاؤں پھرنے والوں کے لئے مخصوص ہے۔ یعنی جس راہ پر امرا نہیں چل سکتے۔ وہ درویشوں اور فقیروں کے لئے مخصوص ہے۔
- ۷۔ فقروں پر اللہ کے جس لطف و کرم کی بارش ہوتی ہے اس کی ایک بوند بھی امیروں کی قسمت میں نہیں۔ یعنی فقروں پر اللہ کی خاص رحمت ہوتی ہے۔
- ۸۔ تیری عنایتیں عبادت کرنے والوں اور پرہیزگاروں تک ہی مخصوص نہیں بلکہ گناہگاروں کے لئے بھی ہیں۔
- ۹۔ اے حاکم! اتنے کبیرہ گناہوں کے ہوتے ہوئے اللہ سے بخشش کی درخواست کس منہ سے کریں گے۔ بہت شرم آتی ہے۔

کرتے ہیں سو سو طرح سے بلوہ گر
جانتے ہیں آپ کو پرہیزگار

ایک ہوتا ہے اگر ہم میں ہنسر
عیب کوئی کر نہیں سکتے اگر

دوست اس کے ہیں نہ اس کے آشنا
 فصلتیں روپاہ کی رکھتے ہیں ہم
 اپنی نیکی کا دلاتے ہیں نفس
 سرتی پڑتی ہے کسی کی مدح جب
 مگر کسی کا عیب سن یا سنے میں ہم
 کیا نہیں جس سے سمجھی سکوئی بدی
 ایکسارتش میں کھلا دیتے ہیں سب
 عیب کچھ کہتے نہیں اس عیب کو
 خیر کا ہوتا ہے نطق غالب جہاں
 ملتے ہیں یاروں کے ناصح تاکہ ہو
 دوست اکس عالم کے پر مطلب کے دوست

گو لفظا ہر سب سے ہیں شیر و شکر
 گو دکھاتے آپ کو ہیں شیر نر
 کرتے ہیں نفرت بدی سے جس قدر
 کرتے ہیں نفیر اکثر مختصر
 کرتے ہیں رسوا سے دل کھول کر
 شک کہتے ہیں اسی کے خواہاں عمر بھر
 ہوں کسی کے ہم پہ لاکھا حساں اگر
 جس سے ہوں اپنے سوا سب بخر
 کھینچ کر لاتے ہیں اس کو سونے فشر
 عیب ان کا ظاہر اور ایسا ہنر
 ایسے یاروں سے خدیا رو حذر

غیب جاگی اپنا یوں کہتا ہے کیوں
 خواہش کسی ہے حضرت کو مگر

مطلب :- اگر ہم میں ایک بھی اچھائی یا خوبی ہوتی ہے تو ہم اپنی اس خوبی کو
 سب سوطرح سے لوگوں کے سامنے لاتے ہیں۔

۲۔ اگرچہ ہم کسی وجہ سے کوئی گناہ نہیں کر سکتے۔ تو آپ کو پار سا سمجھنے لگتے ہیں۔
 حالانکہ یار سانی وہ ہے کہ گناہ کرنے کے لئے سب سامان مہیا ہو۔ مگر ہم صرف
 اس لئے گناہ نہ کریں کہ گناہ کرنا بڑی بات ہے۔

۳۔ اگر ہم کسی ضرورت کی وجہ سے سب سے گھلے ملے ہوئے ہیں۔ مگر حقیقت دوست
 کسی کے بھی نہیں۔ یعنی حقیقی ہمدردی اور اخلاص کسی سے بھی نہیں ہے۔

- ۴۔ اگر ہم آپ کو شیرِ نر ثابت کرتے ہیں۔ مگر عادات میں لومڑی کی سی رکھتے ہیں۔
یعنی ہماری بلندر خیالی ظاہری ہی ہے۔ دراصل کمینہ خصائیس رکھتے ہیں۔
- ۵۔ ہم برائیوں سے جس قدر نفرت کرتے ہیں اس سے لوگوں کو یہ یقین دلانا مفصود ہے کہ ہم نیک ہیں۔ درحقیقت برائی کے دل سے مخالف نہیں ہیں محض ظاہر دار کی۔
- ۶۔ جب کسی کی تعریف کرنی پڑتی ہے تو چند لفظوں میں کرتے ہیں۔
- ۷۔ جب کسی کی بُرائی معلوم کرتے ہیں تو اسے خوب زور شور سے بیان کرتے ہیں۔
- ۸۔ جس شخص سے ہم نے کبھی کوئی برائی بیان نہیں کی۔ اس سے ہمیشہ شکر یہ کہے طالب ہیں۔ یعنی شکر یہ اس بات کا کہ ہم نے اس سے کبھی کوئی برائی نہیں کی۔
- ۹۔ کسی ایک بات پر خفا ہو کر ہم دوسرے کی سینکڑوں مہربانیوں کو بھول جاتے ہیں۔

- ۱۰۔ ہم اسی برائی کو برائی نہیں سمجھتے جس کا دوسروں کو علم نہ ہو سکے۔ حالانکہ برائی ہر حالت میں برائی ہے۔ خواہ اس کا کسی کو پتہ چلے یا نہ چلے۔
- ۱۱۔ جہاں بھلائی کا گمان ہوتا ہے ہم وہاں خرابی پیدا کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ہمارا فرض یہ ہے کہ خرابیوں کو دور کر کے بہتری پیدا کریں۔
- ۱۲۔ ہم دوستوں کو نصیحت محض اس لئے کرتے ہیں تاکہ ان کے نقائص ظاہر ہوں۔ اور اپنی خوبیاں۔

۱۳۔ اگرچہ ہم دنیا بھر کے دوست ہیں۔ مگر دوستی اپنی غرض کے لئے ہے۔ اے دوستو! ایسے دوستوں سے اجتناب کرو۔

۱۴۔ اے حالی! اپنے نقائص اس طرح کھلم کھلا کون بیان کرتا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کو شاباش کہیں کہ کتنا اچھا آدمی ہے۔ اپنے عیب بیان کرنے میں خدا بھی ظاہر دل سے کام نہیں لیا۔

دام اٹھیں گے نہ جنس کے ارزاں کئے بغیر
 بن آئے گی نہ درد کا درماں کئے بغیر
 یہ باغ کور ہے گی نہ ویراں کئے بغیر
 میروں کو رہے گا نہ عمریاں کئے بغیر
 چھوڑینگے ہم جان کو بے جاں کئے بغیر
 مشکل کو ہم ٹھیکیں گے نہ آساں کئے بغیر
 اسے نسخ بن پڑے گی نہ کچھ ہاں کئے بغیر
 تھوڑے گا وقت انہیں نہ مسلمان کئے بغیر

ہوگی نہ قدر جان کی قریاں کئے بغیر
 گو ہوشفا سے یاس۔ پہ جب تک ہے دم میں دم
 بگڑی ہوئی بہت ہے کچھ اس باغ کی ہوا
 آمادہ دہر۔ پردہ وری سر ہے قوم کی
 عزت سے انہی یاروں کو کچھ آٹری کی ضد
 مشکل بہت کچھ مٹانا سلف کا نام
 گوئے ہنہ نند تلخ۔ پہ ساقی ہے دلربا
 تکفیر جو کہ کرتے ہیں انہائے وقت کی

حالی کٹے گا کاٹنے ہی سے یہ بیستوں
 حل ہوں گی مشکلیں نہ یہ آساں کئے بغیر

تشریح الفاظ:- آمادہ، تیار، تلاء ہوا۔ پردہ وری، پردہ پھاڑنا، عیب بنانا۔
 میروں، چلبھری، یا کور ڈھکا مریض۔ اینلے وقت، وقت کے بیٹے، جیسا
 وقت ہو، ویسا ہی بن جانے والے۔ بے ستوں، کوہ بیستوں، جیسے فرادے کاٹا
 ٹھا۔

مطلب:- ۱۔ جان کی قربانی دینے بغیر جان کی قدر نہ ہوگی۔ جان ایسی جنس
 ہے۔ کہ اسے سستا کر دیں تو اس کا مول بڑھتا ہے۔

۲۔ اگرچہ نند رستی سے ناامیدی ہو تو پھر بھی جب تک سانس آتا ہے۔ درد کا
 علاج کئے بغیر حارہ نہیں۔

۳۔ اس باغ کی ہوا بہت بگڑی ہوئی ہے یہ اسے تباہ کر کے چھوڑے گی۔

۴۔ شاعر کہتا ہے کہ دنیا، ہماری قوم کے عیب بیان کرنے پر تلی ہوئی ہے وہ

ہماری قوم کو جو کوڑھ کے مریض کی طرح عیب دار ہے۔ ننگا کر کے چھوڑے گی۔ یعنی قوم کے تمام عیب ظاہر کر کے چھوڑے گی۔

۵۔ دورت عزت کی وجہ سے قوم کی برائیاں بیان کرنے پر اصرار کر رہے ہیں۔ وہ اس ادھر مری ہوئی قوم کو مار کر ہی چھوڑیں گے۔ یہ مطلب یہ کہ دورت قوم کی برائیاں اصلاح کی غرض سے بیان کر رہے ہیں۔ لیکن اصلاح کا طریقہ ایسا اختیار کیا ہے کہ قوم کی رہی سہی عزت بھی جاتی رہے گی۔

۶۔ اگرچہ بزرگوں کا نام مٹانا بہت مشکل ہے مگر ہم اس مشکل کو آسان کئے بغیر نہ رہیں گے۔ یعنی بزرگوں کا نام مٹا کر ہی چھوڑیں گے۔

۷۔ اگرچہ شراب بہت نیر اور کڑوی ہے۔ مگر ساقی بہت حسین ہے۔ اس لئے اسے شیخ! وہاں تو مینی ہی پڑے گی۔

۸۔ جو مولوی وقت کا ساتھ دینے والوں کے خلاف کفر کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ زمانہ ایسے مولویوں کو مسلمان بنا کر چھوڑے گا۔ مطلب یہ کہ جو علماء و خواہ مخواہ کفر کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ وہ غلط فتویٰ دے کر خود کافر بن جاتے ہیں۔ زمانہ ان سے یہ عادت چھڑا کر دم لے گا۔

۹۔ شاعر کہتا ہے۔ اے حاکی قوم کی مشکلات پہاڑ کی طرح سخت ہیں۔ لیکن اس پہاڑ کو کاٹنا ہی پڑے گا۔ یعنی مشکلات کو گوارا کرنا ہی پڑے گا۔

ط

ہو گئی اک کھ گھڑی تجھ بن پہاڑ
بندھ چکی ہے بارہ کھل کھل کے مارڈ
اے طلب نکلا بہت اونچا پہاڑ

گھر ہے وحشت خیر اور سستی اجاڑ
آج تک قصہ رائل ہے نا تمام
ہے پنچیا اپنا چوٹی تک محال

کھیلنا آتا ہے ہم کو بھی شکار
 دل نہیں روشن تو ہیں کس کام کے
 عید اور نور روز ہے سب دل کے ساتھ
 کھیت رستے پر ہے اور سر و سوار
 بات واعظ کی کوئی پکڑی گئی
 ان دنوں کمتر ہے کچھ ہم پر لتاڑ
 سر نہیں زاہد کوئی ٹٹی گئی آرٹ
 سو شبتاں میں اگر روشن ہیں جھاڑ
 دل نہیں حاضر تو دنیا ہے اجاڑ
 کشت ہے سر سبز اور نیچی سے بارٹ
 تم نے حالی کھیل کر ناحق زباں
 کر لیا ساری خرابی سے بگاڑ

تشریح الفاظ :- وحشت خیز جنون پیدا کرنے والا۔ اجاڑ، ویرانہ، قعر اٹل،
 امیڈ کا محل۔ پاڑ، بانسوں اور اینٹوں کا چھان، جس پر معمار بیٹھ کر دیوار بناتے
 ہیں۔ ٹٹی کی آرٹ میں شکار کھیلنا (مخاور ہے) مطلب یہ ہے کہ پردہ میں رہ کر وار
 کرنا۔ جھاڑ، قمقمے۔ نوروز، سال کا پہلا دن۔

مطلب :- ۱۔ اے دوست! تیری جدائی میں گھڑاؤ بنا اور شہر ویرانہ
 بن گیا۔ اس حالت میں ایک پل گزارنا دشوار ہو گیا۔
 ۲۔ امیڈوں کا محل آج تک ناممکن ہے۔ کئی بار امیڈ قائم ہوئی اور کئی
 بار ٹوٹ گئی۔

۳۔ اے خواہش! مقصد میں کامیاب ہونا بہت مشکل ہے۔ گویا کامیابی
 بہت اونچا پیار ہے جس کی چوٹی پر پہنچنا آسان نہیں۔

۴۔ شاعر کہتا ہے کہ اے زاہد! لوگوں کو لوٹنا ہم جانتے ہیں۔ مگر ہمیں کوئی
 ایسا پردہ میسر نہیں جس پر بیٹھ کر دوسروں پر وار کریں۔ یعنی ہمیں دھوکہ دینا
 نہیں آتا۔

۵۔ اگر سینے میں دل کا نور نہیں ہے تو خواہ بگاہ میں خواہ سو فمقمے جل رہے ہوں۔ ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ یعنی ظاہر کی روشنی کی بجائے باطن کا نور پیدا کرنا چاہیے۔

۶۔ ایرانِ قدیم میں جب سورج (۲۲ مارچ) کو بُرجِ حمل میں ہونا تو ایرانی قوم کے لوگ عید مناتے تھے۔ یہی فارسی سال کا پہلا دن ہوتا۔ اور موسمِ بہار کا آغاز۔ اسلامی زمانے میں بھی ایرانی یہ قومی عید مناتے رہے۔ بویازاں دوسرے مسلمان بادشاہ بھی نوروز منانے لگے۔ شاعر کہتا ہے کہ عید اور نوروز کی خوشی کا انحصار دل پر ہے۔ اگر دل افسردہ ہو تو ساری دنیا ویران نظر آتی ہے۔

۷۔ کھیت راہ میں ہے جہاں سے بہت سے مسافر گذرتے ہیں۔ کھیت سرسبز ہے اور یاڑ پیچی ہے۔ راستہ چلنے والوں کو پھل توڑ لینے میں بہت آسانی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری قوم پہلے ہی سیرتھی سادھی ہے۔ اس کے تحت خط کے لئے کلمہ بھول کر ضرورت ہے۔ وہ بھی کچھ ہے۔ اس لئے ہماری قوم کو گمراہ کرنے کے لئے لوگوں کے لئے ہر طرح آسانی ہے۔

۸۔ شاید وعظ کہنے والے کی کوئی غلطی پکڑی گئی ہے۔ اس لئے ہم لوگوں پر آج کل وہ بہت برتا ہے۔ اور غلطی پکڑے جانے کے باعث شرمندہ اور خوفزدہ ہے۔

۹۔ اسے حالی اتم نے کہنے چینی پر زبان کھول کر ساری دنیا سے بے وامانہ دشمنی مول

لے لی۔



عالم مری نظر میں سما یا نہیں ہنوز۔ ق
جھوٹا کانسیم مصر کا آیا نہیں ہنوز
ہم جس کو ڈھونڈتے ہیں وہ پایا نہیں ہنوز
ذوقِ نگاہ ہم نے بنایا نہیں ہنوز

عہدِ وصال دل نے چھلایا نہیں ہنوز
پیغامِ دوست کا کوئی لایا نہیں ہنوز
لگ جائے دل نہ منزل مقصد میں کہیں
آیا نہ ہو گا اس کو تغافل میں کچھ مزا

ایمن میں آگ لگ چکی اور طور جل چکا
یاں دے چکی جواب امید جواب خط
پایا ہے ذوق و شوق میں ہم کو کھیرا ہوا
کیا دل سے پھر گم بھی جاتی نہ تیری یاد
سرایہٴ خلافِ دو عالم ہے رازِ دل
کس نشہ میں ہے چور خدا جانے اس قدر
حالی نے جامِ منہ سے لگایا نہیں ہنوز

تشریح الفاظ۔ نسیم مصر، مصر کی ہوا۔ تفاعلِ غفلت، بے پردائی۔ ذوقِ نگاہ، شوق
دیدار، محبوب کو دیکھنے کا شوق۔ اکین، وادی اکین، کوہِ طور کی وادی، جہاں حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھا تھا۔ کافر، انکار کرنے والا، اللہ کی ہستی سے
انکار کرنے والا، یہاں مراد عشوق سے ہے۔ اختلاط، میل جول، ربط۔
مطالب :- ۱۔ دل کو ابھی تک دوست سے ملاپ کا زمانہ بھولا نہیں اس لئے
ابھی تک دنیا میری نظر سے گری ہوئی ہے اور آنکھوں میں وہی ملاپ کا زمانہ لیا ہوا
ہے۔

۲۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کا قاصد حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف
حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ لے کر مصر سے چلا تو حضرت یعقوب علیہ السلام جو
مدت سے حضرت یوسفؑ کے فراق میں رور و کراندھے ہو چکے تھے۔ دلی کشش کے
باعث لوگوں سے کہنے لگے کہ آج مجھے یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ
ہماری طرف ابھی ہمارے دوست کے شہر کی ہوا کا کوئی جھونکا نہیں آیا۔ کیونکہ ابھی دوست
نے ہمیں کوئی پیغام نہیں بھیجا ہے۔ یعنی جب ہمارا دوست پیغام بھیجے گا تو ہمیں بھی حضرت

- یعقوب کی طرح پہلے ہی سے دلی کشش کے باعث دوست کی خوشبو آنے لگے گی۔
- ۳۔ ہمارا دل کہیں مقصد کی منزل ہی سے کونہ لگنے لے۔ حالانکہ یہاں تو ہم نے محبوب کو ڈھونڈنا ہے وہ ابھی ملا نہیں۔ مطلب یہ کہ ہم زندگی کا اصل مقصد چھوڑ کر کہیں دنیا کی رنگارنگی میں محو نہ ہو جائیں۔
- ۴۔ ہم نے محبوب پر اپنا شوق دیدار بھی ظاہر نہیں کیا۔ اس لئے اسے اپنی بے پروائی میں لطف نہیں آیا ہوگا۔ اگر ہم اس پر یہ ظاہر کر دیں کہ ہم تمہارے دیکھنے کے لئے کبھی تہمتے تہمتے ہیں۔ تو اسے ہنہ چھپانے میں زیادہ مزہ آئے۔
- ۵۔ شاعر کہتا ہے کہ محبوب نے ابھی اپنے چہرے سے پردہ اٹھایا نہیں۔ اور امین کی واوی اور کوہ طور جلوہوں کی گرمی سے جل آٹھے۔
- ۶۔ ہمارے نامہ بر یا قاصد کو ابھی تک درست تک پہنچنے کا موقع بھی نہیں ملا اور یہاں ہم خط کے جواب سے ناامید ہو چکے ہیں۔
- ۷۔ شاعر کہتا ہے کہ ابھی معشوق نے ہم نے میل ملاپ نہیں بڑھایا۔ جی تو یہ حالت ہو گئی۔
- ۸۔ یہ ہم سے غلطی ہوئی کہ ہم نے تجھے بھلایا نہیں۔ ورنہ یہ ناممکن نہ تھا کہ مرنے کے بعد بھی تیری یاد ہمارے دل میں رہتی۔
- ۹۔ ہم نے ابھی تک دل کا راز ظاہر نہیں کیا۔ یہ ظاہر کر دیتے تو ہماری باتیں زہر کی طرح تلخ ہو جائیں اور ساری دنیا ہمارے خلاف ہو جاتی۔ کیونکہ دل کا بھید ظاہر کرنا ساری دنیا کو اپنے خلاف کر لینے کا باعث ہوگا۔
- ۱۰۔ حالی نے ابھی شراب کا پیالہ پیا نہیں۔ پھر نہ معلوم اسے کس شے کا نشہ ہے۔ جس میں وہ مست ہے۔

جیتی موت کے تم منہ میں نہ جانا ہرگز
 عشق بھی ناک میں بیٹھا ہے نظر بازوں کی
 زال کی پہلی ہی رتم کو نصیحت یہ تھی
 چاہت اراک طلوع نہ کروہ ہے برقع میں نہا
 ہاتھ ملنے نہ ہوں پری میں اگر حسرت سے
 جتنے رتنے تھے ترے ہو گئے ویراں اے عشق
 کہیں رہ کر گئے دلی سے ترے قدر شناس
 تذکرہ زکی رجوم کا اے دوست نہ چھوڑ
 داستان نقل کی خزاں میں نہ ستارے بلبل
 ڈھونڈتا ہے دل شوریدہ بہانے مطرب
 سمجھتیں اگلی مصوّر ہمیں یاد آئیں گی
 جو جنت دل میں ہیں یا خون کے دریائے چشم
 لیکے داغ آگے گا سینے پہ بیت اے سیاح
 چیتے چبے پہ میں یاں گوہر بکتا تہ خاک
 مٹ گئے تیرے مٹانے کے نشان بھی اتنو
 رہ تو بھولے تھے ہمیں ہم بھی ابھی بھول گئے
 جس دکھڑیوں سے جو ادب کے اچھوتے ہیں
 ہم کو گرتوئے زلایا تو زلایا اے حیرت
 یا خود روئیں گے کیا ان پہ جہاں روتا ہے
 آخری دور میں بھی جھک تو قسم ہے ساتھی
 بخت سوئے ہیں بہت خاک کے اے دور زیاں

دوستوں دل نہ لگانا نہ لگانا ہرگز
 دیکھنا شیر سے آنکھیں نہ لڑانا ہرگز
 زوہیں تیر صحت خیر کاں کی نہ جانا ہرگز
 کسی دلالہ گئے دھوکے میں نہ آنا ہرگز
 نوجوانی میں نہ یہ روگ لگانا ہرگز
 آگے ویرانوں میں اب گھر نہ لسانا ہرگز
 قدریاں رہ سکا اب اپنی نہ گنونا ہرگز
 نہ سنا جائے گا ہم سے یہ فسانا ہرگز
 ہنستے ہنستے ہمیں ظالم نہ رلاتا ہرگز
 قدر وانگیز غزل کوئی نہ گاتا ہرگز
 کوئی دلچسپ رقع نہ دکھاتا ہرگز
 دیکھنا ابر سے آنکھیں نہ چراتا ہرگز
 دیکھ اس شہر کے کھنڈوں میں نہ جانا ہرگز
 دشمن ہو گا کہیں اتنا نہ خزانہ ہرگز
 اے فلاں اس سے زیادہ نہ مٹانا ہرگز
 ایسا بدلا ہے نہ بدلے گا زمانہ ہرگز
 نظر آنا نہیں ایک ایسا گھرانہ ہرگز
 ہم یہ غیروں کو تو ظالم نہ ہنسانا ہرگز
 ان کی منتی ہوئی شکلوں پہ نہ جانا ہرگز
 بھر کے اک جام نہ بیاسوں کو پلاتا ہرگز
 نہ ابھی نیند کے ماتوں کو جگانا ہرگز

یاں رخصت ہو سورے کہیں اے عیشیں نشاط
 سمجھی اے علم و ہنر گھر تھا تمہارا وکی
 شاعری ہر جگہ اب زندہ نہ ہوگی یا رو
 غالب و شینقہ و نیر و آرزوہ و ذوق
 مومن و علوی و صہبائی و ممتواں کے بعد
 کرو یا مر کے یگانوں نے یگانہ ہم کو
 داغ و تجروح کوئی لو کہ پھر اس گلشن میں
 رات آخر ہوئی اور بزم ہوئی زیر وزیر

نہیں اس دور میں یاں تراٹھکاتا ہر گز
 ہم کو بھولے ہو تو گھر کھول نہ جانا ہر گز
 یاد کر کے آسے جی نہ کر صاعانا ہر گز
 اب دکھائے گا یہ شکلیں نہ زمانا ہر گز
 شعر کا نام نہ لے گا کوئی دانا ہر گز
 ورنہ یاں کوئی نہ تھا ہم میں یگانا ہر گز
 نہ سنے گا کوئی بلیبل کا ترانا ہر گز
 اب نہ دیکھو گے کبھی لطفِ ثباتا ہر گز

بزم یا تم تو نہیں - بزم سخن ہے حالی
 یاں مناسب نہیں رو کے رُلانا ہر گز

تشریح القاطنہ - زلال، رستم کا باپ - رستم، ہستاں کا مشہور سپہاں جسے
 شرکان، پدکوں کی قطار، عاشوق کی آنکھوں کی ملیکیں - دلالہ، دلالی عورت،
 ایجنٹ، بیباں راو دھوکہ دینے والے ذریعہ، جو محبت پیدا کریں - گوہر کینا، زیاب
 موتی، بیباں مراد مقتدر لوگوں اور بادشاہوں سے ہے - غالب، مرزا سید اللہ خاں -
 شیفتہ، نواب مصطفیٰ خاں - نیر، نواب ضیا احمد خاں رئیس لوہارو - آرزو، مفتی
 صد الدین، صدر الصدور دہلی - ذوق، استاد محمد ابراہیم ذوق - داغ، نواب
 مرزا خاں، شاگرد استاد ذوق دہلوی - مجروح، میر مہدی، مجروح شاگرد مرزا غالب -
 مطلب، ۱-۱-۱ے دوستوں تم کسی کی محبت میں دل مبتلا نہ کرو۔ کیونکہ محبت میں
 انسان کی ایسی حالت ہو جاتی ہے۔ جو جیتے جی مر جانے کے برابر ہے۔ یعنی زندگی
 اور موت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

۲۔ عشق بھی عاشقوں کی تاک میں ہے لہذا ہوشیار رہنا اس شرعی عشق سے
رابطہ پیدا نہ کرنا۔ ورنہ تمہیں پھاڑ کھائے گا۔

۳۔ شاعر کہتا ہے کہ رستم کے باپ نے رستم کو پہلی نصیحت یہی کی تھی کہ کسی معشوق
سے آنکھ نہ لڑانا۔ یعنی انسان اپنی طاقت کے بل پر ہر شخص پر غالب آسکتا ہے۔
مگر محبت میں کوئی نور نہیں چلتا۔ محبت میں مغلوب ہو جانا پڑتا ہے۔ اس لئے اگر
فتح مندی چاہتے ہو تو محبت سے بچو۔!

۴۔ محبت ایک ایسی بدنما چمکیلی تہ ہے جو پردے میں چھپی ہوئی ہوتی ہے۔
محبت کے کسی دلال کے دھوکے میں آکر متبلا نہ ہو جاتا۔

۵۔ اگر بڑھا پے میں افسوس نہ کرنا ہو تو جوانی میں محبت کے مرض میں مبتلا نہ ہو۔
۶۔ اے عشق! تیرے جتنے بھی ذرائع تھے وہ سب برباد ہو چکے ہیں۔ اب تو ان
ویرالوں میں آباد ہونے کی کوشش نہ کرنا۔

۷۔ اے عشق! جو لوگ تیری قدر کرتے تھے۔ وہ اب دہلی میں نہیں رہے۔ اب
یہاں آہ و زاری کر کے اپنی بے عزتی نہ کرانا۔ مولانا حاکمی نے یہ غزل ۱۸۵ء کے
انقلاب کے بعد دہلی کی گذشتہ عظمت اور شان و شوکت کو یاد کر کے مرثیہ کے
طویر لکھی ہے۔ اس عہد کے اکثر اساتذہ نے دہلی کی تباہی پر مرثیے لکھے تھے۔
جو "فغانِ دہلی" نامی کتاب میں درج ہیں۔ یہ کتاب ایک سو سال کے بعد اکیڑھی
پنجاب کے زیر اہتمام دو بارہ چھپ رہی ہے۔ خاکسار نے نظر لڑھیا نومی نے
اس کتاب کا مقدمہ لکھا ہے۔ افسوس ہے کہ حاکمی کی یہ نظم اس مجموعے میں
درج نہیں۔

۸۔ اے دوست! دہلی کا ذکر نہ کر۔ دہلی کی تباہی کی داستان اتنی پر درد
ہے کہ ہم سے نہیں سنی جاسکے گی۔

۹۔ اے بیل! پت جھڑ کے موسم میں پھول کی کہانی نہ سنا۔ اے ظالم! ہمیں
منسی منسی میں ہی نہ زلا دینا۔

۱۰۔ اے گانے والے! ہمارا دل پھوٹ پینے کے لئے بہانہ چاہتا ہے۔ اس لئے
تو کوئی درد انگیز غزل ہرگز نہ گانا۔ فد نہ ہمارا دل آہ و زاری کر کے قیامت پر پیا
گردے گا۔

۱۱۔ اے مصوٰر! ہمیں تصویروں کا کوئی اچھا سا الیم نہ دکھاتا۔ الیم دیکھ کر
ہمیں پرانی سوسائٹی یاد آجائے گی۔ اور ہمارا دل دکھے گا۔

۱۲۔ اے آنکھ! ہمارے دل میں خون کا دریا اٹھاٹھیں مار رہا ہے تو بادل سے
مقابلہ کرنے میں گریز نہ کرنا۔ یعنی ہمارا دل بہت پرورد ہے۔ ہم آنکھ سے بادل
کی طرح دل کا خون برسا لیتے ہیں۔

۱۳۔ اے سیاحت کرنے والے! شہر دہلی کے تباہ شدہ محلات، عمارات اور
مقبرے دیکھنے کے لئے ہرگز نہ جانا! ہمیں دیکھ کر شدتِ غم سے تیرے دماغ پر
داغ پڑ جائیں گے۔

۱۴۔ شاعر کہتا ہے کہ اس شہر کے کھنڈروں میں مقدر لوگ مدفون ہیں۔ کسی
زمین میں بھی ایسا بیش قیمت خزانہ دفن نہیں ہے۔

۱۵۔ اے آسمان! تو نے ہمیں ایسا تباہ کیا کہ ہماری تباہی کے بھی نشانات
یا قی نہیں رہے۔ اب ہمیں اس سے زیادہ تباہ نہ کرنا۔

۱۶۔ اے دورت! تو نے ہمیں کھلایا ہی تھا۔ مگر جیرانی یہ ہے کہ ہم نے بھی اسے کھلا
دیا۔ زمانے کا ایسا انقلاب ہوا ہے کہ پھر ایسا کبھی نہ ہوگا۔ (دسمبر ۱۹۷۷ء میں
۱۹۵۷ء سے بھی بڑا انقلاب ہوا۔ کہ ہزاروں انسان نہایت دردناک طریقوں سے
موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ لاکھوں گھرانے بے گھر ہوئے۔ اور ہزاروں بچے،

عورتیں اور بوڑھے بھی دردناک عذاب کا شکار ہوئے۔

۱۷۔ ایسا کوئی خاندان نہیں جو حادثات کا شکار نہ ہوا ہو۔

۱۸۔ اے آسمان! اگر تو نے آزار پہنچا کر رونے پر مجبور کیا۔ تو شیر کوئی بات نہیں۔
اب تم پر یہ ظلم نہ کرنا کہ ہماری حالت پر غبر نہیں۔

۱۹۔ اے آسمان! ہمارے خوش و شرم چہرے پر نہ جانا ہم اتنے ستائے ہوئے ہیں
کہ اب خود نہیں روتے۔ بلکہ ہماری حالت پر ایک دنیا روتی ہے۔

۲۰۔ شراب پلانے والے! تجھے قسم ہے آخری بار بھی پیاسوں کو ایک پیالہ
بھر کر نہ پلانا۔ ورنہ وہ نشے میں بہک اٹھیں گے اور پرانی محفلوں کو یاد کر کے
کہرام مچائیں گے کہ توبہ ہی بھلی ہے۔

۲۱۔ اے گردشِ زمانہ! ہمارے نصیب بہت ہزرتا یکساں جگتے رہے ہیں۔
اب تھک کر سو رہے ہیں۔ اب ان نیند کے متوالوں کو سرگزنہ دیکھانا۔ یعنی تذکوں
ہماری قوم باقیال رہی ہے۔ اب اس کے ادبار کا زمانہ ہے۔

۲۲۔ چونکہ یہ قوم کے لئے ادبار کا زمانہ ہے۔ اس لئے اے عیش و عشرت با
یہاں سے جلد رخصت ہونا عیش و آرام کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ یہاں تو ماتم
کی محفل پیا ہے۔

۲۳۔ اے علم اور اے سخن! کبھی تم دہلی میں پیرا ہوئے اور یہیں تم نے ترقی
پائی اگر تم یہیں بھول گئے ہو تو خیر! مگر دہلی کو نہ بھولنا مطلب یہ ہے کہ
کبھی دہلی علم و فن کا گہوارہ تھی۔ دہلی کی یہ تاریخی خصوصیت مٹ نہیں سکتی۔
۲۴۔ اے دوستو! دہلی کے تیر باد ہونے پر شاعری ختم ہو گئی۔ اب اسے یاد
کر کے اپنا دل رنجیدہ نہ کرو۔

۲۵۔ ۲۶۔ شاعر کہتا ہے کہ دہلی کے شاعر غالب، شیفتہ، مومن، علوی و ہبیالی

و مثنوی کے بعد شعر کا نام نہ لے گا۔ کوئی دانا مومن حکیم مومن خاں علوی، نواب
 علاؤ الدین علوی، صہبائی، مولوی امام بخش مثنوی، میر نظام الدین (ان تمام
 دہلوی اساتذہ کے مفصل حالات اور نمونہ کلام ہم تاریخ ادب اردو میں درج
 کر چکے ہیں) شاعر کہتا ہے کہ حکیم مومن خاں۔ نواب علاؤ الدین خاں (شاگرد
 مرزا غالب) مولوی امام بخش صہبائی اور میر مثنوی کے بعد کوئی عقلمند آدمی
 شعر کا نام بھی نہیں لے گا۔ ان کے بعد شاعری کا وہ لطف ہی نہیں رہا۔
 ۲۷۔ ان یکتا اصحاب نے فوت ہو کر ہمیں یکتا بنا دیا۔ ورنہ ہم میں کوئی شخص
 یکتا نہ تھا۔ یعنی اساتذہ فوت ہو گئے تو ہم اُستاد کہلانے لگے۔ ورنہ ہم میں
 استاد کی کوئی جوہر موجود نہ تھا۔

۲۸۔ شاعر کہتا ہے کہ مرزا داغ اور میر مجروح کا کلام سن لو۔ اس کے بعد گل و
 بلبل کی شاعری بالکل ختم ہو جائے گی۔ (یہ دہلی کے چوتھے دور کے نامور شعرا ہیں)
 ۲۹۔ رات ختم ہو گئی اور محفل منتشر ہو گئی ایسی پر لطف رات کی محفل پھر کبھی
 نہیں جمے گی۔ یعنی داغ اور مجروح کے سوا نیرم دہلی کے تمام اساتذہ فوت
 ہو چکے ہیں۔ شاعری کی محفل دریم بریم ہو گئی ہے۔ اب ایسے اساتذہ پھر کبھی
 پیدا نہیں ہوں گے۔

۳۰۔ اے حالی! یہ شعر و شاعری کی محفل ہے۔ نام کی محفل نہیں۔ یہاں رو
 رو کر دوسروں کو رولانا ہرگز روا نہیں ہے۔

ہم نے دیکھ بہت نشیب و فراز
 دل ذرا دیکھتا ہوں اس کا گداز
 کس توجہ سے پڑھ رہا ہے تمنا

رنجش التفات و تاز و نیاز
 عشق کی آبیج اس میں پاتا ہوں
 شیخ! اللہ کے تیری عیاری

اک پتے کی جو ہم نے کہہ دی آج
 ہم کو نسبت پہ نخر ہے تیری
 آج منکر بھی تاج اکھٹیں گے
 خیر ہے اے فلک کہ چار طرف
 رنگ بدلا ہوا ہے عسالم کا
 ہوتے جاتے ہیں زور مند سعید
 پھینتے پھرتے ہیں کیک و تیبوے
 ہے ہنتوں کو رہ گزر میں خطر
 ٹڈیوں کا ہے کھینٹوں پہ بحور
 تا تو انوں پہ گدہیں منڈلائے
 تشنہ خوں ہیں کھوکھوں کے تیروں کے
 دشمنوں کے ہیں دست خود جاسوس
 ہو گا انجام دیکھہ کیا کچھ
 لے ابھی تک کھلی نہیں لیکن
 وقت نازک ہے اپنے پڑے پر
 یا پھیرے ہو کہ لے اکھیرے
 کام اسمے اپنے سونپ و وحالی
 ہے وہ مالک ڈبوئے خواہ ترائے

رنگ واعظ کا کر گیا پرواز
 تو گئی بھول ہم کو خاک حجاز
 گر معنی کی ہے یہی آواز
 قطعہ چل رہی ہیں ہوائیں کچھ ناساز
 ہیں دگرگوں زمانے کے انداز
 منتے جاتے ہیں مبتذل ممتاز
 گھونسلوں میں عقاب اور شہباز
 رہنوں نے کئے ہیں ہاتھ دراز
 بھڑیلوں کے ہیں خوں میں تریب آرز
 گھائلوں پر ہیں حیرتیر انداز
 حیدگر رو بہوں کے عشوہ ناز
 اور یاروں کے یار ہیں غمناز
 ہے پر آشوب جبکہ یہ آغاز
 غیب سے آرہی ہے کچھ آواز
 موج بائل ہے اور ہوا ناساز
 یا گیا کشمکش میں ڈوب جہاز
 نہیں جس کا شریک اور ابن باز
 چارہ یاں کیا ہے نخر عجز و نیاز

تشریح الفاظ:- حجاز، ملک عرب کا صوبہ جس میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ واقع ہیں۔
 ناساز ناموافق۔ دگرگوں، دوسری طرح کے بدلے ہوئے۔ مبتذل، بازاری لہجے۔ تیبو،

چکور۔ کبک، پہاڑی۔ تیر۔ عقاب۔ اور شہباز، شکاری پرندے۔ ممتاز، نمایاں،
 باعزت۔ ہاتھ دراز، دست درازی، ظلم پر عمل کرنا۔ آز، حرص۔ حیر، محنت، سہم۔
 روپہ، روپا، لونڈی۔ غماز، چیل خور۔ آشوب، خرابی۔ کشمکش، کھینچا تانی۔ ابناز،
 جواب۔ نظیر، ہمسر۔ عجز و نیاز، عاجزی۔

مطلب :- ہم نے محبت میں محبوب کی خفگی توجہ اور ناز و ادا اور اپنی نیاز مندی
 وغیرہ بہت سی پستیاں اور بلندیاں دیکھی ہیں۔ یعنی ہم عشق کے تمام منازل طے کر چکے
 ہیں۔

۲۔ جو دل ذرا بھی نرم ہے۔ مجھے اس میں محبت کی حرارت دکھائی دیتی ہے۔

۳۔ اے شیخ اتیری دھوکہ یازی کا کیا کہنا۔ ناز میں کس طرح محو ہے۔ حالانکہ تیرا
 دل کہیں اور ہے۔ اور یہ ناز کھنڈ دکھاوے کی ہے۔

۴۔ آج ہم نے ایک بھید کی بات جو کہی۔ تو واعظ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ یعنی
 وہ راز فاش ہو جانے کے خوف سے فکر مند ہو گیا۔

۵۔ اے ملک حجاز کی مٹی! تو نے ہمیں بھلا دیا ہے۔ مگر تجھ سے رشتہ ہو جانے کے
 باعث تجھ پر ہمیشہ ناز کرتے ہیں (خانہ کعبہ اور دروضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
 کی وجہ سے حجاز سے مسلمانوں کا دوامی رشتہ ہے۔

۶۔ اگر گانے والے کی آواز ایسی ہی دل کش ہے تو آج گانے کی تاثیر سے انکار
 کرنے والے بھی مست ہو کر ناچنے لگیں گے۔

(یہ قطعہ اس وقت لکھا گیا تھا جبکہ ٹرکی کو سلطان عبدالعزیز خان کے قتل

کے بعد سرویہ، مانیٹنگرو اور روس وغیرہ کے مقابلہ میں اخیر صدمہ پہنچا۔ ۱۲)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا حالی نے یہ اشعار ۱۸۵۷ء کے بعد کہے ہیں۔

جب انگریز بغاوت کے جرم میں مسلمانوں کا قتل عام کر رہے تھے۔ اور بعض مسلمان

مخبر دوسرے مسلمانوں کے خلاف شہادتیں دے کر انہیں سزائیں دلو اور ہے تھے۔
 بہر حال ان اشعار کا یا ترتیب مفہوم یہ ہے۔

۷۔ اے آسمان! خیر تو ہے کہ کچھ ناموافق ہوا چل رہی ہے۔ (۸) دنیا کا رنگ
 بدلا ہے اور زمانے کے طہور اور ہی ہیں۔ (۹) طاقتور کمزور ہوتے جا رہے ہیں اور
 نچے لفنگے باعزت اور مقتدر بن رہے ہیں۔ (۱۰) عقاب اور شہباز تیز اور چکور سے
 ڈر کر آشیانوں میں چھپ رہے ہیں۔ یعنی سپاہی پیشہ ور خبروں سے ڈر کر گھروں میں
 چھپ گئے ہیں۔ (۱۱) بے اسلحہ مسافروں کو راہ میں لٹیروں کا ڈر ہے۔ (۱۲) ٹڈیاں
 کھیتوں میں جمع ہیں اور بھیر یوں سے لالچ کے ہونٹا تر کر لئے ہیں۔ (۱۳) کمزوروں
 کا گوشت کھانے کے لئے گرہان کی تاک میں ہیں، زخمیوں کو، یخڑے تیر مار رہے
 ہیں۔ (۱۴) دھوکہ دینے والے لومڑ بھوکے شیروں کے خون کے پیاسے ہیں۔ (۱۵)
 دوست دشمنوں کی جاسوسی کر رہے ہیں، اور دوست ہی دوستوں کی جھیلیاں
 کھا رہے ہیں۔ (۱۶) جب واقعات کی تیرا راتنی خراب ہے تو تیر و دیکھئے کیا
 ہو۔ (۱۷) غیب سے کچھ ظاہر ہونے والا ہے، مگر اتار سے ابھی تک کچھ تیر نہیں
 چلا کہ کیا ہو گا۔ (۱۸) ہماری قوم کی کشتی پر بیت خطرناک وقت آ گیا ہے، طوفان
 برپا ہے اور ہوانا موافق ہے۔ (۱۹) یا تو موجوں کے ریلوں سے قوم کی کشتی طوفان
 سے نکل جائے گی، یا اس کھینچا تانی میں ڈوب جائے گی۔ (۲۰) اے حالی! تم اپنے
 کام اس ذات پاک کے حوالے کر دو، جس کا کوئی شریک اور سا جھی نہیں۔ (۲۱) وہ
 ذات پاک قادرِ مطلق ہے، وہ چاہے تو کشتی کو ڈبو دے، چاہے پار لگا دے۔

س
 جاذبِ رحمت ہے مقناطیس عصیاں اپنے پاس

رکھتے ہیں عاصی کمندِ صیدِ غفراں اپنے پاس
 عاجزوں سے مقتدر کرتے ہیں اکثر درگزر
 عجز اپنا ہے کلیدِ بابِ رضواں اپنے پاس
 ہو گئی گر کچھ سمجھنے میں خطا فرمان کے
 عذر خواہ اپنا ہے خود فرمانِ سلطان اپنے پاس
 بامِ تیلایا بلند اور نارِ سا بخششِ کمند
 رکھتے ہیں ہم اپنی معذوری پہ برہاں اپنے پاس
 خاک میں ہم نے ملا رکھی ہے اکیر اپنی آپ
 ورنہ ہے ہر درد کا موجود درماں اپنے پاس
 دستِ بردِ ہر من کا جس کو کچھ کھٹکا نہیں
 ہے بجز اللہ وہ مہرِ سلیمان اپنے پاس
 دیکھنا حاکی نہ دنیا وضعِ فطرت کو بدل
 ہے یہ دستاویزِ استخلافِ رحماں اپنے پاس

تشریح الفاظ:- جاذب، جذب کرنے والا، اپنی طرف کھینچنے والا، متفناطیس۔
 سنگِ آہن بار، چمک دار پتھر، وہ پتھر جو لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ عاصی،
 گنہگار، عھسیاں، گناہ۔ کمند، اصل میں ٹنڈہ تھا، یعنی غم والی رستی، کھیندا۔ صید،
 شکار۔ غفراں، مغفرت، بخشش۔ مقتدر، بلند مرتبہ، اہلِ جاہ۔ کلید، چابی۔
 باب، دروازہ۔ رضواں، جنت کا دربان، فرشتہ۔ درگزر، نظر انداز کرنا، معاف
 کر دینا۔ خطا، غلطی، تصور۔ فرمانِ حکمِ شاہی۔ عذر خواہ، معافی چاہنے والا۔
 نارِ سا، یعنی والا، معذوری، عاجزی، ناطاقتی۔ برہاں، دلیل۔ دستِ برد،

لوٹ مار، اہرن، بیدی کی طاقت، شیطان، مہر سلیمان، حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی، جو ان کی ہر شکل کو حل کرتی تھی، ایک بار ایک دیوانے نے اس انگوٹھی کو چرائیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا سارا جاہ و خشم جاتا رہا، آخر کار یہ انگوٹھی ایک پھلی کے پیٹ سے نکلی۔ اور حضرت سلیمانؑ کو پھر جاہ و خشم حاصل ہو گیا۔

بجاء اللہ، اللہ کی تعریف کے ساتھ۔ (شکر یہ کے موقع پر بولتے ہیں) دستاویز، تحریر، سند، اختلاف، خلیفہ ہونا، جانشین ہونا۔

مطلب ۱:۔ ا۔ رحمت کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ہمارے پاس گناہوں کا پھندا رکھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہمارا گناہ گنا رہتا ہی اس امر کی ضمانت ہے کہ اللہ کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہوگی۔

۲۔ بلند مرتبہ لوگ عجز والے لوگوں کو اکثر معاف کر دیتے ہیں۔ ہمارے پاس عا جزی گویا بہشت کے دروازے کی چابی ہے۔ یعنی ہم عجز کی وجہ سے بہشت حاصل کر لیں گے۔

۳۔ اگر اللہ کا حکم سمجھنے میں ہم سے کوئی غلطی ہوگی۔ تو غلطی کی معافی کے لئے اللہ کا دوسرا یعنی مغفرت اور بخشش کا حکم موجود ہے۔ یعنی اللہ نے غلطی کی سزا بھی مقرر کی ہے اور معافی کا بھی وعدہ فرمایا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کے تقاضا تو نہایت بلند رکھے ہیں۔ لیکن انسان کو طاقت بنایا ہے۔ اس لئے اگر ہم کسی امر میں ناکام رہیں تو ہمارے پاس ہراری نا طاقت کی دلیل موجود ہے۔ یعنی جو مقصد ہم حاصل نہ کر سکیں اس کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی طاقت نہ دی۔

۵۔ ہم نے اپنے کیمیا کو آپ ہی مٹی میں ملا رکھا ہے۔ ورنہ ہمارے پاس ہر مرض

کا علاج موجود ہے بمطلب یہ ہے کہ ہم اپنی عقل و دانش اور کوشش و محنت سے کام لیں تو ہر مشکل کو دور کر سکتے ہیں۔

- ۶۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ انگوٹھی دی ہے۔ جو ہر مشکل کو حل کر سکتی ہے۔ اس شیطان کی لوث مار کا کوئی خدشہ نہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایمان کی وہ دولت دی ہے جسے شیطان لوث نہیں سکتا۔
- ۷۔ اے حاکمی! انسان کی اصلیت کو بدل نہ دینا۔ کیونکہ انسان کے پاس اللہ کا جانشین ہونے کی یہی سند ہے۔ کہ وہ فطرت یعنی اصلیت پر قائم رہے۔

چھڑا ب نہ اے تصویرِ مژگانِ یار بس
یہ تخم نہیں ہے وہ جسے کوئی بنا سکے
ہر طرح فصلِ گل کی نشانی ہے اے صبا
ڈرے دلوں کیساتھ امید بھی بس بجائیں
وہ غیر دشمنی کا ہماری خیال چھوڑ
آنا نہیں نظر کہ یہ ہو رات اب سحر
کافی ہے خارِ خارِ غم روزِ نگار بس
مخجوری کی اپنی رہنے دے اے غمگسار بس
کلاگشت کو بہت ہے دلِ داغدار بس
اے آسیائے گردشِ نسل و ہمار بس
یاں دشمنی کے واسطے کافی ہیں یار بس
کی نیند کیوں جرم بس اے انتظار بس
تھوڑی ہے رات اور کہانی بہت بڑی
حالی نکل سکیں گے نہ زل کے بجار بس

نشریح الفاظ۔ صبا، پروا ہوا جو مشرق کی طرف سے آتی ہے۔ آسیا، چکی۔ گردشِ حرکت، گھاؤ۔ لیل، رات۔ ہنسا، دن۔ دل کا بخار، دل کی بھڑاس، دل کا رنج۔

مطلب ۱-۱-۱۔ اے دوست کی ملکوں کے خیال! تو ہمارے دل کے زخم نہ چھوڑ۔ کیونکہ دل کو چھیرنے کے لئے دنیا کا غم کافی ہے۔

۲۔ دنیا کا غم ایسا غم ہے کہ جس میں کوئی حصہ دار نہیں بن سکتا۔ اس لئے اے غمخوار تو اپنی ہر ریاں رہنے دے۔ یعنی شاعرِ غم دنیا کے علاج سے مایوس ہے۔

۳۔ اے مشرقی ہوا! تو ہمیں باغ کی سیر کی ترغیب نہ دے۔ ہمارے دل کا ہر داغ ایک ایک پہاڑ کی یادگار ہے۔ اس لئے ہمیں سیر کے لئے ہمارا پُر داغ دل کافی ہے۔ یعنی شاعر کا دل گزشتہ پہاڑوں کے چلے جانے کے صدمے سے داغدار ہے۔ اسے سیرِ باغ کی ضرورت نہیں۔

۴۔ اے دن رات کے گھماؤ کی چکی اب بس کر مجھے ڈبے کہ دلوں کے ساتھ امیدیں بھی پس کر ختم نہ ہو جائیں۔ یعنی اے گردشِ ایام! اب ہمیں اور نہ ستا۔ ایسا نہ ہو کہ ہم خوش حالی سے ناامید ہو جائیں۔

۵۔ تحیروں کو ہم سے دشمنی کا خیال چھوڑ دینا چاہیے۔ کیونکہ ہمارے دوستا دشمنی کریں گے۔

۶۔ یہ امید نہیں رہی کہ غم کی رات بھی ختم ہوگی۔ پھر اے انتظار تو نے نیند کیوں ازادی۔ سو تو لینے دے۔

۷۔ اے حالی! رات بہت تھوڑی ہے اور ہمارے غم کی کہانی بہت لمبی ہے۔ چونکہ دل کی بھڑاس تو تنگیِ وقت کی وجہ سے نکل نہیں سکے گی اس لئے اپنی کہانی ختم کر دے۔

ش

اک دم کو ہم برسراِ ایام ہے درپیش
بتنا نظر آتا نہیں جو کام ہے درپیش

غفلت سے گھیرے ہوئے ہے چار طرف سے
 وہ دن گئے جب تمام مرض صعب کا آغاز
 گویا صبح بھی تھی روزِ مصیبت کی قیامت
 وہ وقت گیا نشہ تھا زوروں پہ جب اپنا
 امید شفا کا تو جواب آ ہی چکا ہے

اور معرکہ گزر دیشِ آیام ہے درپیش
 اب اس مرضِ صعب کا انجام ہے درپیش
 پر صبح تو جوں توں کئی ایشام ہے درپیش
 اب وقتِ خمار سے گلہا ہے درپیش
 اب موت کا سننا ہمیں پیغام ہے درپیش

حی اس کا کسی کام میں لگتا نہیں زہار
 ظاہر ہے کہ حاکمی کو کوئی کام ہے درپیش

تشریح الفاظ:- مہم، مشکل کام برسراِیام، زمانے میں۔ درپیش، سامنے۔ مرضِ
 صعب، مہلک بیماری خمار، نشہ کا اتار۔ منے گلہا، پھول کے رنگ کی سی
 سُرخ شراب۔

مطلب:- ۱۔ ۱۔ زمانے میں ہمارے سامنے ایک مشکل کام ہے۔ اور یہ کام ایسا
 مشکل ہے کہ اس میں کامیابی کی امید نہیں۔

۲۔ ہمیں چاروں طرف سے سستی نے گھیر رکھا ہے اور ہم نے زمانے کی مخالفت
 سے جنگ کرنی ہے جس کے لئے حستی اور قوت درکار ہے۔ اس لئے ہمیں کامیابی
 کی امید کیونکر ہو سکتی ہے۔؟

۳۔ وہ دن گذر چکے جب یہ سخت بیماری شروع ہوئی تھی۔ اب تو اس سخت
 بیماری کا آخری مرحلہ سامنے ہے یعنی سختی کی انتہا ہو چکی ہے۔

۴۔ مصیبت کے دن کا آغاز تو قیامت کی طرح دشوار تھا ہی۔ جو زور پٹ کر
 کٹ گیا۔ اب ان دشواریوں کا آخری مرحلہ سامنے ہے۔ یعنی دشواریوں کی حد
 ہو چکی ہے۔

- ۵۔ وہ وقت گیا جب ہمیں عیش و عشرت کے نشے کا زور تھا۔ اب تو عیش کا
 سانس جاتا رہا۔ اب گلزنگ شراب کے نشے کے آثار کا وقت ہے۔
 ۶۔ صحت کی امید جا چکی ہے۔ اب تو موت سامنے ہے۔
 ۷۔ حالی کا دل کسی کام میں بالکل نہیں لگتا اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ
 اس کے سامنے کوئی اہم کام ہے۔

ص

ہر شے سے آئی مختص میں عطا میں خاص خاص
 دل تو اپنا کھچکا ہے زال دنیا سے مگر
 گوزمانہ نہ بھلاوی دل سے اپنے فصل گل
 زہر و نقوی سے نہیں ہوں دعا میں مستجاب
 یہاں تو ہے امید سب کچھ پر نہ ہوں شایر معاف
 وہ جو کی ہیں تم نے لے حالی خطا میں خاص خاص

تشریح الفاظ:۔ مختص، مخصوص۔ عطا میں، عنائیں۔ زال، بوڑھی۔ مستجاب،
 قبولیت۔

مطلب:۔ ۱۔ ہر شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی عنائیں الگ الگ مخصوص کی گئی
 ہیں۔ جس طرح ہر مرض کی دوا علیحدہ ہوتی ہے۔

۲۔ بوڑھی دنیا سے ہمارا دل تو سیر ہو چکا ہے۔ لیکن اس کے بعض انداز اب
 بھی دل کو لوٹ لیتے ہیں۔

۳۔ اگرچہ زمانہ نے ہمیں بہار کی یاد بھلا دی ہے۔ مگر پھر بھی بلبیل کے خاص

نغمے یاد آتے ہیں۔

۴۔ عبادت اور پرہیزگاری کی وجہ سے دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ بلکہ قبولِ دعا کا خاص وقت اور دعائے مانگنے کا خاص انداز ہوتا ہے جس سے دعا قبول ہو جاتی ہے۔

۵۔ اے حاتی! ویسے تو اللہ کی رحمت سے ہر گناہ کے معاون ہو جانے کی امتیاز ہے لیکن ہم نے جو بعض گناہ کئے ہیں وہ شاید معاون نہ ہوں۔

درد۔ اور درد کی ہے سب کے دو ایک ہی شخص
خوار و غلاماں کیلئے لائیں دل آخر کس کا
قافلے گزریں وہاں کیونکہ سلامت واعظ
قیس سا پھر کوئی اٹھانہ نبی عام میں
جنگلے دیکھیں ہیں جن لوگوں کے ان آنکھوں نے
گھر میں برکت مگر نہیں پہنچا رہی شب و روز

یا ہے جلا دیو سیجا بچھا ایک ہی شخص
ہونے دینا نہیں یاں عہدہ برا ایک ہی شخص
ہو چہاں را نزن و را ہنما ایک ہی شخص
خضر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص
آج ویسا کوئی دے ہم کو دکھا ایک ہی شخص
کچھ بھی شیخ مگر ہے بجز ایک ہی شخص

اعترافوں کا زمانہ گئے ہے حالی سے پچوڑ

شاعر باری خدائی ہیں ہے کیا ایک ہی شخص؟

تشریح الفاظ۔ جلا دیو، جلا دیکھنے والے، سترائے موت دینے والا، مسیحا، حضرت
عیسیٰ جو مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ خود، وہ حسین اور باکرہ لڑکیاں، جو بہشت میں
بہشتیوں کی خدمت کرتی ہیں۔ علمان، وہ حسین و جمیل لڑکیے جو بہشت میں بہشتیوں کی
خدمت کرتے ہیں۔ عہدہ برا ہوتا، فرض سے سبکدوش ہوتا۔ قیس، ایللی کا عاشق، جو
ایللی کے عشق میں دیوانہ ہو گیا تھا۔ نبی عام، عرب کے اس قبیلے کا نام جس نے قیس کہا۔

جنگل میں، محفلیں۔

مطلب :- ۱۔ شاعر کہتا ہے۔ یہاں ایک ایسا شخص ہے جو درد بھی ہے اور درد کی دوا بھی ہے۔ یعنی ایک ہی شخص میں ہلاک کرنے اور مردے کو زندہ کر دینے کی صلاحیت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے دوست کے عشق میں ایسا درد ہے۔ جو سختی کے لحاظ سے موت ہے اور لذت اور لطف کے اعتبار سے زندگی ہے۔

۲۔ شاعر کہتا ہے کہ بہشت کے حور و غلمان سے محبت کرنے کے لئے دل کہاں سے لائیں۔ ہم تو دوست کی محبت ہی کا فرض ادا نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ دوست کی محبت میں ہمیں بہشت کی نعمتوں سے بھی رعیت نہیں۔

۳۔ ۱۔ واعظ اچھا رہا۔ میری لٹیرے ہوں۔ وہاں قافلہ منزل پر صبح سلامت کس طرح پہنچ سکتے ہیں (اس شعر میں واعظ پر طنز کیا گیا ہے) مطلب یہ ہے کہ اے واعظ! تیرے پر منزل مقصود پر کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔ تو اگر چہ ظاہر میں رہتا ہے۔ مگر در پردہ لوگوں کو لوٹتا ہے۔

۴۔ شاعر کہتا ہے کہ قبیاء نبی عام میں تھیں جیسا شخص پھر کوئی پیدا نہ ہوا۔ ہمیشہ خاندان کے لئے فخر کا باعث ایک ہی شخص ہوا کرتا ہے۔

۵۔ شاعر کہتا ہے کہ میری آنکھوں نے لوگوں کی محفلیں دیکھی ہیں۔ آج تک میں ان جیسا ایک شخص بھی موجود نہیں۔

۶۔ شیخ کے گھر میں کچھ بھی نہیں۔ نگر رات دن بخشش کا سلسلہ جاری ہے۔ خواہ وہ کچھ بھی ہے۔ مگر اپنی وضع کا ایک ہی شخص ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شیخ اگرچہ علم و حکمت سے بے بہرہ ہے۔ پھر بھی دغظ و ہدایت کی سبند نہیں چھوڑتا۔ وہ ہٹ دھرمی میں بے نظیر شخص ہے۔

۷۔ اے حالی! دنیا کی نکتہ چینیوں اور اعتراضوں کا لب لباب یہ ہے کہ

ساری دنیا حالی ہی کے کلام کو کیوں پسند کرتی ہے۔ کیا دنیا بھر میں حالی ہی ایک شاعر ہے؟ یہ مطلب بھی ہے کہ اعتراضات کی بھرمار حالی ہی کے کلام پر ہو رہی ہے گویا دنیا بھر میں حالی ہی ایک شاعر رہ گیا ہے۔

غرض

عشق کو ترک جنوں سے کیا غرض
دل میں ہے اے غمگین صدقِ طلب
حاجبو ہے ہم کو گھر والے سے کام
گنگنا کر آپ روڑتے ہیں جو
نیک کہنا نیک جس کو دیکھنا
دوست ہیں جب زخمِ دل سے بے خبر
عشق سے ہے مجتنب زاہدِ عبث
گر چکا جب شیخ تسخیرِ قلوب
آگے ہو حالی پے تسلیم یاں
آپ کو چون و چگون سے کیا غرض

تشریح الفاظ۔ چنگ، ایک ساز کا نام ہے۔ رختوں، انگریزی باجا، آرگن۔
مجتنب، اجتناب کرنے والا، پرہیز کرنے والا۔ صید زبوں، بڑا شکار۔ تسخیر، فتحِ قلوب۔
جمعِ قلب کی، دل۔ دنیائے دوں، کمینہ دنیا۔ مانِ نیا، متلو کر لیا چون چپا، کس طرح اور کیوں۔
مطلب :- ارشاق کو کیا پڑی ہے کہ وہ جنوں کو چھوڑ دے گھومنے والا آسمان
ساکن کیوں ہو جائے یعنی عشق اور دیوانہ پن لازم و ملزوم ہیں۔

۲۔ اے حضرت! اگر دل میں منزل مقصود کی سچی خواہش ہے تو مسافر کو رہسہر کی ضرورت

ہی نہیں۔

۳۔ اے خانہ کعبہ کا حج کرنے والو! میں کعبہ کے محراب اور ستونوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو گھر کے مالک یعنی اللہ سے محبت ہے۔

۴۔ جو لوگ کوئی شعر زیر لب گنگنا کر رو پڑتے ہیں۔ انہیں موسیقی کے سازوں سے کیا غرض؟ یعنی جو لوگ رفیق القلب ہیں۔ انہیں آلات موسیقی کے ذریعہ سے وجد و حال طاری کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کے دل ہر وقت مست رہتے ہیں۔

۵۔ جو لوگ ہمیں بظاہر نیک نظر آتے ہیں ہم انہیں نیک ہی سمجھتے ہیں۔ ہمیں ان کے باطن کی تحقیقات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

۶۔ ہمارے دوستوں کو ہمارے دل کے زخموں کی کچھ خبر نہیں۔ وہ اس بات کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ ہمارے آنسوؤں میں خون کی آمیزش کیوں ہے۔

۷۔ زاہد عشق و محبت سے بے فائدہ پرہیز کرتا ہے۔ عشق تو ایسا شیر ہے کہ وہ بُرا شکار پسیر نہیں کرتا۔ یعنی زاہد میں ایسے صفات موجود نہیں ہیں جو عشق و محبت کے لئے سازگار ہوں۔

۸۔ جب شیخ لوگوں کے دلوں پر قبضہ کر چکا ہے تو پھر اسے کبھی دُنیا سے کیا مطلب ہے۔ شاعر نے شیخ پر طنز کیا ہے۔ کہ جب وہ اپنے زہد و ریاضت اور پاکبازی کے بل پر لوگوں کے دل مسخر کر چکا ہے تو پھر اسے دُنیا کا لالچ کیوں ہے؟

۹۔ اے حالی! جب آپ دُنیا میں غیب پر ایمان لائے ہی کے لئے پیرا کئے گئے ہیں۔ تو پھر احکام الہی پر نکتہ چینی کیسی ہے؟

دوست کا ناروا نہیں اعراض
 چاہیے ایک سب کا ہو مقصود
 یاد میں تیری سب کو بھول گئے
 دکھینے تو بھی خوش ہے یا ناخوش
 کلا بَابِی بَانَ یَعَا تِلْبِی
 منعمو بذل خیر میں یہ دیر
 حق میں انہوں کے سخت مسک ہیں
 رائے ہے کچھ علیل سی تیری
 وعظ میں گل کترتے ہیں واعظ
 ہے فقہوں میں اور ہم میں نزاع
 ہے ریاضت یہ ناز کیا زاہر
 شیخ کی تھی یہ آخری تلقین

ایسی غزلیں سنی نہ تھیں حاکی
 یہ نکالی کہاں سے تم نے بیاض

تشریح الفاظ۔ اعراض، بے رخی، رکھائی۔ اغماض، چشم پوشی، منہم، دو ٹوند۔
 بذل سخاوت۔ خیر، اچھائی، نیکی۔ ممسک، بخیل، کنجوس۔ بیاض، فیض پہنچانے والا،
 سخی۔ بیاض، نبض دیکھنے والا، حکیم، معالج۔ علیل، بیمار، ناقص۔ گل کترتے ہیں،
 دلکش باتیں کرتے ہیں۔ فقہ، اسلامی قانون کا ماہر۔ نزاع، جھگڑا۔ ریاضت،
 سخاوت، عبادت۔ خارش، کانٹے کھینچنے والا۔ خاردار، ایندھن اٹھانے والا۔
 متراض، سخت عبادت کرنے والا۔ بیاض، وہ کاپی جس میں شاعر اپنا کلام لکھنا چکے۔

مطلب :- ۱۔ دوست کی بے رُخی تا واجب نہیں ہے۔ چشم پوشی کرنا تو دوستوں ہی کا کام ہے۔

۲۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ضرورتیں سب الگ الگ اور مختلف ہوں۔ مگر مقصد سب کا ایک ہی ہونا چاہیے۔

۳۔ اے دوست ہم تیری یاد میں سب کچھ بھول بیٹھے۔ تیرے ایک دکھ نے سب امراض دُور کر دیئے۔ یعنی تیرے عشق میں سب تکلیفیں بیچ ہو کر رہ گئیں۔

۴۔ دنیا میں تیرے سوا اور تو ہم سے سب ناراض ہیں۔ مگر معلوم نہیں کہ تو ہم سے خوش ہے یا ناراض۔

۵۔ میں اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ ہر شخص مجھ سے ناراض ہے میں تو اس بات پر خوش ہوں کہ تو مجھ سے راضی ہے۔

۶۔ دولت مند! سخاوت اور بھلائی کے کام میں اتنی دیر؟ جس کام میں تمہاری اپنی بہتری ہے۔ اس سے اتنی زیادہ چشم پوشی کیوں کرتے ہو۔ یعنی نیکی میں انسان کا اپنا فائدہ ہے اس میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

۷۔ دولت مند لوگ غیروں کے لئے سخی ہیں اور اپنوں کے لئے تنگنوس ہیں۔

۸۔ اے طبیب! مرض کے متعلق تیری رائے ناقص ہے۔ شاید تیرے دماغ میں فتنور ہے کچھ اپنی کبھی دیکھنی چاہیے۔ مطلب یہ ہے کہ قوم کی اصلاح کرنے والوں کو پہلے اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ جو ناقص قوم میں پائے جاتے ہیں۔ وہی خود ان میں موجود ہیں۔

۹۔ یہاں طنز کے طور پر کہا گیا ہے کہ گھٹیا باتیں کرتے ہیں۔ نصیحت کرنے والے اپنی تقریر میں گھٹیا قسم کی باتیں کہتے ہیں۔ الہی آن کے منہ میں زبان ہے یا قینچی۔ کہ یہود وہ طور پر چلتی جا رہی ہے۔

۱۰۔ ہم میں اور ماہرین شریعت کے مابین مسائل کے بارے میں جھگڑا ہے۔
کیا ہمارے لئے اس جھگڑے میں کوئی فیصلہ دینے والا ہے۔

۱۱۔ اے زاہد! مجھے کنت عبادت پر فخر کیوں ہے؟ تجھ سے زیادہ کنت و
مشقت تو خاردار ایندھن اٹھانے والا کرتا ہے۔

۱۲۔ شیخ نے یہ آخری وصیت کی ہے کہ اگر دولت کی ضرورت ہے تو اس
سے چشم پوشی کر۔ یعنی شیخ کی اول و آخر یہ نصیحت ہے کہ دولت کی مذمت کرو
لوگوں پر فتناعت و استغنائی کا رعب بیٹھ جائے گا۔ پھر مزے سے لوگوں
کو لوٹو۔

۱۳۔ اے حاکی! ایسی غزلیں پہلے تو کبھی نہیں سنی تھیں۔ یہ بیاض نم نے
کہاں سے نکالی ہے۔

ط

طے ہوئی بس اب کوئی دم میں بساط
نام تھا شاید جوانی کا نشاط
ہو چکا ہوتا تھا جو کچھ انبساط
فصل گل کی تھی فقط اتنی بساط
جانو واعظ اسے راہ صراط
ہم کریں پینے میں کیوں پھر اجیاط

رات گزری ہو چکا دور نشاط
دل سے خوشیاں ہو گئیں اب گوشہ گیر
دن اب اے دل منقبض رہنے کے ہیں
غنیہ چٹکا اور آپہونچی خزاں
زینہ ممبر ہے لغزش کی جگہ
تو بھی کھانے میں نہیں محتاط شیخ

کوچ کی حالی کرو تیساریاں
ہے قوی میں دمبدم اب الحطاط

تشریح الفاظ۔ بساط، محفل کافرش۔ گوشہ گیر، الگ ہو جانا۔ منقبض، گھٹنا
 ہوا۔ افسردہ۔ انبساط، کھلا ہوا، خوش۔ غنیمت چمکا، کلی کھلی۔ بساط، ہستی، طاقت۔
 فصلِ فصل، موسم بہار۔ زمین، سیڑھی۔ لغزش، پھسل جانا، غلطی کرنا، صراطِ راستہ۔
 پینا، شراب پینا۔ انحطاط، گھٹنا، نیچے ہونا۔ قوی، جمع قوت کی، طاقتیں۔

مطلب، ۱۔ رات گزرنے کی اور عیش و عشرت کا زمانہ جا چکا۔ اب تھوڑی دیر
 میں محفل کافرش اٹھا لیا جائے گا۔ یعنی محفل بر خا رت ہو جائے گی۔

۲۔ بڑھاپے میں دل سے خوشی الگ ہو گئی۔ شاہِ جوانی ہی کا نام خوشی تھا۔
 ۳۔ افسردہ دل رہنے کا زمانہ آ گیا ہے جس قدر خوشی حاصل ہوئی تھی وہ ہو چکی۔
 ۴۔ بہار کا زمانہ بس اتنا ہی ہے۔ جتنی دیر میں کلی کھلتی ہے۔ اس کے بعد خزاں کا
 موسم آ جاتا ہے۔

۵۔ دوزخ اور بہشت کے درمیان ایک راستہ جو بال سے زیادہ باریک اور
 تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ مومن اس پر سے بہ آسانی گذر جائیں گے۔ اور کافر کٹ
 کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ ممبر (وہ شیخ جس پر کھڑا ہو کر امامِ خطیب دیتا ہے) شاعر
 کہتا ہے کہ اسے واعظ اور عطا کا شیخ بھی بل صراط سے کم نہیں۔ شیخ پر جس شخص سے
 لغزش ہو جائے وہ جہنم میں گر جاتا ہے یعنی واعظ کی غلطیاں اسے دوزخ میں
 لے جائیں گی۔

۶۔ اسے شیخ یا تو کھانے میں احتیاط نہیں کرتا حرام کا مال کھا لیتا ہے۔ ہم شراب
 پینے میں کیوں احتیاط کریں۔ جب ہمارے رہنماؤں کو حرام کھانے سے پرہیز نہیں
 تو حرام کھانے سے پرہیز کیوں کریں۔

۷۔ اسے حال ہی میں تیار کی تیاری کرو۔ ہم کی طاقتیں گھٹ رہی ہیں۔

چھپے ہیں حرفیوں میں احرار واعظ
 سدا قہری قہر ہے عاصیوں پر
 نکل آئے گی میکشی بھی حلت
 کوئی بات دیکھی نہیں تجھ میں لیکن
 ہمیں اور بھی تجھ سے کرتے ہیں بدظن
 نہ چھوڑے گا زیور گھروں میں نہ زلت
 برا کہہ نہ زندوں کو زہار واعظ
 نہ ستار ہے تو نہ عقار واعظ
 کوئی مل گیا اگر ہمیں یار واعظ
 سنا ہے کہ ہوتے ہیں عیار واعظ
 یہ جتہ یہ ریش اور دستار واعظ
 یہی ہے اگر حسن گفتار واعظ
 مسلمان نہ ہم کاش حال کو کہتے
 ہوئے بات کہہ کر گنہگار واعظ

تشریح الفاظ :- احرار، جمع خُرکی، آزاد۔ حرف، حرفت رکھنے والا، مخالف
 عاصی، گنہگار۔ ستار، چھپانے والا، عیب ڈھانپنے والا۔ عقار، بختنے والا۔
 حلت، حلال ہونا۔ جبہ، عبا، قبا۔ ریش، دارھی۔ عمامہ، پگڑی۔ (یہ تینوں بزرگی کی
 علامتیں ہیں۔

مطلب :- اے واعظ! تیرے مخالفوں میں بعض آزاد لوگ بھی ہیں۔ تو شرابیوں
 کو برا بھلا نہ کہہ مایسا نہ ہو کہ وہ بھی تیرے حق میں زبان کھولیں۔

۱۔ ۲۔ اے واعظ! تو ہمیشہ گنہگاروں کو عذاب سے ڈراتا ہی رہتا ہے۔ تو نہ عیب
 چھپاتا ہے۔ نہ گناہ بختتا ہے۔ واعظ! پر طعن ہے کہ تو کبھی یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ
 ستار و عقار ہے وہ گنہگاروں کو بخش دے گا۔ بلکہ انہیں عذاب ہی سے ڈراتا رہتا
 ہے۔

۳۔ شاعر کا کہنا ہے کہ اگر کوئی واعظ ہمارا دوست بن گیا تو اس سے ہم شراب

کے حلال ہونے کا فتویٰ بھی حاصل کریں گے۔ یہ واعظ پر طعن ہے کہ وہ حرام چیزوں کے حلال ہونے کا فتویٰ بھی دے دیتے ہیں۔ بشرطیکہ اس میں ان کا کچھ اپنا مفاد ہو۔

۴۔ اے واعظ! ہم نے سنا ہے کہ واعظ فریبی ہوتے ہیں۔ بلکہ ہم نے تجھ میں تو کوئی فریب کی بات نہیں دیکھی۔

۵۔ شاعر کہتا ہے کہ اے واعظ! تیری قبا، تیری وارٹھی اور گپڑی دیکھ کر ہم تجھے بزرگ سمجھنے کی بجائے تجھ سے بدگمان ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ آج کل ان چیزوں کے ذریعہ لوگ اپنا اعتبار بٹھا کر اپنا التوسیدھا کرتے ہیں۔

۶۔ اے واعظ! اگر تیری تقریریں ایسی ہی دل کشی اور شیرینی ہے تو تو لوگوں کے گھروں میں مال و زر نہیں چھوڑے گا۔ مطلب یہ ہے کہ تو لوگوں کو وہ آیات سنا سنا کر جن میں ساہوکاروں، خلیوں و ولتمندوں اور سرمایہ داروں کی مذمت کی گئی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں دولت سے نفرت پیدا کر دے گا اور وہ اپنا سارا مال تیری تکرار میں گے۔ واعظ! مومنوں کو دولت کو دوزخ کے سانپ، بچھو کہا کرتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو دولت کی حرص نہ رہے اور وہ اپنی کمائی ہمارے حوالے کر دیں۔

۷۔ اے واعظ! کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہم تیرے سامنے حاکی کو مسلمان نہ کہتے۔ ہم نے اسے مسلمان کہہ دیا تو تو نسیم سے ناراض ہو کر میں بھی گنہگار ٹھہرا دیا۔

ع

اے بہارِ زندگانی الوداع
اے شبابِ اے شادمانی الوداع
اے بیاضِ صبحِ پیری السلام
اے شبِ قدرِ جوانی الوداع

السلام اے قاصدِ ملکِ بقا
 روزگارِ عنف و سستی اِصلا
 الوداع اے عمرِ قانی الوداع
 وقتِ سخی و جانفشانی الوداع
 فرصتِ عشق و جوانی الفراق
 قطعہ دورِ عیش و کامرانی الوداع
 تجھ کو سمجھے تھے نعیم جاوداں
 اے نعیم جاوداں فی الوداع
 تیرے جاتے ہی گئیں سب خوبیاں
 اے خدا کی مہربانی الوداع
 آنکا حسالی کنارے پر جہاز
 الوداع اے زندگانی الوداع

تشریح الفاظ:- نعیم، نعمت دینے والا۔ نعمتِ جاوداں ہمیشہ، دائم۔
 مطلب:- ۱۔ اے زندگی کی پہارا اب تم تجھ سے رخصت ہوتے ہیں۔ اے
 جوانی اور اے خوشی! ہم تجھ سے جدا ہوتے ہیں۔

۲۔ شبِ قدر، عزت و عظمت کی رات، وہ رات جس میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ
 ظاہر ہوتا ہے اور تمام کائنات سجدے میں جھک جاتی ہے۔ اے بڑھاپے کی
 صبح کی تنقیر کی خوش آمدید! اور اے جوانی کی عزت و عظمت کی رات! تو
 رخصت ہو۔

۳۔ ۲۔ اے ضعیفی اور لاغری کے زمانے چلا آ۔ اور اے محنت و جدوجہد کے
 وقت رخصت ہو۔ (ان تمام اشعار میں پڑھاپے کی آمد اور جوانی کی رخصت کا
 مضمون باندھا گیا ہے۔

۵۔ اے محبت اور جوانی کی فرصت! اب تیری اور ہماری جدائی ہے۔ اب
 کامیابی اور عیش و عشرت کے زمانے رخصت ہو جا۔

۶۔ ہم نے تجھے ہمیشہ رہنے والی نعمت سمجھا تھا۔ اے ہمیشہ نہ رہنے والی نعمت!

رخصت ہو۔

۷۔ تیرے جاتے ہی ہماری سب خوبیاں جاتی رہیں۔ اے جوانی تو خدا
کی رحمت تھی۔ اے خدا کی رحمت! رخصت ہو۔
۸۔ اے حالی! اب زندگی کا جہاز کنارے پر پہنچ گیا ہے۔ اے زندگی اب
ہم رخصت ہوتے ہیں۔

ع

کل کبک سے چین میں رہتا تھا ایک باغ
ہے تاک میں عقاب تو شہیا زگھات میں
یارب نگاہ بار سے چین تو بجا شو
دو چار کام نقش قدم مل کے رہ گئے
آئیں شہس و شہس سے جو اہل طرف ہوں
جنگل میں تختہ گل خود رو کو دیکھ کر

دیکھ اس خرام ناز پاتا تھا کمر و باغ
حیلے سے یاں اجل کے نہیں ایک دم فراغ
بلبل بہت ہے دیکھ کے کھولوں کو باغ
آگے چلا نہ آہوئے مشکبیں کا کچھ سراغ
ساتی بھیرے کھڑا ہے لعل سے ایاغ
تازہ ہوا زمانہ کی ناقذیوں کا داغ

حالی بھی پڑھئے آئے تھے کچھ نزم شعر میں
باری جب ان کی آئی کہ گل ہو گئے چراغ

تشریح الفاظ۔ باغ باغ، خوش۔ تختہ، کیاری خود رو، خود بخود اگا ہوا۔
ناقذی، بے قدری۔

مطلب: ۱۔ کل باغ میں ایک کو اچھوڑو کہتا تھا کہ اس مشک مشک کر
چلنے پر غور نہ کرو۔
۲۔ عقاب تجھے شکار کرنے کے لئے تاک لگائے ہوئے ہے۔ ایک شہیا

گھات لگا رہا ہے موت کے حملے کے ڈر سے ایک دم آرام نہیں۔

۳۔ اے خدا! باغ کو بڑی نگاہ سے بچانا۔ بیل بھولوں کو دیکھ کر شاد ہو رہی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ شادی کا انجام غم ہوتا ہے۔

۴۔ دو چار قدم تو سیاہ ہرن کے پاؤں کے نشان نظر آئے پھر آگے کچھ دکھائی نہیں پڑ رہا۔ یعنی زندگی جوانی ہے۔ ابھی ہے اور ابھی نہیں ہے۔

۵۔ جو لوگ ضبط اور حوصلہ رکھتے ہیں وہ شوق سے آئیں اور شراب پیئیں۔ ساتی ان کے انتظار میں سُرخ شراب کا پیالہ بھرے کھڑا ہے یعنی دنیا میں کامیاب بلند حوصلہ۔ لوگوں کے انتظار میں ہے۔

۶۔ جنگل میں خود بخود آگے ہوئے پھولوں کی کیماری کو دیکھ کر دنیا کی بے قدری کا داغ پھر سے پیدا ہو گیا۔ یعنی اس خیالی سے دل ٹنگین ہوا کہ جنگل میں جو پھول خود بخود آگے آتے ہیں۔ ان کی طرف کوئی دیکھتا بھی نہیں۔

۷۔ حالی بھی شاعری کی محفل میں کچھ پڑھنے کے لئے آئے تھے۔ مگر ان کی باری اس وقت نکالی۔ جب محفل برخواست ہو گئی۔

ف

حق نہ ملانے کچھ بتایا صاف
آنکھ اپنی ہی جب تلک نہ کھلی
کبھی دشمن سے بھی نہ کھٹکے ہم
زاہد ہم تو تھے ہی آلودہ
اور نہ صوفی نے کچھ دکھایا صاف
مہر روشن نظر نہ آیا صاف
صاف تھے آپ سب گویا صاف
تم کو بھی ہم نے سچ نہ پایا صاف
کیوں فقیہوں سے رک گئے حالی
بھید تم نے نہ کچھ بتایا صاف

تشریح الفاظ۔ آلودہ، گندے، ناپاک۔

مطلب : ۱۔ عالم دین نے اللہ کے متعلق کچھ باتیں بھی صاف صاف نہ بتائی۔ اور صوفی نے اللہ کا جلوہ کبھی صاف صاف نہ دکھایا۔ یعنی نہ عالم دین حق شناس ہے نہ صوفی۔

۲۔ ملا اور صوفی تو اللہ تعالیٰ کے متعلق ہمیں کچھ نہ سمجھا سکے۔ جب تک ہم نے آپ ہی محور نہ کیا۔ ہمیں حکمدار سورج صاف صاف نظر آیا۔
۳۔ کبھی دشمن بھی ہم سے یگانا نہ ہوا۔ چونکہ ہم خود مخلص تھے اس لئے ہر ایک نے ہم سے اخلاص کا برتاؤ کیا۔

۴۔ اے زاہد و ایم تو ناپاک تھے ہی۔ مگر تم بھی پاک نہ نکلے۔

۵۔ اے حاکم! تم نے ماہرین شریعت سے ملنا کیوں چھوڑ دیا؟ اس کا سبب تم نے صاف صاف نہیں بتایا۔

ق

نہ اپنا کلمہ احزاں سے بار کے لائق
نہیں یہ آنکھ ہی دیدار بار کے لائق
بہت ہے زندگی مستعار کے لائق
بناؤ تھے ہی اس نابکار کے لائق
رہا نہ بلع قدم بہار کے لائق
رہا نہ شیر زیاں خود شکار کے لائق
ہم اے حرم ہوں گراغذار کے لائق
تمہیں نو شہر میں ہوا اعتبار کے لائق

نہم ہیں بار کی محفل میں بار کے لائق
کرے گا کیا ترا کھل الجواہر اے کمال
مکان عارتی اور لباس بوسیدہ
غور حرم میں زیور عروس دنیا کے
کرے گی یاد بہار کے اے کسے سر سبز
بس اے فضلہ رو باہ گرگ پر گذراں
گتہ کاغذ سرسخت ہم آنکھوں سے
گرہ میں دام نہ ڈھریں نام ہے حاکم

یہ تم نے مانا کہ تم میں ہنر بھی ہیں کچھ کچھ مگر نہیں کوئی خوبی شمار کے لائق

تشریح الفاظ:- بار، رسائی، پہنچنا۔ کلیہ، کوکھڑی۔ احزن۔ جمع خون کی، غم۔ کھل الجواہر، موتیوں کا سرمہ۔ کحال، سرمہ بنانے والا۔ عارتی، مانگا ہوا، ادھار لیا ہوا۔ بوسیرہ، پھٹا پڑا، مستعار، مانگا ہوا، ادھار لیا ہوا۔ عروس، دلہن۔ تابکار، بدکار، نالائق، قدم رکھنا، آمد، فضلہ، بچا کھچا، ردی چیز، دوپاہ، لومڑی، گرگ، بھیریا، شیر زن، خونخوار شیر۔ عذر، معافی۔ اعتذار، عذر کرنا، معافی مانگنا۔

مطلب :- ۱۔ تم ہم دوست کی صفائی میں پارسائی پانے کے قابل ہیں۔ تم ہمارا غمخوار نہ دوست کے قیام کے تائی ہے۔

۲۔ اے سرمہ بنانے والے! تیرا موتیوں کا سرمہ ہمیں کچھ فائدہ نہ دے گا۔ کیونکہ ہمارا آنکھ دوست کی عنایت کے قابل نہیں ہے۔

۳۔ ہمارا مکان مانگا ہوا اور لباس پھٹا پڑا ہے۔ تو کچھ پروا نہیں کیونکہ بانگی ہوئی زندگی کے لئے یہ بالکل موزوں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عارضی زندگی کے لئے سامان بھی عارضی ہی ہونا چاہیے۔

۴۔ تیرا اولاد دنیا کی دلہن کا گھنا ہے۔ اس بدکار کے لئے یہی آراستہ ٹھیک ہے۔

۵۔ اب بہار کی ہوا ہمارے باغ میں آکر کس چیز کو سرسبز کرے گی؟ اب تو ہمارا باغ بہار کی آمد کے لائق نہیں رہا۔ یعنی ہمارا باغ اتنا جڑ پکاتا ہے کہ بہار کی ہوا اب اسے سرسبز نہیں کر سکتی۔

۶۔ اب خواجہ زار شیر خود شمار کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اس لئے لومڑی

اور کھڑیے کے بچے بچے کھچے کھانے پر گزارا کر رہا ہے۔ یعنی مسلمان اپ
خود کمانے کے قابل نہیں رہے۔ بلکہ دوسروں سے بھیاک مانگ کر کھاتے
ہیں۔

۷۔ اے محتسب! ہم اپنے گناہ کی معافی شوق سے مانگ لیں۔ مگر ہمارے
گناہ تو موافق کے قابل ہی نہیں ہیں۔

۸۔ اے حالی! نہ تمہارے پاس پیسہ ہے نہ تم نوکر ہو پھر شہر میں تمہارا اعتبار
ہو تو کیوں کر ہو؟

۹۔ یہ تم تسلیم کرتے ہیں کہ تم میں کچھ خوبیاں بھی ہیں۔ لیکن وہ خوبیاں ایسی ہیں
جن کا کچھ پاس کیا جاسکے۔

ک

تو آشنا سے ہو بیگانہ آشنا اک ایک
جہاں ہے الما ہرین خلق رہتا اک ایک
بنا ہے غوشہ زماں آجکل گداک ایک
نری نگاہ میں ہے زیادہ پار سا اک ایک
کہ یار یار سے ہو جائیگا جدا اک ایک
جب آپ منہ سے لگی لو لے خطا اک ایک
کیا ہے جس نے حق خواجگی ادا اک ایک
تو موج بھر ہے کشتی کی ناخدا اک ایک
ورق جب اس کا آڑا لیگی ہو اک ایک
جگر کے پار ہے اب بھی تری لوا اک ایک

داؤں کا کھوٹ اگر کہیے بر ملا اک ایک
سلائی کو وہاں قافلوں کی رہ بیٹھیں
زیادہ پھر نظر آتا ہے کچھ ترقی پر
رہا ہوں ریت بھی لے لیخ پار سا بھی میں
وفا کی ایک تجھی سے امید ہے اس وقت
چھپا کے اس تصور اپنے ہم بہت شرمائے
ہو نہ ایک بھی حق اس کی بندگی کا ادا
امیر حاج کی بہت میں گرنے آئے تصور
ہم آج بیٹھ ہیں ترتیب کرنے دفتر کو
بہار نہ بھی نہ بلبل تیری بھالی اک

وہ خشق ہے نہ جوانی وہ تو ہے اپنے وہ ہم
 پہ دل پر نقش ہے اب تک تری صداک ایک
 نہ ہم رہیں گے نہ حالتی یہ دلخراش جہاں
 رہے گی حالتی دلگیر کی صداک ایک

تشریح الفاظ:۔ اک ایک، ہر ایک۔ برنلا، کھلم کھلا، بیدھڑک، بیگانہ، نا آشنا۔
 غوث، غوث، قطب، ابدالی، ولی وغیرہ روحانیت کے درجے ہیں۔

مطلب:۔ ۱۔ اگر ہم دوستوں کے دلوں کا ہر ایک کھوٹ کھلم کھلا بیان کر دیں۔
 تو ہر دوست دوست سے بیزار ہو جائے مطلب یہ کہ آجکل کے دوستوں کا ظاہر باطن
 ایک نہیں ہے۔ منہ پر کچھ کہتے ہیں اور پیچھے کچھ۔

۲۔ ہم وہاں قافلہ کی سلامت رہنے سے نا امید ہیں۔ جہاں پر ہم بٹیرا ہے۔
 ۳۔ کہ آج کل زمانہ پھر مٹتی کرنے لگا ہے۔ کیونکہ ہم بھیک مٹکا اب آپ کو صاحب
 روحانیت ظاہر کرتا ہے۔

۴۔ اے شیخ! میں شرابی بھی رہا ہوں۔ اور پیر سزگار بھی۔ اس لئے میں ہر شرابی اور
 ہر پیر سزگار کو اچھی طرح جانتا ہوں۔

۵۔ اے خدا! اُس وقت جبکہ ہر دوست جدا ہو جائے گا۔ وفاداروں کا
 صرف خدایہی دم ساز اور کار ساز ہوگا۔

۶۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ چھپا کر بہت شرمندہ ہوئے۔ کیونکہ ہر قصور خود
 بخود کلام کرنے لگا اور مجھ میں اپنے موجود ہونے کا اعتراف کرنے لگا۔

۷۔ ہم سے بندہ ہونے کا ایک فرض بھی ادا نہ ہو سکا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر فرض ادا کر دیا۔
 یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں سب کچھ عطا کیا۔ زندگی دی۔ صحت دی۔ رزق دیا۔ مال اور اولاد
 دی۔ آرام و آسائش دیا۔ لیکن ہم ان نعمتوں کے شکریہ کے طور پر اللہ کی راہ میں کچھ نہ دے

کے۔

- ۸۔ اگر حاجیوں کے سردار کی ہمت قوی نہ رہے تو عند کی ہر موج کشتی کے لئے طوفان بن جائے۔ یعنی ہمت سے طوفان بھی منلو رہ جاتے ہیں۔
- ۹۔ جب ہوا ہمارے دفتر کا ہر ایک کاغذ اڑا کر لے گئی۔ تو ہمیں دفتر کو ترتیب دینے کا خیال آیا۔ یعنی قوم کی اصلاح کا خیال ہمیں اس وقت آیا جب قوم مٹ چکی۔
- ۱۰۔ اے بلیل! اگرچہ بہارا آگئی۔ مگر تیرے دل کی آگ نہیں کبھی تیرا ہر نعمہ اب بھی جگر کو حیرتا ہے۔ یعنی تیری صدا اب بھی پردہ ہے۔
- ۱۱۔ اب نہ کھیت ہے نہ جوانی۔ نہ اب، تو حسین رہا نہ ہم میں عشق کی طاقت ہے۔ مگر دل پر تیری بات کا نقش اب تک موجود ہے۔
- ۱۲۔ نہ ہم رہیں گے نہ حالی باقی رہے گا۔ البتہ حالی کی ہر آواز دنیا کو افسردہ کرتی رہے گی۔



ہے زمین ننگی اور ان کا آسماں سب کے الگ
 لہتے ہیں دنیا میں سب کے دریا سب کے الگ
 ہے عشیرہ اور ان کا دریا سب کے الگ
 ہے کوئی بھیدلی اور ان کا راز سب کے الگ
 رکھتے ہیں اپنا طریق امتحاں سب کے الگ
 روضہ و لیسان و فردوس جہاں سب کے الگ
 ہے وہ نور و پرواہ و کہکشاں سب کے الگ
 پر شولے کوئی دل انکا توواں سب کے الگ

عالم آزادگیاں ہے اک جہاں سب کے الگ
 پاک میں آلاشوں میں بندہ نول میں بے لگاؤ
 دوست کے ہیں جاں نثار اپنا ہو یا بیگانہ ہو
 سب کی سن لیتے ہیں لیکن اپنی کچھ کہتے نہیں
 جاچکنے اردوں کو میں خود لیے اپنا امتحاں
 اک چہن بہر تفریح رکھتے ہیں زیر بغل
 کلبہ اخراں روشن ان کا جس مہتاب سے
 سینکڑوں بچندوں میں یاں جگرا ہوا ہے بند بند

شاعروں کے ہیں سب انداز سخن دیکھئے
 دروندوں کا ہے ڈکھڑا اور یہ سب الگ
 مال ہے نایاب پر گاہک ہیں اکثر بے خبر
 شہر میں کھولی ہے حالی کے ڈکان سب الگ

تشریح الفاظ:۔ عشرہ، قبیلہ و دوران، خاندان، چمن، باغ، یہاں ہر اول
 سے ہے۔ تفریح، سیر و تفریح۔ زیرِ بغل، بغل میں، پہلو میں۔ روضہ، باغ۔ بتاں،
 باغ۔ جنت، جنان، جنت۔

مطلب:۔ ۱۔ آزاد لوگوں کی دنیا سب سے علیٰ رہ ہے۔ ان کی زمین اور ان
 کا آسمان سب سے جدا ہے۔ یعنی آزاد لوگ اور ہی دنیا میں بستے ہیں۔
 ۲۔ وہ گندگی میں رہتے ہوئے بھی پاک ہیں۔ اور پابندیوں کے باوجود بھی آزاد ہیں۔
 وہ دنیا میں سب سے مل جیل کر بھی رہتے ہیں اور سب سے علیٰ رہ بھی رہتے ہیں۔ یعنی دنیا کے
 ہر کام میں حصہ لینے کے باوجود پاک و صاف اور دنیا کی حرص و ہوا سے دور ہیں۔
 ۳۔ آزاد لوگ ہر دوست پر جان قربان کر لیں خواہ وہ اپنا عزیز ہو یا غیر ہو۔
 آزادوں کا قبیلہ اور خاندان سب سے جدا ہے۔

۴۔ وہ ہر شخص کی بات سنتے ہیں۔ مگر اپنی کوئی بات نہیں کہتے۔ گویا ان کا راز دار
 دنیا سے علیٰ رہ ہے۔

۵۔ اپنے آپ کو آبرائش میں ڈال ڈال کر دوسروں کو پرکھتے ہیں۔ ان کی آزمائش
 کا طریقہ بالکل نرالا ہے۔

۶۔ ان کی سیر کا باغ ان کی بغل ہی میں ہے گویا ان کا باغ اور جنت سب دنیا
 سے جدا گانہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ہی دل کی واردات سے تفریح کرتے ہیں۔
 ۷۔ ان کے غموں کی کوٹھڑی (ٹمکدہ) جن چاند کی روشنی سے منور ہے وہ روشنی

سُورج، چاند اور کہکشاں کی روشنی سے جداگانہ ہے۔

۸۔ اگرچہ آزاد لوگ دنیا کی ہر قسم کی سرگرمیوں اور ذمہ داریوں میں حصہ لیتے ہیں۔ لیکن ان کے دلوں کو دیکھو۔ تو سب سے جدا ہے۔ یعنی بالکل آزاد ہے۔ سینکڑوں ذمہ داریوں کے باوجود آزاد ہیں۔

۹۔ شاعروں کے کلام کے سارے رنگ ڈھنگ دیکھے ہوئے ہیں۔ ذمہ داریوں کی رُوئیدار اور بیانِ علیی رہی ہوتا ہے۔

۱۰۔ مالِ انمول ہے مگر اس کے خریداروں کو مال کی خوبیوں سے آگاہی نہیں۔ حاکی نئے ہزین سب دکانوں سے الوکھی دکان کھولی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حاکی نے اپنے اشعار میں مفید اور الوکھے مضامین پاندھے ہیں۔ لیکن سخن سنجوں کو اس کے کلام کی خوبیوں کا علم ہی نہیں۔ اور اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔

کرتے ہیں بھرنے کو یاں خالی تفنگ
آخر اس کی آشتی لائے گی رنگ
سب بشر کے مار رکھنے کے ہیں ڈھنگ
آپ اپنی خو سے آجائے گا تنگ
یہ بھی ہے اک نوجوالی کی ترنگ
جو میں اچھے آن پہ سب لکھتے ہیں رنگ
دل میں اب اکھنتی نہیں کوئی آمنگ
دیکھ پہلے جن گورہ جاتے تھے رنگ
اب لگاٹھایا پیا سب آکے انگ
ہے ابھی کچھ حاصل انیوں و بھنگ

صلح ہے اک مہلت سامانِ جنگ
عہدِ گنتی پر نہ پھولیں کامراں
علم کیا۔ اخلاق کیا۔ ہتھیار کیا
روکنے بد خو کو بد خوئی سے گبوں
زہر مطاعت پر جو اولوں کی نہ جاؤ
پاکبازوں کو نہیں کچھ قید و وضع
کام کا شاید زمانہ ہو چکا
وہ عجائب اب نظر آتے ہیں کھیل
کا ہشوں سے پرورش پائی ہے روج
عقل شاید ملک میں باقی ہے کچھ

بڑھ گیا ہے رحم انسانی بہت ہوگی ایجاد اب نہیں تو پھر تفنگ
 قوم کو حاکمی نہیں اس اتفاق
 پھوٹ ہی کا بس کھلے گا ہم پر رنگ

تشریح الفاظ: - تفنگ، بندوق، رافل، عہد، وعدہ، گیتی، دنیا، زمانہ۔
 کامران، فتمندر، آشی، صلح۔ رنگ لاسنگی، برائیتیمہ دکھائے گی وضع، طرز،
 فیشن۔ سب رنگ کھلتے ہیں، ہر رنگ بھلا معلوم ہوتا ہے۔ عجائب، عجیب کی
 جمع، عجیب چیزیں۔ رنگ، حیران۔ انگ لگا، حیم کو طاقت دینے لگا۔ کاش،
 محنت، مشقت۔ کھنگ، ایک تشیلی چیز۔

مطلب: - ۱۔ یہاں صلح لڑائی کا سامان کرنے کے لئے ہیں یعنی بندوق
 بھرنے کے خالی کی جاتی مطلب یہ ہے کہ زمانہ صلح کو آرام و آسائش کا زمانہ
 سمجھو۔ بلکہ یہ آئندہ جنگ کی تیاری کے لئے کام کرنے کا وقت ہوتا ہے۔
 ۲۔ فتمیاب لوگ دنیا کے عہد و پیمان کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ دنیا کی صلح
 ضرور برائیتیمہ پیرا کرے گی۔

۳۔ شاعر کہتا ہے کہ انسان کے مارنے کے لئے صرف ہتھیاروں سے کام نہیں لیا
 جاتا۔ بلکہ علم اور اخلاق یعنی خلق سے بھی کام لیا جاتا ہے۔

۴۔ ہم نیری عادت والے کو برائی سے کہیں؟ وہ آخر اپنی عادتوں سے آپ
 ہی وق ہو جائے گا۔

۵۔ نوجوانوں کی عبادت گزار اور پیہر کاری پر نہ بناؤ۔ کیونکہ جوانی کے
 نشہ میں یہ بھی ان کی آٹک ادا ہے۔

۶۔ پارسا لوگوں کو کسی فیشن کی پابندی کی ضرورت نہیں۔ وہ ہر لباس میں

بھلے معلوم ہوتے ہیں۔

۷۔ شاید کام کا زمانہ گند چکا۔ اب دل میں کسی کام کے کرنے کی آرزو پیدا نہیں ہوتی۔ یعنی دل سرد ہو چکا ہے۔ کسی جدوجہد میں حصہ لینے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

۸۔ ہم پہلے جن چیزوں کو دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ اب وہ چیزیں ہمیں کھیل تماشے معلوم ہوتی ہیں۔

۹۔ روح محنت و مشقت کے کاموں سے پھلتی پھولتی ہے۔ جدوجہد کی زندگی بسر کرنے سے جسم کو تقویت پہنچتی ہے۔

۱۰۔ افیون اور کھنگ کے استعمال سے یہ پایا جاتا ہے کہ ابھی ہمارے اہل شہر میں کچھ عقل باقی ہے۔ جسے ختم کرنے کے لئے افیون اور کھنگ استعمال جاری ہے۔

۱۱۔ انسان میں رحم کا جذبہ ترقی کر گیا ہے اس لئے اپنی نوپ اور نئی بندو قیں ایجاد ہونگی۔ یہ طنز کے طور پر کہا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان میں رحم کا جذبہ کم ہو رہا ہے اس لئے قتل اور غارتگری کے نئے نئے ہتھیار ایجاد کر رہے ہیں۔

۱۲۔ اے حالی! قوم کو اتحاد اور اتفاق موافق نہیں۔ ہمیں تو نا اتفاقی ہی زہیہ دے گی۔

یا زمانہ ہی گیا یا رب بدل
اور ابھی ہوتا ہے شاید متبدل

ہو گئے ہیں ہم ہی کچھ اور آج کل
رہ گئے ہیں کچھ آسارِ سلف

ورنہ گر گر کر گئے لاکھوں سنبھل
 آگیا بنیاد میں جس کی خلل
 تیری حد کبھی ہے کچھ اے طول آمل
 لاکھوں پودے بہت اگلوں کے پھل
 ہم نہ ہرے اور گیا عالم بدل
 وقت کو شش کا گیا شاید نکل

اک سنبھلتے ہم نظر آتے نہیں
 کب تک آخر ٹھہر سکتا ہے وہ گھر
 ناؤ ڈویے یا کہیں کھیوا ہو پار
 اب لگاؤ پودہ کچھ اپنی نئی
 دیکھئے نبھتا ہے کب تک پاس وضع
 کوششوں میں کچھ مزا آتا نہیں

اب سنبھالی کے نوحے عمر بھر
 ہو چکا ہنگامہ مدح و غزل

تشریح الفاظ۔ سلف، پچھلے لوگ۔ مبتدل، ذلیل، یا زاری۔

مطلب، ۱۔ اے خدا! آج کل ہم بدل گئے ہیں۔ یا زمانہ بدل گیا ہے۔
 کیونکہ ہماری روش اور زمانے کے طریق عمل میں بہت بڑا فرق پیدا ہو گیا ہے۔

۲۔ پہلے بزرگوں کی کوئی نشانی باقی رہ گئی ہے شاید ہم سے اچھی اور ذلیل ہونا
 ہے۔ اور بزرگوں کی رہی بھی نشانی کو بھی کھو دیتا ہے۔

۳۔ صرف ہماری ہی قوم ایسی ہے۔ جسے پستی کے بعد پھر بلندی حاصل نہ ہوئی
 ورنہ لاکھوں اشخاص پست ہو کر پھر بلند ہو جاتے ہیں۔

۴۔ جس مکان کی بنیاد میں نقص پیدا ہو گیا ہو وہ در تک قائم نہیں رہ سکتا۔

۵۔ اے امیدگی درازی! تو بھی کبھی ختم بھی ہوگی یا آدھی کٹی ہوئی ڈوب جائے یا

بڑا طوفان سے پار ہو جائے یہ امیداً تیر میں وقت گزارنا تو بے فائدہ ہے۔

۶۔ پور، پیسیر۔ پچھلے لوگوں کے لگائے ہوئے درخت کافی پھیل رہے چکے ہیں۔

اب ہمیں نئی شجر کاری کرنی چاہیے یعنی پچھلے لوگوں کا علم اور تجربہ ہمارا سا نفع

کبت تک دے گا۔ ہمیں نئے زمانے میں سے نئے علوم اور نئے تجربات حاصل کرنے چاہئیں۔

۷۔ دیکھئے! ہم پرانی طرز سے کبت تک نبھاؤ کرتے جائیں گے۔ سارا زمانہ بدل چکا۔ مگر ہم آج تک پرانی لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں۔

۸۔ اب جبر و جہد میں کوئی تکلیف نہیں رہی۔ شاید کوشش کا زمانہ گزر چکا۔

۹۔ بادشاہوں کی تعریف میں قصیدے لکھنے اور عاشقانہ اشعار کہنے کا زمانہ گزر گیا۔ اب تو ہمیں عمر بھر حاکمی کے مرتبے (مانٹی اشعار) سنبھالنے پڑیں گے۔ کیونکہ قصیدے اور غزل کا رواج قوم کی خوشحالی کے زمانے میں ہوتا ہے۔ اب قوم پر زوال ہے۔ اس لئے آہ و زاری کے سوا اور کچھ مناسب نہیں۔

م

اُنھے بس ویسے ہی گورے جسے جانتھے تھے ہم	در رسم میں دہر کے روبرو قایم تھے تھے ہم
زال دنیا سے خفا ہو کر ابھی بیٹھے تھے ہم	بھر دی تم میں کہ ہوشوہ میں کافر کے لوٹ
نرم زبلاں میں یونہی اک لٹکا بیٹھے تھے ہم	صحتیں بل و رسا کی سب گئیں نظر و سگر
ورنہ دھوکہ دُر سے دیکھ سکو کھا بیٹھے تھے ہم	شیخ دنیا کی حقیقت رہ کے دنیا میں کھلی
آدمی تجھ کو سمجھ کر پاس آ بیٹھے تھے ہم	ہم نہ تھے آگاہ زاہر زشت خوئی سے نری
ہاتھ ساحل پر ہی پڑے سے اُٹھا بیٹھے تھے ہم	سچی کجا انجام پہلے ہی سے آتا تھا نظر

ہم نے خود زنتا ہی پنیائی نہ حاکی ورنہ یاں
دین تک دنیا کی قیمت میں لگا بیٹھے تھے ہم

تشریح الفاظ: روبرو قفا، پیچھے کی طرف منہ کئے ہوئے، عیشوہ، ناز، عاشق
فریفتہ۔ اہل ورع، پرہیزگار لوگ۔ زشت خوبی، بری عادت۔ سعی، کوشش۔
ہاتھ اٹھایٹھنا، دست کستن ہونا، چھوڑ بیٹھنا۔ پنیانا، مایوس ہو جانا۔
مطلب: ۱۔ ہم دنیا کی دس گناہ میں پیچھے کی طرف رخ کئے ہوئے بیٹھے تھے۔
اس لئے جاہل کے جاہل ہی رہے۔ نہ کچھ پڑھنا سیکھا۔

۲۔ ہم بوڑھی دنیا سے ناراض ہو کر الگ بیٹھ گئے تھے مگر پھر تھوڑی دیر کے
بعد اس کی اداؤں پر مست ہو گئے۔ یعنی دنیا کی حرص و ہوا میں پھنس گئے۔
۳۔ ہم شرابیوں کی محفل میں ایک بار یونہی تفرگیا جاتے تھے۔ تو ہم نے انہیں نہایت
بے ریا پایا۔ اس لئے ہماری نظر سے پرہیزگاری کی مجلس گر گئی۔

۴۔ اے شیخ! ہم دنیا کو دور سے دیکھ کر اس کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے تھے۔
بلکہ غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ دنیا کی اصلیت سے صحیح واقفیت دنیا کے
جھگڑوں میں پھنس کر حاصل ہوئی۔

۵۔ اے واعظ! ہم تجھے انسان سمجھ کر تیرے پاس آ بیٹھے تھے۔ ہم کو تیری بری
طہیت عادت کا علم نہ تھا۔

۶۔ ہمیں بڑے کو پار لگانے کی کوشش کا نتیجہ پہلے ہی سے معلوم تھا۔ اس
لئے کنارے پر ہی ہم بڑے کی سلامتی کی امید چھوڑ بیٹھے تھے۔

۷۔ ہم نے دنیا کو حاصل کرنے میں دین و ایمان کی پروا بھی نہ کی۔ مگر انہوں نے
کہ دنیا کو ہم سے انس پیدا نہ ہوا۔ وہ بے دردی۔ (مغل بادشاہ اکبر کے زمانہ
میں اکبر اور اس کے بعض امراء نے ہندوؤں کی تالیفِ قلوب کے لئے بعض غیر
اسلامی شہزادوں کو اختیار کئے۔ مگر ہندو مسلمان آج تک دو قومیں ہی رہیں۔
تاریخ میں ایسی اور مثالیں بھی موجود ہیں کہ مسلمانوں نے دنیا کو خوش کرنے

کے لئے اسلامی حدود سے بارہا تجاوز کیا۔ مگر انجام کار دنیا سے بے وفائی
ہی کی۔

پریر اک خون میں داغ اک عیب کا پتے ہیں ہم
گو کہ دل میں متصل خونِ خرا پاتے ہیں ہم
پر گنہ چھپ چھپ کے کرنے میں مزا پاتے ہیں ہم
گرچہ دست پا کو اکثر بے خطا پاتے ہیں ہم
پراسے آلودہ حرص و ہوا پاتے ہیں ہم
جرم سے گو آپ کو نامِ سرا پاتے ہیں ہم
پر بہت گم آپ ہی صدف و صفا پاتے ہیں ہم
اک جہاں سے آپ کو لیکن خفا پاتے ہیں ہم
اپنے میں گرتے ہر وقت و وفا پاتے ہیں ہم
گر گمھی تو فوق و ایشا و عطا پاتے ہیں ہم
دردِ خود کامی کو لیکن بے دعا پاتے ہیں ہم
حالِ نفسِ دونوں کا اتنا ہی بٹا پاتے ہیں ہم
کبر و ناز اتنا ہی اپنے میں سوا پاتے ہیں ہم
تو نشیں اس میں مگر دروہ یا پاتے ہیں ہم
داغِ رسوائی کے کچھ زیرِ رجا پاتے ہیں ہم
دیکھئے کیا وعدہ بڑے ہیں اور کیا پاتے ہیں ہم

نور کے ہم نے گئے دیکھے ہیں اسے ساقی مگر

زنگا کچھ تیری الاپوں میں نیا پاتے ہیں ہم

خوبیاں اپنے میں گو بے اتہا پاتے ہیں ہم
خوف کا کوئی انشاں ظاہر نہیں افعال میں
کرتے میں طاقت تو کچھ خرا ہاں فالس کے نہیں
ویدہ و دل کو خیانت سے نہیں رکھ سکتے باز
دل میں دردِ عشق سے مدت گزر کھا ہے گھر
ہو کے نامِ جہم سے پھر جہم کرتے ہیں وہی
میں نہرا ان دونوں پر حق ہے ہر صدق و صفا
گو کسی کو آپ سے ہونے نہیں دیتے خفا
جاننے اپنے سوا سب کو میں بے مہر و وفا
بخل سے طسویب کرنے پورا مانے کو سدا
ہوا گو مقصدِ ناکامی تو کر سکتے ہیں صبر
تھہرتے بندے میں جتنے ستم عالم میں بھلے
تو قدرتِ بھگت کے گلتے ہیں بزرگ و خرد سے
گو بھلائی گو کہ تم بنسوں سکھو تو ہوتا ہے جی
ہے روا سے نیک نامی ووش پر اپنے مگر
راہ کے طالب ہیں اپنے راہ پرتے ہیں قائم

تشریح الفاظ:- نفسِ دوں، کمینہ نفس۔ نذر کے گلے، رسیلے گلے، خوش آنداز
کے گلے۔ اولپ، نئمہ۔

مطلب ۱:- اگرچہ ہم میں خوبیاں بہت سی موجود ہیں لیکن ہر خوبی میں کچھ نقص بھی ہے۔
اس لئے اپنی خوبیوں سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

۲۔ اگرچہ ہمارے دل میں اللہ کا ڈر موجود ہے۔ مگر ڈر کا ہمارے اعمال پر کوئی اثر نہیں
ہوتا۔

۳۔ اگر ہم عبادت کرتے ہیں۔ تو چھپ کر۔ کیونکہ نمود و نمائش کی نہیں لیکن چھپ کر
کر گناہ کرنے میں بہت لذت حاصل کرتے ہیں۔

۴۔ ہم اگرچہ ہاتھ اور پاؤں سے گناہ نہیں کرتے۔ لیکن دل اور آنکھ کو گناہ سے
نہیں روکتے۔ یعنی عملاً گناہ نہیں کرتے تو دل اور آنکھ کو گناہ کی طرف لگائے رکھتے ہیں۔

۵۔ اگرچہ ہمارے دل میں مدت سے عشق و محبت کا ڈیرہ ہے لیکن یہ عشق بھی ہوا ہوس
سے بھرا ہوا ہے۔ یعنی عشق صادق نہیں رکھتے۔

۶۔ اگرچہ ہم گناہ کر کے شرمندہ ہیں۔ لیکن پھر بھی برابر وہی گناہ کئے جاتے ہیں۔

۷۔ ہم ان دوستوں پر جن میں سچائی اور پارہ سائی ہو قربان ہونے کے لئے تویار ہیں۔

لیکن اپنے آپ میں سچائی پیدا نہیں کرتے۔

۸۔ اگرچہ ہماری کوشش یہی رہتی ہے کہ ہم کسی کو ناراضی کا موقع نہ دیں پھر بھی ہم سے

بہت سے لوگ ناراض ہیں۔

۹۔ اگر ہم میں ذرا سی بھی مروت اور وفاداری ہو تو پھر ہم اپنے سوا ساری دنیا کو

بے وقار اور بے مروت سمجھتے ہیں۔ یعنی اگر ہم میں ذرا سی بھی خوبی ہو تو پھر اپنے سوا

ساری دنیا کو برا سمجھنے لگتے ہیں۔

۱۰۔ اگر ہمیں کبھی قربانی اور سخاوت کی طاقت مل جاتی ہے تو پھر ہم ساری دنیا

کو بخوس قرار دیتے ہیں۔

- ۱۱۔ اگر میں اپنے مقصد میں ناکامی ہو تو ہم ناکامی پر صبر کر لیتے ہیں۔ لیکن ہماری خود غرضی کا کوئی علاج نہیں۔ یعنی خود غرضی نہیں چھوڑتے۔
- ۱۲۔ زمانے کی آنکھ جس قدر ہمیں اچھا ٹھیراتی ہے ہمارا کمینہ نفس اتنا ہی بُرا ہوتا جاتا ہے۔ یعنی اچھائی کی آڑ میں جی بھول کر بُرے کام کرتے ہیں۔
- ۱۳۔ ہم بڑے اور چھوٹوں کی جتنی تعظیم کرتے ہیں اتنا ہی اپنے دل میں غرور پیدا کرتے رہتے ہیں۔ یعنی انگساری کے باوجود مغرور ہیں۔
- ۱۴۔ اگرچہ ہم لوگوں سے بھلائی کر کے بہت خوش ہوتے ہیں۔ لیکن اس بھلائی کے اندر کھن دکھاوا اور گنہگارین ہوتا ہے۔
- ۱۵۔ اگرچہ ہم نے کدھرے پر نیکی کی چادر ڈھی ہوئی ہے۔ مگر اس چادر کے نیچے بدنامی کے دھبے بھی ہیں۔ یعنی بدنامیوں کو چھپانے کے لئے کھن نیک نام بنے ہوئے ہیں۔
- ۱۶۔ ہم زندگی کی منزل میں سیدھے راستے کی تلاش میں ہیں۔ مگر ہمارا قدم گمراہی کی طرف جاتا ہے۔ دیکھئے۔ یہیں اس بے راہ روی سے کیا حاصل ہوتا ہے۔
- ۱۷۔ اے حالی! اگرچہ ہم نے بہت رسیلی آواز والے شاعر دیکھے ہیں۔ مگر تیرے نغموں کا رنگ ہی نیا ہے۔

سب کچھ کہا مگر نہ کھلے لازداں سے ہم
کچھ دل سے ہیں ڈرے ہوئے کچھ آسماں سے ہم
آئے ہیں آج آپ میں یارب کہاں سے ہم
تنگ آئے ہیں اپنے دل شادماں سے ہم
بدلیں گے تھکوزندگی جاواں سے ہم

آگے بڑھے نہ قصہ عشقِ بتاں سے ہم
اب بھاگتے ہیں سایہ عشقِ بتاں سے ہم
خود رفتگی شب کا مزا بھولتا نہیں
دردِ فراقِ رشکِ عدو تک گراں نہیں
جنت میں تو نہیں اگر اے زخم تیغِ عشق

لینے دو حسین کوئی دم اے منکر و نکیر
ہنستے ہیں اس کے گریہ بے اختیار پر
آئے ہیں آج چھوٹے کے قید گراں سے ہم
بھولے ہیں بات کہہ کے کوئی رازواں سے ہم
کچھ پانگئے ہیں آپ کی طرزِ ادا سے ہم
ملتے ہیں جا کے دیکھئے کب کارواں سے ہم
دلکش ہر ایک قطعہ صحرا ہے راہ میں

لذت ترے کلام میں آئی کہاں سے یہ
پوچھیں گے جا کے حاکمی جاو بیاں سے ہم

تشریح الفاظ: منکر و نکیر، دو فرشتے جو انسان کے مرنے کے بعد قبر میں اس کا حساب لیتے ہیں۔ قید گراں، سخت قید مراد زندگی۔

مطلب: ۱۔ ہم نے رازواں کو عشق کا سارا قصہ بتایا۔ اگر اس سے بے تکلف نہ ہوئے۔ اور نہ یہ بتایا کہ یہ ہمارے اپنے عشق کا ہی قصہ ہے۔

۲۔ ہم اپنے دل، اور آسمان کے ظلم و ظم سے اس قدر ڈر گئے ہیں کہ معشوقوں کے عشق کے سایہ سے بھی بھاگتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارا دل چونکہ عشق میں صبر و قرار اختیار نہیں کر سکتا۔ ادھر آسمان محبوب کی جدائی کے صدمے دینے میں جواب نہیں دھکتا۔ اس لئے ہم نے نو عشق سے توجہ ہٹا کر لی ہے۔

۳۔ رات کی میخوری کا لطف بھولتا نہیں۔ اے خدا! ہمیں آج خوشی کیونکر آگیا۔

۴۔ ہم اپنے دل کی شادمانی سے کتنے وقف ہیں کہ نہ فراق کے درد میں اس کی خوشی

جاتی ہے۔ نہ دشمن کا رشک۔ اسے بوجھل معلوم ہوتا ہے۔

۵۔ اے عشق کی تلوار کے زخم! اگر جنت میں تو ہمیں میسر نہیں ہو سکتا تو ہم تجھے ہمیشہ کی زندگی سے بدل لیں گے۔ شاعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر بہشت کی زندگی میں موت نہیں ہے تو ہم یہ ہمیشہ کی زندگی دے کر عشق لے لیں گے۔ تاکہ زندگی پر سکون اور سکیف

نہ رہے۔

۶۔ اے منکر نکیر! ابھی زندگی کی سخت قید سے رہا ہوئے ہیں۔ ہمیں قبر میں تو کچھ دیر چین لینے دو۔ تم نے مرے ہی اعمال کا حساب شروع کر دیا۔

۷۔ ہم اپنے راز داں کے بے اختیار رو پڑنے پر منہس رہے ہیں۔ ہمیں یاد بھی نہیں کہ ہم نے اسے کیا بات کہہ دی۔ مطلب یہ کہ ہمارے عشق کی رُو داد اتنی پُر درد ہے کہ جسے سن کر راز داں رو پڑا ہے۔ مگر ہم منہس رہے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کس بات پر رو پڑا ہے۔

۸۔ ہم نساپ کے طور پر نقیوں سے آپ کا دلی منشا بخوبی سمجھ لیا ہے۔ اب آپ بلا شک بگاڑ بیجا کرنے کی باتیں کرتے رہو۔ ہم گھبراتے نہیں۔ مطلب یہ کہ ہم یہ جان چکے ہیں کہ آپ کو ہم سے محبت ہے۔ اور یہ بگاڑ کی باتیں مخصوص لوگوں کو دکھانے کے لئے ہیں۔ اس لئے ایسا ہم ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتے۔

۹۔ صحر اکا ہر حصہ بہت دل فریب ہے۔ ہر جگہ ٹھہر جانے کو دل چاہتا ہے۔ جب سفر کی یہ حالت ہے تو دیکھیں کہ ہم قافلے سے کب ملیں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی دل فریبی ہر قسم پر اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔

۱۰۔ ہم جا رو بیان حاکی سے پوچھیں گے کہ تیرے اشعار میں یہ لطف کیونکر پیدا ہو گیا۔

ن

بند میں اچاٹ دہی تیری کہانیاں ہیں
اب دیکھنی مجھ بھی تیری روایتیاں ہیں
آفت کی بھی جہاں میں کیا حکم زبیاں ہیں

یاروں کو تجھ سے حاکی اب سرگرائیاں ہیں
یا داسکی دل سے دھوا کے چشم تر تو مانوں
بتنے ہیں غیر اپنے ہوتے ہیں رام وحشی

غیب ہو یا حضوری دونوں تیری تیری
کہتے ہیں جبکہ جنت وہ اک جھلک ہے تیری
رحمت تیری غذا ہے غصہ تیری ادا ہے
ہو گا تو پیلے ہو گا اے چرخ مہرباں تو
اپنی نظر میں بھی یا اب تو حقیر ہیں ہم
روتے ہیں چارہم پر منہ سے میں چارہم پر
ہر حکم پر پوں راضی ہر حال میں رہیں خوش
خاور سے باختر تک جتنے نشان تھے برپا
دیکھا نہیں ابھی تک قحط الرجال تم نے
کھیتوں کو دے لو پانی اب بہہ ہی ہے گنگا
فضل و شہر بڑوں کے گرم میں ہوں تو جانیں

رونے میں تیرے حاکمی قدرت ہے کچھ نرالی
یہ خوں فشانیاں میں پاگل فشانیاں ہیں

تشریح الفاظ:- غیبت، چغلی۔ عدم موجودگی، حضوری۔ حاضر ہونا، موجودگی۔
جان جہانیاں، جہان والوں کی جان۔ خاور، مشرق۔ باختر، مغرب، مغرب سے مراد
پے نشان، جھنڈا، برپا، کھڑے ہوئے۔ رجال، جمع رجل کی، آدمی۔ قحط الرجال، آدمیوں
کا قحط۔ گرانی، ہنگامی۔ گنگنا رہی ہے، خوش الحانی کر رہی ہے۔ پانی کی افراط۔
مطلب:- ۱-۱۔ اے حاکمی تیری کہانیاں سنتے سنتے دوستوں کی نیندیں اڑ گئیں اس
لئے اب وہ دل میں تجھ سے ناراض ہیں۔

۱-۲۔ رونے والی آنکھ! اگر دوست کی یاد کو تو تبرے دل سے دھو دے تو میں

مان لوں کہ ہاں! تیرے رونے میں کچھ اثر ہے۔ اب مجھے تیری روانی کی آزمائش کرنی ہے۔

۳۔ دنیا میں محبت بھی حکمرانی ہے محبت کے بل پر خیر اپنے بن جاتے ہیں۔ اور جانور مطیع ہو جاتے ہیں۔ (رام ہونا، مطیع ہو جانا)

۴۔ تیرے سامنے موجود رہنا یا موجود نہ رہنا دونوں صورتیں بری ہیں۔ کیونکہ غائب ہونے کی صورت میں تو تم سے بدگمان رہتا تھا۔ اب حاضر رہنے کی صورت میں تیری گالیاں کھانی پڑتی ہیں۔

۵۔ جنت تو تیرے جاوے کی ایک جھلک ہے جنت کے متعلق تیری رب باتیں واعظوں نے رنگینی محفل کے لئے تصنیف کی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بہشت دیار الہی کا نام ہے۔ اس سے روح کو جو لطف حاصل ہوگا۔ اس کو واعظوں نے تمثیل کے طور پر نہایت رنگ آمیزی سے بیان کیا ہے۔

۶۔ تیرا قہر انسان کی کمزوریوں کے لئے دوا ہے۔ غرض جتنی آدائیں ہیں۔ لوگوں کو سب محبوب ہیں۔

۷۔ اے آسمان! تو ہم پر پہلے کبھی مہربان ہوا ہو تو ہو۔ آج کل تو ہم پر قہر و عتاب ہی نازل ہوتا ہے۔

۸۔ اب تو اپنی نظر میں بھی ہماری کچھ عزت نہیں رہی۔ اب ہماری زندگی بے عزتی اور بے شرمی کی زندگی ہے۔ یعنی اب ہم بے حد ذلیل و خوار ہو چکے ہیں۔

۹۔ اب ہم اس قدر ضعیف ہو چکے ہیں کہ کچھ لوگ ہماری زندگی سے مایوس ہو کر رو رہے ہیں۔ اور کچھ (جو دشمن ہیں) اس حالت پر سنہس رہے ہیں۔

۱۰۔ اب ہمارے لئے یہی خوشیاں ہیں کہ ان کے ہر حکم پر راضی رہیں۔ اور ہر حال میں خوش رہیں۔

۱۱۔ جن لوگوں کے جھنڈے مشرق سے مغرب تک کھڑے ہوئے تھے۔ اب ان کی یادگار صرف چند قبریں رہ گئی ہیں۔ یعنی وہ بادشاہ، جن کی حکومت مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی تھی۔ قبروں میں دفن ہیں۔

۱۲۔ تم نے ابھی تک انسانوں کا کال نہیں دیکھا۔ ابھی چند شریف آدمی موجود ہیں۔ آگے چل کر انسانوں کو انسانوں کی مہنگائی بہت محسوس ہوگی۔ یعنی شریف آدمی دیکھنے کو بھی نہیں ملے گا۔

۱۳۔ اے جوانو! اس وقت تمہاری جوانی کا آغاز ہے۔ خوشحالی میں سر ہے۔ اس لئے اس وقت اپنے کھیتوں کو پانی دے لو۔ تاکہ کھیت سرسبز ہوں۔ مطلب یہ کہ جوانی میں بڑھا پے کے لئے کچھ کام کر لو۔

۱۴۔ اگر تم نے بزرگوں کے علم حاصل کئے ہیں تو بہت ناخوب ہے۔ اور اگر یہ حاصل نہیں کئے تو پھر تمہارے علم و سنہر کی باتیں لا حاصل ہیں۔

۱۵۔ اے حاکم! تیرے رونے میں عجیب لطف ہے۔ یا نوحوں پر سارہا ہے یا پھول پر سارہا ہے۔ یعنی کہیں تو تو قوم کی خستہ حالی پر رونا ہے اور کہیں عشق و محبت پر مہنتا ہے۔

جب سے سنی ہے تیری حقیقت میں نہیں اک آن ہمیں
 اب نہ سنیں گے ذکر کسی کا آگے کو ہوئے کان ہمیں
 کچھ روزوں غفلت میں پھر سے یاں ڈھونڈتے ہم آسائش کو
 کھل گئی جب دنیا کی حقیقت کچھ نہ رہا خلیجان ہمیں
 چل کے نئی اک چال فلک کے کھو دیئے ہوش حریفوں کے
 زد سے بچیں یا مات قبولیں اتنے نہیں اوسان ہمیں

پاس انہیں گرا پنا دیا ہو۔ جاں اپنی بھی اُن پہ فدا ہو
 کرتے ہیں خود تا منصفیاں اور کہتے ہیں تا فرمان ہمیں
 وار طلب رہیں ہوں جب تو اُن میں کسی کا پاس نہ ہو
 بتلائی ہے زمانہ نے انصاف کی یہ پیمان ہمیں
 صحرا میں کچھ بکریوں کو قصاب چراتا کھرتا تھا
 دیکھ کے اُس کو سارے ہمارے آگے یاد احسان ہمیں
 یاں تو بدولت زہر و دوع کے بھگتی خاصی عزت سے
 بن نہ پڑا پر کل کے لئے جو کرتا تھا سامان ہمیں
 سُر تھے وہی اور تال وہی پیرا گنی کچھ بے وقت ہی تھی
 غل تو بہت یاروں نے چایا پڑ گئے اکثر مان ہمیں
 غیر سے اب وہ پیر نہیں اور یار سے اب وہ پیار نہیں
 بس کوئی دن کا اب حالی یاں سمجھو تم ہمان ہمیں

تشریح الفاظ:۔ کان ہونا، نصیحت ہونا۔ خلیجان بھینپی۔ حریفانہ مخالفت،
 حرف رکھنے والے۔ زرد، وار۔ اوسان بہوش و حواس۔ زہر، عیادت۔ دوع،
 پرہیزگاری۔

مطلب:۔ ۱۔ جب سے ہم نے تیرا اصلی حال سنا ہے ہمیں تیرے بغیر ایک
 پل قرار نہیں۔ اب ہمیں نصیحت ہو گئی۔ آئندہ کسی کا ذکر نہیں کریں گے۔
 ۲۔ کچھ دن ہم ناواقفیت کی وجہ سے دنیا میں راحت اور آرام کو تلاش کرتے
 پھرے مگر جب دنیا کی اصلیت معلوم ہوئی تو پھر بے چینی جاتی رہی۔ یعنی جب
 ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ دنیا میں راحت و آرام ہے ہی نہیں تو ہم مطمئن ہو گئے۔

۳۔ آسمان نے ایک نئی چال چل کر دشمنوں کو پاگل بنا دیا۔ اب ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ آسمان کے وار سے بچاؤ کریں یا شکست مان لیں۔

۴۔ اگر انہیں ہم سے ذرا بھی مروّت اور نسبت ہو تو ہم اپنی جان ان پر قربان کر دیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود نا انصافیاں کرتے ہیں اور ہمیں الزام دیتے ہیں کہ عدول حکمی کرتے ہو۔ شاید اس شعر میں انگریزوں کی طرف اشارہ ہے جو اپنے دورِ حکومت میں مسلمانوں سے نا انصافی برتتے تھے۔ اور پھر انہیں کو عدول حکمی کا مرتکب ٹھہراتے تھے۔

۵۔ ہمیں دنیا نے انصاف کی پہچان بتائی ہے کہ جب تجھ سے ساری غیر قومیں انصاف چاہیں۔ تو کسی کی پاسداری نہ کرے۔ (اس شعر میں بھی انگریز حاکم خواجہ صاحب)۔
۶۔ قصاب، قضائی۔ جنگل میں قضائی کو بکریاں چرانے دیکھا۔ تو ہمیں تمہاری ساری مہربانیاں یاد آگئیں۔ یعنی تم بھی لوگوں کو تربیت اسی لئے کرتے ہو کہ ان کو ذبح کر کے پیٹ بھریں۔ (اس شعر میں بھی انگریز خواجہ صاحب ہے۔ وہ کمزور قوموں پر تسلط جمائے ہوئے ہے۔ اور اس تسلط کی وجہ ہمیشہ یہی بتا ہے کہ ہم ان قوموں کی دشمنی سے حفاظت کر رہے ہیں اور انہیں تعلیم و تربیت دے رہے اور تہذیب سکھا رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے استحصال سے اپنا شکم بھرتا ہے۔

۷۔ دنیا میں ہم نے عبادت اور پرہیزگاری اختیار کی تو لوگ عمر بھر عزت کرتے رہے۔ لیکن افسوس! عاقبت کے لئے ہم کچھ نہ کر سکے۔ مطلب یہ کہ ریاکاری کی عبادت اور پرہیزگاری سے دنیا میں عزت جاتی ہے۔ مگر عاقبت کی غیر خدا جانے۔ وہاں تو نیک اعمال ہی کام آئیں گے۔

۸۔ اگرچہ ہماری شاعری کا تار پود پیرا نا ہی تھا اور ہمارے گیت سا بھی بے وقت تھے۔ اس لئے دوستوں نے اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ لیکن نے ہمیں اتنا د

مان لیا کہ ایسے بے وقت گیت سنانے کی جرأت کی آفریں ہے مطلب یہ ہے کہ میں نے جو شعر و شاعری میں اصلاحات رائج کیں اور ان پر لوگوں نے اعتراضات کئے۔ مگر اکثر نے میری اس خدمت کا اعتراف کیا۔

۹۔ اب ہمیں نہ غیروں سے دشمنی رہی ہے نہ اپنوں سے پیار۔ اے حالی! اب ہم دنیا میں چند روز کے ہی مہمان ہیں۔

کی تو میں ہم نے بھی حالی کوچ کی تیاریاں
خواب راحت میں وہ لذت تیرے لیے پری نہیں
ہیں اگر بیدار دیاں ہاپوں کی دل کو تا گوار
ہے کہیں اقبال کی نوبت کہیں ادب کی
زرت یہ عقلوں کو ہو جائے بسر کرنی محال
بے مزہ ہے اہل دین کی ترشروی بھی مگر
سو چھتی ہیں راہ میں لیکن بہت دشواریاں
جو جوانی میں مزادتی تھیں شب بیداریاں
تا گوار ان سے سوا غیروں کی ہیں غمخواریاں
سب کو کرنی ہوگی پوری انہی اپنی باریاں
اتنی بھی لے عاقلو اچھی نہیں ہتھیاریاں
اس سے بھکی اہل دنیا کی ہیں ظاہر داریاں
گو طبیعت سے گئے سب دے فاسد نکل
کم ہوئیں حالی نہ لیکن نفس کی بیماریاں

تشریح الفاظ۔ اقبال خوش فہمی، عروج۔ نوبت، وقت۔ باری، ادب۔ بدستی، زوال۔

مطلب:۔ ۱۔ اے حالی! اگرچہ ہم نے کوچ کی تیاری کر لی ہے۔ مگر راستے میں بہت سی مشکلات پیش آرہی ہیں۔

۲۔ اے بڑھاپے! افسوس کہ جو لطف جوانی کی راتوں کو جاکے میں تھا۔ وہ اب ہمیشہ نیند سونے میں بھی نہیں۔

۳۔ صرف ہمیں غزنیوں کی برجمی ہی بڑی لگتی ہے۔ بلکہ غیروں کی غمگساری بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ غمگساری کر س تو ان کا احسان ہوتا ہے، غیروں کا احسان لینا خود دار شخص کو بہت ناگوار گزرتا ہے۔

۴۔ کبھی خوش قسمتی کا زمانہ ہوتا ہے کبھی بد قسمتی کا۔ اس طرح اپنی باری پوری کرنے کے لئے دونوں اپنے اپنے وقت پر آتے ہیں۔

۵۔ اے غفلت مند لوگو! اتنی چالاکی بھی اچھی نہیں کہ بے وقوفوں کو زندگی بسر کرنی ہی مشکل ہو جائے۔ یعنی چالاکی سے بے وقوفوں کو بالکل ہی ٹوٹ نہ لو۔

۶۔ اگرچہ دین کے عالموں کی بے رخی بھی اچھی نہیں مگر دنیا داروں کا ظاہری رکھ رکھاؤ بہت ہی بد مزہ ہے۔ یعنی ظاہر داری کی بجائے دلی اخلاص ہونا چاہیے۔

۷۔ اے حاکمی! اگرچہ فساد پیدا کرنے والے عنصر مزاج سے نکل گئے مگر نفس کو جو مرض لاحق تھے وہ قائم ہیں۔ یعنی مزاج کی برائیاں تو جاتی رہیں۔ مگر بیری خواہشتا ابھی تک موجود ہیں۔

آج ہم شہر میں خوں اپنا بدر کرتے ہیں
 جنتی جتنے ہیں سب ہم سے حذر کرتے ہیں
 جب کہ ہم اپنے گناہوں پہ نظر کرتے ہیں
 بول تو ال کے پھر دل میں اثر کرتے ہیں
 یاد اللہ کو ہم آٹھ پہر کرتے ہیں
 ورنہ یاں عیب تو سب فرود بشر کرتے ہیں
 دل دکھاتے ہیں وہی جس میں کہ گھر کرتے ہیں
 اک لگاوٹ میں ادھر سے وہ ادھر کرتے ہیں

رازدل کی سر بازار خبر کرتے ہیں
 عقل کی بات کوئی ہم نے کہی ہے شاید
 جرم خالق سے سوا پائے ہیں جرم فقہا
 کم سے کم و غلطی میں اتنا تو اثر ہو واعظا
 زہد و طاعت کا سہارا نہیں جبے زاہد
 عیب یہ ہے کہ کرو عیب بہر و کھلاؤ
 غمزدور و مہویت پہ کرو تازہ کہ وہ
 جی رکاوٹ سے جو انکی کبھی ترک جاتا ہے

اک یہاں جینے سے سزا نہیں ہے یا رب
 یا اسی طرح سے سب عمر بسر کرتے ہیں
 تلخیاں زبیت کی تھوڑی سی رہی ہیں باقی
 یہ ہم بھی جو خراجا ہے تو سر کرتے ہیں
 قیصر و زار کایاں پیٹ تو کھیرنا معلوم
 بس ہماری ہی طرح وہ بھی گذر گئے ہیں
 کہیں افطار کا حیلہ تو نہ ہو یہ حالی
 آپ اکثر رمضان ہی میں سفر کرتے ہیں

تشریح الفاظ: خون بر کرنا، خون بہانا، جائز کرنا، حذر کرنا، دُور بھاگنا، پرے
 ہٹنا۔ خالق، پیدا کرنے والا، خدا۔ فقہا، فقہیہ کی جمع، عالم شریعت، مولوی۔ قوال،
 گانے والا۔ غم زورہ، غم کا مارا ہوا۔ غم رسیدہ، ٹمگین۔ تاز، نخر۔ رکاوٹ، تکلیف،
 بے رخی۔ لگاؤ، میلان۔ قیصر، روم کے بادشاہوں کا لقب۔ نار،
 روس کے بادشاہوں کا لقب۔ قیصر و زار سے مراد، بڑے بڑے بادشاہ۔ افطار،
 روزہ کھولنا۔

مطلب ۱۔ ۱۔ آج ہم بیچ بازار اپنا بھید ظاہر کر دیتے۔ اور شہر میں اپنا خون
 بہانا جائز کر دیتے ہیں۔ (شعر کا مطلب یہ ہے) کہ ہم اپنے دل کا بھید بتاتے
 ہوئے ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں۔ جن کی وجہ سے شریعت کی رو سے ہمارا قتل
 جائز ہو جائے۔

۲۔ عربی میں مثل ہے۔ **أَلْعِلْمُ حِجَابٌ أَكْبَرُ** یعنی علم بہت بڑا پردہ
 ہے۔ کیونکہ عالم آدمی جب تک بات پوری طرح سمجھنے کے اس پر یقین نہیں
 کرتا۔ اس طرح مثل مشہور ہے کہ دیوانے جنت میں جائیں گے جو تکبیر وقت
 کسی اختیار سے پرکشت و تکرار نہیں کرتا۔ ہر عقیدے پر دل سے ایمان لے آتا ہے۔
 اس لئے وہ جنت میں جائے گا۔ اس شعر ان دونوں حربہ الامثال کی طرف اشارہ ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ شاید ہم نے آج کوئی عقل کی بات کہہ دی ہے کہ جنت میں جانے والے یعنی بخشے ہوئے لوگ ہم سے دُور بھاگنے لگے ہیں۔ شاعر نے اس شعر میں زاہدوں اور واعظوں سے طنز کیا ہے وہ عقلی دلائل دینے والے اشخاص کو دوزخی اور کورانہ تقلید کرنے والوں کو جنتی قرار دیا کرتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک علم و حکمت کے علم بردار بخشے نہیں جائیں گے۔

۳۔ شاعر کہتا ہے کہ جب ہم اپنے گناہوں کو دیکھتے ہیں۔ آواں میں خود ان کے گناہ زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ یعنی ہم اتنے گناہ گار ہیں جتنا ہمیں ملا دین نے بنا دیا ہے۔ وہ ہماری ہر حرکت کو گناہ قرار دیتے ہیں۔ خواہ وہ شریعت کی رو سے گناہ نہ بھی ہو چونکہ انہیں ہماری وہ حرکت پسند ہے اس لئے وہ اسے گناہ قرار دیتے ہیں۔ گویا وہ گناہ اور ثواب کا معیار اپنی ذات ہی کو سمجھتے ہیں۔

۴۔ اے واعظ! تیرے وعظ (تیرے تقریر) میں کم سے کم اتنا اثر تو ہوتا چاہیے جتنا گناہ والے کے گیتوں میں ہوتا ہے۔ تیرے وعظ میں تو اتنا اثر بھی نہیں ہے۔

۵۔ جب سے کہیں بخشش کے لئے پسرکاری کا سہارا نہیں ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ یعنی عبادت گزاروں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ پھر تو ہماری ضرورت بخشش ہونی چاہیے۔ مگر زاہد نے بخشش کے لئے ظاہری عبادت کی شرط لگا رکھی ہے۔

۶۔ بڑا کام کرنا بڑا نہیں کیونکہ بڑا کام تو ہر شخص کرتا ہے۔ بڑا کام یہ ہے کہ بُرائی کو بھلائی کی شکل میں دکھایا جائے۔ یعنی کسی کو صحتاً ٹھگ لیا جائے۔ مگر اس میں یہ دکھایا جائے کہ ہم نے تو اس سے بھلائی کی ہے۔ اس میں اسی کا فائدہ ہے۔ جیسا کہ مسلمان طریقے سے کیا جائے جیسا کہ اجکل ہو رہا ہے۔ یعنی عیب کرو اور اسے تہذیب اور شائستگی کا نام دے دو۔ شاعر کہتا ہے کہ زاہد کا بڑا عیب یہی ہے

کہرانی کو خوبی پہنایا جائے۔

۷۔ اسے غم نہ ہو اپنے لاش پر نحر کر دے کیونکہ محبوبہ اس کا دل کو دکھاتا ہے جس میں اس نے بسنا ہے۔

۸۔ اگر ان کی بے خبری و بے خبری دل ان سے ہٹ جاتا ہے۔ تو وہ مہیٹ ایک ہی سیات سے دل بے خبر اپنی طرف لگا رہتا ہے۔

۹۔ خدا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آیتوں سے بے خبر ہیں۔ یہ ہر شخص کو زندگی اور موت کی طرف لگاتی ہے۔

۱۰۔ زندگی کے غم سے رنج اور صاف نہایتی رہ گئے۔ خدا نے چاہا تو یہ بھی گناہ جانیں گے۔

۱۱۔ شاہ کہتا ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ بھی ملنا نہیں۔ وہ بھی آرزو کرنا نہیں اور وہیں رہنا اس میں بلا ہے جس طرح یہ ہیں۔ گویا بادشاہ بھی ہمارا وہی ہے۔

۱۲۔ اسے جاننا کہ یہ اقطار میں میرا نواں ہے اچھی اچھی چیز یا کھانے کا حیرتوں میں ہے۔ آپ کو ان دونوں کے مہینے ہیں۔ تیروں سے ہاں مہمان جانتے ہیں۔ یہ بھی مطالب ہے کہ یہ سب بے خبری اور ہمت ہوتا ہے۔ اس لئے آپ روتے سے بچنے کے لئے بے خبری سے بچنے میں سفر کہہ رہے ہیں۔

رفتنے لکھیں گے سینکڑوں اس میں
اور اک بس ملاویا بس میں
چشم انسان و چشم نرگس میں
بے عملی علم ہیں مارا اس میں

بے خبری ہر طرف ہے جو اس میں
بے خبری ہر طرف ہے جو اس میں
بے خبری ہر طرف ہے جو اس میں
بے خبری ہر طرف ہے جو اس میں

وہیں اور فخر تھے کبھی کچھ چیز
 نہ ہو قبضے میں جب عنانِ فرس
 جس سے نفرت ہے اہلِ نعمت کو
 ہو فرشتہ بھی تو نہیں انسان
 جانور۔ آدمی۔ فرشتہ۔ خدا
 آج کل پر مغالہ جو ہے بہت

ابا و صرا کیا ہے اس میں اور اس میں
 پتہ ہیں جو ہر اہلِ فارس میں
 وہی نعمت ہے چشمِ مفاہس میں
 درو تھوڑا بہت نہ ہو جس میں
 آدمی کلاں سیکڑوں سے نہیں
 دیکھئے ہو بنگار کس کس میں

کی ہے خلوت پسند عالی سے
 ابا نہ دیکھو گے اس کھلیس میں

تشریح الفاظ:۔ ریشہ سورات، ریشے نکالنا، قصور نکالنا، ہر باقی فرس و با
 فرس، بے قدم، بے پاؤں، حرکت نہ کرنے والا، ملاوٹ، بیج مدرسہ کی، دلی گاہ،
 عنان، لکام، فرس، عقل، مراد گھوڑا۔ فارس، گھوڑا سوار۔ فرشتہ، فرس، فرستادہ،
 بھیجا ہوا۔

مناسب:۔ ۱۔ تم محفلِ زبان پر طرفت نہ کیجنا۔ ورنہ لوگ تمہارے متعلق غرتِ طاری
 کی بدگمانیاں کریں گے۔

۲۔ اسے مانعِ اتونے بہت بڑے طریقے سے نصیحت کی اگر زمین ایک اور نہ
 ملاویا۔ یعنی اول اور دوسرے کے لئے نصیحت ہی زمین کا حکم رکھتی ہے۔ پھر دوسرے
 طریقے سے نصیحت کی گویا ذیل زمین سے دیا۔

۳۔ اگر انسان کی آنکھ میں بصارت نہ ہو تو پھر انسان کی آنکھ اور نگاہ کی
 آنکھیں کوئی فرق نہیں ہے جیسے وہ اندھی ہے ویسے ہی یہ اندھا ہے۔

۴۔ خالق ہوں میں فقروں اور درویشوں کے دم میں اثر میں اور وہی گاہوں

میں تعلیم بے عمل ہے۔ یعنی وہ جو کچھ سیکھتے ہیں۔ اسی پر عمل نہیں کرتے۔
 ۵۔ کسی زمانے میں مذہب اور فقیری دونوں بڑی چیز تھے۔ مگر اب دونوں
 کے پیروں میں عمل اثر اور ایمان باری نہیں رہی۔ اور دونوں معمولی شے رہ
 گئے ہیں۔

۶۔ جب سوار کے ہاتھ میں گھوڑے کی لٹکام ہی نہیں۔ تو سوار میں گھوڑا
 چلانے کی سب خوبیاں بیکار رہیں۔

۷۔ جس چیز سے دولت مندوں کو نفرت ہے۔ وہی بہ زر لوگوں کے لئے بیش
 بہا چیز ہے۔ یعنی دولت مندین چیزوں کو روکی سمجھ کر کھینک دیتے ہیں۔ مفلس
 انہیں نعمت (اللہ) سمجھ کر اٹھا لیتے ہیں۔

۸۔ ہر آدمی۔ دونوں مخلوق جو دن رات اللہ تعالیٰ عبادت میں مصروف رہتا ہے۔
 مزدیارسا لوگ۔ کوئی شخص کتنا ہی پارسا ہو۔ اگر اس کے دل میں نبی تھا انسان
 کا درد نہیں ہے تو وہ انسان نہیں ہے۔

۹۔ شاعر کہتا ہے کہ انسان کی کئی قسمیں ہیں مثلاً جو شخص صرف کھاپی لینا ہے۔
 اور پیاری میٹھا پاتا ہے۔ دوسرے سے مروستا، انس اور ہمدردی نہیں رکھتا
 ہے۔ وہ آدمی جانور ہے۔ اور جو شخص کھاتا پیتا بھی ہے اور دوسرے کے کام بھی
 آکھتا ہے۔ ہر شخص سے اخلاص اور خائف سے پیش آتا ہے۔ وہ شخص آدمی ہے۔ جو نیکی،
 برائی اور ہر عبادت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ آدمی خداوندی صفات
 رکھتا ہے۔ وہ خدا کے ارٹھی ہے۔

۱۰۔ شاعر کہتا ہے کہ آج کل آسمان اخلاص و محبت کا سلوک کر رہا ہے اس
 لئے جو آدمی دوستانوں میں بگاڑ اور دشمنی پیرا ہو جائے گی۔ مطلب یہ کہ زمانہ
 سازگار ہو گیا تاکہ دنیا نہ ہو۔ تو دوست آپس میں لڑنا شروع کر دیتے ہیں۔

غم و مصائب کا زمانہ ہو تو آپس میں لڑنے کی فورتیسا ہی نہیں آتی۔
۱۱۔ حالی کو اب تنہا کی پسند آگئی ہے اب وہ کھنل میں کبھی دکھائی نہ دینگے۔

ابو الہوس عشق کی لذت سے خبردار نہیں
شہر میں ان کے نہیں جنس و فاقی بکری
کون سے وہ گل رعنا پہ نوا سنج نہیں
کبھی لہجہ پہ یہ مفتوں کبھی شیریں یہ فدا
اٹھ نہیں سکتی ستر اجرم و وفا کی آن کے
عیش میں جان فدا کرے کو تیا ہیں وہ
نت نیازا لقمہ چھکنے کا ہے لپکا ان کو
یو الہوس کا اطلب بندہ نفس اہل ہوا
دعویٰ عشق و محبت پہ نہ جانا ان کے

ہیں مے نایک دلال قدح خوار نہیں
بھاؤ میں پوچھتے پھرتے پہ خبر یار نہیں
کوئی ترس نہیں سہلا کے وہ بیمار نہیں
اور جو پھر دیکھو لو دو لو تیسے روکار نہیں
دل بھنسا کر کہیں بنتے وہ گنہگار نہیں
اور جو ہو کیل کا کھٹکا بھی نوکھربار نہیں
دریدر چھانکنے پھر سے انہیں عاں نہیں
ابک عالم ہے اسی رنگ میں دوچار نہیں
ان میں گفتار ہی گفتار ہے کردار نہیں

کہے حالی بھی اگر عاشق صادق ہوں میں
کہہ دو واللہ کہ صادق نہیں نہ ہمار نہیں

تشریح الفاظ۔ ابو الہوس، ابو الہوس، حیریں کا باب حیریں، لالچی۔ گل رعنا،
حسین پھول، مراد معشوق۔ نوا سنج، گانے والے۔ ترس، شہلا، سیاہ رنگ کا نرگس کا
پھول مراد سیاہ آنکھوں والے معشوق بیمار مرض محبت میں مبتلا۔ کیل سنج، کا اطلب، خود غرض بندہ نفس
کا غلام، ہواؤ ہوس کا سردا اہل ہواؤ ہوس۔ گفتار گفتگو، بولنا۔ کردار عمل۔

مطلب :-!۔ چھوٹے عاشقوں کو محبت کے مزوں کا پتہ ہی نہیں۔ گویا یہ
لوگ خالص شراب کے ایجنٹ ہیں۔ جو خود شرابی ہیں۔

۲۔ ان کے وطن میں وفا کو کوئی نہیں خریدتا۔ یہ وفا کا صرف نرخ ہی پوچھتے
 پھرتے ہیں خریدنا نہیں چاہتے۔ مطلب یہ ہے کہ وفا کے عادی نہیں۔
 ۳۔ تمام کہتا ہے کہ ابوالہوس ہر کھپول کی تمنا میں گاتے ہیں۔ اور سیاہ چشم
 معشوق کے عشق کا دم بھرتے ہیں۔

۴۔ کبھی وہ سبلی پر عاشق ہرگز نہیں کبھی شیریں پر مرتے ہیں۔ مگر غور سے دیکھیں
 تو انہیں نہ سبلی سے کوئی واسطہ ہے نہ شیریں سے۔ وہ تو خصوصاً حرموں کے بندے ہیں۔
 ۵۔ انہیں وفاداری کے قصور کی سزا بھگتتے کا جو صدمہ نہیں ہے اس لئے
 وہ کسی پر عاشق ہونے کا قصور ہی نہیں کرتے۔ کہ حرم نہیں اور نہ پائیں۔
 ۶۔ وہ عشق و راحت تو خوب یاد ستوں پر وہاں قربان کرنے کے لئے بھی
 تیار ہیں۔ مگر انہیں ابھی ذہن کا شہرہ تو دور ستوں کو چھوڑ کر دیا گئے ہیں۔ مطلب
 یہ ہے کہ راحت و آرام سے وقت نکالنے کی ہمت نہیں لیکن مصیبت سے وقت
 الگ ہو جاتا ہے۔

۷۔ انہیں ہر افسانہ یا فریاد کے چمکا ہے اس لئے اوہرا اوہر ہر جگہ لوگوں کو
 دوست بنانے اور ان کی خوشامداری کرنے میں انہیں کوئی ذلت محسوس نہیں ہوتی۔
 ۸۔ تمام کہتا ہے کہ دنیا میں نہ ہوں۔ خود غمزدی ہے اور ہوس کہ فلا اور لا بھی
 لوگ، دو بیماریاں ہیں۔ بلکہ ساری دنیا کا ایک ہی رنگ ہو گیا ہے۔ یعنی یہ اقا لہو دنیا
 پھر میں پاسے جانتے ہیں۔

۹۔ ان لوگوں کی محبت اور عشق کے دعوؤں پر نہ جانا۔ یہ ٹھنسی باتیں ہی باتیں
 ہیں۔ ان پر عمل نہیں کرتے۔

۱۰۔ اگر حاکم بھی کہے کہ میں پتہ عاشق ہوں۔ تو اسے کہہ دو۔ خدا کی قسم تو اس
 دعوے میں پتہ ہرگز نہیں۔

پھونکا ہے فصل گل سے صورت کے پتھر میں
 بسول کے اگر کسی کچھ تن من میں لگے ہی ہے
 باد صبا کی پھینک کیا جانے کان میں کیا
 چپکا زبان سوک حیراں ہے چشم تر گیس
 ہیں اور تو واہیں ساری ہی قدروں کی
 ہے عید اہل اسلام یا موسم بہاراں
 شہ سے وہ سواں سا مانی ہے کیا اسلام
 پتھر پتھر پتھر کا زواقی دیکھنا تو تھا
 گورنر پتھر میں دیکھنا سو یا رنوم کا نام
 وہ قوم جو ہاں میں کئی صدیاں ہیں تھی
 پانچ بیڑم بھی اپنی تھی اس سے جا
 کسب کی تو ان میں بہہ بحر یہاں لیا ملت
 وہ دن گئے کہ حکمت تھی ہندوؤں کی
 وہ دن گئے کہ سونے شہر رکھنا نہ لگے
 قبر آؤں پر ہے بس خرابیاں قرن کو
 اس باغ کی خیراں سے کچھ خاک کا آزاری
 ڈالی نہ ہوگی آگے اس دور چہ شاید
 رخ اور پردوں پھرتی میں بے سوزی تھی
 غم و غم لگتا سا ہے یہی بہتو اس گویا
 بھولی ہوئی تھی تاریں ہر نوکی ہو کئی سب
 حاکمیں اس میں یاں شہ سے کی ناب باقی

اک شہر سا بیا ہے رخاں نغمہ زن میں
 بجلی گری قندک سے یا کھ کھلا چمن میں
 پھولے نہیں ہاں سے کچھ جو پیر میں
 قدرت کا دیکھ جائے اس کو سترن میں
 پٹنی ہے جان یا تو اس کو ماروں میں
 جھنگل بسا ہوا ہے سب عطر یا سخن میں
 بار دیکھ رہی تھی گویا الہیہ و ذہن میں
 فصل شہراں کا فہم نہ لگتا تو تھا
 پرتانگی وہاں ہے اس کا نام کیا
 کہنے سے ناخوشاں میں پتھر لگتا تھا
 روز عداوتی وہ تھی پورا تھا جو شہنشاہ
 تھی ہنسا کئی کئی جو شہر کے نام
 بسا بسا ہے خاکستری خاک لگتی ہوئی
 جسے کان کو توں کا اس سے سحر سحران میں
 نہ لگتا توں کوئی باتی اس کا قرآن
 نصیب ہاں گویا اپنی نہ تھی اس میں
 جو اپنے تونے بھلی ڈالی ہے اس میں
 گویا اس شہر کا گیا ہے کتا
 تھی تھی غافل سے کئی خبر وطن میں
 جاہلی کدھر کہ ہر سو وہ لگتی ہی تھی
 مانا کہ ہے بہت کچھ وسعت تھی تھی میں

لوگ زباں تے تیری سینوں کو تھیدر ڈالا
 ترکش میں ہے یہ پیکاں یا ہے زباں دہن میں

تشریح القاطنہ: گل کھلنا، پھول کا کھلنا، کسی عجیب یا نقصانہ بات کے ہونے کو کہتے ہیں۔ کان میں بھونک جانا، کان میں کچھ بات کہنا۔ پھولے تہ عاتا، خوشی میں آپے سے باہر ہو جانا۔ سوک، ایک پھول، جو انسان کی زبان سے مشابہ ہوتا ہے۔ نرگس، ایک پھول، جو اکھ سے مشابہ ہوتا ہے۔ نسرین، سفید گلاب، سیوقی نسرین، خوشبودار سفید گلاب۔ صبح قدر سے قدر والے معشوق۔ سرو مشہور درخت، جو سیدھا ہوتا ہے۔ تاروان، ایک درخت کا نام، جو سرو کی طرح سیدھا ہوتا ہے۔ پائین پیکے پاؤں رکھنے یا چوتھا ستارے کی جگہ۔ روزندوں، ٹھوکروں، گلبین، گلاب کی ہنسی، روپا، روپ، لومڑی، جیون، روپ، بھیس، مرغوب، رعینا، آیا ہوا، ڈرا ہوا، ملت، قوم، سہم ناک کا ڈرانے والا، خوفناک۔ برن، رنگ، صورت، مستند، سند، تسلیم کیا گیا، حکمت، فلسفہ، عقیق کی باتیں۔ یمن، ملک عرب کا ایک حصہ جہاں کے عقیق اور چادر میں مشہور ہیں، اسی لئے عقیق یمن اور بردیانی کہا گیا ہے۔ (یمن کی نسبت حریش میں آیا ہے) "الایمان والحکمة یمانیة" یعنی ایمان ہے تو یمن کا ہے اور حکمت ہے تو یمن کی ہے۔ عدن، عرب کے جنوب مغربی کونے میں بنار گاہ ہے، بحیرہ قانم میں سے گزرنے والے جہاز یہاں ایندھن لینے کے لئے ٹھہرتے ہیں، کسی زمانے میں یہاں پر سمندر سے موتی نکالے جاتے تھے، اس لئے فد عدن یا گوہر عدن مشہور ہے۔ اولیس، ایک ولی کا نام ہے جو یمن کی بستی "قرن" کے باشندہ تھے، قرن، یمن کی ایک بستی، راکن ہو تو قرن کے معنی زمانہ یا صدی۔ نوح، فوج کے بازو سردار، بہتر فوج کا سامان، شطرنج کے مہرے، بے سری۔

مطلب :- ۱۔ وہ نغمی جو قیامت کے روز حضرت اسرافیلؑ بجائیں گے جس کی آواز سے تمام قبروں میں مردے اٹھ بیٹھیں گے شاعر کہتا ہے کہ یہاں سے باغ میں آکر اسرافیلؑ کا سنکھ بجا دیا ہے جس سے گانے والے پرندوں میں شور مچا ہوا چکا ہے مطلب یہ کہ باغ میں بہا ر آنے سے پرندوں نے اپنے نغموں سے باغ کو سر پر اٹھا لیا ہے۔

۲۔ شاعر کا مطلب یہ ہے کہ بہا ر آنے پر بلبل جو بہت بے قرار ہو گئی ہے، خدایا نے اسے کیا دکھ پہنچا ہے۔ شاید باغ پر بجلی گری ہے یا کوئی آفت آئی ہے۔

۳۔ معلوم نہیں مشرق سے آنے والی ہوائے کلبیوں کے کان میں کیا بات کہہ دی کہ انہوں نے خوشی میں کپڑے پھاڑ دیئے۔

۴۔ سیول کے قبول اور سفید گلاب میں اللہ کی قدرت کا جلوہ دیکھ کر یوں ہی نریان چپا ہے اور نرس کی آنکھ حیران ہے۔ یعنی اللہ کی قدرت دیکھ کر کھپوں کی بھی شوہر ہے۔
۵۔ شاعر کہتا ہے کہ سر سبزی کی وجہ سے سرد اور ناروں کے درختاں مشوقوں کی طرح پیار سے لگتے ہیں۔

۶۔ یہ بہار کا موسم ہے یا مسلمانوں کی عید کا دن کہ سارا جنگل چنبیلی کے قطرے سے بھرا ہوا ہے۔ یعنی جنگل میں چنبیلی کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے۔ (عید کے روز مسلمان جب عید گاہ میں عید کی نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ تو اپنے لباس میں قطر لگا لیتے ہیں۔ اس طرح عید گاہ میں خوشبو پھیل جاتی ہے۔)

۷۔ اسلام کا نام لیتے ہی منہ سے (آہ کا) دُھواں اٹھا گیا ہونٹوں اور منہ میں بارود بھری ہوئی تھی کہ نکالے اس میں آگ لگ گئی مطلب یہ کہ اسلام کا نانا آتے ہی دل بے قرار ہو گیا۔

۸۔ اے حاکمی! تمہیں بہار کے موسم میں خزاں کی داستان (یعنی مسلمانوں کی لپٹی کا قصہ) نریان کرنا چاہیے تھا۔ اس لئے اس کا زخم پھر ہرا ہو گیا۔ اور اس سے پیپ بننے لگی۔

۹۔ اگرچہ ہم قوم کے دکھ کی کہانی بارہا سنا چکے ہیں مگر یہ ایسی کہانی ہے کہ پڑاتی ہوئے کہ باوجود ہی معلوم ہوتی ہے۔

۱۰۔ وہ قوم توکلِ مصلحت کی صدر تھی۔ ہمیں معلوم بھی ہے کہ اس کا کیا حال ہوا۔

۱۱۔ اب اس قوم کو مصلحتی ایسا ہونے کے لئے کی جگہ پر بھی بیٹھنے کو جا رہا نہیں ملتا۔ جو کھانا

کئی ہفتی یا غم میں بیٹھتی تھی اب اسے پاؤں تلے روز باریا رہا ہے۔ یعنی وہ قوم جو کبھی دنیا کی سزاتِ مصلحتی سے ڈرتی ہو کر لوٹوں کو ٹھوکر دیتی تھی اب وہی ہے۔

۱۲۔ آج اس قوم کے ڈر کے یومیہ کا نہیں رہا ہے بلکہ کسی بھی قوم شیر کی

دندانوں کو ڈراتی تھی۔

۱۳۔ اس قوم نے اب وہ زمانہ شروع کر دیا ہے کہ کون کا فائدہ مستلم تھا۔ اب نہ رہا

میں غم، غم کی بجائے خاکسار کی ہے۔ اور کون کی دیر پا ہے۔

۱۴۔ اس قوم نے اب وہ زمانہ نہیں دیکھا کہ مصلحتی قوموں کے لئے

کاروبار میں مصلحتی کا نقطہ ہے۔

۱۵۔ دنیا اس قوم کے لئے کام طلب یہ ہے کہ اب اور کون کی دنیا کی قوموں

موجود ہیں۔ اور کون کی قوموں کی تقریریں تازہ ہے۔

۱۶۔ اس قوم کے لئے ہم نے اب اس طرح بیان کر دیا۔ گویا ہمارے بارے

میں کچھ باریا ہی نہیں۔

۱۷۔ اس قوم کے لئے ہم نے اب اس طرح بیان کر دیا۔ گویا ہمارے بارے

میں کچھ باریا ہی نہیں۔ گویا ہمارے بارے میں کچھ باریا ہی نہیں۔

۱۸۔ اس قوم کے لئے ہم نے اب اس طرح بیان کر دیا۔ گویا ہمارے بارے

میں کچھ باریا ہی نہیں۔ گویا ہمارے بارے میں کچھ باریا ہی نہیں۔

۱۹۔ اس قوم کے لئے ہم نے اب اس طرح بیان کر دیا۔ گویا ہمارے بارے

میں کچھ باریا ہی نہیں۔ گویا ہمارے بارے میں کچھ باریا ہی نہیں۔

ہے۔ شاعر کا مطلب یہ ہے کہ قوم اس طرح لاڈلے لٹائی پھری رہی ہے جیسے اس فوج کا سپہ سالار لڑائی میں مارا گیا ہو۔ (۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کی یہی حالت تھی۔)

۱۹۔ جن طرح کسی قافلے کے لشکر کی خبر آئے تو قافلے والوں کے عزیز واقارب میں صفت اتم کچھ بیان کی ہے۔ اس طرح قوم کی پریشانی بڑھو مے بڑے بارہوا ۲۱ ہوئے ہیں۔
۲۰۔ ہر فوج کی ٹکڑیاں چوکڑیاں بھر بھر کر دوڑتا کیوں تھی ہیں۔ کیونکہ ہم بھاری سے اب بھی آگ کر رہا ہیں کبھی کہ بھر رہا ہیں۔ جنگوں میں ہر طرف آگ لگی ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ قوم کی زندگی ہر شے میں مشکلات اور مصائب کا سامنا ہے۔ اس لئے لوگ مایوس ہو کر رہ گئے ہیں اور ہر طرف سے ہتھیار لگے ہیں۔

۲۱۔ اے والوں! ان لوگوں کو کہہ دو کہ یہ قوم کی آفت ہے۔ اس کی آفت کی طاقت نہیں ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ ہماری فطرت میں بڑی جیاں ہے۔

۲۲۔ اے ساری قوم! زبان کی نوک سے بھاری سے بولیں اور اس کے ڈالے۔ یہ سب سے بڑی زبان ہے۔ یہ زبان میں تیر ہے۔ مطلب یہ کہ تیرے اشاروں کو ہم غم و اندوہ سے نہ قرا رہے گئے۔

اب بھیرتی ہے دیکھنے جا لے لفظ زبان
ہوتی ہے آج دیکھنے تم کو خبر کہاں
تھا اس کو تم سے ربط گورس قدم کہا
رکھی ہے آج لذت شہم جاگر کہاں
خط کا مر سے جو اب تک اسے نام تیر کہاں
اس خانہ خراب کے ڈھونڈا ہے پھر کہاں

چتے تو کہ خوب ہے خوب تر کہاں
ہے درجہ ازل شبہیں شویکا دور
یار یہ اس استقلال کا انجام ہو بھر
اک عمر چاہیے کہ گوارا ہو نیش عشق
بس بوجھ کیاں کسل و ننگ و راہ کا
کون و مکان ہے دل حشری کتاہ گیر

ہم جس پر رہے ہیں وہ ہے بات ہے کچھ اور عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں
 ہوتی نہیں قبول دعا ترکِ عشق کی دل چاہتا نہ ہو تو زبانیں انہر کہاں
 حالی نشاطِ نغمہ و مے ڈھونڈتے ہو اب
 آئے ہو وقتِ صبح رہے رات بھر کہاں

تشریح الفاظ۔ کون و مکان، دونوں جہاں۔ کنارہ گیر، کنارہ پکڑے ہوئے،
 علیحدہ۔ خانان خراب، خانہ خراب۔

مطلب: ۱۔ ہمیں اچھے سے اچھے محبتوں کی تلاش ہے۔ دیکھئے۔ ہماری تلاش
 کہاں پہنچ کر ختم ہو۔

۲۔ آج شراب کے پیانے کے دورے سرشتا ہی بے خود کر دیا ہے۔ دیکھیں صبح
 تک کیا ہو۔

۳۔ اے خدا! اس میں تو دل کا تھی اچھا ہو۔ اُسے ہم سے اُس تو تھا مگر اس قدر
 نہیں تھا۔ نہ معلوم اب اس نے اُس و محبت کیوں زیادہ کر دیا ہے۔

۴۔ جگر کے زخم میں آج ہی سلامت کیونکر پیدا ہو جائے۔ عشق کے زخم میں لطف
 بہت دیر کے پور پیدا ہوتا ہے۔

۵۔ اے قاصد! راہ کی تکلیف اور تھکاوٹ کا قصہ کب تک بیان کرتا
 رہے گا۔ اب یہ تیا کہ میرے خط کا جواب کہاں ہے؟

۶۔ وحشت زدہ دل دونوں جہان کو چھوڑ چکا ہے۔ اس بے گھر نے کیا خوب
 گھر نیا ہے۔ یعنی دونوں جہان سے دور بے گھر بن گیا ہے۔ مطلب یہ کہ دل نے
 محبت کے جوش میں دنیا کے سب سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔

۷۔ ہم تیری جس ادا پر دل و جان سے عاشق ہیں۔ وہ کچھ ایسی ادا ہے جو کسی بھی حسین

میں موجود نہیں۔ دنیا میں لاکھوں حسین لڑکیاں ہیں تیری جیسی ادائیں کہاں ہیں؟
اس لئے وہ ہمیں پسند کیونکر آسکتے ہیں۔

۸۔ ہم نے بارہا یہ دعا مانگی کہ ہم سے محبت چھوٹ جائے۔ مگر یہ دعا قبول نہیں
ہوئی۔ وجہ یہ ہے کہ جب تک دعا ر دل سے نہ کی جائے قبول نہیں ہوتی۔ دل تو محبت
کو چھوڑنا نہیں چاہتا پھر ترک محبت کی دعا میں اثر اور قبولیت کس طرح پیدا ہو؟
۹۔ حالی اتم شراب اور گانے کی خوشیوں کو اب صبح کے وقت تماشائی کر
رہے ہو۔ یہ سب خوشیاں تو رات ہی رات کی تھیں۔ اب رات گھر چکی یہ سماں ختم ہو چکا۔
مطلب یہ کہ اے حالی اتم ایسے زمانے میں پیدا ہوئے ہو جب قوم ذات و پستی کے گڑھے میں
گھر چکی تھی اور شان و شوکت اور عیش و سرت کا زمانہ بیت چکا ہے۔ اب عیش و نشاط
کی ہوس نہ کرو۔ بلکہ زندگی غم و الم میں گزار دو۔

خزاں کو لینگے ہراہ گریھے گلستاں میں
جو دل چاہے تو ابھی اک غبارِ دو دیاں میں
نہ رہے دے گا حسن خود تھا یوسف کو کتنا
نہ کچھ کلفت زنداں میں نہ پھر راحت بستیاں میں
کہاں تاکا جی نہ گھلے الہی دردِ حیراں میں
نہ پوچھو ہم سے کیا دیکھا ہے ہم نے نہ زہلا میں
سوائے طویل حسرت کیا دہرا آجیو ہا میں
نیسہ بھر کو آتا ہے اک دن بیتِ انزراں میں
ہمارا بھی بھی لگتا تھا دل سیرِ گلستاں میں
نکل کر چاہ کنجاں سے ابھی رہتا ہے زلالاں میں

پیام نے نہ جا کے کدورتِ نرمِ دوراں میں
نہیں سمجھ سکتا دلِ تنگی زلفِ پریشاں میں
اگر چہ پڑا کندرِ حذیبہ عشقِ زہلیجا نے
تصویر نے بھلا یا ترے فوقِ شاد کی غم کو
خوشی میں بھی نہیں رہنا خوش آملیہ حالتیہ
یہاں تقریر سے قاصرِ قلمِ تحریر سے عاجز
فلک سے جیتے جی معلوم ملنا کا دل لے خضر
یہ چھوڑی محبت یار سے ناکا عاشق کو
گل سرس تو کیا فرقت میں جی تک چھوٹ جاتا
بہت دن چاہتا تھا یوسف کو پتہ پھر زہلیجا تک

تو وہی حیرت سے حالی فرصت سیرِ جہاں اک دم
رہے ہم شہر میں ایسے کہ تھے گویا بیاباں میں

تشریح الفاظ۔ بے کرورت، بے آلائش، صراحتاً سمجھنا۔ ہم دوران، دنیا کی محفل۔
کا دل، دل کی اور حضرت خضر علیہ السلام جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا جاتا
ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے، ان کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ وہ جنگلوں
میں بھولے بھٹکے مسافروں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ طویل حسرت کی درازی، یعنی آرزوؤں کی
کثرت۔ آبِ حیات، آبِ حیات، زمین کی کاپانی، تپسی کہ انسان تا قیامت زندہ
رہتا ہے۔

مطلب ۱۔ اہم نے دنیا کی محفل میں انہوں ان آلائشوں سے پاک شہر آب کا
یہاں آجی، اور پیار ہم بانٹا ہو بھی گئے تو فصلِ شہزاد کو بھی سا تھو لے گئے، مطلب یہ
ہے کہ ہم وہ جتنی پرست ہیں کم ہر جگہ اور برحالی میں باطل سے جنگ جاری رکھتے ہیں۔
یہ کہ ہماری تعمیر کیا ہی تخریبی عنصر مقرر ہے۔

۲۔ دل کے متعلق ہونے کا اظہار ہو، بگی بکھری ہوئی زلفوں پر ہی نہیں، دل
تو بھر گیا ہے، اور جیسے کاشا لہو ہے، خواہ وہ چھپ چھپ کر ہی دھوئیں کے بخار ہی کی ہو۔
مطلب یہ ہے کہ دنیا میں دل کو مصائب کا شکار ہونے کا شوق ہے۔ یہ ضروری
نہیں کہ شوق ہی کے مصائب میں پھنسے۔

۳۔ اگر حضرت اوستا کو زندگی کی محبت کی کشش کے پندرہ سے چھوڑ بھی دیا
تو انہیں اپنے جتن کی خودمانی کا شوق کہتا ہے، اور اسے جیسے گا، مطلب یہ ہے
کہ اگر عاشق کا عشق بیوی کو اپنی طرف کھینچنے میں ناکام بھی رہے، تو محبوب کا اپنا
عشق خودمانی اسے پردے میں نہیں رہنے دیتا۔

۴۔ میرے خیال میں ہمیں خوشی اور غم کا احساس نہیں رہا۔ نہ ہمیں قید خانے میں تکلیف ہے نہ تلوار بگاہ میں راحت۔

۵۔ اے خدا! میرا دل طویل جدائی کی تکلیف میں کیوں نہ گھبرا سکے۔ جب کہ انسان لگاتار خوشی میں بھی تنوع و تبدیلی چاہتا ہے۔

۶۔ ہم نے شرابوں کی محفل میں جو کچھ دیکھا ہے۔ اس کے بتانے کی زبان میں قدرت نہیں۔ اور اس کے لکھنے کی قلم میں طاقت نہیں۔ یعنی وہ ماجرا ناقابل بیان ہے۔

۷۔ شاعر کہتا ہے کہ اے حضور! اگر ہم آبِ حیات پی کر قیامت تک زندہ بھی رہیں تو آسمان سے ولی مراد کا پورا ہوتا تو ممکن نہیں ہے۔ البتہ طویل زندگی کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے دل میں آرزوؤں کا اتنا رنگ جاگے گا کہ مطلب یہ کہ انسان زیادہ دیر تک جئے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ لمبی زندگی میں حسرت اور ارمان کے سرا اور کچھ نہیں۔

۸۔ اس شعر میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ جب پھر سے حضرت یوسف علیہ السلام کے پنا کر نہ اپنے والد حضرت زلیخا سے علیہ السلام کو کنعان میں بھیجا تو زیادہ تر اسد مندر سے بچا گیا۔ اور ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام کہنے لگے کہ آج مجھے ہوا سے پوستا کی خوشبو آ رہی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ عاشق کو دوست کی محبت ناکام نہیں ہونے دیتی یا ناکام کارِ عمر کی ہوا کسی نہ کسی روز غم کے گھر میں آ ہی جاتی ہے۔ یعنی آخر کار عاشق محبوب کے وصل سے نثار کام ہو ہی جاتا ہے۔

۹۔ شاعر کہتا ہے کہ باغ کی سیر سے ہمارے دل کو بھی دلچسپی تھی۔ لیکن اب پھولوں سے تو کیا دل و جان سے بھی بیزار ہو رہے ہیں۔

۱۰۔ اس شعر میں بھی حضرت لعقوب علیہ السلام کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک بہت دیر میں پہنچیں گے۔ کنعان کے کنوئیں سے نکل کر انہیں کچھ عرصہ قید خانے میں رہنا پڑے گا۔ پھر زینچا سے ہلایا ہوگا مطلب یہ ہے کہ عشق و محبت میں کامیابی و کامرانی بہت سے سخت مراحل طے کرنے کے بعد حاصل ہوا کرتی ہے۔

۱۱۔ اے جاکی! ہمیں حیرانی اور استعجاب نے دنیا کی سر کے لئے مہلت نہ دی۔ ہم حیرانی کی وجہ سے شہر میں اس طرح لوگوں سے بے تعلق رہے۔ گویا جنگل میں بستے ہیں۔

اب وہ اگلا سال التفات نہیں
 محکومت سے پراعتقاد و وفا
 رنج کیا کیا میں ایک جاں کے ساتھ
 یونہی گذرے تو سہل ہے لیکن
 کوئی دل سوز ہو تو سمجھئے بیاں
 ذرہ ذرہ ہے منظرِ خورشید
 جس پہ پھولے تھے ہم وہ تیا نہیں
 تم کو کچھ سے پر التفات نہیں
 زندگی موت ہے جیات نہیں
 فرصتِ غم کو بھی ثبات نہیں
 سرسری دل کی واردات نہیں
 جاگ لے آنکھ دن، رات نہیں
 فیس ہو کو بہن ہو یا حالی
 عاشقی کچھ کسی کی ذات نہیں

مطلب: ۱۔ اب ہماری طرف محبوب کی پہلے سی توجہ نہیں رہی ہم نے جس بات پر دھوکہ کھایا تھا اب وہ بات ہی نہیں رہی۔
 ۲۔ میری سادگی دیکھو تم جیسے بیوقوف ہو میں وقادار ہونے کا گمان رکھنا ہو۔

اور تم ایسے ہو کہ میرے جیسے بارفا شخص کی طرف توجہ نہیں دیتے۔

۳۔ دنیا میں انسان کی ایک زبان کے لئے بے شمار غم و آلام ہیں۔ اس لحاظ سے زندگی زندگی نہیں بلکہ موت ہے۔

۴۔ اگر زندگی غم ہی میں گزرے تو بھی آسان ہے لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ غم کا زمانہ بھی پائیدار نہیں۔ یہ بھی تغیر پذیر ہے۔ مطالبہ یہ ہے کہ غم ہی ہمیشہ نہیں رہتا۔

۵۔ دل پر جو کچھ گزر رہا ہے۔ اس کا حال اگر کوئی ہر روز دیکھے تو اس سے بیان کروں۔ یہ قصہ سرسری طور سے بیان کرنے کا نہیں۔

۶۔ اے آنکھ! دنیا کے ہر ذرہ میں سُورج جلوہ گر ہے۔ تو جاگ اور دیکھ۔ دن کو سویا نہیں کرتے۔ اب دن ہے رات نہیں ہے کہ سو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اس جلوہ کی طرف سے آنکھ نہ موند لیں۔ اور اے آنکھ کھول کر غور سے دیکھیں۔

۷۔ اے حاکم! محبت کسی کی ذات نہیں ہے۔ یعنی عشق و عاشقی کسی خاص شخص سے مخصوص نہیں۔ اسے ہر شخص اختیار کر سکتا ہے۔ چاہے فلس ہو فریاد ہو یا کوئی اور۔

چاکے اسی طرح سے جو گریباں میں نہیں
اکتہ تھا سو اب کاوش نہاں میں نہیں
یا تپتی ہوئی کوئی گل و ربواں میں نہیں
فتنہ دہر ہے جو حسن وہ کنعاں میں نہیں

کچھ ہی کمبل سمجھنا غم بحر میں نہیں
کھو دیا اس نے فوجِ عشقِ فکر وصال
ہم نے کی یہ چمن غور سے لے لیل زار
عشق نے ہر میں سو بار زلیخا سے کہا

مختب اسدق و صفایاں انہیں کے مسک
 یاں کھی گویں کون مکان سے دل وحشی آزاد
 ٹھیرنے ٹھیرنے دل یوں ہی ٹھہر جائے گا
 کس طرح اس کی لگاوت کو بناوٹ سمجھوں
 دئی آواز غم نے کن آداب کی تکلیف نہ پوچھ
 آدمی ہو تو بھی پاس محبت کے نہ جائے
 بیقرار کی تھی سب امید ملاقات کے ساتھ

مصلحت برہمی صحبت زنداں میں نہیں
 جس کو ہم قید سمجھتے ہیں وہ زنداں میں نہیں
 بات جو آج ہے وہ کل غم بھراں میں نہیں
 خط میں لکھا ہے وہ القاب جو عنوان ہیں
 ایسے الجھاؤ ترے کا کل پچاں میں نہیں
 اب کھی کہتے ہیں کہ تم غیر کے نقصاں میں نہیں
 اب اگلی سی درازی شب بھراں میں نہیں

حالی زار کو کہتے ہیں کہ ہے شاہد باز
 یہ تو آثار کچھ اس مرد مسلمان میں نہیں

تشریح الفاظ:- خلش، چھین، کاوش، تکلیف، چھپی ہوئی بات، ہلتر کی بات یا
 دلچپ بات۔ شاہد باز، معشوقوں سے میں جو ل رکھنے والا۔
 مطالب:- ۱۔ جدائی کے غم میں صبر کرنا کوئی آسان بات نہیں! اگرچہ میرا گریبان
 چاک نہیں ہے لیکن دل سینے میں مگرے مگرے ہو رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ
 جدائی کے غم میں دیوانہ نہیں ہوا لیکن پھر بھی مجھ پر ناقابل برداشت صدمے گزر رہے
 ہیں۔

۲۔ ناامید رہنے سے وصل کی آنکھ کی چھین کا لطف ختم کر دیا۔ یہ جو دل کو اندر ہی
 اندر تکلیف کی لذت حاصل ہو رہی تھی وہ جاتی رہی۔ یعنی وصل کے خیال سے جو
 لطف دل کو مل رہا تھا وہ ناامید رہنے سے ختم کر دیا۔

۳۔ اے ناتواں بلبیل! ہم نے باغ کا مطالعہ غور سے کیا ہے بھپول اور ناز بُو
 میں کوئی دلچپ ادا نہیں ہے۔ تو خواہ مخواہ ان سے دل لگاتی ہے۔

۴۔ اس شعر میں پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔
 کہتے ہیں کہ عشق نے بار بار زلیخا کو یہی کہا کہ دنیا کو غارت کرنے والا حسن کنعان میں
 نہیں ہے۔ یعنی زلیخا کے دل نے صبح جزیرہ عشق رکھنے کی وجہ سے زلیخا کو بتایا کہ تیرا
 مطلب یعنی یوسف علیہ السلام کنعان سے نکل چکے ہیں۔

۵۔ اے محتسب! دنیا میں سچائی اور دل کی صفائی زنا و زانیوں ہی کے دم سے ہے۔
 اس لئے زنا و زانیوں کی محفل کو منتشر کرنا صحیح نہیں ہے۔

۶۔ دیوانہ دل قیصرخانہ میں بھی دونوں جہان کی پائیلوں سے آزاد ہے۔ اس
 لئے ہمارے نزدیک قیصرخانے کی قید بھی قیصر نہیں۔

۷۔ دل رفتہ رفتہ جبرائی کے غم کا خوگر ہو جائے گا۔ اس طرح جبرائی کے غم کی
 جو تلخی آج محسوس ہو رہی ہے کل نہیں ہوگی۔

۸۔ میں محبوب کی محبت کی باتوں کو بناوٹی کیونکر سمجھ لوں۔ اس نے اپنے خط کے
 سرنامے میں میرے نام کے ساتھ وہ القاب نہیں لکھا۔ جو خط میں لکھا ہے یعنی بناوٹی
 اظہارِ محبوب ہوتا تو محبت بھرا القاب، پتہ ہی میں میرے نام کے ساتھ لکھنا۔ چھپا کر
 لکھنے کا مطلب یہی ہے کہ اسے ہم سے دلی محبت ہے۔

۹۔ واعظ نے ہمیں دینداری کے ایسے پھیرہ اصول بتائے ہیں جن کے بیچ تیری
 زلفوں کے بیچ سے بھی زیادہ ہیں۔ یعنی ایسے اصول بتائے ہیں جو سمجھ میں نہیں آسکتے۔
 مطلب یہ ہے کہ واعظ نے سیدھے سادھے دین کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔ تاکہ
 لوگ اسے سمجھ نہ سکیں۔ اور واعظوں کے محتاج رہیں۔ اور واعظوں کا روزگار
 چلتا رہے۔

۱۰۔ شاعر کہتا ہے کہ محبت کی راہ ایسی کٹھن اور دشوار ہے کہ انسان عقلمندی
 سے اگر کام لے تو محبت کے پاس بھی نہ پھٹکے۔ اس لئے اب بھی غم کو ہمارا یہی

مشورہ ہے کہ محبت میں نہ پڑے۔ ورنہ اسے نقصان اٹھانا پڑے گا۔ ہم اس کا نقصان نہیں چاہتے۔ اس لئے یہ مشورہ دے رہے ہیں۔

۱۱۔ جب تک وصل کی امید تھی تو ہجر کی رات بے قرار یوں میں بہت لمبی معلوم ہوتی تھی۔ مگر جب سے ملاقات کی امید جاتی رہی۔ بے قراری بھی کم ہو گئی۔ اور ہجر کی رات بھی لمبی معلوم نہیں ہوتی۔

۱۲۔ شاعر کہتا ہے کہ ناتواں حالی کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ مشوقوں سے میل جول رکھنا ہے۔ لیکن ہمیں تو اس مسلمان آدمی میں شاہد بازوں کے ڈھنگ نظر نہیں آتے۔

غم فرقت ہی میں مرنے کو تو دشتیہ نہیں
 شور و دلی کے لئے زشتی تو بھی ہے ضرور
 قول و بیہ میں تاکی نہ قسم سے انکار
 کھلی خیر باتیں ایک شہ سے آتی تھی صدرا
 تھی دو اکس اور اس کی وفاداری کا
 دیکھتے ہیں کہ پہنچتا ہے وہاں کونسی راہ
 شادی وصال بھی عاشق کو سزاوار نہیں
 سچ تو ہے کہ کوئی تجھ سا طر حرار نہیں
 ہم کو سچا نظر آتا کوئی اقرار نہیں
 دل میں سچ ہے مگر خصتِ گفنان نہیں
 جس کے نزدیک جفا باءت آزار نہیں
 کعبہ و دیر سے سچ ہم کو سروکار نہیں
 ہوں گے قائل وہ ابھی مطلع ثانی سن کر
 جو تھلی میں یہ کہتے ہیں کہ نکرار نہیں

تشریح الفاظ:۔ خوب روئی حسن و جانی۔ زشتی شو، عادت کی برائی۔ طر حرار اداؤں والا۔ خیر باتیں، شراب خانہ۔ مطلع غزل کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ دوسرے شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں تو اسے مطلع ثانی، یعنی دوسرا مطلع کہتے ہیں۔

ہیں تیسرے شعر کے دونوں مصرعہ بھی ہم قافیہ ہوں تو اسے مطلع تارشا یعنی تیسرا مطلع کہتے ہیں، اسی طرح مطلع اربع مطلع خامس وغیرہ۔ تعالیٰ شہنشاہ، خود ستاری۔ تکرار۔ دوبارہ کہنا۔

مطلب: ۱۔ عاشق کے لئے جدائی کے غم میں مرجانا مشکل نہیں۔ لیکن عاشق وصل کی خوشی کے لائق بھی نہیں (وصل سے مراد اللہ تعالیٰ وصل یعنی موت ہے) مطلب یہ ہے کہ جدائی کے صدیوں سے مرجانا تو بہت آسان، لیکن جو تکڑا بھی وصالی الہی کا باعث ہے، عاشق وصال کے قابل نہیں۔ اس لئے اسے جدائی کے صدیوں میں بھی موت نہیں آتی۔ یعنی اس کی قسمت میں وصل کی خوشی نہیں ہے۔ اس لئے وہ مسلسل جدائی کا غم بہتا رہے گا۔

۲۔ شاعر کہتا ہے کہ حسن و جمال کے لئے بڑی عمارت کا ہونا ضروری ہے۔ مگر حسن و جمال میں زعب و نکندہ نہیں پیدا ہوتے۔ تو حسین بھی ہے اور باجمو بھی۔ اس لئے تجھ سا کوئی اور طرح دار دنیا میں نہیں ہے۔

۳۔ محبوب کو رعایا کرنے میں کوئی بچکچاہٹ نہیں۔ تم کہنا ہے سے انکار ہے، مگر میں اس کا کوئی وعدہ سچا نظر نہیں آتا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ پرے درجے کا قبوٹا ہے۔ وعدہ بلاتا تل کہ لیتا ہے۔ مگر پھر وعدہ پورا نہیں کرتا۔

۴۔ کل شراب خانے کے ایک کونے میں کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ دل میں کہتے کے راز بہت سے ہیں۔ مگر ہمیں بولنے کی اجازت نہیں ہے۔

۵۔ میں محبوب کا خیال یہ ہے کہ ظلم و ستم تکلیف دہ نہیں ہیں۔ بلکہ عاشق کے لئے نطف و لذت کا باعث ہیں۔ اس کی وفاداری کے استمان میں کون کون پورا اثر سکتا ہے۔

۶۔ میں بت خانہ یا بیت اللہ سے کوئی غرض نہیں۔ ہم تو صرف یہ دیکھ رہے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ کونسا ہے۔

۷۔ شاعر کہتا ہے کہ وہ لوگ جو شیخی میں آکر بہ کہتے ہیں کہ حاکی کی غزلوں میں تکرار نہیں۔ یعنی وہ ایک ہی زمین میں دو غزلیں نہیں لکھ سکتا۔ وہ دوسرا مطلع (دوسری غزل) سن کر میرے کمال کے معترف ہو جائیں گے۔

ق۔ میں تو میں غیر کو مرنے سے اب انکار نہیں
کچھ پتا منتر مفسود کا پایا ہم نے
چشم بدردور بہت پختے میں اغیار کیساتھ
ہو چکا نازا اٹھانے میں ہے گو کام تمام
مذلوں رشک نے اغیار سے ملنے نہ دیا
اصل مفسود کا ہر چیز میں ملتا ہے پتا

اک قیامت تیرے ہاتھ میں تلوار نہیں
جب یہ جاتا کہ ہیں لہاقت گفتار نہیں
غیرت عشق سے ابتک وہ خیر دار نہیں
للہ الحمد کہ یا ہم کوئی تکرار نہیں
دل نے اشریہ دیا حکم کہ کچھ عار نہیں
ورنہ ہم اور کسی شے کے طلبگار نہیں

بات جو دل میں چھپائے نہیں بنتی حاکی
سخت مشکل ہے کہ وہ قابل اظہار نہیں

تشریح الفاظ:۔ چھپائے نہیں بنتی، چھپائے چھپتی نہیں۔

مطلب:۔ ۱۔ تیرے ہاتھ میں تلوار اس دلفریب ادا سے پکڑی ہوئی ہے۔ تو میں

تو کیا دشمن بھی (جس کا عشق صادق نہیں ہے) اس ادا پر مرنے کو تیار ہے۔

۲۔ جب دل میں ایسے تاثرات پیدا ہونے لگیں جنہیں بیان کرنے سے ہم عاجز تھے۔

تب ہمیں معلوم ہوا کہ مقصد کی منزل کا پتہ مل گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ

کو پا بھی لے تو ان کیفیات اور روایات قلبی کے بیان پر قادر نہیں ہوتا جو اس کے

جلوؤں سے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔

۳۔ خرا کرے انہیں نظر نہ لگے۔ وہ اب غیروں کے ہمراہ بہت پھرتے ہیں۔ انہیں عشق کی اہمیت اور خود داری کا بھی علم نہیں۔

۴۔ اگرچہ ان کی ناز برداری کرتے کرتے ختم ہو گئے۔ گو خدا کا شکر ہے کہ ہم میں اور ان میں کوئی جھگڑا نہیں۔

۵۔ ہم نایت تک خار کی وجہ سے غیروں سے نہ ملے لیکن آخر کار ہم عشق میں ایسے عاجز ہوئے کہ دل نے کہا کہ محبوب کے لئے غیروں سے ملنے بھی۔ اب کوئی شرم نہ کرو۔

۶۔ ہم ہر چیز کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ تو ہم محبوب حقیقی ہی کے جلوے کو ہر چیز میں دیکھ رہے ہیں۔ مختلف چیزوں کا مطالعہ کرنے سے یہ نہ سمجھو کہ ہم محبوب حقیقی کے علاوہ کبھی کچھ اور ڈھونڈ رہے ہیں۔

۷۔ اے حالی جو بات ہم سے چھپائے چھپتی نہیں۔ وہ ظاہر کر نیکی قابل نہیں ہے۔ یعنی بات چھپانے کے قابل ہے لیکن ہم سے چھپتی نہیں حرکات و سکنات رفتار و گھٹار سے ظاہر ہو رہی ہے۔ اس لئے ہم سخت مشکل میں پھنس گئے ہیں۔

لالی ہے یونہی اُنس نسیم چمن کہاں
جائے گا اور چھوڑ کے اب میر چمن کہاں
واں دخل دست برد کو اے راہزں کہاں
مرغ چمن کو فرصت سیر چمن کہاں
لیجا لیم کو دیکھئے ذوق سخن کہاں
وہ آئے اجمن میں تو پھر اجمن کہاں

وخت میں تنہا جبال گل و یاسمن کہاں
ہے بندگی کے ساتھ یہاں ذوق دیدی بھی
اہل طریق جس کو سمجھتے ہیں نادراہ
فصل خراں تمیں میں ہے صیاد گھات میں
لاتا ہے دل کو دجرب میں اک حرف آشنا
جی ڈھونڈتا ہے نرم طرب میں انہیں مگر

دل ہو گیا ہے لذتِ غربت سے آشنا اب ہم کہاں ہوا لے نشاطِ وطن کہاں
 کہتا ہے خیر ہم کبھی بھی دشمن آپ کے شکوے کو لے گیا ہے و بیدارِ دن کہاں
 روکا بہت کل آپ کو تاکی نے واں بہت
 جانا ہے محو شوق کا دیوانہ پن کہاں

تشریح الفاظ:- اہل طریقت، طریقت والے، صوفیاء، زادراہ، سفر کا سامان۔
 دست برد، لوٹ مار۔ راہزن، لٹیروں، یہاں مراد شیطان، یا نفس۔ غربت، مسافری،
 بے وطنی (عربی، مسافر، بے وطنی)
 مطلب:- ۱۔ ہمیں دیوانگی میں پھول اور یاسمن کا خیال نہیں ہے کیونکہ اس باغ
 میں محبت کی بو ہی نہیں۔ پھر ہمیں باغ کے پھولوں اور پودوں سے رغبت کیونکر
 ہو سکتی تھی۔

۲۔ برہمن کو عبادت کے ساتھ دینار کا شوق بھی ہے۔ اس لئے بتخانہ کو
 چھوڑ کر اور کہاں جائے (یہاں عبادت بھی ہے اور بتوں کا دیدار بھی)
 ۳۔ شاعر کہتا ہے کہ صوفی لوگ جس چیز کو اپنی نزل کا سامان سفر سمجھتے ہیں اسے
 لشر نفس (شیطان) لوٹا نہیں سکتا۔ وہ زادراہ تزکیہ نفس ہے۔ یعنی صوفی کے لئے
 نفس کشی یا تزکیہ نفس طریقت کے سفر میں سامان سفر ہے۔ پھر اس میں نفس کی لوٹ
 مار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۴۔ باغ کو اجاڑنے کے لئے فصل خزاں داؤ لگا رہی ہے اور باغ کے پرندوں کو
 پکڑنے کے لئے شکاری گھات لگا رہا ہے۔ ان مصائب کے ہوتے ہوئے باغ کے
 پرندے کو باغ کی سیر کی مہلت ہی نہیں، مطلب یہ کہ انسان دنیا کی ضروریات اور فرائض
 میں ایسا گھر جاتا ہے کہ اسے آرام کی فرصت ہی نہیں ملتی۔

۵۔ ایک دوست کی یہ بات بھینست کر رہی ہے کہ دیکھیں شاعری کا شوق ہمیں کہاں لے جائے۔

۶۔ دل عیش و نشاط کی محفل میں دوست کو ڈھونڈ رہا ہے جو قوت یہ نہیں سمجھتا کہ محبوب محفل میں موجود ہو تو محفل پر پامی کیونکر رہ سکتی ہے۔ شوق دیر میں اہل محفل قیامت نہ پرا کر دیتے۔

۷۔ دل مسافر کی لطف سے مانوس ہو گیا ہے۔ اب ہمیں وطن کے عیش و نشاط کی ہوس نہیں رہی۔

۸۔ ہم نے دوست سے اس کی یہ رنجی کی شکایت کی اس نے اس شکایت کے جواب میں کہا کہ بہت اچھا۔ ہم آپ کے دشمن ہیں تو دشمن ہی چاہیے۔ ہوا کھائیے۔ شاعر کو حیرانی ہے کہ دوست نے دوستانہ شکایت کو دشمنی کیوں قرار دے دیا۔

۹۔ حاکی نے کل دوست کی محفل میں اگرچہ ضبط کیا۔ مگر بھی عشق کی محویت میں دیوانوں کی سی یائیں کر ہی دیں۔ بیخ ہے۔ عشق کی محویت میں دیوانگی اچھپ نہیں سکتی۔

<p>ق۔ مجھے کہنا ہے کچھ انہی زیاں میں لگا دو آگ کوئی آشیاں میں دھرا کیا ہے اشاراتِ نہاں میں کھلا جاتا ہے اب کے امتحاں میں بہت وسعت ہے میری داستاں میں اگر فرصت ملی مجھ کو جہاں میں</p>	<p>کوئی محرم نہیں ملتا جہاں میں قفس میں جی نہیں لگتا کسی طرح کوئی دن بوا ہوس بھی شاد ہو نہیں کہیں انجام آپونچا وفا کا نیا ہے لیجئے جب نام اس کا دل پر درد سے کچھ کام لوں گا</p>
---	---

بہت جی خوش ہوا حالی سے مل کر
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

مطلب :- ۱۔ شاعر کہتا ہے کہ میں کچھ راز کی باتیں اپنے رنگ میں کہنا چاہتا ہوں
مگر ایسا کوئی شخص نہیں ملتا۔ جو اس کے رنگ کو سمجھتا ہو۔

۲۔ پتھرے میں کسی طرح بھی دل نہیں لگتا۔ خرا کرے کوئی میرے گھونسلے کو آگ
لگا دے۔ یعنی گھونسلہ باقی نہ رہے گا۔ تو مجبوراً نفس ہی سے دل لگانا پڑے گا۔

کیونکہ جب تک گھونسلہ قائم ہے۔ نفس سے رہائی پانے کا خیال قائم رہے گا۔
۳۔ شاعر کہتا ہے کہ محبوب جھوٹے عاشقوں کو خفیہ اشارے کر رہا ہے۔ اور

جھوٹے عاشق خوش ہو رہے ہیں۔ انہیں خوش ہونے دو۔ ان باتوں میں دھرا
ہی کیا ہے۔ یعنی محبوب لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ایسا ہی کرتا رہتا ہے۔

درحقیقت اسے کچھ بھی اُنس نہیں۔

۴۔ اب کے آزمائشیں یہ ثابت ہو رہا ہے کہ ہماری وفاداری ختم ہونے والی
ہے۔

۵۔ چونکہ دوست کے نام سے ہر یار نئی لذت حاصل ہوتی ہے اس لئے میری
کہانی بہت وسیع ہو گئی ہے یعنی نئی نئی لذتوں اور کیفیتوں کی وجہ سے بار بار
بیان کی جاتی ہے۔

۶۔ اگر مجھے دُنیا میں وقت ملا۔ تو میں اپنے درد بھرے دل سے کچھ کام لوں گا۔
یعنی میں دلی درد کے ساتھ نوع انسانی کی خدمت کروں گا۔

۷۔ حالی سے ملاقات کر کے دل بہت خوش ہوا۔ ابھی کچھ اچھے اور مخلص لوگ
دُنیا میں باقی ہیں۔

مرے دل میں ہو۔ گو مجھ سے نہاں ہو
 نہ چھڑوں تاز کرہ وصلِ عدو کا
 تقاضائے محبت ہے۔ وگرنہ
 بہت بے قدر ہوں محفل میں تیری
 مجھے ڈالا ہے سو وہم و گماں ہیں
 نگہ خوں پر ہمارے باندھ رکھے

مجھے بھی ڈھونڈ لینا تم جہاں ہو۔ ق
 اگر سمعِ مبارک پر گراں ہو
 مجھے اور چھوٹا کا تم پر گماں ہو
 کہیں ناخواندہ تو بھی یہاں ہو
 بہت کیوں آج پر مہرباں ہو
 جسے سنی ہماری داستاں ہو

مؤثر ہے بیتِ حالی ترا و عظ
 کل اس کے سامنے بھی کچھ بیاں ہو

تشریح الفاظ:- سمع، کان۔ گراں، بھاری۔ ناخواندہ، نہ بلایا ہوا۔ من
 بلایا۔ کمر باندھنا، تیار ہونا۔ خون پر، قتل کرنے پر، خون بہانے پر۔
 مطلب:- ۱۔ شاعر اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اگرچہ تو نظر نہیں
 آتا مگر حقیقت یہ ہے کہ تو میرے ہی دل میں چھپا ہوا ہے۔ جہاں کہیں بھی تو ہے
 وہاں میں بھی ضرور ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جاوہ اس کی مخلوق اور
 اس کی صنعتوں میں موجود ہے۔ جہاں کہیں بھی اس کی صفت ہے۔ وہیں وہ موجود ہے
 اللہ اپنی مخلوق یا صفت سے الگ نہیں ہے۔ صوفیاء میں اسی خیال کو ہمہ اوست
 کہا جاتا ہے۔

۲۔ اگر آپ کے برکت والے کان کو یہ ذکر اور چھ معلوم ہو۔ تو میں دشمن سے ماننے کا ذکر

چھڑوں۔

۳۔ یہ میں محبت کی وجہ سے تم پر چھوٹ بولنے کا گمان کرتا ہوں اگر کھبت نہ ہونو

مجھے آپ کے حصوٹ یا بیخ سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔ بدگمانی کی وجہ محبت کا جذبہ ہے۔ کیونکہ محبت میں بدگمانیاں ضرور پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

۴۔ تیری محفل میں تیری بہت بے عزتی ہو رہی ہے۔ خدا کرے تو بھی کسی محفل میں بن بلائے مہمان کی طرح جائے تاکہ تجھے معلوم ہو کہ ایسے مہمان کی کتنی بے عزتی ہوتی ہے۔ یا یہ مطالب ہے کہ کاش تو ہمارے گھر میں بلائے آجائے۔ تو تجھے معلوم ہو کہ کہ ہم تمہاری کتنی قدر کرتے ہیں۔ لیکن تیری محفل میں ہم بن بلائے آتے ہیں تو ہماری طرف اولیٰ توجیہ ہی نہیں کرتا۔

۵۔ آج تم خلافت معمول مجھ پر بہت مہربان کیوں ہو؟ میں اسی سوج میں طرح طرح کی بدگمانیوں میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

۶۔ جس نے ہماری محبت کی کہانی سنی ہو۔ وہ ہمارے قتل کرنے کے لئے تیار رہو جا۔ یعنی ہماری کہانی اتنی پردرو ہے کہ ہم اسے بیان کرتے کرتے آنکھوں سے خون روئیں گے۔ اور اس طرح ہمارا کام تمام ہو جائے گا۔ یعنی جو شخص ہماری کہانی سنا چاہتا ہے۔ وہ گویا ہمارا خون پینا چاہتا ہے۔

۷۔ اے حاکمی! تیری نصیحت کی باتوں میں بہت اثر ہے۔ پھلاکل دوست کے سامنے بھی کچھ بیان کرو۔ دیکھیں اس پر کبھی کچھ اثر ہوتا ہے یا نہیں۔

خیر کفارہ عصیاں ہے پورا درپلاؤ
وہ امیدیں ہیں نہ ارماں وہ آئینگیں شرچاؤ
تو نوا چھا ہے مگر تیرے برے میں سزناؤ
بیخ بنا کچھ کسی سے بھی ہے دنیا میں لگاؤ
ہے برابر ترا بے ساختہ پن اور بناؤ

حاکم ہے پرمتاں کا جوانی نہ گنواؤ
دل کو کس طرح سمجھئے کہ وہی ہے یہ دل
یار کو بار سمجھنا ہے نہ تو غیر کو غیر
دوستناہوں جیکے ترا روں وہ کسی کا نہیں دوستا
تو وہی برقی جہاں سوز ہے بن خواہ نہ بن

ایک ہی دوست اور اس کے ہمیں چھٹواتی ہو
 ہو گیا ذکر قیامت تو اجیرن و اعظ
 تجھ کو اے ابر بلا دیکھ کے جی چھوٹ گیا
 پہنچ اے خضر مکہ ہے وقت مدد گاری کا
 دیکھ میں کس طرح نہ سر سبز پہ پھر کشت امید
 اے شرافت تجھے یکنایہ ہے اگر مفت نوبک
 قافلے ساتھ کے جائیے حرم کے لگ بھگ
 ناصحو ایہ متنیں دشمن کہیں یاد دست بناؤ
 باتیں کچھ اور کرو قصہ گوئی اور سناؤ
 ایک ہی بار تم اے یاد لو اس طرح نہ چھاؤ
 ڈنگ گاتی ہے بہت دیر سے منجر و عاریں ناؤ
 آؤ اور زاریاں آج آنسوؤں کی مل کے بہاؤ
 آج کل کھیلے کیا ہے یہی بازار کا بھاؤ
 وقت ب ہاتھ سے جانا ہے جو آتے ہو تو آؤ
 اس کے نالوں نے کیا بزم کو آشریے لطف
 ہم نہ کہتے تھے کہ حالی کو نہ محفل میں بلاؤ

تشریح الفاظ۔ برق جہاں سوز، دنیا کو جلا دینے والی کبلی بن، آرائش کر، بیباختہ
 پن، سادگی، بے تکلفی، بناؤ، بجاڑٹ۔ آرائش، سنگار۔

مطلب؛۔ اشرانجانہ کے پورے کا یہ فرمان ہے کہ جوانی کو ضائع نہ کرو۔ نیکی گناہوں کا
 فرمان ہے۔ شراب پیو اور پلاؤ۔

۲۔ ہم دل کو پہلے کا سادوں کیونکر سمجھ رہے ہیں۔ اب تو نہ دل میں پہلے کی سی اُمیدیں ہیں۔ نہ
 حسرتیں نہ اراغے۔ نہ شوق مطلب یہ ہے کہ دل میں کوئی ولولہ اپنی نہیں رہا۔ دل افسردہ
 ہو چکا ہے۔

۳۔ تو دوست اور دشمن کو ایک ہی لاشی سے ہانکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تو خود
 تو حسین ہے مگر تیرا سلوک بُرا ہے۔

۴۔ جیسا کہ متن سے دوستی ہوں اُسے کسی ایک دوست سے بھی افس نہیں
 رہتا۔ اگر یہ خیال خلیا ہے تو تو ہی سچ بتا کہ تجھے دنیا کی کسی سے افس بھی ہے؟

۵۔ تو حسن و جمال میں دُنیا کو جلادینے والی بجلی ہے۔ خواہ تو سنگار کرے یا نہ کرے۔
تیری سادگی اور آرائش برابر ہے۔

۶۔ اے نصیحت کرنے والو! تمہیں ہم دوست سمجھیں یا دشمن۔ ہمارا دنیا میں ایک
ہی دوست ہے تم اسی سے علیحدہ ہو جانے کی تلقین کرتے ہو۔

۷۔ واعظوں کو عادت ہے کہ وہ وعظ میں ہمیشہ قیامت کے حساب کتاب سے
لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ اے واعظ! کبھی کوئی اور ذکر بھی کیا کر۔ کوئی اور
قصہ بھی سنایا کر۔ قیامت کا ذکر تو بار بار سننے کی وجہ سے اب ناگوار ہو گیا ہے۔

۸۔ اے بلا کی طرح چھائے ہوئے بادلو! تمہیں دیکھ کر حوصلہ جاتا رہا تم اس طرح
کی بارگی نہ چھاؤ کہ ایسا معلوم ہونے لگے کہ تم برس کر دُنیا کو ڈاؤن دو گے۔ بخشش اور مہربانی
بھی اعتدال سے ہونی چاہیے۔ اس شعر میں بادلوں کے پہلے مصرع میں "تجھ" کہا ہے۔ دوسرے
میں "تم" آیا ہے۔ یہ فنی نقص ہے۔ اسے شاعری کی اصطلاح میں شتر گریہ کہتے ہیں۔

۹۔ اے خنجر! ہماری کشتی بندھنا میں بچکولے کھا رہی ہے۔ یہ مدد کا وقت ہے جلد
بہنچ ارنہ ہماری کشتی کو بار اگا۔ (خیال ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت ایسا
علیہ السلام کے سپرد خشکی و تری کی قدرت ہے۔ جو بھولے بھٹکوں کو راہ پر لگاتے ہیں۔
اور ڈوبتوں کو بچاتے ہیں۔

۱۰۔ آؤ! ہم بل کر آنسوؤں کی نہریں بہا دیں۔ پھر دیکھیں اُمید کی کھیتی کیونکر سرسبز و
شاداب نہیں ہوتی۔

۱۱۔ آج کل شرافت کی کوئی قاف نہیں۔ زلزلے کا دستور یہی ہے اس لئے اگر شرافت
کا سلوک کرتا ہے تو مفت کرو۔ یعنی احسان کے بدلے کوئی توقع نہ رکھو۔

۱۲۔ ہمارے ساتھ چلے ہوئے قافلہ کو کعبہ کے تریب جانیے۔ اور ہم سُستی اور کلمی
کی وجہ سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ ساتھیوں اور وقت ضائع ہو رہا ہے۔ چلنا ہے تو آؤ۔

دور نہ ہم چلتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دوسری قومیں معراج کو جا پہنچی ہیں ہم سستی اور
کاہلی کی ذیہ سے پیچھے رہ گئے ہیں۔

۱۳۔ آخر حاکمی کی آہ و زاری نے محفل کو افسردہ کر دیا۔ ہم پہلے ہی کہتے تھے
اسے محفل میں شریک نہ کرو۔ وہ عیش و نشاط کو بے مزہ کر دے گا۔

درفین حق بند جب تھا۔ نہ اب کچھ
ہراک کو نہیں ملتی یاں بھیک زاہد
کچھ اور آؤ بن کر تم اے میر و مرزا
یہ طبل تہی ہیں جو ہنکار تے میں
دیالونے یاں جس بہانے سے چاہا
ہے افسردہ مجلس کی خست سے واغظ
تم اپنی سی کہنی تھی جو کہہ چکے سب
یہ ہے میر مجلس کہ چینی کی مورت

فقروں کی جھولی میں ہے اب بھی کچھ
بہت جاتی لیتے ہیں دیتے میں تب کچھ
انہیں پوچھتے یاں حسب اور نسب کچھ
جنہیں کچھ خبر ہے وہ کہتے ہیں سب کچھ
ہنر کام آیا نہ علم و ادب کچھ
وہ گرائے گا یہ پسیجس گے جب کچھ
انہیں ناصحونم پہ الزام اب کچھ
ٹٹو لو تو بیچ اور جو دیکھو تو سب کچھ

کوئی لقمہ حریب تا کا ہے شاید
یہ حاکمی کی عزت نہیں بے سبب کچھ

تشریح الفاظ:- میر، سید، مرزا، مغل، حسب، ماں کی طرف سے سلسلہ نسب،
باپ کی طرف سے خاندان کا سلسلہ۔ طبل تہی، خالی ڈھول، ہنکارنا، شہمی مارتا۔
مطلب:- ۱۔ اللہ کی بخشش کا دروازہ نہ پہلے بند تھا۔ نہ اب ہی بند ہے۔ اس
کے در سے مانگنے والے فقیروں کو اب بھی سب کچھ ملتا ہے۔

۲-۱۔ زاہدِ اللہ کے در سے ہر شخص کو بھیجا نہیں ملتی۔ وہاں توجیبِ فقیر کی اچھی طرح آزمائش کر لیتے ہیں۔ تبا کچھ دیتے ہیں۔

۳-۱۔ سید اور مفلو اب تم اپنے اندر کوئی اور صفات پیدا کرو اس زمانے میں خاندانی برتری کو کوئی نہیں پوچھتا۔

۴۔ جو لوگ شیخی بگھارتے ہیں۔ وہ خوبیوں سے خالی ہیں۔ جنہیں کچھ علم ہے۔ خاموش رہتے ہیں۔

۵۔ تو جس ذلیعے سے چاہے۔ انسان کو بائند تیب دیدنیا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو لوگ ادیب ہیں۔ انہیں کو کچھ ملے۔ تیری بخشش کسی خاص شخص سے مخصوص نہیں ہے۔

۶۔ واعظِ محفل کی کنجوسی سے دل شکستہ ہو رہا ہے۔ وہ اپنے زورِ بیان سے لوگوں میں گرمی پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ تو لوگوں کے دل نرم ہونگے اور پھر وہ واعظ کی مٹھی گرم کریں گے۔

۷۔ اے نصیحت کرنے والو! تم جو کچھ کہنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ وہ کہہ چکے۔ اب تم پر کوئی الزام نہیں تھا۔ تم اپنا فرض ادا کر چکے۔ یہ ہمارا قصور ہے کہ ہم نے تمہاری بات نہیں مانی۔

۸۔ ہماری محفل کا صبر بھی چینی کے بت کی طرح ہے۔ جو دکھنے میں بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ مگر جابج پڑتاں کرو، تو اس میں بھی کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔

۹۔ واعظ جو حالی کی عزت کر رہا ہے اس کی کوئی وجہ ہے شاید اس نے اسے ترال بچا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حالی کی عزت کسی عرض کی وجہ سے کی جا رہی ہے۔

بڑھاؤ نہ آیس میں لذت زیادہ
میاوا کہ ہو جائے نفرت زیادہ
تکلف علامت ہے بیگانگی کی
نہ ڈالو تکلف کی عادت زیادہ

کرو دوستو پہلے آپ اپنی عزت
 نکالو نہ رخصتے نسب میں کسی کے
 کرو علم سے کتاب شرافت
 فراغت سے دنیا میں دم بھر نہ بیٹھو
 جہاں رام ہوتا ہے مٹھی زباں سے
 مصیبت کا اک اک سے احوال کہنا
 کرو ذکر کم اپنی داد و دانش کا
 پھر اوروں کی تکتے پھرو گے سخاوت
 کہیں دوست تم سے نہ ہو جائیں بظن
 جو چاہو فقیری میں عزت زیادہ
 وہ اقل اس اپنا چھپاتے ہیں گویا
 نہیں چھینے عیب اتنی ثروت سے تیرے
 سے الفت بھی وخت بھی دنیا سے لازم
 فرشتہ سے بہتر ہے انسان بتا
 یکے مفت یاں ہم زمانہ کے ہاتھوں
 ہوئی عمر دنیا کے دھندوں میں آخر

جو چاہو کریں لوگ عزت زیادہ
 نہیں اس سے کوئی زالت زیادہ
 نجابت سے ہے یہ شرافت زیادہ
 اگر چاہتے ہو فراغت زیادہ
 نہیں لگتی کچھ اس میں دولت زیادہ
 مصیبت سے ہے یہ مصیبت زیادہ
 مبادا کہ ثابت ہو حست زیادہ
 بڑھاؤ نہ حد سے سخاوت زیادہ
 جتناؤ نہ اپنی محبت زیادہ
 نہ رکھو امیروں سے ملت زیادہ
 جو دولت سے کرتے ہیں نفرت زیادہ
 خدا دے تجھے خواجہ ثروت زیادہ
 یہ الفت زیادہ نہ وحشت زیادہ
 مگر اس میں بڑھتی ہے محنت زیادہ
 یہ دیکھا تو تھی یہ بھی قیمت زیادہ
 نہیں بس اب اے عقل بہت زیادہ

غزل میں وہ رنگت نہیں تیری حالی
 الاپیں نہ بس آپ دھرتی زیادہ

تشریح الفاظ۔ تکلف، تکلیف اٹھانا، وہ کام جس میں تکلیف ہو، مراد میر ممولی یا میں۔
 اکتاب، کسب بنانا، ملنا، حاصل کرنا۔ نجابت، خانہ دانی بزرگی۔ دھرتی، ایک

مہندی راگ کا نام ہے۔

مطلب ۱۔ ا۔ آپس میں بہت زیادہ میل ملاپ نہ بڑھاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ آپس میں نفرت ہو جائے۔

۲۔ بناوٹی باتوں کی عادت نہ ڈالو۔ ان سے آپس میں محبت پیدا نہیں ہوتی۔ بناوٹی باتیں غیر ہونے کی نشانی ہیں۔

۳۔ دوستوں اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہاری عزت کریں تو پہلے تم آپ اپنی عزت کرو۔ یعنی احساس کمتری چھوڑ دو۔

۴۔ کسی کی ذات و صفات میں نقص نہ نکالو۔ یہ بہت کمینگی ہے۔

۵۔ علم سے شرافت حاصل کرو۔ کہ شرافت ہی بہت بڑی بندگی ہے۔

۶۔ اگر دنیا میں زیادہ آرام و آسائش چاہتے ہو۔ تو دم بھر کو بھی آرام نہ کرو۔ بلکہ کام کرتے رہو۔

۷۔ دنیا بیٹھا بولنے سے طبع ہو جاتی ہے اور بیٹھا بولنے میں کچھ زیادہ خرج نہیں ہوتا۔

۸۔ اپنی مصیبت کا حال ایک ایک سے کہتے پھرنا۔ بذات خود ایک بڑی مصیبت ہے۔

۹۔ اپنی سخاوت کا تذکرہ کم کرو۔ ایسا نہ ہو کہ سخاوت زکرنے سے لوگ تمہیں کنبوسن سمجھنے لگیں۔

۱۰۔ زیادہ سخاوت نہ کرو۔ ورنہ خود دوسروں کے محتاج ہو جاؤ گے۔

۱۱۔ دوستوں سے اپنی محبت کا اظہار نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے بدگمان ہو جائیں۔

۱۲۔ اگر فقیری میں عزت کی زندگی چاہتے ہو تو امیروں سے زیادہ میل ملاپ نہ کرو۔

- ۱۳۔ جو لوگ دولت کو برا بھلا کہتے ہیں۔ وہ گویا اپنی مفلسی چھپاتے ہیں۔
- ۱۴۔ اے دولت مند! خدا تجھے زیادہ دولت دے۔ مگر یہ جان لے کہ دولت تیرے عیبوں کو چھپا نہیں سکتی۔ اس لئے عیبوں کو چھوڑ دے۔
- ۱۵۔ دُنیا سے محبت رکھنی چاہیے۔ اور نفرت بھی۔ لیکن اعتدال کے ساتھ۔ یعنی نہ زیادہ محبت نہ نفرت۔
- ۱۶۔ فرشتہ بننے کی بجائے انسان بننا چاہیے۔ مگر انسان بننے کے لئے محبت بہت کرتا پڑتی ہے۔
- ۱۷۔ ہم دُنیا میں مفت بک گئے۔ دُنیا سے ہماری کوئی قدر نہیں کی۔ لیکن جب ہم نے اپنے آپ کو جانچا پرکھا۔ تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہماری قدر نہ ہوتا کبھی عنایت ہے۔ ہم میں کوئی خوبی یا کوئی کمال تو تھا ہی نہیں۔ کہ ہماری قدر افزائی ہوتی۔
- ۱۸۔ عمر تو دُنیا کے مکروہات میں صرف ہو گئی۔ اے عقل! اب کوئی کام کرنے کے لئے وقت نہیں رہا۔
- ۱۹۔ اے حالی! آپ کی غزل میں غزل کار رنگ نہیں۔ بلکہ پند و نصیحت ہے۔ آپ دھرتی راگ نہ گائیں۔ جو عیش و نشاط کے لئے مخصوص ہے۔

مزا انگور کا نے خوار سے پوچھ
 مری الفت درو دیوار سے پوچھ
 کچھ اپنے دل سے کچھ اغیار سے پوچھ
 کمنہ گنیوئے تمہارے سے پوچھ
 نشاط عافیت بیمار سے پوچھ
 ہماری چشم دریا بار سے پوچھ

حقیقت محرم اسرار سے پوچھ
 وفا اغیار کی اغیار سے سن
 ہماری آہ بے تاثیر کا حال
 دلوں میں ڈالتا ذوق اسیر کا
 دل مہجور سے سن لذت وصل
 نہیں خیز گریہ غم حاصل عشق

نہیں آبِ یقاجز جلوہ دوست
 فریبِ وعدہ دیدار کی قدر
 فغانِ شوق کو مانع نہیں وصل
 تصور میں کیا کرتے ہیں جو ہم
 کسی لب نشہ مویدار سے پوچھ
 شہیدِ خنجر انکار سے پوچھ
 یہ نکتہ عذر لب زار سے پوچھ
 وہ تصویر خیالِ یار سے پوچھ
 متاع کے بہا ہے شعرِ حالی
 میر کی قیمت میری گفتار سے پوچھ

تشریح الفاظ۔ - ہجور، بدایا گیا۔ ہجران، نصیب، عافیت، خیریت، تندرستی، آرام۔

۱۔ اصابت کا حال اس شخص سے پوچھا جو بھیدوں کو جانتا ہے۔
 انگور کا لطف شرابی سے پوچھ۔

۲۔ غیروں کی وفاداری کا حال غیروں کی زبانی سن لے۔ لیکن میر کی محبت بحال
 دیوار و در سے پوچھ۔ یہ اپنی زباں سے کچھ نہیں کہتا۔ یعنی تیری محبت میں جن
 دیوں اور دیواروں سے سر ٹکراتا رہا ہوں۔ انہیں دیکھ لے۔ وہ میر کی محبت
 کی شہادت دیں گے۔

۳۔ ہماری بے اثر ہوں کا ماجرا ایشول سے اور غیروں سے پوچھ۔ یعنی
 اگر ہماری آہ میں اثر ہوتا تو تیرا دل کھٹنا اور تو غیروں سے ملنا چھوڑ دیتا۔
 ۴۔ دلوں میں قید کا شوق ڈالنے کی بابت خمدار زلفوں کے پھندے سے
 پوچھ۔ کہ عاشق کے دل میں انہیں پھندوں کو دیکھ کر قید ہونے کا شوق پیدا ہوتا
 ہے۔

۵۔ وصال کے لطف کا حال ہجران نصیب دل سے سن۔ تندرستی کی خوشی کی

کیفیت بیمار سے پوچھ۔

۶۔ عشق کا ماحصل غم کے رونے کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ نکتہ ہماری دریا

پہانے والی آنکھ سے پوچھ۔

۷۔ دولت کے دیار کے پیاسے یہ نکتہ معلوم کر کہ دوست کا جلوہ آجیتا

کے سوا اور کچھ نہیں۔

۸۔ دیار کے وعدے کے دھوکے کی قدر و قیمت اس شخص سے پوچھیے جو

انکار کی تلوار سے قتل ہوا ہے۔ یعنی محبوب کے وعدے سے تباہ وہ چھوٹا ہی

ہو، امیر بندھی رہتی ہے لیکن انکار عاشق کو نا اُمیدگی کی موت مار دیتا ہے۔

۹۔ محبوب کا وصال، شوق کی فریاد اور دک تہیں دیتا۔ بلبل کو دیکھ لو کہ

عین باغ میں جب اُسے پھول کا وصال میسر ہوتا ہے تو وہ تالم و فریاد برابری

جاری رکھتی ہے۔

۱۰۔ ہم جو کچھ دوست کے خیال میں دوست کے تصور سے کرتے ہیں۔ وہ اسی

کے تصور سے پوچھ۔

۱۱۔ حالی کا شعر بیش قیمت دولت ہے۔ میری فکر قیمت کا اندازہ میرے

اشعار سے کر۔

می

وہ ہم کو دوست سمجھیں یہ انکی مہربانی

ناصح سے ہم کو اپنی کہنی پڑی کہانی

دیتا نہیں وہ لذت پیاسے کو سرد پانی

جو کچھ سنا ہے ہم سے مشاطاتی زبانی

ہے ان کی دوستی پر ہم کو تو بدگمانی

بے جرم کوئی آخر کتنا سنے ملامت

عاشق کے دل کو ٹھنڈک جھیری آگ میں

امیدوں سے ہے پچھ جی چھرائے دیتا

ہر حکم پر یوں راضی ہر حال میں رہیں خوش
 صبر و سکون سے ہم کو یہ بھی بیٹھنے دے
 کچھ ہے اگر تو یہ ہے دنیا میں شادمانی
 تھوڑی ہی رہ گئی ہے اے کاہش بہانی
 ہے تو بھی ایسے غنیمت اے ضعف و ناتوانی
 کیا جانے کس ادا سے کی اس کولستانی

اک نکتہ کے بیاں سے سر نہ ہو گے حاکی
 چلتا نہیں کسی کا یاں لافِ نکتہ دانی

مطلب :- ۱۔ ہمیں توان کی دوستی میں شک و شبہ ہے۔ اگر وہ ہمیں اپنا دوست سمجھتے ہیں تو یہ ان کی مہربانی ہے۔

۲۔ ہم نصیحت کرنے والے کی ملامت بلا تصور کب تک سنتے رہتے۔ آخر مجبور ہو کر ہم نے اسے اپنی داستانِ ساری۔ یعنی یہ بتایا کہ اصل بات یہ ہے۔ اور ہم نے قصور میں۔

۳۔ عاشق کو تیرے عشق کی آگ سے جو لطف حاصل ہوتا ہے۔ وہ پیاسے کو ٹھنڈا پانی پی کر بھی حاصل نہیں ہوتا۔

۴۔ ہم نے نائین کی زبانی جو باتیں سُنی ہیں۔ ان سے دور تک کے وصل کی امید ٹوٹ سی گئی ہے۔

۵۔ دنیا میں اگر خوشی ہے تو یہ ہے کہ ہم ان کے ہر حکم پر راضی رہیں۔ اور ہر حال میں خواہ اچھا ہو یا بُرا خوش رہیں۔

۶۔ اے دل کے درد! جو تھوڑی سی زندگی باقی رہ گئی ہے اسے صبر و شکر کے ساتھ گزار دے۔

۷۔ اے ضعیفی و نا طاقتی! تیرا ہونا بھی غنیمت ہے کیونکہ جس دن تو بھی

رخصت ہوئی۔ پھرستی کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی۔ یعنی جسم بے جان ہو جائے گا۔
۸۔ دوست کا جلوہ نہ آنکھوں سے دیکھا نہ دل سے پھر قرا جائے اس کی
کوئی ادا ہمارا دل نے گئی۔

۹۔ اے حالی! دنیا میں اسرار کو سمجھنے کا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ تم علم بھر
کسی ایک نکتہ کے بیان سے بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔

کہہ دو کوئی ساقی سے کہ ہم مرتے میں پیاسے
جو کچھ ہے سو ہے اسکے تغافل کی شکایت
دلانہ نے امید دلائی تو ہے لیکن
بے وصل تو تقدیر کے ہاتھ ایسے شہِ خواہاں
پیاسے ترے سرگشتہ میں جو راہِ طلب میں
درگزرے دوا سے تو پھر دوسے یہ دعا کے
اک درد ہو بس آٹھ سپرد دل میں کہ میں کہو
حالی دلِ انساں میں بے گم دولت کو نہیں

گرے نہیں دے زہری کا جامِ بلا سے
قاصد ہے تکرار نہ جھگڑا ہے صبا سے
دیتے نہیں کچھ دل کو تسلی یہ دلا سے
یا میں تو فقط تیری محبت کی پیاسے
ہونٹوں کو دہتر کرتے نہیں آبِ نقا سے
درگزرے دعا سے بھی دعا ہے یہ خدا سے
تحفیف دوا سے ہونہ تسکین دعا سے
شرمندہ ہوں کیوں غیر کے احسانِ عطا سے

جب وقت پڑے دیکھئے دستگاہِ دل پر
بھلے فقرا سے نہ جھیکئے امرا سے

مطلب:- ۱۔ کوئی ساقی کو کہہ دے کہ ہم پیاس سے مر رہے ہیں۔ اگر شراب نہیں
ہے تو ہمیں زہری ڈال دے۔ کیونکہ پیاس سے بھی مرنا ہی ہے تو ترے ہی ہاتھ سے
کیوں نہ مریں۔

۲۔ دوست کا خطرہ آنے کی بنا پر پیاس سے ہمارے لڑائی ہے۔ بھونہ ہمیں

دوست کی غفلت کا شکوہ ہے۔

۳۔ اگرچہ دلالہ نے دوست سے ملا دینے کی امید تو دلائی ہے مگر ان دم دالوں سے دل کی تسلی نہیں ہوتی۔

۴۔ اے محبوبوں کہ بادشاہ! ہمیں تو تجھ سے محبت کرنے کا چیکا ہے۔ وصل کی خواہش نہیں۔ وصل کا لطف تو خوش قسمت لوگوں کو ہی حاصل ہوتا ہے۔

۵۔ تیری محبت کی راہ میں جو لوگ آوارہ ہیں وہ بیابانوں کے باوجود آبِ حیات سے بھی اپنا لبِ تازہ نہیں کرتے۔ یعنی تیری محبت میں پیاس سے مر جاتا منظور۔ مگر اب جیانتا کا جو انسان کو ہمیشہ کی زندگی دیتا ہے احسان لینا منظور نہیں۔
بقول۔

۶۔ ہم نے دعا کے بھروسہ پر دوا کو چھوڑ دیا ہے۔ اب یہ دعا ہے کہ دعا کو بھی چھوڑ دیں۔

۷۔ میرے دل میں تیری جہالمی کا جو درد ہر وقت رہتا ہے وہ نہ تو کسی دوا سے جاتا ہے اور نہ تسلی دینے سے۔

۸۔ اے حاکم! انسان کے دل میں دو جہان کی دولت دفن ہے پھر غمیر کا احسان اٹھا کر اور غمیر کی عنایت پا کر شرمناکی کیوں حاصل کریں۔ اپنے ہی دل سے دولت کیوں نہ نکال لیں۔

۹۔ جب مصیبت پڑے تو دل کا دروازہ کھٹکا کھٹائیے۔ نہ فقیروں سے دیئے اور نہ امیروں کے آگے بھکیئے۔

کل تباوے کی خزاں یہ کہل کس کا ہے
مرو کس کا ہے بخشاں خشن کس کا ہے

کبک تفری میں ہے جھگڑا کہ چین کس کا ہے
قیصد گروں دورانے کیا ہے سو بار

دم سے یوسفؑ کے جب آباد تھا یعقوبؑ کا گھر
 مطہین اس سے مسلمان نہ سچی نہ یہود
 واعظ اک عبیب تو پاک ہے یا ذاتِ خدا
 آج کچھ اور دنوں سے ہے سوا استغراق
 آنکھ پڑتی ہے ہر اک اہل نظر کی تم پر
 عشقِ ادھر عقلِ ادھر دھن میں چلے ہیں تیری
 شانِ دیکھی نہیں گرتوں نے چمن میں اُس کی
 چرخ کہتا تھا کہ یہ بیتِ حزن کس کا ہے
 دوست کیا جلتے یہ چرخ کہن کس کا ہے
 درتے غیبِ زمانے میں چلن کس کا ہے
 عزمِ تسخیر پھر لے شیخِ زمیں کس کا ہے
 تم میں رُوپ اے گلِ نسرین و سمن کس کا ہے
 رشتہ کیا بکھینے دونوں میں کٹھن کس کا ہے
 دیولہ کچھ میں یہ اے مرغِ چمن کس کا ہے

ہیں فصاحت میں مثلِ واعظ و حاکمی و دیولہ

دیکھنا یہ ہے کہ بے لاگ سخن کس کا ہے

تشریح الفاظ: سرو، صوبہ، خراسان میں مرو نامی درخت ہے۔ بدخشاں، افغانستان اور
 تاجکستان میں بھی نعل کی کانیں ہیں جتنی چینی تاجکستان کا ایک مشہور شہر ہے یہاں کہہ لیں (کا
 تاف سے مشک نکلتا ہے۔

مطلب: ۱۔ چکورا اور فاختہ میں یہ بحث ہے کہ باغ کس کی ملکیت ہے۔ کل
 خزاں اگر بناوے گی کہ یہ کس کا وطن ہے۔ یعنی کل خزاں باغ کو ویران کر دے گی۔ نہ تو باغ
 کو چکورا ویرانی سے بچا سکے گی نہ فاختہ۔ مطلب یہ ہے کہ بحثیں صرف فصلِ بیاز تک
 ہیں۔ کہہ کوئی باغ کا وارثیتے کا دعویٰ کرتا ہے۔

۲۔ آسمان کی گردش نے سو بار فیصلہ کیا ہے کہ مرو، بدخشاں اور خراسان کا مالک کون
 ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کزہ ارضی کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ دیار و امصار کی حکومت
 جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

۳۔ جب حضرت یوسفؑ کی موجودگی سے حضرت یعقوبؑ علیہ السلام کا گھر آباد تھا۔ اس

وقتاً آسمان کہتا تھا۔ کہ یہ غم کا گھر کس کے لئے ہے؟

۴۔ یہ یوٹیمیا آسمان خدا جانے کس کا دوست ہے اس سے نہ مسلمانوں کو اطمینان ہے نہ عیسائیوں کو نہ یہودیوں کو مطلب یہ کہ زمانے کی گردش سے کوئی شخص بھی خوش نہیں ہر ایک شاکی ہے۔

۵۔ واعظ کو وطن سے کہا ہے کہ یا تو تو برائی سے میرا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی ذات سے۔ اور دنیا میں کوئی شخص برائی سے پاک نہیں ہے۔

۶۔ اے دنیا بھر میں سب سے زیادہ بوڑھا آج مجھے معمول سے زیادہ محرومیت ہے۔ اب کس کو مطیع کرنے کا ارادہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سیر و دوں کی ہوجن اور محرومیت محض لوگوں کو ارادہ مند بنانے کے لئے ہوتی ہے۔ ورنہ ان میں کوئی باطنی خوبی نہیں ہوتی۔

۷۔ اے پھول والے نرسین اور چنبیلی ان میں کس مستی کے حُسن کا جلوہ ہے؟ کہ ہر شخص جو دل کی آکھڑکتا ہے۔ تمہیں کو دیکھتا ہے۔

۸۔ اے اللہ! ایک طرف عشق اور ایک طرف عقل دونوں تیری ہی تلاش میں چل کھڑے ہوئے ہیں۔ اب دیکھئے دونوں میں راستے کی مشکلات کس کو پیش آئی ہیں۔

۹۔ اے باغ کے پرندے! اگر تونے باغ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا جلوہ نہیں دیکھا۔ تو پھر تیرے دل میں نغمہ سرائی کا یہ جوش و خروش کیونکر پیدا ہو گیا؟

۱۰۔ خوش بیانی میں واعظ اور حالی دونوں ہی لاجواب ہیں۔ مگر دیکھتا یہ ہے کہ بناور سے پاک کس کا کلام ہے۔

ہنر کی عیب کی صورت بدلتی جاتی ہے
کہ جویدگی ہے وہ سائے میں ڈھلتی جاتی ہے

ہوا کچھ اور ہی عالم میں چلتی جاتی ہے
عجب نہیں کہ رہے نیک و بد میں کچھ نہ تمیز

سپاہ و میر سپہ باغ باغ ہیں۔ لیکن
 کہا جو میں نے وفا کرتے آئے ہیں اجاب
 قلعہ انہیں نہیں گرد و ستوں سے چھٹنے کا
 بہت کھو دیئے خلیجان بیہوائی نے
 ہوئے ہیں بار امانت سے تیرے سب عاجز
 اڑے گی خاک تقدس کی اب سر بازار
 بہیر روتی ہے اور ہاتھ ملتتی جاتی ہے
 کہا زمانہ کی عادت بدلتی جاتی ہے
 طبیعت اپنی بھی کچھ کچھ سنھلتی جاتی ہے
 ضرورت ایک کے بعد ایک ملتتی جاتی ہے
 زمین بھی اپنے خزانے اگلتی جاتی ہے
 فقیرہ شیخ میں جوتی آچھلتی جاتی ہے
 نہ خوف مرنے سے جب تھا نہ اب ہے کچھ حسالی
 کچھ اک جھجک تھی سودہ بھی نکلتی جاتی ہے

مطلب ۱۔ ۱۔ دنیا میں نرالا ہی دستور راج ہوتا جا رہا ہے۔ کہ خوبی اور برائی دونوں کی
 صورت تبدیل ہوتی جا رہی ہے۔

۲۔ کچھ نکتہ نہیں اگر شکلی اور بیدی میں کچھ فرق نہ رہے کیونکہ ہر بیدی کو شکلی کی شکل میں
 پیش کیا جا رہا ہے۔

۳۔ فوج اور فوج کا افسر خوش میں مگر لڑنے والی فوج رو رہی ہے اور افسوس کر
 رہی ہے مطلب یہ کہ عوام مشکلات میں مبتلا ہیں۔ لیکن حکام اور لیڈروں کو لوگوں کی
 تکلیفات کی کچھ پروا نہیں۔ وہ مزے اڑا رہے ہیں۔

۴۔ میں نے جڑ کہا کہ دنیا میں دوست دوستوں سے وفاداری کا سلوک کرتے ہیں۔ تو
 انھوں نے کہا کہ یہ پرانے زمانے کا دستور تھا۔ اب دنیا کی عادت بدل رہی ہے۔ اب
 دوست دوستوں سے بے وفائی ہی کرتے ہیں۔

۵۔ اگر انہیں دوستوں سے الگ ہو جانے کا رنج نہیں تو ہماری طبیعت کا رنج
 بھی اب گھٹنا جا رہا ہے۔ اور طبیعت ہمارے قابو میں آتی جا رہی ہے۔

۶۔ مفلسی نے بہت سے فکر کم دیئے۔ ضرورت میں ایک ایک کر کے گھٹتی جا رہی ہیں۔
کیونکہ نہ مائیں ہے نہ خواہشوں کے پورا ہونے کی امید ہے۔ تا امتیاری میں خواہش
خود بخود گھٹ رہی ہے۔

۷۔ اے اللہ اتیری امانت کا بوجھ اٹھانے سے سب لاچار ہو گئے ہیں۔ زمین
کی تہوں میں تو خزانے مدفون تھے۔ زمین نے وہ بھی باہر کھینک دیئے۔ تاکہ امانت
کے بوجھ سے نکلے ہو یہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی امانت کا بوجھ انسان کے سوا کوئی نہیں
اٹھاتا۔

۸۔ ققیہہ اور زاہد میں تکرار ہو گئی ہے۔ اب بیچ بانا زریہ گی کی مٹی پلیر ہو گی۔
یعنی دونوں ایک دوسرے کو بیچ بازار صواتیں سنائیں گے۔
۹۔ اے حال کی انہ مرنے سے ڈرنے تھے۔ تہ اب ڈرتے ہیں۔ پہلے تھوڑی سی تھجک
ضرور تھی۔ سوا یہ وہ کھی جا رہی ہے۔

بُری اور کھلی سب گذر جائے گی
ملے بچو نہ گلیچیں کو گل کا پتسا
رہیں گے نہ ملاح بہ دن سدا
ادھر ایک دم اور زمانہ آدھر
بناوٹ کی شئی نہیں رہتی شیخ ا
نہ پوری ہوئی ہیں امیدیں نہ ہوں
یہ کشتی یونہی پارا تر جائے گی
ہر ایک کھڑکی یوں، کھج جائے گی
کوئی دن میں گنگا اتر جائے گی
یہ بازی تو سوسو بسوئے ہر جلے گی
یہ عزت تو جائے گی پر جائے گی
یونہی عمر ساری گذر جائے گی
تینیں گے نہ حال کی کب تک صدا
یہی ایک دن کام کر جائے گی

مطلب :- ۱۔ ہماری عمر تکلیف میں یا آرام میں بہر حال گزر جائے گی۔ جوتن توں کر کے یہ کشتی زندگی کا دریا عبور کر لے گی۔
۲۔ پھول کی ہر تپا اس طرح بکھرے گی کہ پھول چننے والے کو پھول کا نشان تک بھی نہ ملے گا۔

۳۔ ۱۔ کشتی بان ہمیشہ ایسے ہی دن نہیں رہیں گے۔ کہ اوگ تیرے محتاج ہوں۔ چند روز تک دریا بے لنگھا کی طغیانی ختم ہو جائے گی۔ اور لوگوں کو تیری اور تیری کشتی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ مطلب یہ کہ دور روزہ اقتدار پر پھولنا نہ چاہیے۔
۴۔ ہم اکیلے ایک طرف اور ساری دنیا دوسری طرف ہمارے مخالفین پر ڈٹی ہوئی ہے۔ اس کھیل میں سو فیصدی شکست ہوگی۔
۵۔ ۱۔ شیخ اظہار داری کے بل پر دنیا قائم نہیں رہ سکتی۔ یہ ظاہر داری تو بیعتت ابھی کر کے رہے گی۔

۶۔ نہ اب تک امیدیں قائم ہوئی ہیں نہ آئندہ ہوں۔ اس طرح عمر پوری ہو جائیگی۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کی آرزو میں ختم نہیں ہوتیں۔ حتیٰ کہ عمر ختم ہو جاتی ہے کیونکہ ایک آرزو پوری ہو جائے تو دوسری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ سلسلہ عمر بھر قائم رہتا ہے۔
۷۔ لوگ حاکمی کی آواز کہ بانگ نہ سنیں گے۔ آخر ایک وقت آئے گا کہ حاکمی کے کلام کا اثر لوگوں کے دلوں پر ہو جائے گا۔ اور اس طرح حاکمی کا مشورہ پورا ہو کر رہے گا۔

کہ ان کے دیکھنے والے ابھی کچھ لوگ ہیں باقی
حدر اس لوٹ سے جو لوٹ ہے علمی و اخلاقی
یہ گلچینی ہے یا لٹس ہے گلچیں یا ہے قزاقی
یہ وہ نکتہ ہے سمجھے جس کو مشائی نہ اشرافی

سلف کی دیکھ کھور آئی اور راست اخلاقی
نہیں خالی ہزر سے حیون کی لوٹ بھی لیکن
نہ گلچوٹے نہ برگے با چھوڑے تو نئے گلشن میں
کمال کفش دوزی علم اللاطوں سے بہتر ہے

رہی دانائی آخر غالب آکر پہلوانی پر گئے ہیں مان سب صنی و فرغانی و قہجانی
 ہمارے نظریہ ہی العالم کے قابل نہیں ورنہ لٹھیاں ہم ٹھیکریوں پہ کیوں مہرک ہو کر ساقی
 مدارج کوشش و تدبیر کے سب ہو چکے حاسانی
 لطیفہ رہ گیا ہے دیکھنا اک غیب کا یاقی

تشریح الفاظ۔ کفش دوزی، جو تے سینا۔ افلاطون، یونان کا ایک قدیم مشہور
 فلاسفر جو قراط کا شاگرد اور ارسطو کا استاد تھا۔ مثالی، فلاسفروں کا وہ گروہ، جو
 اشیاء کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے دلائل و علامات سے کام لیتا ہے۔ اشراقی، فلاسفروں
 کا وہ گروہ جو زہد و ریاضت سے تزکیہ نفس کر کے اشیاء کی حقیقت سے دل کی روشنی
 معلوم کرتے ہیں۔ چین ماننا، چین بولنا، عاجز آنا، فرغانی، فرغانہ کے باشندے، فرغانہ
 وسط ایشیا کے ایک صوبے کا نام ہے، جو اب سویت روس میں شامل ہے، یہاں
 کے باشندے بہادری خونریزی اور جنگ جوشی میں مشہور تھے۔ قہجاق کے باشندے
 قہجاق ترکستان میں ایک قبائل ہے جہاں کے لوگ بہت سرکش بے رحم اور مردم کش
 تھے، یہ علاقے اب سویت روس میں شامل ہیں۔ مدارج، جمع درجے کی مراحل۔
 مطالبہ۔ ۱۔ ایسے ہی لوگ دنیا میں باقی ہیں جنہوں نے تمہارے بزرگوں کو
 دیکھا ہے۔ ان سے اپنے بزرگوں کی سچائی اور نیک اخلاقی کا ثبوت دیکھ لو۔
 ۲۔ اگرچہ جاہلوں کی لوٹ مار سے بھی نقصان پہنچتا ہے۔ مگر اس لوٹ مار سے
 خدا کی پناہ جو علم اور اخلاق کے ذریعے فریب دے کر پناہ لگاتی ہے۔
 ۳۔ اس شعر میں کھلیس سے مراد خالیانگہ پیر ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اے پھول
 چنے والے اتنے تو باغ میں پھول توڑنے کے علاوہ درختوں کے پتے اور پھل توڑ کر
 باغ کو برباد کر ڈالا۔ یہ پھول چینا ہے یا لوٹ یا ڈاکہ زنی۔

۴۔ شاعر کہتا ہے کہ افلاطون کے علم و حکمت سے جوتے کا ٹھنڈے میں کمال پیرا کر لینا اچھا ہے۔ یہ وہ راز کی بات ہے جسے قدیم فلاسفر سمجھ ہی نہیں میطلب یہ ہے کہ علم و حکمت کی موٹکافیوں سے پیٹ نہیں بھرتا۔ شغل وہ اختیار کرنا چاہیے جس سے روزی حاصل ہو خواہ وہ کام کتنا ہی گھٹیا کیوں نہ ہو۔

۵۔ شاعر کہتا ہے کہ آخر کار علم و عقل بہادری اور تنومندی پر غالب آگئے۔ دیکھ لو! چین، فرغانہ اور قیپائی کے سرکش بسا در جنگجو اور شجاع لوگ حکمت و سائنس جاننے والوں کے سامنے عاجز ہو گئے۔

۶۔ اگر ساقی کجسوس ہو تو، غیروں کو منگے کے منگے شراب کے کیوں پلاتا؟ ہمیں تو اس لئے نہیں دیتا کہ ہمارا پیالہ شراب ہی کے قابل نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قیضانِ الہی کجسوس نہیں اس سے ہر شخص فیض حاصل کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ فیض پانے کی قابلیت اور اہلیت رکھتا ہو۔

۷۔ شاعر کہتا ہے کہ تو م کی ترقی کے لئے جو کوششیں کی جا سکتی ہیں۔ وہ سب کی جا چکی ہیں۔ لیکن ان سے کوئی فائدہ نہیں۔ اب تو عورت عیب کی امداد کا ہی بھروسہ رہ گیا ہے۔

نرم میں اہل نظر بھی میں تاشائی بھی
اس میں شہری بھی نہیں کوئی بھی میں صحرائی بھی
اس میں مسلم بھی میں ہندو بھی میں عیسائی بھی
گھات میں لنگی لنگی منجھی ہے رسوائی بھی
بھالی کر دوست نہیں تو اس کچھ بھائی بھی
کچھ فتوح اس کے سوا اور ہے بالائی بھی

اہل معنی کو ہے لازم سخن آرائی بھی
اپنا دغیر کے حق کی نہیں کچھ رکھتے تمہیں سز
آنکھ سب ایک کھلی رکھتے ہیں اور ایک مندی
جو چھپاتے ہیں حق اندیشہ رسوائی ہے
دوست گر بھائی نہ ہو دوست تو بھی لیکن
اعلیٰ دوست تجھی نہیں اپنی گزرائیں

دلغنی رکھتے ہیں ایسے دولت دنیا جو لوگ عقل ہے اپنی حماقت کچھ مانے کی انہیں عقل اور حُسن چہن کے بھری مجلس ہو گواہ ملندے گی نہ اجل تم سے ہمیں جی بھر کر جی گئے ہم۔ پر رہے مردوں سے بدتر حاکمی دیکھنی ہم نے لیبیوں کی مسیحا کی بھی

تیوران کے کبھی تو دیکھ کے شرما کی بھی جن میں کچھ ساتھ طاقت کے ہے خود رانی بھی انکو خود رانی کبھی بھتی ہے خود آرائی بھی فرستائے دوستوں دنیا سے اگر پائی بھی

تشریح الفاظ۔ اہل معنی، حقیقت شناس، سخن آرائی، باتیں کرتا، باتوں میں رنگ آمیزی کرنا، فتوح، آمدنی، غم دنیا، غم نن و فرزند وغیرہ۔ بالائی، اوپر کی۔ حماقت، بے وقوفی۔ خود رانی، خود پسندی، غرور۔ مردوں، اپنے دائم المرخص ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

مطلب، ۱۔ حقیقت شناس لوگوں کی باتوں میں رنگ آمیزی بھی کرنی چاہیے۔ کیونکہ حاضرین میں بعض لوگ صاحب بصیرت ہوتے ہیں۔ وہ حقیقت کی تہ کو پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بعض سطحی نظر رکھتے ہیں۔ وہ لفظوں کی خوبصورتی اور رنگ آمیزی ہی سے نطف اٹھاتے ہیں۔

۲۔ جو لوگ اپنے حق اور غیر کے حق میں فرق نہیں رکھتے۔ یعنی دوسروں کا حق مار لیتے ہیں۔ ان میں شہری بھی ہیں۔ پہاڑوں پر رہنے والے بھی ہیں۔ اور جنگل میں رہنے والے بھی ہیں۔

۳۔ اس زمانے میں سب لوگ ایک آنکھ کھلی رکھتے ہیں اور ایک بند۔ ایک آنکھ سٹاپنوں کو دیکھتے ہیں اور دوسری آنکھ سے دوسروں کو۔ یعنی اپنے اور غیروں سے یکساں سلوک نہیں کرتے۔ ان میں مسلمان ہندو عیسائی سبھی شامل ہیں۔

مطلب یہ کہ ہر فرقے کے لوگ دوسرے فرقے کے لوگوں سے نسبت رکھتے ہیں۔

۴۔ جو سچائی کو بدنامائی کے ڈر سے چھپا لیتے ہیں۔ بدنامی ان کا چھپا نہیں چھوڑتی۔
یعنی ان کو چھپانے کی وجہ سے اور بدنام ہو جاتے ہیں۔

۵۔ دوست اگر بھائی کے برابر نیک سلوک نہ کر سکے۔ تب بھی دوست ہے لیکن بھائی دوست کے برابر بھی نیک سلوک نہ کرے۔ تو وہ پھر بھائی کا بھائی ہے۔

۶۔ ۱۔ دوست کے غم! صرف تم تھی کو کھا کر نہیں جی رہے بلکہ تیرے سوا اور بھی غم ہیں۔
۷۔ ۱۔ دنیا کی دولت! جو لوگ دنیا کی خواہشات سے بے پروا ہیں کچھ ان کی صورت دیکھ کر شرم نہیں آتی۔

۸۔ تمہیں اپنی بیوقوفی چھپا لینے کا طریقہ آنا ہے مگر اس پر انہیں ضرور بھی ہے۔
۹۔ جن لوگوں کے عقل اور حسن کا ساری محفل کو اعتراضات ہوتے ہیں ضرور بھی زیب دیتا ہے اور آرائش بھی۔

۱۰۔ دوستو! اگر تمہیں دنیا کی مصروفیتوں سے فرصت مل بھی گئی۔ تو ہمیں موت تم سے سیر ہو کر ملنے نہ دے گی۔

۱۱۔ ۱۔ حالی! ہم نے عیبوں کا کمال بھی دیکھا اگرچہ ہم ان کے علاج سے زندہ تو ہو گئے لیکن مردوں سے بھی بدتر ہیں مطلب یہ کہ لیڈروں نے قوم کی اصلاح کچھ ایسے ڈھنگ سے کی کہ بظاہر تو قوم زندہ نظر آتی ہے۔ لیکن درحقیقت مردوں سے بدتر ہے۔ یعنی قوم کو صحیح ترقی نصیب نہیں ہوئی۔ صرف ظاہری اور لفظی قوت حاصل ہو گئی ہے۔

رہا کھل کے زاہد کا رہی ریا فی بنائی بہت بات پرین نہ آئی

برائی ہے رتدوں میں بھی شیخ لکین
گناہوں سے بچنے کی صودت نہیں اب
رکھا تھا جب بن گئے پار ساسا تم
بڑا آپ کو وہ سمجھتا ہے تم سے
جو کہیے تو جھوٹی جو شنیے تو سچی
ہوئی آکے پیری میں قندہ جوانی
وہی جو کہ کرتا ہے رالی کو پرست
جوانی میں عاشق تھے اب ہم ہیں ناصع
کہاں یہ برائی کہاں وہ برائی
عبادت میں کیوں جان ناحق گنوائی
ہیں یا سائی یہ ہے تار سائی
سوا اس کے منعم میں ہے کیا بڑائی
خوشامد بھی ہم نے عجیب چیز پائی
سمجھ ہم کو آئی یہ نا وقت آئی
وہ پرست کو بھی کر دکھاتا ہے رالی
جو داں دل پہ کی تھی تو باں منہ کی کھائی
قیاس آپ پر سب کو کرتے ہو حالی
نہیں اب بھی اچھتوں سے خالی خدائی

تشریح الفاظ:- زبرداری، ظاہر داری کی عبادت۔

مطلب ۱-۱۔ زبرد کی ظاہر داری کی عبادت کا پول کھل کر رہا۔ ظاہر داری
بہت کی مگر چل نہ سکی۔ تارنے والے اصلیت کو تار ہی گئے۔

۱-۲۔ زبرد اگرچہ شرابیوں میں بھی عیب ہے مگر کہاں ان کے عیب اور کہاں
تیرے جیسے بزرگ کے عیب۔ یعنی تیرے عیب زیادہ شرسناک اور خوفناک ہیں۔

۳۔ جب تو نے عبادت گنہاری کے باوجود گناہ نہیں چھوڑے۔ تو پھر عبادت
کا کیا فائدہ؟ اس میں عیب شاعت کی۔

۴۔ جب گناہ کی طاقت نہ رہی تو ہم پر سزگار بن گئے۔ اسے پر سزگار ہی نہ کہو۔
بلکہ نا طاقتی ہو۔

۵۔ دولت مند میں اس کے سوا کوئی بڑا فرق نہیں کہ وہ خود کو ہم سے بڑا سمجھتا ہے۔

۶۔ چا پوسی ایسی چیز ہے کہ چا بلوسی کرنے والا تو محض جھوٹی بات بنا کر خوشامد کرتا ہے۔ لیکن جس کی خوشامد کی جائے وہ خوشامد کی باتوں کو بیچ سمجھتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ میں فی الحقیقت ایسا ہی ہوں۔

۷۔ ہمیں بڑھاپے میں جوانی کی قدر معلوم ہوئی۔ اگرچہ ہمیں سمجھ تو آگئی مگر ایسے وقت جب کہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے۔

۸۔ وہ خدا جو رانی کو پیار بنا دیتا ہے۔ وہ پیار کو رانی بھی بنا سکتا ہے۔ یعنی جو خراب ملاقات اور ثروت اور عروج دیتا ہے۔ وہ ملاقاتوروں کو کمزور بنا لیا اور ذلیل بھی کر سکتا ہے۔

۹۔ جوانی کے زمانے میں ہم عشق کرتے تھے مگر اب بڑھاپے میں دوسروں کو سمجھاتے ہیں۔ اور وہ ہماری بات مانتے نہیں۔ گویا جوانی میں ہم اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔ اب نصیحت کر کے شکست کھا رہے ہیں۔

۱۰۔ اے حالی! تم ساری دنیا کو اپنا ہی جیسا سمجھتے ہو۔ حالانکہ دنیا میں اچھے آدمی اب بھی موجود ہیں۔

نہ ملاقات ہے جس سے نہ شناسائی ہے
شکل مدت میں یہ اللہ سے دکھائی ہے
وقت جب آکے پڑا ہے یہی کام آئی ہے
ہم نے جب کھائی ہے اپنی ہی سے رک کھائی ہے
پند یہ پیر خرابا تنے فرمائی ہے
بعد مدت کے تمنا مری بر آئی ہے
سچ میں حاکی کوئی رسوائی سی رسوائی ہے

وصل کا اب بھی دل زار تمنائی ہے
قطع امید نے دل گریبے لکسو مد شکر
قوت دست خدائی ہے شکیبائی میں
ڈنہ نہیں غمیر کا جو کچھ ہے سوا پنا ڈر ہے
نشہ میں چور نہ ہوں تھابھ میں مخور نہ ہوں
نظر آئی نہیں اب دل میں تمنا کوئی
بات بھی کہی اول انگلیاں نہیں سب کی

- مطلب: ۱۔ یہ نالواں دل اب بھی اس کے وصال کی آرزو رکھتا ہے۔ جس سے نہ کبھی ملاقات ہوئی ہے۔ نہ جان پہچان ہے۔
- ۲۔ دوست کے وصال کی امید ٹوٹ جانے سے دل کو کیسوی حاصل ہو گئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مدت کے بعد کیسوی کی صورت پیدا ہوئی۔
- ۳۔ صبر میں خدا کے ہاتھ کی قوت ہے مصیبت کے وقت صبر ہی کام آتا ہے۔
- ۴۔ اِنَّكَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِیْنَ ؕ اللہ ہر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔
- ۴۔ ہمیں غم کا خوف نہیں ہے اپنے ہی دل سے ڈر لگتا ہے۔ کیونکہ ہمیں جب بھی شکست ہوئی ہے۔ اپنے ہی دل کی بدولت ہوئی ہے۔
- ۵۔ شراب خانے کے بوڑھے نے یہ نصیحت کی ہے کہ کبھی نشے میں سہوش نہ ہو جاتا۔ اور تری اور تندگی اختیار نہ کرنا مطلب یہ کہ ہمیشہ اعتدال سے چلنا چاہیے۔
- ۶۔ یہ آرزو مدت کے بعد پوری ہوئی کہ دل میں کوئی آرزو نہ رہی۔ مطلب یہ ہے کہ بے آرزو ہونے کی آرزو بڑی مدت کے بعد پوری ہوئی۔
- ۷۔ اے حالی! ہم نے سچی بات کہہ دی۔ تو چاروں طرف سے انگشت نمائی یعنی نکتہ چینی ہونے لگی۔ بدنامی ہی بدنامی ہے۔

جس قدر کرنی ملامت اور کو آسان ہے
 آئے اس میدان میں زاہد اگر کچھ جان ہے
 پھول ہی گراں ہے کانٹے میں بھی آگ شان ہے
 لے نہ اپنا نام آدمیت کا اگر انسان ہے
 آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہے
 جان و دل سے تجھ پر وانا جو یوں قربان ہے

اتنی ہی دشوار اپنے عیب کی پہچان ہے
 سامنا ہے موت کا ہونا نکتہ دو چار
 دیکھ اے بیل ذرا گلین کو آنکھیں کھول کر
 نقل پھیل پرنہ سمٹی حرص و آزار انسان کی
 چوڑیوں میں اتنی ادور دیکھیوں میں اتفاق
 تجھ میں جو تھے شمع بے کسی برق عالم سوز کی

دل میں حالی کے رہے باقی نہ بس ارمان کچھ
جی میں ہے کچھ اب اگر باقی تو یہ ارمان ہے

مطلب ۱۔ اپنے نقص کو پانا اتنا ہی مشکل ہے جتنا دوسرے کے نقص پر اسے زبرد تو سہج کرنا آسان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی نظر آجاتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر بھی دکھائی نہیں دیتا۔

۲۔ محبت اختیار کرنا موت کا مقابلہ کرنے کے برابر ہے۔ اگر زاہد میں کچھ طاقت ہے تو وہ بھی محبت کے میدان میں آئے۔ اصطلاحت آزمائی کر کے دیکھ لے۔

۳۔ اے بلیبل! پھولوں کی ٹہنی کو ذرا غور سے دیکھو۔ اگر پھول میں دل کشی ہے تو کانٹے میں بھی خوبی ہے۔ یعنی دنیا کی کوئی چیز خواہ وہ کتنی ہی حقیر ہو بے کار نہیں ہے۔

۴۔ انسان کی عقل بڑھنے پر بھی للچ اور خواہش کم نہیں ہوتی۔ اس لئے اگر انسان سکون چاہتا ہے تو عقل بڑھائے۔ مطلب یہ ہے کہ عقل کی زیادتی انسان کو خواہش پوری کرنے کے وسیلے سکھا دیتی ہے۔ اور انسان دنیا میں دوسروں کے حقوق غضب کرنے لگتا ہے۔

۵۔ دنیا میں ہر جنس اپنے ہم جنس سے مل کر رہتی ہے۔ چیونٹیاں آپس میں تفاق رکھتی ہیں۔ شہد کی مکھیوں میں باہمی ربط و منسلک ہوتا ہے۔ لیکن آدمی جو اشرف المخلوقین ہے اپنے ہم جنسوں یعنی دوسرے انسانوں سے دشمنی رکھتا ہے۔

۶۔ اے شمع! تجھ کو دنیا میں جلا دینے والی کس بجلی کی روشنی ہے۔ کہ پروانہ تجھ پر جان نثار کرتا ہے۔

۷۔ اب تو حالی کے دل میں اگر کوئی آرزو ہے تو بس یہی ہے کہ کوئی آرزو باقی

نہ رہے۔

تم میں وہ سوزِ تم میں ہے وہ ایمان باقی
 بزمِ دعوت میں رسائی ہوئی اپنی اس وقت
 حق ادا ایک نگہِ لطف کا ہوگا کیونکر
 ظاہرِ درد ہی الفت کا نہیں چارہ پذیر
 رہ گیا کیا ہے ایساے گبر و مسلمان باقی
 میزبانِ جیب نہ رہا کوئی نہ مہمان باقی
 دل زدیں لے چکے اور ہے ابھی احسان باقی
 ورنہ چھوڑنا نہیں ہم نے کوئی دریاں باقی
 توشہ موجود ہے حالی نہ سواری نہ رفیق
 ابھی کرنے ہیں بہت کوچ کے سامان باقی

۱۔ مطلب ہے۔ اے آتش پرست! اور اے مسلمان! تم جو آپس میں لڑتے جھگڑتے ہو
 اور تعصب رکھتے ہو۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ تم میں نہ ایمان باقی رہا ہے نہ عشق کی
 گرمی۔ پھر لڑنے جھگڑنے سے فائدہ کیا؟
 ۲۔ ہم دعوت کی محفل میں اس وقت پہنچے جیب نہ دعوت دینے والے رہے۔
 مہمان۔ یعنی جب محفل ختم ہو چکی تو ہم پہنچے۔
 ۳۔ مہربانی کی ایک نظر کا حق اور کس طرح ادا ہوگا؟ جب ہم دل اور ایمان
 تو دے چکے۔ مگر ابھی تمہارا احسان بدستور ہے۔ ایک نگہِ لطف کا اور کیا بدلہ دیں۔
 ۴۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محبت کے درد کا کوئی علاج ہے ہی نہیں۔ ورنہ ہم تو
 کوئی دوا نہیں چھوڑنے۔ مگر یہ درد رفع نہ ہوا۔
 ۵۔ اے حالی! آخرت کے سفر کے لئے نہ تو سامانِ سفر ہے، نہ سواری۔ نہ کوئی
 ساتھی ہے۔ اس سفر کے لئے ہمیں ابھی سامان کرنے باقی ہیں۔ آخرت کے سفر کے
 لئے سامانِ نیک عمل، سواریِ خدمتِ قوم اور رفیقِ ایمان ہے۔

جب یہ کہتا ہوں کہ بس دنیا پہ اتنا کیجئے
 نفس کہتا ہے ابھی چندے تو وقف کیجئے

واں رسائی ہے صبا کی ازرنہ قاصد کو ہے بار
 ضبط کیجئے دردِ دل تو ضبط کی طاقت نہیں
 دوست کے تنور میں ہم ہر رنگ میں پہنچانتے
 جب کہ عقوبی ایل تھی دنیا ہے پھر ہل الوصل
 وقت تھا جو کام کا حالی گنوا بیٹھے اسے
 اس سے آخر کس طرح پیدا تعارف کیجئے
 اور کھلا جاتا ہے رازِ دل اگر اُف کیجئے
 بے تکلف ملے ہم سے یا تکلف کیجئے
 شیخ لگتے ہاتھ اس پر بھی نصرت کیجئے
 جائیے اب عمر بھر بیٹھے تاسف کیجئے
 تو یہ حضرت کی یہ نہی اِکسا دودھ کا سا ہے اباں
 ہم دکھا دیں گے فرادم بھر توقف کیجئے

مطلب ۱۔ ۱۔ جب میں کہتا ہوں کہ اب دنیا پر تھوک دینا چاہیے تو خواہش
 کہتی ہے کہ تھوڑا عرصہ اور ٹھہرو!
 ۲۔ وہاں نہ ہوا پہنچ سکتی ہے نہ پیغامبر۔ آخر دوست سے جان پہچان کس طرح
 پیدا کریں۔

۳۔ آخر دل کے درد کو دبا نہیں تو دبانے کی طاقت نہیں۔ دانتی کرا ہوں سے
 تو رازِ قاش ہوتا ہے آخر کیا کرتا چاہیے۔
 ۴۔ ہم سے کوئی ظا داری کا برتاؤ کرے یا سادگی کا۔ ہم ہر حال میں دوست کی
 صورت سے اس کے برتاؤ کو تاڑ لیتے ہیں۔

۵۔ ۱۔ شیخ یا آپ کو عقوبی میں بخشش کا ذریعہ ہاتھ آ گیا ہے تو پھر دنیا کا حاصل کرنا
 تیرے لئے کیا مشکل ہے۔ لگے ہاتھوں اس پر بھی قبضہ کر لینا چاہیے۔ مطلب یہ ہے کہ زاہد
 لوگ جب زہد و ریاضت کا رعب ڈالتے ہیں۔ تو پھر دین کی آڑ میں حرصِ دنیا میں مبتلا
 ہو جاتے ہیں۔

۶۔ حالی! جو کام کرنے کا وقت تھا۔ اسے ختم نہ ضائع کر دیا۔ اب کیا ہوتا ہے۔

عمر بھر اس نقصان کا افسوس کرتے رہیے۔

۷۔ گناہوں سے آپ کی توبہ ایسی ہی ہے۔ جیسے دودھ میں اُبال آ جانا ہے۔ اور دم بھر کے بعد رفع ہو جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بھر ریے۔ ہم دکھا دیں گے کہ آپ کی توبہ پامیدار نہیں ہے۔ یعنی آپ ابھی توبہ تو نہیں کریں گے۔

فکر و فردا کی گلے پڑ گئی عادت کیسی
جب خزاں ہو گئی آخر تو رہا۔ ہم خزاں
جی کا اُلفت کو سمجھنے تھے ہم اک بھلا وا
جیتے جی رکھنے فراموش کی توقع ناداں
عیب جوئی سے نہیں خلق کی دم بھر فارغ
جو حقیقت ہے اس آگاہ نری اسے دُنیا
جاننا ہے وہی۔ دل پر ہے گذرتی جس کے
ہم سوال سے پڑھی ہے یہ کتاب آخر تک
جیکر رہتا نہیں قیام میں دل اپنے تا صبح

جان کو ہم نے لگائی ہے یہ علت کیسی
جن کی قسمت میں ہو کلفت انہیں راحت کیسی
وہ تو آفت تھی ہمارے لئے الفت کیسی
قیدِ مستی میں مری جان فراغت کیسی
ہم کو کچھ کام نہیں یاں نہیں فرصت کیسی
وہ نہیں جانتے ہوتی ہے مصیبت کیسی
ہم کہیں کس سے کہہ دیویش ہے حالت کیسی
ہم سے پوچھے کوئی ہوتی ہے محبت کیسی
وہی بھی کام نہیں کرتی نصیبت کیسی

نظر آتا تھا یہ پہلے ہی سے حاسلی انجام
یار کی میں بھی کہوں ہے وہ عنایت کیسی

مطلب: ۱۔ یہ کل کا فکر کرنے کی ہمیں کسی سبکی عادت پڑ گئی ہے۔ گویا ہم نے جان بوجھ کر یہ بیماری گلے لگائی ہے۔

۲۔ جب خزاں کا موسم گذر گیا۔ تو خزاں کا خوف قائم رہا۔ جن کی تقدیر میں تکلیف ہو انہیں آرام میسر نہیں ہو سکتا۔ تکلیف نہ بھی ہو تو تکلیف کے خیال ہی میں گلے جاتے ہیں۔

۳۔ ہم محبت کو دل بہلانے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ لیکن محبت تو ہمارے لئے آفت بن گئی۔ محبت نہ رہی۔

۴۔ اے بے سمجھ! ہم نے زندگی میں آرام کی امید نہیں رکھی۔ اے میری جان! زندگی میں آرام کیسا! زندگی تو آلام کی پوٹ ہے۔

۵۔ یہاں جو لوگ بے کار ہیں۔ انہیں اوروں کی بُرائیاں تلاش کرنے ہی سے فرصت نہیں۔ گویا وہ سب سے زیادہ مصروف ہیں۔

۶۔ اے دُنیا! جو لوگ تیری اصلیت سے واقف ہیں۔ وہ مصیبتوں کی کچھ پروا نہیں کرتے۔

۷۔ ہم کسی کو کیا بنائیں کہ ہم پر کیا کیا مصیبتیں آپڑی ہیں۔ یہ تو وہی جانتا ہے جو مصیبتیں اٹھا رہا ہو۔

۸۔ محبت کی کتاب ہم نے اول سے آخر تک پڑھی ہے۔ یعنی ہم نے محبت کے تمام مرحلے طے کئے ہیں۔ ہم سے کوئی پوچھے کہ محبت میں کیا کیا مشکلات پیش آتی ہیں۔ اور کیا کیا لطف حاصل ہوتے ہیں۔

۹۔ اے نصیحت کرنے والو! جب دل پر کٹر دل نہیں رہنا۔ تو نصیحت نہ کیا۔ اللہ کا پیغام بھی انسان پر کوئی اثر نہیں کرتا۔

۱۰۔ اے حالی! ہم پر جو دوست نے مہربانی کی تھی۔ اس کا نتیجہ مجھے پہلے ہی نظر آتا تھا۔ اور میں کہتا تھا کہ وہ اور مہربانی؟ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔

کفر سے بدتر مسلمانِ مری
کچھ نہ کام آئی پشیمانی مری
کم نہ ہوشاید پریشانی مری

سچی سے بہتر تن آسانی مری
تھانہ محتاجِ سببِ عفو کریم
خلد میں بھی گر رہی یاد اسکی زلف

ہے لباسِ جسم تک مجھ پر گراں دُور جا پہنچا ہے عریانی مری
 نافع گلگشت ہے ہم خزاں موت کرنی ہے نگہبانی مری
 قدرِ نعمت ہے بقدرِ انتظار حشر پر ٹھہری ہے مہمانی مری
 خدانہ زن ہے اس مسلمانِ یہ کفر
 جیسی ہے حالِ مسلمانِ مری

مطالب ۱۔ ۱۔ میری غفلت اور سستی کو شش سے بہتر ہے اور میرا اسلام کفر سے
 بھی زیادہ بُرا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں نام ہی کا مسلمان ہوں۔ میرا عمل کافروں سے
 بھی زیادہ بُرا ہے۔

۲۔ میرا گناہ کر کے بچھتا تالا لکھ نام نہ آیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بخشش کسی ذریعہ کی
 محتاج نہیں۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ جو گناہ سے توبہ کر لے۔ اسی پر اللہ تعالیٰ کا فضل و
 کرم نازل ہو۔

۳۔ جنت میں بھی جہاں ہر طرح کا آرام و راحت ہے۔ اگر اس کی زلفت یاد رہی۔
 تو میری پریشانی کم نہ ہوگی۔ یعنی جنت کا لطف بھی بے مزہ ہو جائے گا۔
 ۴۔ میں تنگ رہنے کے بارے میں اتنا انتہا پسند نہیں کرتا ہوں کہ جسمانی پردہ بھی
 مجھے بھاری معلوم ہوتا ہے یعنی لباس تو کبھی عین عشق میں اپنی ہستی کا پردہ بھی مٹا دینا
 چاہتا ہوں۔

۵۔ خزاں کا خوف مجھے پھولوں کی سیر کرنے سے روکتا ہے۔ گویا موت میری
 حفاظت کر رہی ہے۔

۶۔ جتنے زیادہ انتظار کے بعد کوئی چیز میسر ہو اس کی قدر زیادہ ہوتی
 ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری مہمانی قیامت کے روز فرمائیں گے اس لئے اس

مہمانی کو قیامت کا انتظار بیت لطیف بنا دے گا۔
 ۷۔ اے حالتی! جو میرا اسلام ہے اس پر کفر بھی ہنستا ہے۔ یعنی اس کفر کو بھی
 نفرت ہے۔

پر دے سے وصل میں بھی درمیاں رہے
 کیا کیا ہیں دل میں دیکھئے ارماں بھرے ہوئے
 حرماں میں ہاتھ سے نہ دیا رشتہ امبید
 پوچھی گئی نہ بات کہیں پاس وضع کی
 دیرو حرم کو تیرے خسانوں سے بھر دیا
 دارا و حرم کو تیرے گداؤں پر رشک ہے
 شکوے وہ سنا کئے اور ہریاں رہے
 ہم نیز باں نہیں جو کوئی مہماں رہے
 اتک تو ہم جہاں میں بیت شاداں رہے
 تہہ ہی ہم ٹیک ہوئے جتنے گراں رہے
 اپنے رقیب آپ رہے ہم جہاں رہے
 نرخ متاع عشق الہی گراں رہے
 حالتی سے مل کے ہو گئے تم افسر وہ دل بہت
 اگلے سے ولولے وہ اب اس جی کہاں رہے

مطاب: ۱۔ دو ہم سے وصل میں بھی بے تکلف نہ ہوئے۔ ہماری شکایتیں سنتے
 رہے اور ہریاں رہے

۲۔ دیکھئے ہمارے دل میں کیسے کیسا رمان ہیں مگر ہمارے دل میں ایسے ہی مہمانوں
 کی کثرت رہی تو ہم نیز باں ہیں۔ مہمانوں کی تواضع کرتے کرتے ختم ہو جائیں گے۔
 ۳۔ ہم نے ایوہی میں بھی امید کا دھاگا ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اس لئے آج تک تو
 ہم ہر حال میں خوش ہی رہے۔

۴۔ جتنی ہم نے وضع داری اختیار کی اتنی ہی ذات اٹھانی پڑی۔ کسی نے ہماری
 وضع داری کی عزت نہ کی۔

- ۵۔ ہم نے کعبہ اور تیخانے میں تیرے حُسن کی داستاںیں سنا کر لوگوں کو اپنا رقیب بنا لیا۔ یعنی لوگ ہم سے تیری تعریف سن کر ہمارے رقیب بنتے جا رہے ہیں۔
- ۶۔ شاہ دارا اور شاہ جم تیرے نقیروں سے حد کرتے ہیں۔ اے خدا! عشق کی دولت کا بھاؤ اسی طرح منہنگا رہے۔
- ۷۔ تم حاکی سے مل کر بیتِ ملکین ہو جاؤ گے کیونکہ اس میں پیلا سا جوش و خروش نہیں ہے۔

کل تاری کو آپ پر کیا کیا گماں رہے
 یارانِ تیز گام نے محفل کو حیا لیا
 یا پھینچ لائے دہر سے زندوں کو اہلِ وعظ
 وصلِ مدام سے بھی ہماری کبھی نہ پیاس
 کل کی خبر غلط ہو تو تھوٹے کار و سیاہ
 دریا کو انچی موج کی طغیانوں سے کام
 بات اس کی کاٹتے رہے اور بہنریاں لہے
 ہم مجھ کو بالہ جبرسن کارواں رہے
 یا آپ بھی ملازمِ سپرمنغاں رہے
 ڈوبے ہم آبِ فقر میں اور نیم جاں رہے
 تم مدعی کے گھر گئے اور میہاں رہے
 کستی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے
 حالی کے بعد کوئی نہ ہمدرد پھر ملا
 کچھ راز تھے کہ دل میں ہمارے نہاں لہے

تشریح الفاظ:۔ مدعی، دعویٰ کرنے والا، مراد رقیب۔

مطلب ۱:۔ ۱۔ کل رقیب کو جب وہ سرِ محفل مہری برائیاں کر رہا تھا۔ تم پر بڑا بھروسہ تھا۔ مگر تم نے خوب روزیہ اختیار کیا تھا۔ کہ اس کی بات کی تردید بھی کرتے رہے اور ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔

۲۔ تیز چلنے والے ساتھی تیز چل کر محبوب کے محل (اونٹن تک جا پہنچے۔ لیکن ہم

سستی اور کاہلی کی وجہ سے قافلے کے گھنٹے کی آواز میں گم ہیں محبوب کے کجاوے تک پہنچنے کے بجائے گھنٹے کی سُربلی آواز ہی سے مست ہو گئے ہیں۔

۲۔ یہی ہو گا کہ یا تو واعظ شرابیوں کو بتخانے سے نکال لائیں گے۔ یا آپ بھی شراب خانے کے پورٹھے کے غلام بن جائیں گے۔

۳۔ ہمارے دل کو ہمیشہ کے وصل سے بھی تسکین نہ ہوئی۔ ہم آبِ حباب میں

ڈوب کر بھی آدھے زندہ رہے۔

۵۔ اگر یہ خبر غلط ہو تو جھوٹ بولنے والے کا چہرہ سیاہ ہو جائے۔ کہ کل تم رقیب

کے گھر گئے۔ اور وہاں بطور مہمان رہے۔

۶۔ دریا کی لہر کو تو اپنے چڑھاؤ سے غرض ہے کہ کسی کی کشتی دریا سے پار ہو۔ یا

درمیان میں رہ جائے۔ اس سے اسے کوئی غرض نہیں۔ یعنی قدرت کا طرزِ عمل

کسی شخص کے لئے بدل نہیں جاتا۔ ہر شخص کو اپنی ہی حد و جہد سے کامیابی حاصل ہوتی

ہے۔

۷۔ ہمیں حالی کے بعد پھر کوئی ایسا ہمدرد نہ ملا جسے ہم دل کے بھید بتلا سکیں۔

کچھ بھید تو ہم نے اسے بتا دیئے تھے۔ مگر باقی ہمارے دل میں دفن رہے۔ حالی کے

بعد ہمیں کوئی شخص رازداری کا اہل نظر نہیں آیا۔

آپ کچھ کہہ کے مسکرا نے لگے

عذر ان کی زباں پہ آنے لگے

وہ اگر بہت آزما نے لگے

اب وہ باتیں بہت بنانے لگے

غیر لفت بہت جتانے لگے

حق و وفا کے جو ہم جنانے لگے

تھا یہاں دل میں طعن وصلِ عدو

ہم کو جینا پڑے گا فرقت میں

ڈر ہے مری زباں نہ کھل جائے

جان بچتی نظر نہیں آتی

تم کو کرنا پڑے گا عذرِ جفا ہم اگر دردِ دل سنانے لگے
 سخت مشکل ہے شیوہ نسیم ہم بھی آخر کو جی چرانے لگے
 جی میں ہے۔ یوں رضائے سیرمغاں قافلے پھر حرم کو جانے لگے
 سرباطن کو فاش کر یا رب اہل ظاہر بہت ستانے لگے
 وقتِ رخصت تھا سمتِ حاکمی پر
 ہم بھی بیٹھے تھے جب وہ جانے لگے

تشریح الفاظ :- سرباطن، اندرونی بھید۔ فاش، ظاہر۔ اہل ظاہر، اندرونی
 بھید سے واقف لوگ۔

مطلب :- ۱۔ ہم نے محبوب پر اپنی وفاداری کا حق جرایا تو وہ آہستہ سے کچھ کہہ کر
 مسکرانے لگا۔ یہ معلوم نہیں کہ آہستہ سے کیا کہا۔ یہی کہا ہو گا کہ بڑا کیا وفادار کہیں کا یار۔
 صورت تو دیکھو فرا وفاداری۔

۲۔ ہمارے دل میں انہیں دشمنی کے وصل کا طعنہ دینے کا خیال تھا۔ مگر اس نے
 پیلے ہی ایکے زربیان کر دیا۔ تاکہ ہم طعنہ دینے ہی نہ پائیں۔

۳۔ اگر وہ ہماری ہمت اور طاقت کا امتحان کرنے لگے۔ تو پھر ہمیں چارو تا چار
 جڑائی میں زندہ رہنا پڑے گا۔ اور جبرائی کے صدر سے ایسے نہیں جویرداشت ہو
 سکیں۔

۴۔ وہ اب بہت باتیں کرنے لگے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ میں بھی جو ایسی کچھ کہہ نہ پھیرا۔
 جس سے ان کی بے عزتی ہو۔

۵۔ اب دشمنی ان سے اپنی محبت کا اظہار کرنے لگے ہیں۔ اب ہماری جان بچی مجال
 ہے۔ کیونکہ ہمیں دشمنوں کے دعوے توڑنے کے لئے اپنی جان تیار کرنا ضروری ہو جائیگا۔

یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اب دشمن بہت اظہارِ محبت کرنے لگے ہیں۔ اس لئے اب دوست بھی ان کا امتحان کرے گا۔ اور انہیں جان بچا ناوشوار ہو جائے گا۔

۶۔ ہمارے دردِ دل کی کہانی اتنی پُروردہ ہے کہ اگر ہم سنا لگے تو تم کو بھی اپنے ستم اور جفا پر ناام ہونا پڑے گا۔

۷۔ دوست کی رضا میں راضی رہنے کا طریقہ بہت مشکل ہے۔ اس سے آخر کار ہم بھی بچنے لگے۔ شاعر کا مطالبہ یہ ہے کہ اگرچہ عاشق صادق تھے۔ مگر دوست کی رضا پر چلتے ہوئے ہم بھی بہت ہارنے لگے۔

۸۔ شرابِ جانے کے ساقی کو خوش کرنے کے ارادے سے کعبہ کا حج کرنے کے لئے پھر قافلے جانے لگے ہیں۔

۹۔ اے خدا! اندرونی بھید کو ظاہر کر دے جو لوگ ان بھیدوں کو نہیں جانتے وہ ہمیں بہت تنگ کرنے لگے ہیں۔

۱۰۔ دوست کے رخصت ہونے کا وقت حال کی کے لئے بہت اضطراب انگیز تھا۔ جب دوست رخصت ہو رہا تھا اس وقت بھی ہم وہاں موجود تھے۔ اور حال کی بے قرار یوں کو دیکھ رہے تھے۔

کب ملیں دلیر سے دیکھا چاہیے
اُس کو کُن آنکھوں سے دیکھا چاہیے
حالِ دل پھر اس کو لکھا چاہیے
گر نہیں الفتِ مداوا چاہیے
یہ بھی مٹ جائے تو پھر کیا چاہیے
بے نیازی اس کی دیکھا چاہیے

حشر تک یاں پھر شکیبا چاہیے
جے تجلی بھی نقابِ روئے یار
غیر مکن ہے نہ ہو تاثرِ خشم
ہے دل افکاروں کی دلدار کی ضرور
بے کچھ اک باقی خلشِ اُمید کی
دوستوں کی بھی نہ ہو پرواہ جسے

بھاگئے ہیں آپ کے انداز و ناز کیجئے اغماض جنتا چاہئے
 شیخ ہے اُن تک جا دو بھری صحبت رنداں سے بچنا چاہئے
 لگ گئی چپ حاکمی رنجور کو
 حال اُس کا کس سے پوچھا چاہئے

مطلب ۱۔ ۱۔ دیکھیں دوست سے پھر کب ملاقات ہو۔ بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں قیامت تک مہر و انتظار کرنا پڑے گا۔

۲۔ اب دوست کا جلوہ بھی اس کے چہرے کا پردہ بن گیا ہے۔ اے خرا اے کن آنکھوں سے دیکھیں مطلب یہ ہے کہ آنکھیں دوست کا جمال دیکھنے کی تاب نہیں رکھتیں۔

۳۔ یہ کن نہیں کہ اس پر غم کا اثر نہ ہو نہیں چاہئے کہ اسے دل کا حال لکھ بھیجیں۔

۴۔ زخمی دل والوں سے ہمدردی کرنا ضروری ہے مگر ان سے محبت نہیں کر سکتے۔ تو ان کی تو اضع ہی کرنی چاہئے۔

۵۔ عشق میں امیر کی ایک چھن سی باقی ہے۔ یہ بھی مٹ جائے تو اچھا ہے کیونکہ ایوس ہو کر دل ٹھکانے تو آجائے گا۔

۶۔ جسے دوستوں کی بھی پرواہ نہ ہو۔ اس کی یوفائی کا کیا کہنا۔

۷۔ ہمیں آپ کی ادائیں پتہ آگئیں۔ آپ میں قدر چاہیں چشم پوشی کرتے رہیں۔

۸۔ اے شیخ! شرابیوں کی نگاہوں میں جا دو ہے۔ اس لئے شرابیوں کی

محفل سے دوری رہنا چاہئے۔

۹۔ بنگین حاکمی چپ ہو گیا۔ اب اس کا حال کس سے پوچھیں۔ خود تو وہ

بولتا ہی نہیں۔

قدم دست پیمایا ہوا چاہتا ہے
 کہ اشک اشک دریا ہوا چاہتا ہے
 ملاپ اُن سے گویا ہوا چاہتا ہے
 وہ صرف تمنا ہوا چاہتا ہے
 اجل کا تقاضا ہوا چاہتا ہے
 کوئی وعدہ پورا ہوا چاہتا ہے
 در رحمت اب وا ہوا چاہتا ہے
 کوئی دن میں رُسا ہوا چاہتا ہے
 دل اپنا بھی سمجھ سا ہوا چاہتا ہے
 فلق دیکھے کیا ہوا چاہتا ہے
 سو وہ بھی گوارا ہوا چاہتا ہے

جنوں کا فرما ہوا چاہتا ہے
 دماغ گریہ کس کا تصویر ہے دل میں
 خطا آنے لگے شکوہ آمیز اُن کے
 بہت کام لینے تھے جس دل سے ہم کو
 ابھی لینے پائے نہیں دم جہاں میں
 مجھے کل کے وعدے پہ کرتے ہیں رخصت
 فزوں تر ہے کچھ ان دنوں ذوقِ عسبیاں
 فلق گریہ ہے تو راز نہ سانی
 وفا شرطِ الفت ہے۔ لیکن کہا تک؟
 بہت خطا اٹھانا ہے دل تجھ سے مل کر
 غم رشک کو تلخ سمجھے تھے ہمدم

بہت چین سے دن گزرتے ہیں حالی
 کوئی فتنہ برپا ہوا چاہتا ہے

-
- مطلب ۱-۱-۱۔ اب قریب ہے کہ ہماری دیوانگی رنگ لائے۔ اور ہمارا قدم
 جنگلوں میں چلنے لگے۔ یعنی ہم جنگلوں میں آوارہ خرامی کرنے لگیں۔
 ۲۔ رونے کے وقت دل میں کس کا خیال آرہا ہے۔ کہ ہر آنسو دریا ہونے کو ہے۔
 ۳۔ شکایتوں سے بھرے ہوئے ان کے خطا آنے لگے ہیں۔ اب ان سے حیلہ
 ملاقات ہو جائے گی۔ (کیونکہ شکایت نشانی سے دوستی اور محبت کی شکایت دوست
 ہی سے کی جاتی ہے۔ دشمن سے نہیں کی جاتی)۔
 ۴۔ جس دل سے ہم نے بہت سے کام لینے تھے۔ وہ آرزوؤں میں ختم ہوئے لگتا ہے۔

۵۔ ابھی ہم دنیا میں آکر سستائے بھی نہ تھے کہ موت کا پیغام آ گیا۔

۶۔ دوست مجھ سے کل ملنے کا وعدہ کر رہا ہے۔ آج شاید کسی اور سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنا ہوگا۔

۷۔ ان دنوں گناہوں کا میلان کچھ زیادہ ہو رہا ہے۔ اب اللہ کی رحمت کا دروازہ کھلنے والا ہے۔

۸۔ اگر ہمارے رنج و غم کا یہی عالم ہے تو چھپا ہوا راز کوئی دن میں ہر شخص پر ظاہر ہو جائے گا۔ اب ہم بدنام ہوں گے۔

۹۔ وفاداری محبت کی لازمی شرط ہے لیکن کوئی کہا تک وفاداری کرے۔ اب تو ہم وفاداری کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔ اب ہمارا دل بھی تیری طرح بے وفائی پر مائل ہو رہا ہے۔

۱۰۔ اب ہمارا دل تجھ سے مل کر بہت لذت پاتا ہے۔ خدا جانے کہ کونسا غم پیش آنے والا ہے۔ شاعر کا خیال ہے کہ عیش و نشاط اگر کمال پر پہنچ جائے تو پھر غم و الم کا دور آجاتا ہے۔

۱۱۔ دوست غم کے رشک کو بہت تکلیف دہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اب یہ بھی قابل برداشت ہو گیا ہے۔ اب ہمارے لئے رشک کا غم بھی تکلیف دہ نہیں رہا۔

۱۲۔ اے حالی! اب بہت آرام سے زندگی بسر ہو رہی ہے۔ شاید کوئی نہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ (شاعر کا خیال ہے کہ دنیا میں آرام کے بعد تکلیف ضرور آتی ہے۔)

آج دل لے گا اگر کل نہ لیا۔ یاد رہے
یہ سبق وہ ہے کہ ٹھولے سے سوا یاد رہے

بس کو غصے میں لگاؤٹ کی ادا یاد رہے
شوقی بڑھنا گیا جوں جوں رکے اس شوخ سے ہم

ہم بھی آدابِ شریعت سے تھے آگاہ مگر
 یاد آؤ گے بہت لطف سمجھ کر کیسے
 شیخیاں شرم گنہ شوق بھلا دیتا ہے
 وادی عشق میں موسیٰ کو ہو گر رخصت دید
 خضر نے پالوں اگر دشتِ قضا میں رکھا
 دل ہر طرح لگا عشقِ بتاں میں اسے شیخ
 چارہ گرا کار باندازہ تذبذب نہیں

نہ ہو برتاؤ میں جو رسم وہ کیا یاد رہے
 اس بھلائی کا ہے انجام بڑا یاد رہے
 توبہ ان کی ہے جنہیں اپنی خطا یاد رہے
 ہاتھ کٹوا میں جو پھر کفشت و عصا یاد رہے
 بھول جائیں گے رہ آبِ نفا یاد رہے
 دین بڑا پائیں اگر اب کے خدا یاد رہے
 کیجیو نہمت اگر وقت دعا یاد رہے

ابھی جانا نہیں حالتی تھے کہ کیا چیز ہیں وہ
 حضرت اس لطف کا پائیں گے مزار یاد رہے

مطلب :- ۱۔ جس حسین کے غصے میں بھی پیار کا انداز چھلکتا ہے۔ وہ ضرور ایک
 نہ ایک دن ہمارا دل اڑالے گا۔

۲۔ ہم نے محبوب سے بچنے کی جتنی کوشش کی۔ اتنا ہی اس سے ملنے کا شوق بڑھتا
 گیا۔ محبت ایک ایسا سبق ہے کہ اگر اسے بھلانے کی کوشش کریں۔ تو اور بھی یاد ہوتا
 ہے۔

۳۔ ہم بھی شرع کے قاعدوں سے واقف تھے۔ مگر اب ہمیں کچھ یاد نہیں رہا۔ کیونکہ
 جن قاعدوں پر عام عمل درآمد ہوتا ہو۔ وہ یاد کس طرح رہ سکتے ہیں۔

۴۔ شاعر دوست سے کہتا ہے کہ مہربانی سمجھ کر کیسے کیونکہ زیادہ مہربان ہو جانے
 کا انجام جلائی ہوتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خیرانی میں ہمیں تمہاری مہربانیاں بہت زیادہ
 یاد آئیں گی اور ہم زیادہ بے قرار اور بے چین رہیں گے۔ (شاعر کا خیال ہے کہ دوستوں
 کے زیادہ لطف و مہربانی کے بعد ضرور جلائی کا زمانہ آجاتا ہے۔)

۵۔ اے شیخ! ہمیں اپنے گناہ پر نارامت تو ضرور ہوتی ہے۔ مگر محبت کا جوش اس نارامت پر غالب آجاتا ہے۔ پھر ہماری توبہ کا کیا اعتبار؟ توبہ تو وہ ہے جو قائم رہے۔ اور گناہ پر مائل نہ ہونے دے۔

۶۔ (شاعر نے اس شعر میں قرآن مجید کے اس قصے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے۔ جب حضرت موسیٰ کو وادی المین میں آگ نظر آئی تو رات کا وقت تھا اور سخت سردی تھی۔ آپ نے اپنی بیوی کو ایک جگہ بٹھار دیا اور آگ لینے کے لئے چلے۔ آپ آگ کے قریب پہنچے تو غیب سے صدا آئی "اے موسیٰ! اپنا جوتا اتار دے۔ تو طوبیٰ کی مقدس وادی میں ہے" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جوتا اتار دیا۔ پھر آواز آئی کہ "تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟" حضرت موسیٰ نے کہا "میرا عصا ہے جس سے بکریوں کے لئے درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں۔ اور اس سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوتا ہوں" حکم ہوا "اسے زمین پر ڈال دے" حضرت موسیٰ نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا۔ تو وہ ایک بہت بڑا سانپ بن گیا۔ پھر حکم ہوا "اسے اٹھالے" حضرت موسیٰ نے اسے اٹھایا تو وہ پھر عصا بن گیا) شاعر کہتا ہے کہ عشق کی وادی میں حضرت موسیٰ کو دیدارِ الہی کا موقع مل جائے تو وہ ایسے محو ہو جائیں کہ انہیں اپنا عصا اور جوتا یاد ہی نہ رہے۔

۷۔ اگر حضرت خضر علیہ السلام نے موت کے میدان میں اپنا قدم رکھا تو وہ زندگی کے پانی کے چشمے کا راستہ کھول جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ موت میں ایسی لذت ہے جو آبِ حیات یعنی ہمیشہ کی زندگی میں نہیں ہے۔

۸۔ اے شیخ! معشوقوں کے عشق میں ہمارا دل بکری طرح مقبلا ہو گیا ہے۔ اگر اس عالم میں ہمیں خدایا یاد آجائے تو ہم سمجھیں کہ ہمیں خدا نے کھویا ہوا دین و ایمان پھر سے دلوا دیا۔

- ۹۔ اے طبیبِ عاشقِ کامرضِ دواؤں اور تدبیروں سے نہیں جاسکتا۔
 بیکہ اللہ سے دعا کرنے کی ضرورت ہے۔
- ۱۰۔ حالی کو ابھی دوستی کی عادتوں کا علم نہیں۔ وہ اس مہربانی سے لطف
 اٹھا رہا ہے۔ جب وہ ظلم و ستم کرے گا اور جبراً اختیار کرے گا۔ تو اس وقت
 اس لطف کا اصل مزہ آئے گا۔

ملنے کی جو نہ کرنی تھی تدبیر کر چکے
 افسوں شبِ سال کے داں تازگراہیں
 اے دل اب زبانشِ تقدیر کا ہے وقت
 کہتے ہیں بیعِ دوست شکایت پسند ہے
 بھولے تھے تصویرِ شریکوں میں چند روز
 جاں لب گمانِ نظار میں آتی ہے بار بار
 دل نیکے ایک میرا یہ فارغ ہوئے ہیں وہ

آخر کو ہم حوالہ تقدیر کر چکے
 تاملے شبِ نراق کے تاثیر کر چکے
 وہ امتحانِ برشِ شمشیر کر چکے
 ہم شکوہ ہائے غیر بھی تحریر کر چکے
 دیکھا تو دل کو ہم ہدف تیر کر چکے
 مشاطہ جلد تر کہیں تقدیر کر چکے
 گویا کہ اک جہان کو تسخیر کر چکے

حالی! اب اور پیردنی مغربی کریں
 بس اقتدا اے مصحفی و میر کر چکے

تشریح الفاظ:۔ مغربی، مشہور و فارسی شاعر محمد شمس مندی، جن کا نظامِ معرقت
 و نصوت کے لئے مشہور ہے۔ مصحفی، شیخ غلام احمد ہارانی مصحفی مشہور اردو شاعر۔
 میر، میر تقی میر، مشہور اردو شاعر۔

مطلب ۱۔۱۔ دوست سے ملنے کی ہم نے ہر تدبیر کی۔ مگر ناکامی ہوئی۔ آخر کار
 ہم نے یہ فیصلہ قسمت پر چھوڑ دیا۔

۲۔ ہم نے وصل کی رات ان پر چوچا دو کیے۔ ان کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اب فراق کی راتوں کی آہ و زاری اور فریاد ان کے دل پر کیا اثر کر سکتی ہے۔

۳۔ اے دل! اب قسمت آزمانے کا وقت ہے۔ انہوں نے اپنی تلوار کی تیزی کی آزمائش تو کر لی۔ یعنی ان کی تلوار کی تیزی سے تو ہم ڈرے نہ قتل ہوئے۔ اب شاید تقدیر انہیں ہم پر مہربان کر دے۔

۴۔ کہتے ہیں کہ دوست کی طبیعت شکایت پسند کرتی ہے۔ ہم نے تو اسے غیروں کی شکایتیں بھی لکھ کر بھیجیں۔ مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

۵۔ ہم کچھ روز دوست کی آنکھوں کی پالموں کے خیال میں محو رہے۔ بعد ازاں دیکھا تو ہمارا دل عشق کے تیر کا نشانہ ہو چکا تھا۔ یعنی ہمارے دل میں دوست کا بے پناہ عشق پیدا ہو چکا تھا۔

۶۔ کہیں ان کے حسن و جمال کی باتیں مزے لے لے کر کر رہی ہے۔ ادھر ہم ان کے انتظار میں مرے جا رہے ہیں۔ بہ جلد فال تو باتیں ختم کیجئے۔ اور بتائیے کہ وہ یہاں کیا رہے ہیں۔

۷۔ وہ میرا دل لے کر اس سے نچھت ہو گئے۔ گویا انہوں نے ایک جہان کو مطیع کر لیا ہے۔

۸۔ حالی کہتا ہے کہ اے حالی! تم مصحفی و میر کے انداز میں تو بہت کچھ لکھ چکے۔ اب مغربی کا انداز اختیار کرو۔ (بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مغربی سے مراد مغربی طرز کی شاعری ہے۔ یعنی نچرل شاعری) حالی جس کے بہت بڑے مبلغ تھے، شعر کا مطالب یہ ہوا کہ اے حالی! تم نے مصحفی و میر کے انداز میں بہت کچھ کہہ لیا۔ اب مغربی شاعروں کی تقلید میں نچرل شاعری اختیار کرو۔

نہ واں پرکشش نہ یاں تابین ہے
 بہت لگتا ہے دل صحبت میں اُس کی
 بناوٹ سے نہیں خالی کوئی بات
 عروسے بات محفل میں نہ کرنی
 بہت دل میں تیرے عاشق کو درکار
 دلاتی ہے صبا کس کو چسپن یاد
 کروں تجھ سے بیاں کچھ دردِ غربت
 رہے لاہور میں آکر سو جانے
 نہیں آتی کہیں یاں بوئے یوسفنا
 بیاں بیگانگی ہے اس قدر عام
 نہ کچھ مہینوں کو ہے پروائے لیلیٰ
 مجھے تنہا نہ سمجھیں اہل لاہور
 مری خلوت میں ہے ہنگامہ بزم
 بناؤں تم کو ہوں کس باغ کا پھول؟
 بناؤں تم کو ہوں کس مصر کی بو؟
 عدم کی راہ کٹ جاتی کبھی کی
 نہ لینے دے گا جنت میں بھی آرام
 گریں نظروں سے سب باتیں پرانی
 بھلا حالی اور الفت سے ہو خالی!

محبت ہے کہ دل میں موجزن ہے
 وہ اپنی ذات سے اک انجمن ہے
 مگر ہر بات میں اک سادہ پن ہے
 جو تیج پوچھو تو جائے سو وطن ہے
 تری جو بات ہے وہ دل شکن ہے
 نہ میں بیل نہ گھر میرا چسپن ہے
 مگر جو جس سخن مہر دہن ہے
 یہی دنیا ہے جو وار المہن ہے
 مگر جو گھر ہے وہ بیت الحزن ہے
 کہ بابل تا شنارائے چمن ہے
 نہ کچھ شیریں کو درد کو کن ہے
 تھوڑے مرے اک انجمن ہے
 خموشی میں مری ذوق سخن ہے
 جہاں ہر گل بجائے خود چمن ہے
 جہاں ثمرت و طہن پر خندہ زن ہے
 مگر یادِ عزیزاں راہزن ہے
 یہی گر جذبہ مہر و وطن ہے
 مگر اُلفت کی اک رسم کہن ہے
 یہ سب تم صابو کا حسنِ وطن ہے

کیا ہے اس نے کہتے ہیں سخن ترک
 مگر ہم کو ابھی اس میں سخن ہے

یہ غزل تقریباً ۱۲۸۹ھ میں اس وقت لکھی گئی تھی جبکہ اول ہی اول تقریباً
 ملازمت وکی چھوڑ کر لاہور جانا پڑا تھا اس وقت اول تو دلی سے جدا ہونا ہی شاق
 گذرا تھا۔ دوسرے لاہور میں کسی سے جان پہچان نہ تھی۔ وہاں پہنچتے ہی نہایت سخت وبا
 آئی۔ اور وہاں ہی ہیضہ کے بندرزدت تک چھیک اور بخار کا زور شور رہا۔ آخر ہمارے دوست
 بیماری تنہائی سراسیمگی اور غم و اندوہ کی حالت میں یہ اشعار لکھے گئے تھے ۱۲۔
 مطلب: ۱۔ وہاں ہماری پوچھ نہیں۔ اور ہم میں بولنے کی طاقت نہیں۔ لیکن محبت
 دل میں برابر جوش مار رہی ہے۔

۲۔ جس طرح محفل میں لوگوں کی باتیں سن کر انسان کا دل بہلتا ہے اسی طرح درد
 کی صحبت میں بہت جی لگتا ہے۔ گویا نہ اکیلا ہونے کے باوجود ایک محفل کی حیثیت رکھتا ہے۔
 ۳۔ اس کی کوئی بات بھی ظاہر داری سے خالی نہیں۔ مگر ہر بات میں سادگی ہے۔
 یعنی پورے بچپن کے طور سے فریب دیتا ہے۔

۴۔ دوست کا طریقہ ہے کہ محفل میں دشمن کی طرف مخاطب نہیں ہوتا۔ سچ تو یہ ہے کہ
 اس سے بدگمانی پیدا ہو سکتی ہے۔

۵۔ تیری ہر بات دل کو توڑنے والی ہے۔ اس لئے تیرے عاشق کو بہت سے دل
 چاہئیں۔

۶۔ مشرق کی ہوا باغ کی یاد سے دل لاری ہے میں نہ تو بلبل ہوں نہ باغ ہی میرا
 گھر ہے۔

۷۔ جی چاہتا ہے کہ تجھ سے اپنی بے وطنی کا کچھ حال بیان کروں۔ مگر کلام کے جوش
 نے بند کر دیا ہے۔

۸۔ دنیا کو غم کا گھر کہا گیا ہے۔ مگر اس کا ثبوت لاہور میں سکونت اختیار کرنے
 سے مل جاتا ہے۔ پچھلے دور میں لاہور کے لوگوں پر الزام تھا کہ وہ مہمان نواز نہیں ہوتے

- ۹۔ لاہور میں کسی گھر سے یوسوٹا یعنی پاکباز لوگوں کی بو نہیں آتی۔ ہر گھر غم کا گھر ہے۔
 ۱۰۔ یہاں بیگانگی اس قدر عام ہے کہ بیل کو باغ کا پتہ نہیں۔ (یہ تو اب بھی ہے کہ چلی منزل میں رہنے والوں کو معلوم نہیں کہ بالائی منزل میں کون رہتا ہے۔)
 ۱۱۔ یہاں نہ چمنوں کو لیلیٰ کی پرواہ ہے۔ نہ شیریں کو فریاد سے بھر روئی ہے۔
 ۱۲۔ مجھے لاہور کے لوگ اکیلا نہ سمجھیں۔ میرے حلقہ خیال میں ایک محفل ہے۔
 میرے ذہن و خیال میں ان اکابر کی یاد جلوہ گر ہے جن کی محفلوں میں شریک رہا ہوں۔
 ۱۳۔ میری تنہائی میں محفل کا سا شور و خوغا ہے اور میرے چپ رہنے میں شعر کا سا نطق ہے۔

۱۴۔ تمہیں بتاؤں کہ میں کس باغ کا پھول ہوں! اس باغ میں ہر پھول بذراست خود ایک باغ ہے۔

۱۵۔ تمہیں بتاؤں کہ میں کس مصر (مک) کی بو ہوں۔ اس مصر کی جہاں کی مسافر کی وطن پرستی ہے۔

۱۶۔ میں عدم کی راہ بہت تازت پہلے طے کر لیتا۔ اگر دوستوں کی یاد کے واسطے لوٹ لیا۔ مطلب یہ کہ میں کبھی کامر گیا ہوتا۔ دو سنوں کی یاد کی بدولت زندہ ہوں۔
 ۱۷۔ اگر وطن کی مہربانیوں کی شدت رہی۔ تو وطن کی یاد مجھے جنت میں بھی آرام دے گی۔

۱۸۔ میں نے تمہارا پرانی باتیں چھوڑ دیں۔ مگر محبت نہیں چھوڑی۔ کمرہ ایک پرانی رسم ہے۔

۱۹۔ بھلا حاکمی بھی محبت سے خالی ہو سکتا ہے۔ یہ سب آپ کو یاد گانی ہے۔

۲۰۔ کہتے ہیں کہ اس نے شاعری چھوڑ دی ہے۔ لیکن میں اس اطلاع کی صحت میں شک ہے۔

کی بھی اور کس سے آشنائی کی
ہم کو طاقت نہیں جدائی کی
تم کو عادت ہے خود نمائی کی
صلح میں چھڑے لڑائی کی
ہم سے باتیں کرو صفائی کی
تھی عبت آرزو رہائی کی
رکھئے آئینہ دل ربائی کی
بوتھیں آتی آشنائی کی
رہ گئی شرم پارسائی کی
تو نے آخر کو پارسائی کی
تو نے بھی ہم سے بیوفائی کی
ساعت آپوچی اس جدائی کی

دُھوم تھی اپنی پارسائی کی
کیوں بڑھاتے ہو اختلاط بہت
منہم کہا تک چھپاؤ گے ہم سے
لاگ میں ہیں لگاؤ کی باتیں
ملتے غیروں سے ہو ملو۔ لیکن
دل رہا پائے بندالفت دام
دل بھی پہلو میں ہو تو یاں کس سے
شہر و دریا سے باغ و صحرا سے
نہ ملا کوئی غارتِ ایماں
بخت ہمد استانی شیدا
صحبت گاہ گاہ ہی روشنی
موت کی طرح جس سے ڈرتے تھے

زندہ پھرنے کی ہے ہو کس حالی

اتہا ہے یہ بے حیائی کی

(غزل بھی لاہور میں سابقہ غزل کے وقت لکھی گئی آخر کے اشعار میں اس امر کی طرف اشارہ ہے)
مطلب: ۱۔ ہماری پارسائی کا بہت تہرہ تھا۔ لیکن ہم نے دوستی بھی کی تو ایسے
سے کہ پارسائی کی شہرت خاک میں مل گئی۔

۲۔ آپس میں بہت ربط و ضبط کیوں بڑھاتے ہو، بھائی ہم میں تو جدائی کی طاقت
نہیں ہے۔ شاعر کا خیال ہے کہ بہت ربط بڑھانے کا لازمی نتیجہ جدائی ہے۔
۳۔ تم ہم سے منہم کب تک چھپاتے رہو گے۔ تم کو تو اپنا آپ ظاہر کرنے کی عادت
ہے۔ یعنی تم ہم سے حجاب کب تک کرو گے۔ تمہیں تو بے حیائی کی عادت ہے۔

۴۔ تم دشمنی میں بھی پیار کی بانیں کرتے ہو۔ تمہیں تو صلح میں لڑائی کی سی چھڑ چھاڑ کرنے کی عادت ہے۔

۵۔ اگر تم غیروں سے ملتے ہو تو شوق سے ملو۔ لیکن ہم سے سچی باتیں کرو۔ یعنی بناوٹ نہ کرو۔

۶۔ ہمیں رہائی کی آرزو بے فائدہ تھی۔ کیونکہ دل تو جان کی محبت میں اسیر تھا۔

۷۔ اگر ہمارے پیلوں میں دل موجود بھی ہو تو دیں کسے؟ یہاں دل کی رہائی کی امید کس سے ہو سکتی ہے؟

۸۔ شہر، دریا، باغ، جنگل میں کہیں سے بھی دوستی کی بُرائی نہیں آتی۔ (دوستی کہیں بھی نہیں ہے)

۹۔ ہماری پارسی کی شرم رگھی۔ کہ ہمیں کوئی ایمان کا ٹوٹنے والا نہیں ملا۔

اگر مل جاتا تو ہماری پاکیزگی کا دعویٰ ختم ہو جاتا۔

۱۰۔ منشی کرم اللہ خاں شیدا کی ہم نشینی میں نقد میرے کارسالی کی یعنی شیدا

سے ہم نشینی کا زمانہ جلد ہی ختم ہو گیا۔ (شیدا سے مراد منشی کرم اللہ خاں صاحب

دہلوی ہیں۔ کہ اس زمانے میں کبھی کبھی فکر شعر کرتے تھے اور شیدا اٹھلے کرتے تھے۔)

۱۱۔ نواب محمد علی رشکی رئیس جہانگیر آباد سے کبھی کبھی کاٹنا بھی جانا رہا۔ (رشکی

آنریبل نواب محمد علی خان بہادر رئیس جہانگیر آباد کا خلیفہ ہے۔)

۱۲۔ جس جدائی سے موت کی طرح ڈرتے تھے۔ آخر کار اس جدائی کا وقت آ ہی گیا۔

۱۳۔ اے حاکم! وطن کو زندہ لوٹ جانے کی حرص اب بھی باقی ہے۔ یہ انتہائی

بے شرفی کی بات ہے۔ یعنی لوٹ کر وطن جانے کی آرزو بے فائدہ ہے۔ جن لوگوں سے

لطفتِ صحبت تھا۔ وہ تو سب ملکِ عدم کو جا چکے۔ اب وطن میں کیا دھرا ہے۔

(وطن سے شاعر کی مراد دلی ہے۔ پانی پتا نہیں)

کر دیا خوگر جفا تو نے
 دُور پہنچی تھی اپنی آزادی
 کیوں نہ آئیں گے یاں وہ اے ہمد
 گوش لب سا فلانے تھم آج
 صبر کا ہے بیت برا انجام
 ابتراے وفا ہے سر دینا
 دل سے قاصد بنا کے وعدہ وصل
 ایک عالم کو خوش کیا اے رشک
 خوب ڈالی تھی ابتدا تو نے
 پر خدا جانے کیا کیا تو نے
 بس سنا میں نے اور کہا تو نے
 نہ کہا اور نہ کچھ سنا تو نے
 ہم کو سمجھا ہے دل میں کیا تو نے
 میری دیکھی نہ انتہا تو نے
 اور کھویا رہا سہا تو نے
 ہم کو کس سے خفا کیا تو نے
 جی میں کیا ہے جو بخشو آج
 حال اپنا کہا سنا تو نے

مطلب :- ۱۔ تو نے میں جفا سہنے کا عادی بنا دیا۔ تو نے عینت کی ابترا خوب
 کی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ دوست پہلے مہربان رہا۔ اور جب ہم محبت میں مبتلا ہو
 چکے تو ظلم و ستم کرنے لگا۔ اب ہم محبت ترک نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے رفتہ رفتہ
 ستم سہنے کے عادی ہو گئے۔

۲۔ ہماری آزادی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ مگر خدا جانے کیا جازو کیا کہ ہم
 تیری محبت میں پھنس کر رہ گئے۔

۳۔ اے ہمد! تیرے کہریبے اور ہمارے سُن لینے ہی سے یہ بات ثابت نہیں
 ہو جاتی کہ محبوب ہمارے پاس ضرور آئے گا۔ ہمیں تو یقین نہیں کہ وہ آئے۔

۴۔ تو نے ہمیں نہ سمجھ کہا نہ ہماری کوئی بات سنی۔ ورنہ بولنے کے لئے ہمارا مُنہ
 بھی تھا۔ اور سُننے کے لئے کان بھی تھے۔

۵۔ اپنے دل میں تو نے ہمیں کیا سمجھا ہوا ہے۔ ہم تو بہت بڑے صابر ہیں اور صبر کا نتیجہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ صَعِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ
 ۶۔ وفا کا پہلا قدم ہی جان پر کھیل جانا ہے۔ افسوس کہ تو نے میری انتہا نہ دیکھی۔
 ۷۔ اے قاصد! تو نے ہمیں وصل کا وعدہ اپنے دل ہی سے بنا کر (من گھڑت) کر دیا۔ تیرا رہا سہا اعتبار بھی جاتا رہا۔ اور جھوٹی امید سے ہماری بے قراری اور بڑھ گئی۔

۸۔ اے رشک! جب وہ ہم سے خوش تھا تو ساری دنیا ہماری قسمت پر رشک کرتی تھی۔ اب وہ ہم سے خفا ہو گیا ہے۔ تو ساری دنیا خوش ہو گئی ہے۔
 ۹۔ جب انسان قریب المرگ ہوتا ہے۔ یا ہمیشہ کے لئے کسی دوسری جگہ جانا چاہتا ہے تو دوستوں سے کہتا ہے کہ میرا گناہ معاف کر دو۔ شاعر کہتا ہے کہ اے حاکی! تیرے دل میں کیا ہے؟ کہ تو نے آج ان سے کہا سنا معاف کرا یا ہے۔ (کیا خود کشی کا ارادہ ہے۔)

کر کے بیمار دی دوا تو نے
 رہو نشنہ لب نہ گھبراتا
 شیخ جب دل ہی دیر میں نہ لگا
 زور ہوا سے دل آل اندریش
 ایک بیگانہ وار کر کے نگاہ
 دل و دیر کھو کے آئے تھے سوئے دیر
 جان سے پہلے دل لیا تو نے
 اب لیا چشمہ برفا تو نے
 آ کے مسیّر سے کیا لیا تو نے
 کھو دیا عمر کا مزا تو نے
 کیا کیا چشمہ آشنا تو نے
 یاں بھی سب کچھ دیا خدا تو نے
 خوش ہے امید خلد میر حالی
 کوئی پوچھے کہ کیا کیا تو نے

تشریح الفاظ:- بیگانہ دار، بیگانوں کی طرح، غیروں کی طرح۔ چشم آشنا، آنکھ کا دیکھا ہوا، آنکھ کا واقف۔

مطلب:- ۱۔ تونے پہلے ہمارا دل لیا تو گویا ہم بیمار محبت ہو گئے پھر جان لے لی تو گویا ہمیں شفا ہو گئی۔

۲۔ اے پیاسے مسافر! گھبرامت۔ تو ذرا ہمت کر۔ اب حیات کا چشمہ قریب ہی ہے۔

۳۔ اے شیخ! جب بت خانے میں تیرا دل ہی نہ لگا۔ تو تونے مسیروں کو چھوڑ کر کیا کر لیا۔ یعنی مسیروں میں بھی تیرا دل نہیں لگتا تھا۔ پھر مسیروں کو چھوڑنے کا فائدہ ہی کیا ہوا۔

۴۔ اے عاقبت اندیش! دل را ہم سے دور ہو جا۔ تونے زندگی کا مزا ہی کھو دیا۔ یعنی تو کوئی کام نہیں کرنے دیتا۔ ہر موقع پر پہلے یہ سوچتا ہے کہ کہیں اس کا نتیجہ بُرا نہ نکل آئے۔

۵۔ اے وہ جسے میری آنکھ نے دیکھا تھا! تونے مجھ پر غیروں کی طرح ایک نگاہ ڈال کر یہ کیا کر دیا کہ اس وقت سے تیری محبت میں میرا ہر حال ہے۔

۶۔ ہم دل اور دین سب کچھ لڑا کر بت خانے کی طرف آئے تو خزانے یہاں بھی پھر سب کچھ دے دیا۔ مطلب یہ کہ اگر دل میں اللہ کی لگن ہو تو ہمیں بت خانے میں بھی تسکین قلب حاصل ہو سکتی ہے۔

۷۔ حاکی بہشت۔ ملنے کی امید میں خوش ہے۔ کوئی پوچھے کہ تونے ایسا کونسا عمل کیا ہے۔ جس سے بہشت ملنے کی امید ہے۔

دل کو درد آشنا کیا تو نے
 طبع انساں کو دی سرشتِ وفا
 وصلِ جاناں بحال ٹھہرایا
 تھا نہ جز غم بساطِ عاشق میں
 جان تھی اک وبالِ فرقت میں
 تمہی محبت میں ننگِ مدتِ غیر
 راہ۔ زاہد کو جب کہیں نہ ملی
 قطعہ درِ میخانہ وا کیا تو نے
 غم کو آشنا کیا تو نے
 عشق کو رہنمائی کیا تو نے
 عقل کو ناخدا کیا تو نے
 اُس کو اُس سے جدا کیا تو نے
 بادشاہ کو گدا کیا تو نے
 درد کو بے دوا کیا تو نے
 سعی کو نارسا کیا تو نے
 حسن کو خود نما کیا تو نے
 غرورِ اکِ دل میں وا کیا تو نے
 جو کیا سب بجا کیا تو نے
 ہم کو جا دوں وا کیا تو نے
 کون پوچھے کہ کیا کیا تو نے
 حالی اٹھا بلا کے محفل کو
 آخر اپنا کہا کیا تو نے

مطلب :- ۴-۱۔ تو نے دل کو درد کا رسیا بنایا۔ اور پھر اسی درد کو دل کی دوا بنا دیا۔ انسان کی طبیعت میں وفا کا مادہ رکھ دیا۔ گویا مٹی کو سونا بنانے کی صفت دے دی۔ عاشق کے لئے محبوب کا وصل دشوار کر دیا۔ اور عاشق کا قتل جائز قرار دے دیا۔ عاشق کے سینے میں غم کے سوا کچھ نہ تھا۔ تو نے اس غم کو راحت قرار دیا۔ یعنی عاشق کو غم میں مزا ملنے لگا۔

۵-۶۔ جدائی میں زندگی دبا ل ہو گئی۔ تو محبت کو جان لیوا بنا دیا۔ محبت میں غیر کی سنت شرم کا باعث تھی۔ اس لئے دل ہی کے جذبے کو یہ طاقت دے دی۔ کہ محبوب خود بخود کھنچ کر آجائے۔

۷-۸۔ جب عبادت گزار کو کسی محفل میں بار نہ ملا۔ تو تو نے اس کے لئے مینجانہ کا دروازہ کھول دیا۔ وہ تجھ سے ٹوٹ کر دوسری طرف (شراب خانے کی طرف) چلا گیا۔ تو تو نے غیروں کو اس کا دوست بنا دیا۔

۹-۱۰۔ جہاں تو نے قافلوں کو منزل مقصود پر پہنچانا تھا۔ وہاں عشق کو بھی راہنما بنا دیا۔ جہاں تو نے کشتی کو بھر کر ڈلونا تھا۔ وہاں عقل کو کشتی بان بنا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ عشق راہنمائی اور کامرانی کی۔ اور عقل رونمائی اور یربادی کی دلیل ہے۔

۱۱۔ جب باپ بیٹے کی محبت زیادہ ہو گئی تو تو نے بیٹے کو باپ سے جدا کر دیا۔ (یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کی طرف اشارہ ہے)

۱۲۔ جب ملک اور دولت ہوش لوٹنے لگے تو تو نے بادشاہ کو فقیر بنا دیا۔ (یہ حضرت ابراہیم بن ادھم کی طرف اشارہ ہے جو بلخ کے بادشاہ تھے۔ ایک عبرتناک خواب دیکھ کر تاج و تخت چھوڑ دیا تھا اور فقیر ہو گئے تھے۔ بعد ازاں کامل درویش بنے (اور اولیاء میں شمار ہوئے)

۱۳۔ جب جان کے مقصد کا مزا ملنے لگا تو تو نے درد کو بے دوا کر دیا۔

تاکہ درد ہمیشہ قائم رہے۔

۱۴۔ جب راہ چلنے والے کو جستجو کا شوق دیا۔ تو اس کی کوشش کو ناکام کر دیا۔ تاکہ ناکام ہو کر زیادہ شوق و ذوق سے کوشش کرے۔

۱۵۔ عاشق کی آنکھوں پر بیت سے پردے پڑے ہوئے تھے۔ یعنی عاشق کو محبوب کا دیدار میسر ہونا آسان نہ تھا۔ مگر تونے اسے اس طرح آسان بنایا کہ حسن کو جاہوہ گری کا شوق دیریا۔

۱۶۔ عاشق کو محبوب کی طاقت کی انتظار نہ تھی۔ تونے اس کے دل میں ہی ایک کھڑکی کھول دی جس سے وہ دوست کا دیدار کرنے لگا۔

۱۷۔ تونے کعبہ کو آباد اور بیت خانے کو خراب کر دیا۔ جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔

۱۸۔ دوستوں کے دل سرد ہو چکے تھے۔ تونے مجھے جاڑو سے نغمے گانے کی

صلاحت دے کر ان کے دلوں کو گرم کر دیا۔

۱۹۔ پھر جو دیکھا تو محفل میں کوئی بھی نہ تھا۔ اب یہ تجھ سے کون پوچھے کہ یہ

تونے کیا کیا؟

۲۰۔ آخر کار حالی محفل کو دریم بریم کر کے اٹھا۔ تونے جو کچھ کہا تھا۔ وہ کر دکھایا۔

رباعیات

توجیہ

کاٹھا ہے ہر اک جگر میں اٹکا تیرا حلقہ ہے ہر اک گوش میں لٹکا تیرا
 اما، تیر حین نے تھکے۔ جانا ہے ضرور بھٹکے ہوئے دل میں بھی ہے کھٹکا تیرا
 تشتریح الفاظ۔ کاٹھا اٹکنا، اثر ہونا، محبت ہونا۔ حلقہ، بالی، یاد رکھنا، خوف۔
 مطلب۔ اے خدا! ہر اک جگر میں تیری محبت کا کاٹھا اٹکا ہوا ہے۔ اور ہر اک
 شخص اپنے کان میں تیری محبت کی بالی پیسے ہو سکے ہے۔ جس نے تیری خدائی کا اقرار کیا
 اس نے مجھے ضرور بچا دیا ہے۔ غرض کہ گمراہ شخص کے دل میں بھی تیرا خوف موجود ہے۔

ایضاً

ہندو نے صنم میں جلو پایا تیرا آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا
 دہری نے کیا دھر سے تعبیر تجھے انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا
 تشتریح الفاظ۔ ہندو، فارسی معنی چور، بت۔ ست۔ صنم، بت، دیوتا۔ آتش،
 آگ، مغاں، آتش پرست۔ دہری، خدا کو نہ ماننے والا۔ بن نہ آیا، نہ ہو سکا۔
 مطلب۔ اے خدا! ہندو کو تیرا جلوہ بتوں میں نظر آیا۔ اور آتش پرست لوگ
 آگ کے ذریعے تیری عبادت کرتے رہے۔ تیری خدائی سے انکار کرنے والے دنیا
 کی طاقت کو خدا سمجھنے لگے۔ غرض کوئی بھی تیری خدائی کا انکار نہ کر سکا۔

ایضاً

طوفان میں ہے جب جہاز چکر کھاتا جب قافلہ وادی میں ہے سرنگراتا
 اسباب کا آسرا ہے جب اٹھ جاتا واں تیرے سوا کوئی نہیں یا وانا
 تشریح القافلہ وادی، ریگستانی سبکل، اسباب، ذریعہ۔ آسرا اٹھ جانا، امتیاز
 ختم ہو جانا۔

مطلب:۔ جب کوئی جہاز سفر کرتے کرتے سمندر میں کسی طوفان میں پھنس جاتا
 ہے۔ اور جب کہیں ریگستان میں چلتے چلتے کوئی قافلہ راستہ بھول جاتا ہے اور
 پریشم کے ذریعے کی امتیاز ختم ہو جاتی ہے۔ تو پھر تیرے سوا اس حالت میں کوئی بھی
 تسلی اور سہارا نہیں دیتا۔

ایضاً

جب لیتے ہیں گھیر تری قدرت ظہور کے منکر بھی پکارا ٹھنٹے ہیں تجھ کو سرور
 خفاش کو ظلمت کی نہ سوچھی کوئی راہ خورشید کا شش جہت میں پھیلا جب نور
 تشریح القافلہ۔ ظہور، ظاہر ہونے والی چیزیں، نشانیاں۔ منکر، خدا کے وجود
 کا انکار کرنے والے۔ خفاش، چمکا ڈر۔ ظلمت، اندھیرا۔ راہ، راستہ۔ شش
 جہت، چھ سمتیں، شمال، جنوب، مشرق، مغرب، اوپر اور نیچے۔
 مطلب:۔ اے خدا! جب تیری قدرت کی نشانیاں تیرا انکار کرنے والوں کو
 گھیر لیتی ہیں تو تجھ سے انکار کرنے والے بھی تری قدرت اور وجود کو مان جانتے ہیں۔
 کیونکہ جب دنیا میں ہر طرف سونج کی روشنی اچھی طرح پھیل جاتی ہے۔ تو چمکا ڈر کو
 اندھیرے میں کوئی بھی راستہ نظر نہیں آتا۔

ایضاً

جب مالوسی دلوں پر چھپا جاتی ہے دشمن سے بھی نام نیرا چھو اتی ہے
 ممکن ہے کہ سکھ میں بھول جائیں اطفال لیکن انہیں دکھ میں ماں ہی یاد آتی ہے
 تشریح الفاظ:۔ دل پر چھپا جانا، دل پر اثر کرنا۔ نام حیوانا، یاد کرتے رہنا۔ سکھ
 آرام۔ اطفال، بہت چھوٹے بچے۔

مطلب:۔ جب دل ہر طرف سے نا امید ہو جاتا ہے تو دشمن بھی خدا ہی کو یاد
 کرنے لگتا ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ آرام کی حالت میں بچے بھی اپنی ماں کو بھول جاتے
 ہیں۔ لیکن تکلیف میں تو انہیں اپنی ماں ہی یاد آتی ہے۔

ایضاً

مٹی سے ہوا سے۔ آتش و آبیکیاں کیا کیا نہ ہوئے بشر یہ اسرار عیاں
 پر تیرے خزانے ہیں ازل سے اب تک گنجینہ غیب میں اسی طرح نہاں
 تشریح الفاظ:۔ یاں، یہاں کا محقق۔ بشر، انسان۔ یہ، میرا محقق۔ اسرار
 ستر کی جمع، بھید، عیاں، ظاہر۔ ازل، جب سے دنیا قائم ہوئی۔ گنجینہ غیب،
 چھپے ہوئے خزانے۔ نہاں، چھپے ہوئے۔

مطلب:۔ انسان کو زمین، ہوا، آگ اور پانی سے ہر چیز کے راز اچھی طرح
 معلوم ہو گئے۔ لیکن اسے خدا یا تیرے جتنے چھپے ہوئے خزانے ہیں۔ وہ اب تک
 اسی طرح چھپے ہوئے ہیں۔ جیسے شروع سے چھپے ہوئے تھے۔ یعنی اب تک
 جو کچھ ظاہر ہوا ہے وہ بمقایہ اس کے جو خزانہ غیب میں مخفی ہے۔
 کائنات لہذا یہی ہے۔

ایضاً

ہستی سے تیری رنگ و بوس کے لئے طاعت میں ہے تیری آبرو کے لئے
 ہیں تیرے سوا سارے سہارے کمزور سب اپنے لئے ہیں اور توبہ کے لئے
 تشریح الفاظ:۔ رنگ و بو، خوشبو اور خوبصورتی۔ طاعت، عبادت۔ آبرو، عزت۔
 مطلب:۔ اے خدایا تیرے وجود میں ہر چیز میں خوشبو اور خوبصورتی موجود ہے۔ اور
 تیری اطاعت کرنے سے سب کو عزت حاصل ہوتی ہے۔ اے خدایا تیرے سوا کبھی
 کبھی امیدیں ہیں۔ وہ سب کمزور ہیں۔ ہر شخص اپنی اپنی خواہش رکھتا ہے۔ لیکن
 تو سب کی خواہشوں کو پورا کرتا ہے۔

ایضاً

کیا ہوگی دلیل تجھ پر اور اس سے زیادہ دنیا میں نہیں ہے ایک دل جو کم ہوشاؤ
 پر جو کم ہیں تجھ سے لو لگائے بیٹھے رہتے ہیں ہر ایک بے غم سے آزاد
 تشریح الفاظ:۔ زیادہ، زیادہ کا مخفف۔ لو لگانا، امید باندھنا۔ آزاد، بے فکر۔
 مطلب:۔ اے خدایا تیرے وجود پر اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔
 کہ دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے۔ جو دنیا کے دھندوں میں پھنسا ہوا کھی ہو
 اور خوش بھی ہو۔ لیکن جنہوں نے اپنا دھیان تیری طرف لگایا ہوا ہے۔ وہ ہر قسم
 کی تکلیف اور پریشانی سے بالکل بے فکر بیٹھے رہتے ہیں۔

نعت

زہاد کو تو نے محو تجویر کیا عشاق کو مست لذت دید کیا
 طاعت میں رہا نہ حق کے ساجھ کوئی توحید کو تو نے آ کے توحید کیا

تشریح الفاظ:۔ زیاد بہت زیادہ عبادت گزار۔ محو تہجد، عبادت میں مصروف۔
عشاق، خرا کو چاہنے والے بہت لذت دید، دیکھنے کے لطف میں بخود۔ توحید
خدا کو ایک ماننا۔ سا جھی شریک، حصہ بانٹنے والا۔

مطلب:۔ اے پیارے نبی! بڑے بڑے عبادت گزار لوگوں کو تو نے آ کر خدا
کی صحیح عبادت میں مصروف کر دیا۔ اور جو عاشق تھے ان کو اپنا جلوہ دکھا کر اور
زیادہ مست بنا دیا۔ غرض خرا کی عبادت میں پھر کوئی شریک باقی نہیں رہا۔ اصل
میں خرا کی وحدت کو صحیح طور پر وحدت کو تو نے ہی آ کر بتایا ہے۔

ایضاً

یطمانے عرب کو محترم تو نے کیا اور امتیوں کو خیرامم تو نے کیا
اسلام نے ایک کر دیاروم و تثار۔ بچھڑے ہوئے گولہ کو ہم تو نے کیا
تشریح الفاظ:۔ یطمانے عرب، عرب کی پاک زمین، مکہ معظمہ۔ امتی، ان پڑھ لوگ
خیرامم، امتوں میں سب سے بہتر۔ تثار، تاتار کا مخفف، مراد ترکستان۔ بچھڑے ہوئے
جو لوگ الگ ہو چکے ہوں، اور آپس میں سخت دشمنی ہو گئی ہو۔ کلمہ، ریور، مراد آدمیوں
کا گروہ، قومیں، بیہم، اکٹھا۔

مطلب:۔ اے پیارے نبی! آپ نے مکہ معظمہ کو تمام شہروں میں افضل اور
ضرورت کے قابل بنا دیا۔ اور عرب کی قوم کو مسلمان بنا کر تمام دنیا کی قوموں میں
افضل بنا دیا۔ اسلام نے روم اور ترکستان کی قوموں کو اس طرح ایک کر دیا۔
کہ جو لوگ دُور ہو گئے تھے۔ وہ اسلام کی زنجیریں منسلک ہو کر بالکل ایک
ہو گئے۔

ایضاً

بٹلیا کو ہوا تیری ولادت سے شرف
 شرب کو ملا تیری اقامت سے شرف
 اولاد ہی کو فخر نہیں کچھ تجھ پر
 آیا کو بھی ہے تیری ابوت سے شرف
 تشریح الفاظ:- ولادت، پیدائش، بشرت، عزت، شرب، مدینہ منورہ کا قدیم نام
 اقامت، بسیرا، ٹھکانا، قیام، مراد مرزا مبارک بزرگ لوگ، خاندان کے باپ دادا۔
 ابوت، باپ دادا ہونے کی عزت۔

مطلب:- اسے نبی! مکہ معظمہ میں آپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے اسے عزت
 حاصل ہو گئی۔ اور مدینہ منورہ کو آپ کے قیام کی وجہ سے بہت بڑا ترمیم مل گیا۔ آپ
 کی اولاد ہی کو آپ پر فخر نہیں ہے بلکہ آپ کے آباؤ اجداد بھی آپ پر فخر کرتے ہیں۔

صلح کل

ہندو سے لڑیں نہ گبر سے بیز کریں
 شرب سے بچیں اور شر کے عوین خیر کریں
 جو کہتے ہیں یہ کہ ہے جہنم دنیا
 وہ آئیں اور بہشتا کی سیر کریں
 تشریح الفاظ:- صلح کل، میل ملاپ، دوستی، گبر، آتش پرست، بیز، دشمنی، شر،
 شرارت۔

مطلب:- نہ ہندوؤں سے لڑنا چاہیے اور نہ ہی آتش پرستوں سے دشمنی رکھنی
 چاہیے۔ بلکہ مختلف مذہبوں کے اختلافات کو آپس میں حل کر ختم کر دینا چاہیے۔
 اور ہمیشہ برائی سے بچنا اور نیکی کے کام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جو لوگ یہ
 کہتے ہیں کہ دنیا ایک جہنم کی طرح ہے تو واقعی مخالفت سے تو ایسا ہی ہے لیکن
 دوستی اور محبت کریں تو۔ ہی دنیا زندگی بھر کے لئے جنت بن جاتی ہے۔ اور خوشی کا
 دور دورہ ہو سکتا ہے۔

ترک شعر عاشقانہ

بلبل کی چین میں ہم سزبانی چھوڑی بزم شعرا میں شعر خوانی تھوڑی
 جب سے دل زندہ توڑے ہم کو چھوڑا ہم نے بھی تیری رام کہانی چھوڑی
 تشریح الفاظ:۔ بزم، محفل۔ زندہ دل، خوش دلی، سرت۔ رام کہانی، حکایت،
 قصہ، باتیں۔

مطلب:۔ ہم نے بلبل کے ساتھ باتیں کرنا یا نکل چھوڑ دیا ہے۔ اور محفلوں میں
 اپنا شمار سنانے اور اپنا کلام پڑھنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ اسے خوش دلی! جب
 سے توڑے ہمیں چھوڑا ہے۔ ہم نے بھی عشق و عاشقی کی تمام باتوں کو بالکل ہی چھوڑ
 دیا ہے۔

پیران زندہ دل

خوش رہتے ہیں دکھ میں کامرانوں کی طرح ہیں ضعف سے لڑنے پہلوانوں کی طرح
 دل انکے میں طرف انکے جو کرتے ہیں تیر ہنس بول کے پیری کو جوانوں کی طرح
 تشریح الفاظ:۔ کامران، کامیاب۔ ضعف، کمزوری۔ طرف، حوصلہ۔ تیر کرنا،
 گزارہ کرنا۔

مطلب:۔ شاعر کہتا ہے کہ وہ پورے اور کامیاب لوگ جو تکلیف میں کامیاب
 لوگوں کی طرح زندگی گزارتے ہیں۔ اور بڑھاپے میں پہلوانوں کی طرح بہادر
 رہتے ہیں۔ اور بڑھاپے کے زمانے کو نہایت ہنسی خوشی کے ساتھ گزارتے
 ہیں۔ اصل میں ان کا حوصلہ اور بہت بہت بڑھی ہوئی ہے۔

نیکلی اور بدلی پاس پاس ہیں

جو لوگ ہیں نیکوں میں مشہور بہت ہوں نیکوں پر اپنے تہ مغرور بہت
 نیک ہی خود اک بدی ہے گرتو نہ خلوص نیک سے بدی نہیں ہے کچھ دور بہت
 مطلب :- جو لوگ نیک کام کرنے میں مشہور ہیں۔ انہیں زیادہ مغرور نہیں کرنا چاہیے
 اگر نیک میں خلوص نہ ہو تو وہی بدی بن جاتی ہے کیونکہ نیک اور بدی میں زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔

امتحان کا وقت

زادہ کتنا تھا جان ہے دیں پر قربان
 کی عرض کسی نے کہ یہ کیا ہے صلاح
 نشریح الفاظ :- زادہ عبادت کرنے والے۔ امتحان کی زد پر، امتحان کی کسوٹی پر مشورہ۔
 جی ہے تو جہان ہے، اگر زندگی باقی رہے گی، تو ایمان بھی سلامت ہے، ورنہ ایمان کی کیا
 حیثیت ہے۔

مطلب :- ایک بہت عبادت گزار آدمی یہ دعویٰ کرنے لگتا ہے کہ میں اپنی جان دین
 پر قربان کر دوں گا۔ لیکن جب اسے امتحان کی کسوٹی پر رکھا جاتا ہے اور پھر مولا م کیا جاتا
 ہے کہ حضرت آپ کا کیا حال ہے تو وہ لکھنؤوں سے گھبرا کر کہنے لگتا ہے کہ اگر زندگی قائم
 رہے گی تو ایمان بھی زندہ رہے گا۔ اور جب زندگی نہیں تو پھر ایمان کہاں رہ سکتا ہے۔

عشق

عشق طیب دل کے پیاروں کا ہم کچھ نہیں جانتے۔ یہ اتنی ہے خبر
 یا گھر ہے وہ خود ہزار آرزوؤں کا
 اک مشغلہ دلچسپ ہے بیکاروں کا

مطلب:۔ جو لوگ دل کے بیمار ہیں عشق ان کے لئے حکیم کی طرح معالج بن جاتا ہے۔
ورنہ اسی عشق کے ہاتھوں سنیکڑوں تکلیفیں پہنچنے لگتی ہیں۔ ہمیں ان باتوں کی صداقت
کے متعلق کوئی بات صحیح طور پر معلوم نہیں لیکن اتنا جانتے ہیں کہ ہیکار لوگوں کے لئے بہترین
مشغلہ ضرور ہے۔

نیکوں کی جانچ

نیکوں کو نہ ٹھہراؤ بڑے فرزند اک آدھا دان کی اگر ہونہ پسند
کچھ نقص انار کی لطافتیں نہیں ہوں اس میں اگر گلے سڑے دانے چند
تشریح الفاظ:۔ نقص، خرابی، لطافت، اچھالی، خوبی۔

مطلب:۔ اے بیٹے! نیکوں کی اگر کوئی بات تمہیں ناپسند ہو۔ تو تم انہیں برامت
بھیجے لگو کیونکہ اگر انار کے دو چار دانے خراب ہوں۔ تو اس کی لطافت اور اچھے
ذائقے میں کوئی واقع نہیں ہوتی۔

دوستوں سے بچاؤ وقع

تازیت وہ محو نقش موہوم ہے جو طالب دوستانِ معصوم ہے
اصحاب سے بات بات پر جو بیڑے صحبت کی وہ برکتوں سے محروم ہے
تشریح الفاظ:۔ تازیت، جیتک زنگی ہے۔ محو، مٹے ہوئے۔ نقش، موہوم
نظر نہ آنے والے نشانات۔ طالب، خواہش مند۔ دوستانِ معصوم، بہت ساری
نیک اور اچھے دوست، گناہ سے پاک دوست۔

مطلب:۔ جو لوگ بہت ہی پاک اور نیک دوستوں کی تلاش کرتے رہتے ہیں۔
وہ تمام عمر اسی خیالی بات میں گم رہتے ہیں۔ لیکن انہیں ایسا میسر نہیں آتا۔ اس لئے

جو لوگ اپنے دوستوں کی ذرا سی بات پر ناراض ہونے لگتے ہیں۔ وہ ان کی دوستی کی اچھائیوں سے محروم ہی رہتے ہیں۔

شراب اور جوانی

ہو بادہ کشتی پر نہ جوانو مفتون
گردن پہ نہ لوقفل خدا داد کا خون
خود عبد شباب اگر جنوں ہے اب تم
کرتے ہو فنزوں جنوں پہ آس اور جنون
تشریح الفاظ:۔ بادہ کشتی، شراب پینا۔ مفتون، معاشقِ عقلِ خدا داد، خدا کی
دلی ہوئی سمجھ۔ خونِ عقل، برباد کرنا۔ عہدِ شباب، جوانی کا زمانہ۔ فنزوں، زیادہ۔
مطلب:۔ اے نوجوانوں! شراب پینے کی عادت ہی نہ ڈالو تو بہتر ہے، کیونکہ
اس طرح خدا کی طرف سے انعام کے طور پر ملی ہوئی عقل کو ختم کر کے رکھ دو گے۔ جوانی
خود بھی ایک قسم کا جنون ہے اور تم اسے نشہ پلا کر اور زیادہ پاگل بنا دو گے۔ تو یہ تو
اپنے ساتھ درجی زیادتی ہوگی۔

غرور سب عیبوں سے بدتر ہے

ممکن نہیں یہ کہ ہو بشر عیب سے دُور
میر عیب سے بچے تا بقدر ضرور
عیب اپنے گھٹاؤ پر شرور وار رہو
گھٹنے سے کہیں آں کے نہ گرہ جا غرور
تشریح الفاظ:۔ بشر، آدمی۔ تا بقدر، جہاں تک ہو سکے۔
مطلب:۔ یہ بات بالکل ہی ناممکن ہے کہ انسان میں کسی قسم کی برائی ذرا بھی نہ رہے۔
لیکن پھر بھی جہاں تک ہو سکے۔ برائی سے بچنا ہی بہتر ہے۔ اپنی برائیاں کم کرتے رہو۔ لیکن
اس بات کا خیال رکھو کہ جب تم برائیوں پر قابو پا لو تو ایسا نہ ہو کہ اسی بات پر غرور ہو
جائے۔ کیونکہ غرور سینکڑوں برائیوں کی ایک برائی ہے۔

گفتار و کردار میں اختلاف

جو کرتے ہیں کچھ۔ زبان سے کہتے ہیں وہ کم
 ہوتے ہیں ساتھ جمع۔ دم اور قدم
 بڑھتا گیا جس قدر کہ حسن گفتار
 بس اتنے ہی گھٹتے گئے کردار میں ہم
 تشریح الفاظ:۔ کردار عمل۔ دم، بات، سانس، قدم، چلنا، عمل حسن گفتار، اچھے
 طریقے سے بات کرنا۔

مطلب:۔ جو لوگ کام کرتا چاہتے ہیں۔ وہ زبان سے دعویٰ کم کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ
 زبانی دعویٰ دونوں ایک جگہ کبھی جمع نہیں ہوتے۔ زبانی تقریریں اور وعدوں میں جس
 قدر خوبی پیدا ہوتی گئی اتنی ہی عمل کی توفیق کم ہوتی گئی۔

شرط قبول

ممكن ہے کہ جوہر کی نہ ہو قدر کہیں
 غیر کو نہ لیں مفت یہ امکان ہے مگر
 تشریح الفاظ:۔ جوہر خوبی۔ غیر، قیمتی، خوشبو۔ امکان ممکن ہونا۔ سڑکیں، گورہ۔
 مطلب:۔ یہ بات ممکن ہے کہ آدمی جوہر کی پرواہ نہ کرے۔ لیکن دنیا میں کسی
 جگہ بھی بغیر خوبی کے قدر نہیں ہوتی۔ یہ بات تو ممکن ہے کہ لوگ غیبی خوشبودار
 چیز کو پسند نہ کریں۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ اسی کی جگہ گورہ پسند کرنے لگیں۔

طالب کو سونچ سمجھ کر پوچھنا چاہیے

ہوں یا نہ ہوں پراہل عرفان و یقین
 گاہک کو ہے احتیاج چار آنکھوں کی
 پڑ رہے کہ طالب نہ ہونا و ان کہیں
 اور ایک کی بھی بچنے والے کو نہیں

تشریح الفاظ۔ اہل عرفان، خدا کے سمجھنے کا علم رکھنے والا۔ احتیاج، حاجت، ضرورت۔
مطلب۔ ہدایت کرنے والا وہ مرشد اگر خدا کو سمجھنے کا علم رکھتا ہے۔ یا نہیں رکھتا۔
لیکن یہ بات نہیں ہونی چاہیے کہ اس کامرید بوقوت اور کم سمجھ ہو کیونکہ غور سے اور اچھی
طرح دیکھنا تو گاہک کا کام ہے۔ بچنے والا تو اندھا ہوتا ہے۔ اسے تو صرف گاہک
کی ضرورت ہوتی ہے۔

عالم و جاہل میں کیا فرق ہے

ہیں جہل میں سب عالم و جاہل ہر
عالم کو ہے علم اپنی نادانی کا
تشریح الفاظ۔ جہل، جہالت۔ مہر، براہ۔

مطلب۔ جہالت میں عالم اور جاہل سب برابر ہیں۔ ان دونوں میں سوائے
ایک بات کے کوئی فرق نہیں ہوتا کہ عالم کو اپنی نادانی کا علم ہوتا ہے۔ لیکن جاہل کو اپنی
جہالت کے متعلق کچھ بھی علم نہیں ہوتا۔

موجودہ ترقی کا انجام

پوچھا جو کل انجام ترقی بشر
باقی نہ رہے گا کوئی انسان میں عیب
تشریح الفاظ۔ بشر، انسان۔ پیرمناں، شراب خانے کا سرپرست۔ چھل چھلا
کہ، صاف ہو کر۔

مطلب۔ جب ہم نے ترقی کا انجام معلوم کیا تو ہمارے پیر و مرشد نے ہنس کر کہا کہ آگے چل کر آدمی
میں کوئی عیب نہیں رہے گی! اور ساری برائیاں بھی خوبی ہی سمجھی جانے لگیں گی۔

مصرف کو کیونکر فراغت حاصل ہو سکتی ہے

اک منعم مصرف نے یہ عابد سے کہا کہ میرے لئے حق سے فراغت کی دعا عابد نے کہا ہاتھ اٹھا کر سونے خرچ تشریح الفاظ: منعم، دولت مند، مصرف، فضول خرچ، فراغت، آرام، سکون، عابد، عبادت کرنے والا، سوسے پونے، آسمان کی طرف۔ اے بارِ خدا، اے مہربانِ خدایا۔ مطلب: ایک شخص جو بہت دولت مند لیکن فضول خرچ تھا۔ اس نے ایک پیر بزرگ آدمی سے کہا کہ میرے لئے سکون و آرام ملنے کی دعائیں فرمائیں۔ یہ سن کر اس بزرگ شخص نے ہاتھ اٹھا کر خدا سے دعا کی کہ اے خدا! اسے تو بہت جلد محتاج کر دے۔ تاکہ اسے سکون حاصل ہو جائے۔

کام کی جلدی

یاں رہنے کی مہلت کوئی کب پاتا ہے آتا ہے اگر آج توکل جیسا ہے جو کرنے میں کام آن کو جلدی بھگتا و طلبی کا پیغام وہ جلا آتا ہے مطلب: اس دنیا میں رہنے کا کسی کو بھی موقع نہیں ملتا۔ اگر آج ایک شخص پیدا ہوا ہے تو دوسرے کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہاں کے کام جلدی جلدی کر کے لگو۔ کیونکہ بلانے کا پیغام جلدی جلدی آ رہا ہے۔

غرض

بے نفس میں انساں کے جتنی یہ مرض ہر سعی پہ ہوتا ہے طلبگار عوض جو خاص خدا کے لئے تھے کام کئے دیکھا تو نہاں اُن میں بھی تھی کوئی غرض ہر سعی پہ ہوتا ہے طلبگار عوض

تشریح الفاظ: - جلی، پیدائشی سخی، کوشش۔ طلب گار، خواہش مند، غرض مند۔ مطلب کام۔ نہاں، چھپے ہوئے، پوشیدہ۔

مطلب: - انسان کی فطرت میں یہ بات اور عادت پیدائشی ہے کہ ہر کوشش اور محنت کے بعد اس کا بدلہ چاہنے لگتا ہے۔ کیونکہ خاص طور پر صرف خدا کے لئے بھی جو کام کئے گئے۔ ان میں بھی کوئی نہ کوئی خواہش چھپی ہوئی تھی۔

انقلابِ روزگار

بیس برس کے ہزاروں گھرا جڑ جاتے ہیں گم گم کے علم لاکھوں اکھڑ جاتے ہیں
 آج اس کی ہے نوبت تو کل اس کی باری بن بن کے یونہی کھیل بگڑ جاتے ہیں
 تشریح الفاظ: - انقلابِ روزگار، دنیا کے بدل جانے کی حالت۔ علم، جھنڈے۔
 نوبت، نمبر۔

مطلب: - زمانے کا انقلاب ہی ایسا ہے کہ ہزاروں گھر آباد ہوتے ہیں۔ اور پھر
 آجڑ جاتے ہیں۔ اور بہت سی حکومتوں کے جھنڈے غائب ہو جاتے ہیں۔

تقاضائے سن

حالی کو جو کل افسردہ خاطر پایا پوچھا باعث تو منہس کے یہ فرمایا
 رکھو نہ اب اگلی صحبتوں کی امید وہ وقت گئے اب اور موسم آیا
 تشریح الفاظ: - تقاضا، ضرورت، حالت، حیثیت۔ سن، عمر۔ افسردہ خاطر،
 رنجیدہ دل، پریشان۔

مطلب: - کل جب حالی کو رنجیدہ اور پریشان دیکھا۔ تو اس کا سبب کسی نے
 ان سے معام کیا۔ اس پر جواب میں وہ کہنے لگے۔ اب اگلی جیسی باتوں کی ذرا بھی امید

نہ رکھو۔ اب تو جو الی گزری گئی۔ پڑھا پا آ گیا ہے اس لئے تکلیفیں بھی لازمی ہیں۔

جس کو زندگی کا بھر و سہا ہے وہ کوئی بڑا کام نہیں کر سکتا

دنیا نے دنی کو نقشِ فانی سمجھو رودادِ جہان کو اک کہانی سمجھو

سرجب کرو آغاز کوئی کام بڑا ہر سانس کو عمرِ جاودانی سمجھو

تشریح الفاظ:۔ دنیا کے دنی، کمینہ اور ذلیل دنیا۔ نقشِ فانی ختم ہو جاتا

والی نشانی۔ رودادِ جہاں، دنیا کے حالات۔ آغاز، شروع۔ ابتداء۔ عمرِ جاودانی،

ہمیشہ کی زندگی، یا آخری سانس۔

مطلب:۔ اس دنیا کو مٹ جانے والا نشان سمجھنا چاہیے۔ اور دنیا کے

حالات کو اس کی کہانی سمجھیں۔ تو درست ہے۔ اور جب بھی کوئی بڑا کام کرنے لگو۔

تو ہر ایک سانس کو قائم نہ رہنے والا سانس سمجھتے ہوئے توجہ سے کام کرو۔

آثارِ زوال

آبا کو زمین و ملک پر اطمینان اولاد کو سستی پہ قناعت کا گماں

بچے آوارہ اور بے کار حواں ہیں ایسے گھرانے کوئی دن کے مہمان

تشریح الفاظ:۔ آثار، نشانیاں، علامتیں۔ زوال، تباہی۔ آبا، والدین۔

قناعت، جو کچھ مل جائے اسی پر راضی رہنا۔ گمان، خیال۔

مطلب:۔ ماں باپ کو تو اس بات کا اطمینان ہے کہ ہمارے پاس جا میرا دہتا

اور دولت ہے۔ اور اولاد اس وجہ سے سستی ہو گئی ہے۔ اس لئے اس نے اور زیادہ

دھکیل دے دی ہے اور اس دھکیل اور سستی کو وہ قناعت سمجھنے لگی ہے۔ جب اس طرح

بچے آوارہ ہو جائیں گے اور حواں اور بڑے بے کار رہیں گے۔ تو ایسا خاندان تو

دنیا میں صرف چند دن کا مہمان ہی رہ سکتا ہے۔ پھر اس کا کہیں نشان نہ ملے گا۔

شانِ ادبار

صحرا میں جو پایا ایک چٹیل میدان برسات میں سبزہ کا نہ تھا جس پہ نشا
 مایوس تھے جس کے جوتنے سے دہتاں یاد آئی ہمیں قوم کے ادبار کی شان
 تشریح الفاظ:- شانِ ادبار، نحوست اور بد قسمتی کی حالت۔ دہقان، کس۔
 مطلب:- جنگل میں چلتے چلتے جب ہمیں ایک ایسا خراب اور چٹیل میدان
 نظر آیا جس میں کسی جگہ جھاڑ جھنکار بھی نہیں تھی۔ اس ایسی زمین میں کسان بھی
 ہل چلانے کے لئے تیار نہیں تھے۔ یہ جگہ اپنی قوم جیسی تھی۔ کیونکہ قوم کی حالت
 بالکل اس چٹیل میدان جیسی خراب ہے۔

نفاق کی علامت

ہر بزم میں آفریں کے لائق ہونا شیریں معنی سے شہدِ نفاق ہونا
 ممکن نہیں جتنا کہ نہ ہوں میں نفاق آسان نہیں مقبولِ خلافت ہونا
 تشریح الفاظ:- بزم، محفل۔ شیریں معنی، میٹھی میٹھی باتیں کرنا۔ شہدِ نفاق، شہد
 سے زیادہ میٹھا۔ مقبولِ خلافت، دنیا کے لوگوں کا پسندیدہ۔
 مطلب:- ہر محفل میں جس کی تعریف کی جائے اور اس کی میٹھی میٹھی باتیں شہد
 سے بھی زیادہ میٹھی ہوں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے دل میں نفاق کا بیج
 موجود ہو۔ تاکہ وہ آسانی کے ساتھ لوگوں میں مقبولیت حاصل کر سکے۔ کیونکہ
 دنیوی مقبولیت کا ذریعہ نفاق ہی ہے۔

مسلمانوں کی بے مہری

جیتنا کہ نہ ہو دشمنِ اخوان پکا ہوتا نہیں مومن کا اب ایماں پکا
 ہم قوم کی خیر مانگتے ہیں حق سے سنتے ہیں کسی کو جب مسلمان پکا
 تشریح الفاظ:۔ دشمنِ اخوان، بھائیوں کا دشمن۔ مومن، نیک مراد مسلمان۔
 خیر، بھلائی۔

مطلب:۔ جب تک کوئی شخص اپنے بھائیوں کے خون کا پیاسا نہ ہو۔ موجودہ
 زمانے میں اس کا ایمان پختہ نہیں ہو سکتا اس لئے جب ہمیں کسی کے متعلق یہ معلوم
 ہوتا ہے کہ وہ پکا مسلمان ہے تو خدا سے اسلام کی حفاظت کی دعا مانگنے لگتے
 ہیں کیونکہ آج کل تو اسلام کا تقاضا ہی یہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلمانوں ہی کے
 ذریعے ختم کیا جائے۔

مکروریا

حالی رہ راست جو کہ چلتے ہیں سارا خطرہ انہیں گرگ کا نہ ڈر شیروں کا
 لیکن ان بھڑیوں سے واجباً حذر بھڑیوں کے لباس میں جو جلوہ نما
 تشریح الفاظ:۔ راہِ راست، سچائی کا راستہ۔ گرگ، بھڑیا، مراد مکار۔ و آجیہ،
 تھوڑی۔ حذر، پرہیز۔ جلوہ نما، ظاہر۔

مطلب:۔ حالی اپنے آپ سے کہتے ہیں کہ جو لوگ سیدھے راستے پر چلتے ہیں انہیں
 کسی بھی بھڑیے یا شیر کا ڈر نہیں ہوتا۔ لیکن ان بھڑیوں سے ہمیشہ خیر دار رہنا چاہیے کہ
 جو خود بھڑیوں کے لباس میں مصوم بن کر آجاتے ہیں اور تباہ کر دیتے ہیں۔

جوہرِ قابلیت

میں بے ہنروں میں قابلیت کے نشاں پوشیدہ ہیں وحشیوں میں اکثر انساں
 عاری ہیں لباسِ تربیت سے ورنہ ہیں طوسی و رازی انہیں شکلوں میں نہاں
 تشریح الفاظ:۔ عاری، ننگے، خالی۔ تربیت، ادب سکھانا۔ طوسی و رازی، ایران
 کے دو مشہور شاعر۔

مطلب:۔ بے ہنر اور ان پڑھ لوگوں میں بھی بہت سی باتیں اور خوبیاں چھپی ہوتی
 ہیں۔ اور بہت سے جنگلی اور دیہاتی آدمیوں میں اچھا آدمی چھپے ہوتے ہیں۔ اگر انہیں بھی
 سلیقہ اور تیز چھی طرح سکھا اور سمجھا دیا جائے تو بہت سے طوسی اور رازی جیسے عقلمند
 لوگ پیدا ہونے لگیں۔

علم

اے علم کیا ہے تو نے ملکوں کو نہال غائب ہوا تو جہاں سے وہاں یا زوال
 آن پر ہوئے غیب کے خزانے مفتوح جن قوموں نے کھنڈیا کھنڈیا کھنڈیا
 تشریح الفاظ:۔ نہال، خوش۔ مفتوح، فتح کرنا۔ راس المال، اصل سرمایہ،
 اصل دولت۔

مطلب:۔ اے علم تو نے بہت سے ملکوں اور قوموں کو خوش کر دیا۔ اور بہتر
 بنا دیا ہے۔ لیکن جس ملک میں تیری قدر نہیں رہی تو وہاں سے غائب ہو گیا اور
 اس ملک میں زوال آ گیا۔ اور جن قوموں نے مجھے اپنا خزانہ قرار دیا ہے انہیں
 غیب کے چھپے ہوئے دھینے بھی معلوم ہو گئے۔

ایضاً

اے علم کلید گنج شادی تو ہے سرچشمہ نعماد ایا دی تو ہے
 آسائشِ دو جہاں ہے سایہ میں تیرے دُنیا کا وسیلہ دین کا ہادی تو ہے
 تشریح الفاظ: - کلید، چابی۔ گنج شادی، خوشی کا خزانہ۔ سرچشمہ، نکلنے
 کی جگہ۔ نعم، اچھی نعمتیں۔ ایا دی، اچھی نعمتیں۔ ہادی، راستہ بتانے والا۔
 مطلب: - اے علم! تو خوشی کے خزانے کی کنجی ہے۔ اور خلا کی نعمتوں کا
 سرچشمہ ہے۔ تیرے سایہ میں دونوں جہاں کا آرام حاصل ہو سکتا ہے۔ دنیا
 میں کامیابی کا ذریعہ اور دین کی طرف راستہ بتانے والا ہی تو ہی ہے۔

ایضاً

ہے تجھ سے نہالِ حبیبی مغرب کی زریں مشرق کو وہ فیضِ نچھ سے اے علم نہیں
 شاہد اے علم ماہِ نخب کی طرح رہتی ہیں شعاعیں تیری محرور واپس
 تشریح الفاظ: - نہال، خوش۔ فیض، بخشش۔ تھا، ماہِ نخب، تلمیح ہے،
 حکیم عطاری مقلع مے اپنے علم اور حکمت کے زور سے ایک مہسنوعی چاہا بنایا
 تھا۔ جو باقاعدہ کنوئیں سے طلوع ہوتا تھا اور بارہ میل تک اس کی روشنی
 نظر آتی تھی۔ محرور، گھری ہوئی۔

مطلب: - اے علم! جس طرح مغرب کے رہنے والے لوگ تیری وجہ
 سے خوش ہیں۔ اور ترقی کر رہے ہیں۔ اسی طرح مشرق والوں کو فیض اور بخشش
 حاصل نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ماہِ نخب صرف ایک
 محرور علاقے میں چمکتا اور اپنی روشنی بکھیرتا تھا۔ اسی طرح تیری مہربانی
 بھی ایک ہی جگہ تک محدود ہے۔

خاندانی عزت

بیٹا نکلے نہ جب تک ذلت سے عزت نہیں اس کو باپ کی عزت سے
 سو تو تو ہے کھاتے کا نسب بھی عالی پر اس کو شرف نہیں کچھ اس نسبت سے
 لشترج القاطن کھاو بہت پرانی اور گلی سٹری حیریں . نسب خاندانی نسل . عالی
 بزرگ .

مطلب :۔ جب تک بیٹا خود ذلت سے نکل کر عزت حاصل نہ کر لے . اُسے باپ
 دادا کی خاندانی عزت سے کوئی بات حاصل نہیں ہو سکتی . اگر غور سے دیکھیں تو کھاو
 کا نسب بھی عالی ہے . لیکن چونکہ اس کا اصلی جوہر فنا ہو چکا ہوتا ہے . اس لئے سب
 اس سے نفرت کرتے ہیں .

عزت کس چیز میں ہے

دولت نے کہا مجھ سے ہی عزت ہے جہاں میں فرمایا ہرنے . میں ہوں عزت کا نشان
 عزت بونی غلط ہے دونوں کا یہاں میں کھید ہوں حق کا جو ہے نیکی میں نہاں
 مطلب :۔ دولت نے فخر کے طور پر کہا کہ دنیا کی عزت میرے دم سے قائم ہے . نیکی
 ہر مندی نے بتایا کہ عزت میری وجہ سے قائم ہے . عزت نے خود کہا کہ دونوں کے دکھوی
 غلط ہیں . اصل میں نیکی اور نیک ارادہ ہوتا ہے جو انسان کو عزت دیتا ہے . اور قدرت
 کا راز بھی یہی ہے .

توقع بجا

ہیں یا رفتی . پر مصیبت میں نہیں ساتھی میں عزیز ایک ذلت میں نہیں

اُس بات کی انساں سے توقع ہے عبت جو نوع بشر کی خود حیثت میں نہیں
تشریح الفاظ۔ رفیق، ساتھ دینے والے۔ دوست، عزیز، پیارے۔ لیک، لیکن
کا مخفف۔ عبت ریکار جہلت، انسان کا خمیر، طبعی عادت۔

مطلب :- دوست اور ساتھی تو بہت سے ہوتے ہیں۔ لیکن تکلیف میں ایک بھی نہیں
ہوتا۔ اسی طرح ساتھی بہت پیارے ہوتے ہیں۔ لیکن بُرائی کے وقت کوئی بھی ساتھ
نہیں دیتا۔ کیونکہ انسان سے اس بات کی اُمید رکھنا بالکل بے کار ہے، کہ دوسرے
شخص کے ساتھ نیکی کرے۔ کیونکہ انسان کی سرشت اور فطرت میں نیکی کرنے کا جذبہ
ملا یا اور پیدا ہی نہیں کیا گیا۔

عقل اور دوستی متضاد ہیں

ہے عقل میں جس قدر کمی اور بیشی؟ اتنی ہی معاشرت ہے یہاں اور خوشی
وہ دوست نہیں جس نے کیا فکر یا آل ضدیں ہیں دوستی و دور اندیشی
تشریح الفاظ: متضاد، ایک دوسرے کی ضد معاشرت، ناموافقیت، اجنبیت۔
فکرِ مال، انجام کا فکر۔

مطلب :- عقل میں جس قدر کمی اور زیادتی ہے۔ اتنی ہی اپنے میں اور دوست میں
ناموافقیت ہے جس دوست نے انجام کا فکر اور خیال کیا۔ اس کا دوست بنتے
سے کیا کام۔ کیونکہ دوستی اور دور تک کی سوچا ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ آدمی یا تو
انجام ہی سوچ سکتا ہے یا دوستی ہی کر سکتا ہے۔

عیش و عشرت

عشرت کا شرمیلخ سدا ہوتا ہے ہر قہقہہ پیغام ایسا ہوتا ہے

جس قوم کو عیش و عشرت پاتا ہو نہیں کہتا ہوں کہا یہ دیکھئے کیا ہوتا ہے
تشریح الفاظ۔ ثمر، پھل۔ بکا، روزا، چلا کر آواز نکال کر رونا۔ عیش و عشرت،
آرام طلب۔

مطلب: عیش و عشرت کا انجام ہمیشہ بہت جمل ہوتا ہے کیونکہ مرتجعہ کے
پچھے آہ و زاری کی خبر ہوتی ہے۔ اسی طرح جس قوم کو عیش پسند دیکھنا ہوں
تو سوچنے لگتا ہوں کہ دیکھئے اس کے بعد اس کا انجام کیا اور کس طرح ہوگا۔

ایضاً

عیش و طرب تو مے جہاں راج کیا سلطان کو گدا غنی کو محتاج کیا
ویراں کیا تو مے مینوا اور بابل بغداد کو قرطبہ کو تاراج کیا
تشریح الفاظ۔ طرب، خوشی۔ راج، حکومت۔ گدا، فقیر۔ غنی، دولت مند۔ مینوا
اور بابل، عراق کے دو مشہور شہر، جہاں عیش پسندی کی تمام چیزیں موجود تھیں۔ بغداد
اور قرطبہ اسلامی حکومت کے زمانے میں اسلامی ثقافت و تہذیب کے بہت بڑے
مرکز تھے۔

مطلب: عیش پسندی اور خوشی کی جہاں پر بھی حکومت قائم ہو گئی۔ وہاں
پر بادشاہوں کو اس نے فقیر بنا کر رکھ دیا۔ اور مینوا، بابل، بغداد اور قرطبہ
جیسے بڑے بڑے شہروں کو بالکل ہی تباہ ویراں کر کے رکھ دیا۔

غیبت

روتا ہے ہر اک بزم کی ابغیبت میں بدگوئی خلق ہے ہر اک صحبت میں
اوروں کی بڑائی پہ ہے فخر وہاں خوبی کوئی بات نہیں جس اُمت میں
تشریح الفاظ۔ بزم، مجلس۔ غیبت، کسی کے پیچھے اس کی بڑائی بیان کرنا۔ بدگوئی،

برا بھلا کہنا۔

مطلب: سب تو ہر ایک محفل کی رونق ایک دوسرے کی بُرائی کرنا رہ گیا ہے۔
اور جگہ لوگوں کی بُرائی کرنا ایک عادت بن گئی ہے۔ جس قوم میں کوئی خوبی باقی
نہیں رہتی تو وہ اوروں کی پائی بیان کرنا ہی اپنی خوبی سمجھنے لگتی ہے۔

عشق

اے عشق کیا تو نے گھرانوں کو تباہ
دیکھا ہے سدا سلامتیاں تیری
پیروں کو خروٹ اور جوانوں کو تباہ
قوتوں کو ذلیل۔ خاندانوں کو تباہ
تشریح الفاظ:۔ گھرانوں، خاندانوں، خروٹ، بہت بوڑھا، بیکار، کم سمجھ۔
مطلب:۔ اے عشق! تو نے اکثر خاندانوں کو تباہ کر کے نکھرا ہے۔ اور جوانوں
کو بوڑھا اور بوڑھوں کو بالکل ہی بے عقل بنا کر رکھ دیا ہے۔ جس جگہ تو صبح سلامتیاں
اور ترقی پذیر ہے۔ وہاں تیری بڑی قوتوں اور خاندانوں کو بالکل ہی ذلیل ہونے
دیکھا ہے۔

سبب زوال سلطنت

دیکھو جس سلطنت کی حالت درہم
یا تو کوئی بیگم ہے شیر دولت
تجھو کہ وہاں ہے کوئی برکت کا قدم
یا ہے کوئی مولوی وزیر اعظم
تشریح الفاظ:۔ درہم، بیگم، دولت، برکت کا قدم، تجھو، شخصیت۔
مطلب:۔ جس سلطنت کی حالت خراب دیکھو تو تجھ لو کہ وہاں کوئی ضرورتوں
قدم موجود ہے۔ یا تو کوئی بیگم حکومت کی شیر بن گئی ہے۔ یا کسی مولوی کو وزیر اعظم
بنادیا گیا ہے کیونکہ قوم کی ترقی کے لئے یہ دو افراد ہی بد قسمتی کا باعث ہیں۔

دین اور دنیا کا رشتہ

دُنیا کو دیکھو دین نے اسرار و حکم
 گر دین کی ممنون بہت ہے دُنیا
 دُنیا نے کمردین کی تھامی جس دم
 دُنیا کے بھی احسان نہیں دین پر کم
 تشریح الفاظ۔ اسرار، بھید، راز، حکم، فیصلے، ممنون، احسان مند۔
 مطالبہ۔ دین نے دنیا والوں کو بہت سے راز اور بھید کی باتیں بتائی ہیں۔
 یہ بھی اسی وقت معلوم ہوا جب دنیا والوں نے دین کی قدر دانی کی۔ اگر دین نے
 دنیا پر بہت احسان کئے ہیں تو دنیا کے بھی دین پر کم احسان نہیں ہیں۔ اس لئے دونوں
 کی حیثیت ایک جیسی ہے۔

آزادگانِ راستباز کی تکفیر

یاروں میں نہ پایا جب کوئی عیب گناہ
 چھوٹے کو نہیں ملتی شہادت جس وقت
 کا فر کیا و اعظمتے انہیں اور گمراہ
 لانا ہے خدا کو اپنے دعویٰ پہ گواہ
 مطالبہ۔ دوستوں اور لوگوں نے جب اس شخص میں (یعنی سر سید احمد خاں
 میں) کوئی خرابی یا برائی نہیں دیکھی تو اسے کافر اور گمراہ بتانے لگے۔ کیونکہ جب چھوٹے
 کو اپنے بیان کی سچائی کے لئے کوئی نہیں ملتا تو وہ خدا کو اپنا گواہ بتانے لگتا ہے۔
 (یعنی نفاق اور ضلالت۔ اسی چیز میں ہیں بن کا علم خدا کے سوا اور کسی کو نہیں ہو سکتا مثلاً
 شیخ اکبرؒ کو بعضوں نے صدیق کہا ہے اور بعضوں نے زندیق۔ اور بات کورہ
 فی الواقع صدیق تھے یا زندیق خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پس جس شخص میں کوئی
 سرعہ اخلاقی برائی یا عیب موجود نہ ہو اس کی تذلیل یا تکفیر کرنی ایسی بات ہے جیسے
 کسی چھوٹے مدعی کو شہادت نہ ملی اور وہ اپنے دعویٰ پر خدا کو گواہ قرار دے (۱۲)

بے پروائی و بے غیرتی

اسباب یہ گہر نظم جہاں کا ہے مدار
 عزت کی نہیں ہے خیر کو ہرگز پروا
 اس قوم کا جیتنا ہے حاکی دشوار
 ذلت سے نہیں ہے بس کو ہرگز کچھ عار
 تشریح الفاظ:۔۔ مدار، بنیاد، سہارا۔ عار، شرم۔

مطلب: دنیا کا نظام اور کاروبار اسباب اور وجہ کے سہارے قائم ہے۔
 اس لئے ایسی قوم کا زندہ رہنا اسے حالِ ابیہت ہی شکل ہے۔ جیسے تم عزت کا خیال
 ہے نہ ذلت کا خوف ہے۔

عفو یا وجہ و قدرتِ انتقام

موسیٰ نے یہ کی عرض کہ اے بارِ خدا
 ارشاد ہوا بندہ ہمارا وہ ہے
 مقبول ترا کون ہے بندوں میں سوا
 جو لے سکے اور نہ لے بدی کا بدلہ
 تشریح الفاظ: عفو، معاف کرنا۔ قدرتِ انتقام، بدلہ لینے کی طاقت ہونا۔
 مطلب: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے عرض کیا کہ اے خدا! تجھے ایسے
 بندوں میں سے پسندیدہ کون ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے
 ارشاد فرمایا کہ جو شخص برائی کا بدلہ لے لے پیر قادر ہو اور پھر کبھی معاف کر دے تو
 اس سے زیادہ پسندیدہ کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔

سنجھتی کا جواب نرمی سے

فتنہ کو جہاں تک ہو دیکھے تسکین
 غصہ غصے کو اور بھڑکاتا ہے
 زہر اگلے کوئی تو کھجے باتیں شیریں
 اس غارِ صنہ کا علاج بالمثل نہیں

تشریح الفاظ: تسکین تسلی، زہرا گلنے، برائیاں بیان کرنے، علاج بالمثل، جو بات ہو اسی سے اس کا علاج کیا جائے، مثلاً غصہ کا غصے سے اور نرمی کا نرمی سے۔ مطلب: اگر کہیں فتنہ فساد ہو تو تسلی سے اس کا جواب دینا چاہیے۔ اگر کوئی برائی بیان کرے تو میٹھی میٹھی باتیں کر کے اسے دور کر دینا چاہیے۔ کیونکہ اگر کسی کو غصہ آ رہا ہو تو خود بھی ناراض ہو جانے سے اس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سختی کا انجام اور جواب سختی سے دینا غلط ہے بلکہ علاج ہونا چاہیے۔ یعنی غصہ کا جواب نرمی سے دیا جائے تو بہتر ہے۔

ہمکنہ

تیمور نے ایک مورچہ زیر دیوار دیکھا کہ تڑپا ہوا دانہ لے کر سو بار آخر سر باا لے کے پہنچا تو کہا "مشکل نہیں کوئی پیش ہمت دشوار"۔ مطلب: تیمور ننگ بادشاہ نے ایک چیونٹی کو دیوار کے نیچے سے اوپر کی طرف ایک دانہ لے کر چڑھتے ہوئے دیکھا۔ جیسے گھبٹ کر وہ بار بار گر جاتی تھی لیکن ہمت کر کے وہ دیوار پر چڑھ گئی۔ تو اس نے بھی ارادہ کر لیا کہ ہمت اور مستقل مزاجی کے سامنے کوئی کام بھی مشکل نہیں ہے۔

کم ہمتی

جبریہ و قدریہ کی بحث و تکرار دیکھا تو نہ تھا کچھ اس کا مذہب پر مدار جو کم ہمت تھے ہو گئے وہ مجبور جو باہمت تھے ہو گئے وہ مختار تشریح الفاظ: جبریہ، اس عقیدے کے لوگ کہ انسان مجبور ہے۔ خود کچھ نہیں کر سکتا۔ قدریہ، اس عقیدے کے لوگ کہ انسان ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

مطلب :- جبری اور قادی عقائد کے لوگوں کی جیسا بحث و تکرار اور مباحثے تو بیانات ثابت ہو گئی کہ ان کی لگن کا مذہب سے ذرا بھی واسطہ نہیں ہے کیونکہ جو لوگ کم ہمت اور چھوٹے ارادے والے تھے وہ تو بھروسہ کو کر رہ گئے۔ اور جو ہمت والے تھے۔ وہ مختار بن گئے اور ہر چیز پر چھا گئے۔

پشیمانی

انجسام ہے کفر کی طفیمانی کا
 لذت سے ندامتوں کی جانانے
 شمر ہے وہی غفلت و نادانی کا
 دوزخ بھی ہے اک ناپشیمانی کا
 مردہ لاش ہے۔ انسان حالت کفر میں رہتا ہے تو اس کا جو تعجب ہوگا وہ بھی معلوم ہے۔ اور غفلت اور نادانی کا جو تعجب ہوتا ہے اس کا پہل بھی معلوم ہے۔ شرمندگیوں اور پریشانیوں سے ہمیں ہر چیز کا لطف حاصل ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ بھی معلوم ہے اگر یہ کہیں کہ ہم اپنی شرمندگیوں کی وجہ سے دوزخ میں چلے جائیں گے تو وہ بھی ہماری برائیوں کی وجہ سے ہوگا۔ اس کا اللہ تعالیٰ کے ظلم سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

تاسف بر وفاتوا فضیاء الدین احمد خان مرحوم نیر مخلص دہلوی۔

قمری ہے نہلاؤس نہ کبک طناز
 آتے ہی خزاں کے کر گئے سب پرواز
 ننھی باغ کی یادگار اک بلبیل زار
 سو اس کی بھی کل سے نہیں آتی آواز
 مطلب :- ایچ پی میں قمری ہو رہا کبک، دریا کوئی بھی نہیں رہا۔ خزاں کے آتے ہی یہ سب خوش بیان پر بند ہے کہیں آگئے! اس ضمن میں صرف ایک ہی یادگار باقی تھی جو غریب بلبیل یعنی نواب ضیاء الدین احمد خان مرحوم نیر مخلص بہ نیر تھے۔ لہذا کل ان کا بھی انتقال ہو گیا۔

ایضاً

غالب ہے نہ شفیقتہ نہ نیر باقی وحشت ہے نہ سالک ہے نہ انور باقی
 حالی اب اسی کو بزمِ یاراں سمجھو یاروں کے جو کچھ داغ میں دل پر باقی
 مطلب ہے۔ اب غالب شفیقتہ، نیر و وحشت، سالک اور انور کوئی بھی باقی نہیں رہا۔
 اے حالی! اب تمہارے دل میں ان دوستوں کی جدائی کے جو داغ باقی رہ گئے ہیں انہیں
 ہی اپنے دوستوں کی محفل سمجھو۔ اور انہیں مہکھرو سہ کر کے خوش رہو۔ (یہ ان شعرائے دہلی
 کے نام ہیں جن کے ساتھ راجہ کو ریط و امتضا میں رہا ہے، جہاں اس سے کہ وہ ٹھہرنا موزوں ہوں۔
 یا نہ ہوں۔) حالی ۱۲۔

مختص

مختہ ہی کے پھل ہیں یاں ہر ایک دامن میں مختہ ہی کی برکتیں ہیں ہر خس رمن میں
 موسیٰ کوئی نہ قوم کی چوپالی جب تک نہ حیرا میں بکریاں مدین میں
 مطلب ہے۔ ہر تختوں کے دامن میں اس کی مختہ کے ہی پھل ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک
 کسان کے غم کا ڈھیر اس کی مختہ کا نتیجہ ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ
 علیہ السلام کو پیغمبری کا منصب اس وقت تک عطا نہیں کیا جب تک انہوں نے مدین
 کے میدانوں میں بکریاں چراگے مختہ کرنے کی عادت اختیار نہیں کر لی۔ اس لئے ہر
 بانہری اور بڑی کا زینہ صرف مختہ ہی ہے۔

گدائی کی ترغیب

اک مرد تو انا کو جو ساہلی پایا کی میں نے ملاقت اور ہمت شرایا
 بولا کہ ہے اس کل ان کی گردن پہ مجال دے دے کے جنھوں نے مانگنا سکھلایا
 مطلب ہے: ایک محنت مندر آدمی کو جب میں نے بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو میں
 نے اسے بہت برا بھلا کہا۔ اس پر اسے بھی شرم آگئی اور کہنے لگا کہ میرے اس گناہ کا اوجھ

میری گردن پر نہیں ہے بلکہ جن لوگوں نے مجھے بھی کس دے دے کر اس بات کا
عادی بنا دیا ہے۔ اس بات کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں۔

تکفیر اہل اسلام

کہنا فقہا کا مومنوں کو بے دین سنتے سنتے یہ ہو گیا ہم کو یقین
مومن سے ضرور ہو گا یہ مرقدیں سوال تکفیر ہی کی فقہاتے کہ نہیں؟
تشریح الفاظہ۔ فقہا فقہ کی جمع، علم فقہ جاننے والے، مذہبی ارکان کے متعلق یا ایک
مسائل جاننے والے۔ مرقد قبر۔ تکفیر کا فریانا، کسی کو کافر کہنا۔

مطلب: عام لوگ مومنوں کو جب بندہ دین کہہ دیتے ہیں اور یا پھر کہتے رہتے ہیں۔
تو یہ باتیں سن کر ہمیں اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ جب یہ مومن لوگ ہر جائیں گے۔ اور قبر
میں اتارے جائیں گے۔ تو تنگ کران سے ایک سوال یہ بھی کریں گے کہ عالموں نے بھی
تمہیں کافر بنایا تھا یا نہیں۔ اگر کافر بنایا تھا تو ٹھیک ہے۔ ورنہ زیادہ سے زیادہ
باز پرس کی جائے گی۔ اس زبانی کا یہ ماحصل ہے کہ مذہب کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں
کبھی ان ہی عالموں کا ہاتھ ہے۔

ترک عاشقانہ شعر گوئی

کچھ قوم کی ہم سے سوگوار کی سن لو کچھ شہم جان میں اپنی خواری سن لو
افسانہ قیس و کوکبہن یاد نہیں چاہو لو کتھا ہم سے ہماری سن لو
تشریح الفاظہ: شہم جہاں، دنیا کی نظریں۔ کتھا، کہانی، حالات۔

مطلب: مولانا حالی فرماتے ہیں کہ ہم سے قوم کی خراب حالت سن سکتے ہو۔
یا دنیا کی نظروں میں ہم جتنے ذلیل ہیں، اس کا حال بھی سن سکتے ہو۔ یعنی مجنوں اور

شیریں فرہاد کے قصے تو ہمیں یاد نہیں۔ لیکن تم ہم سے ہماری کہانی سن لو تو ہم اسے آسانی سے سنا سکتے ہیں۔

تنزیل اہل اسلام

بنتی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے اسلام کا گریہ نہ ابھرنا دیکھے
 مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر چیز کے بعد دریا کا ہمارے جو آترنا دیکھے
 مطلب :- دنیا میں خراب حالی کا نقشہ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ
 اسلام کو جب سے تنزیل ہوا ہے، یہ ترقی ہی نہیں کر سکا۔ کہتے ہیں کہ پانی جب اتر جاتا
 ہے تو وہ پھر چڑھتا بھی ہے۔ لیکن ہماری ترقی کا دریا جب سے اتر رہا ہے۔ وہ ترقی
 کی طرف آہی نہیں رہا۔

اول کوشش اور دعا

کوششیں ہیں شرط ابتدا انسان سے پھر چاہئے یا نگنی مددیرداں سے
 جتک کہ نہ کام دست و بازو کیا پائی نہ نجات نوح نے طوقاں سے
 مطلب :- انسان کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے کام میں کوشش
 کرے۔ اس کے بعد خدا سے مدد مانگے تو حق تعالیٰ ضرور مدد کرتا ہے۔ کیونکہ حضرت
 نوح علیہ السلام نے بھی اس طوقاں سے اس وقت تک جھٹکا یا حاصل نہیں کیا۔
 جب تک کہ خود اپنے ہاتھ سے کشتی نہ بنائی۔ اسی طرح اپنی کوششوں سے ہی
 تکلیف دور ہوتی ہے۔

کام کرنا جان کے ساتھ ہے

ہے جان کے ساتھ کام انسان کے لئے بنتی نہیں زندگی میں بے کام کئے

جیتے ہو تو کچھ کھجے زندوں کی طرح مُردوں کی طرح جیے تو کیا خاک جیے
 مطالبہ: انسان جب تک زندہ رہے اس کے ساتھ کام لگا ہوا ہے۔ کیونکہ
 زندگی کے ساتھ کام کئے بغیر گزارہ نہیں کر سکتا اس لئے اگر زندہ رہنا ہے تو زندہ
 قوموں کی طرح دن گزارو۔ اگر مُردہ اور سپت لوگوں کی طرح زندگی کے دن گزارے
 تو وہ ایک بے کاری بات ہے۔

جھوٹی نمائش

بہنیں والوں سے کم ہیں ہونے والے بننے والوں سے کم ہیں ہونے والے
 گھڑیاں رتی ہیں جن جیبوں میں مدام اکثر ہیں وہی وقت کے کھونے والے
 مطالبہ: سچ میں جھوٹ اور جھوٹ میں سچ ملانے والے تو بہت سے ہیں۔ جو
 لوگ اصل میں ان کے مقابلے میں بننے والے اور نمائش دکھانے والے بہت سے ہیں۔
 جن لوگوں کی جیبوں میں نمائش کے لئے گھڑیاں بندھی ہوئی ہیں اکثر وہی لوگ وقت
 کو برباد کرتے ہیں۔

چند عجیب بہت سی خوبیوں کو نہیں مٹا سکتے

موجود نہ ہوں ذات میں جس کی ہزار بظن نہ ہو عجیب اس میں اگر ہوں دو چار
 طاؤس کے پائے زشت پر کر کے نظر کر حسن و جمال کا نہ اس کے انکار
 مطالبہ: ایک آدمی میں اگر ہزار خوبیاں ہیں تو اس کی دو چار برائیوں سے
 بُرا نہیں مٹا سکتا چاہیے۔ کیونکہ مور کے خراب پر دیکھ کر کوئی شخص بھی اس کی خوبصورتی
 سے انکار نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کر سکتا ہے۔

سکوت در ویش جاہل

مصر و جولوں بوظیفہ خوانی میں ہیں آپ خیرانی سمجھنے زبان میں ہیں آپ
 بولیں کچھ منہ سے یا نہ بولیں حضرت معلوم ہے ہم کو جتنے پانی میں ہیں آپ
 مطلب :- مولانا حالی ایک جاہل درویش سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ آپ اس
 انداز میں جو بوظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ اس کی وجہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے۔ کیونکہ آپ کی حیثیت
 اور علمیت اچھی طرح معلوم ہے۔

مخبروں کا طعن مسلمانوں پر

کہتا تھا کل اک منکر قرآنِ خیر کیا لیں گے اہل کعبہ یہ یا ہم لڑ کر
 کچھ دم ہے تو میدان میں آئیں ورنہ کتابھی ہے شیرانی نگلی کے اندر
 مطلب :- قرآن اور حدیث سے انکار کرنے والا شخص کہہ رہا تھا کہ یہ
 خدا کی عبادت کرتے والے مسلمان آپس میں لڑ کر کیا لیں گے۔ اگر کچھ طاقت
 ہے تو میدان میں آکر دوسری قوموں سے مقابلہ کریں۔ کیونکہ انہی نگلی میں تو کتابھی
 شیر ہوئے۔ دوسروں سے مقابلہ کر کے دیکھیں تو معلوم ہو کہ قوموں سے کس
 طرح مقابلہ کیا جائے۔

دہری کا الزام گور پرست پر

اک گور پرست نے یہ دہری سے کہا ہو گا نہ شقی کوئی جہاں میں تجھ سا
 دہری نے کہا کہ کیا خدا کا منکر اس سبھی گیا کہ جس کے لاکھوں ہوں خدا
 مطلب :- قبر کے بچاری نے ایک خدا کے منکر سے کہا کہ دنیا میں تجھ سے زیادہ

ظالم کوئی بھی نہیں ہوگا۔ اس کے جواب میں خراکا منکر بولا کہ جس آدمی نے لاکھوں خرابیاں کئے ہیں اس کے مقابلے میں صرف ایک خدا سے انکار کرنے والا ہزار مرتبے اچھا ہوں۔

دانا کا حال نادانوں میں

کیا فرق ہے سماعت نہ ہو جب کانوں میں دانائی کی باتوں میں اور انسانوں میں
 غریبت میں ہے اجنبی مسافر جس طرح دانا کا بھی یہی حال ہے نادانوں میں
 مطلب: جب کانوں سے نہ سنی جاسکے تو کہنا نہ کہنا دونوں بے کار ہیں۔
 چاہے عقلمندی کی باتیں سنائی جائیں۔ یا قصے کی کہانی بیان کی جائے۔ جس طرح
 اجنبی آدمی پر دس بیس اکیلا اور پریشان ہوتا ہے۔ اسی طرح بیوقوفوں میں عقلمند
 آدمی کی حالت ہوتی ہے۔

رفارم کی حد

دھونے کی ہے اسے رفا زمر جا باقی کپڑے پہ ہے جب تلک کہ دھتیا باقی
 دھو شوق سے دھتے کو یہ اتنا نہ رگڑ دھتار ہے کپڑے پہ نہ کپڑا باقی
 مطلب: اسے قوم کی اصلاح کرنے والو قوم کی اصلاح کرنے کا ابھی موقع
 باقی ہے۔ جب تک کپڑے پر دھتہ موجود ہے تو اسے ضرور صاف کرتا رہو۔ تو دھتے
 کو شوق سے دھو کر صاف کر سکتا ہے۔ لیکن کہیں ایسا نہ کرنا کہ دھتہ صاف کرنے
 کی فکر میں کپڑا ہی کھس کر ختم ہو جائے۔

لڑی تعریف سن کر ناک پڑھانا

تعریف کھل جاتے ہیں نادان فی الفور داناؤں کے لیکن نہیں ہرگز یہ طور

ہوتے ہیں بہت وہ ماحسُن کرنا خوش مقصود یہ ہے کہ ہوتا ایش کچھ اور
مطلب : جو بیوقوف لوگ ہوتے ہیں اگر ان کی تعریف کی جائے تو وہ خوش
ہو کر ہر بات پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن عقلمند لوگ یہ طریقہ اختیار نہیں کرتے۔
بلکہ جب کوئی شخص ان کی تعریف کرتا ہے تو وہ ناراض ہونے لگتے ہیں۔ کیونکہ اس
طرح اُن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ابھی اُن کی اور تعریف کی جائے۔

حسُن ظن اصل حال نہیں گھلنے دینا

صوفی کو کسی نے آزمایا ہی نہیں نیکی میں شک اس کی کوئی لایا ہی نہیں
ہو سکتا راج میں شاید کچھ کھوٹ پر اس کو کسی نے یاں تپایا ہی نہیں
مطلب : اندھی عقیدت کا اس دُنیا میں یہ حال ہے کہ صوفی کے دعوؤں
کو تو سب نے سنا۔ لیکن اب تک کسی نے آزا کر نہیں دیکھا۔ اور اس کے کسی بھی
نیک کام پر کسی نے ذرا بھی شک نہیں کیا۔ راج الوقت سکھ میں بھی کچھ نہ کچھ
ملاوت ضرور ہوتی ہے اور لوگ اس پر شبہ کرنے لگتے ہیں۔ لیکن صوفی کو تو ذرا
بھی کسی نے کسوٹی پر پرکھ کر نہیں دیکھا۔ تاکہ اچھائی اور برائی کا پتہ لگ جاتا لیکن
اندھی عقیدت اس طرف دھیان ہی نہیں جانے دیتی۔

دینداروں کی برائیاں دین عجیب لگاتی ہیں

پاتنے میں زبوں جو حال اہل اسلام اسلام پہ طعنہ زن ہیں اقوام تمام
بدیہی نیری سے بگڑے اسی ہمسار اور ہفت ہیں ہو گیا مسیحا بدنام
مطلب : جب مسلمان لوگ اپنا حال بہت خراب دیکھتے ہیں تو دُنیا میں اسلام
اور مسلمانوں کو تو میں طعنہ دینے لگتی ہیں کہ ذرا دیکھو اس مذہب کا کیا حال ہے۔

یہ لوگ اپنی ہی برائیوں کی وجہ سے دین کو بھی عیب لگا رہے ہیں۔ لیکن مسیحا بلا وجہ بدنام ہو گیا۔

فکرِ عقلمندی

منزل ہے بعید۔ باندرھ لو تو زیادہ سفر
موتاج ہے بحر۔ رکھو کشتی کی خیر
گاہک چوکس ہے۔ لے چلو مال کھرا
ہلکا کرو بوجھ ہے کٹھن راہ گذر
مطلب:۔ منزل بہت دور ہے سفر کا سامان ساتھ باندرھ لو تو بہتر ہے۔ سمندر میں بہت
تیز لہریں اٹھتی ہیں۔ اس لئے اپنی زندگی کی کشتی کا خیال ضرور رکھو جو گاہک تم سے تیکسوں
کا سودا کرے گا۔ وہ بہت ہوشیار ہے اس لئے زیادہ اچھا مال لے کر جانا چاہیے۔ اگر
اپنا راستہ آسانی سے طے کرنا چاہتے ہو تو نیکیوں کے علاوہ اور کچھ بھی مت لے جاؤ۔

انسان کی حقیقت

ممکن ہے کہ ہو جائے فرشتہ انسان
ممکن تو ہے سب کچھ یہ حقیقت یہ ہے
مطلب:۔ یہ ممکن ہے کہ انسان فرشتہ بن جائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ برائی کا بالکل
خاتمہ ہو جائے۔ لیکن ان تمام ممکنات کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ انسان اب تک
شیطانی چکر میں پھنسا ہوا ہے۔

سلاطین کا عشق

ہر چند بُرا ہے عشق کا سب کے آل
مُسلطان ہے اگر ظلمِ الہی۔ تو عشق
پر حق میں ہے شاہیوں کے خصوصاً بد قال
ہے ظلمِ الہی کے لئے وقتِ زوال

مطلب :- اگرچہ عشق کا انجام سب سے بُرا ہوتا ہے لیکن بادشاہوں کے حق میں عشق کرنا بہت ہی برا ہے۔ اگر بادشاہ خدا کا سایہ کہا جاسکتا ہے تو عشق کی وجہ سے اس کے اس مرتبہ کو زوال آجاتا ہے۔ اور اس کی حیثیت بالکل ہی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔

وقت کی مساعدت

اے وقت بگاڑ کا ہے سب کے چارہ
 ہو جائے اگر ایک تو ہمارا ساتھی
 پر تجھ سے۔ بگڑے کہا نہیں رہے یارا
 پھر غم نہیں پھر جائے زمانہ سارا
 مطلب :- اگر کسی انسان کے حالات بدل جائیں۔ اور خراب ہو جائیں تو وہ سدھر سکتے ہیں۔ لیکن اگر وقت ہی اسکا ساتھ نہ دے تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا اس لئے اے وقت! اگر تو ہمارا ساتھی اور دوست بن جائے تو پھر اگر ساری دنیا بھی ہماری مخالفت کرنے لگے۔ تو ہم بھی فکر نہیں کریں گے۔

بڑھاپے میں موت کیلئے تیار رہنا چاہیے

کی طاعتِ نفس میں بہت عمر بسر
 کیفیت سب اٹھا چکے اب جالی
 انجام کی رکھی نہ جوانی میں خبر
 مجلس کرو برخواست ہو وقتِ عمر
 مطلب :- نفس اور خواہشوں کی اطاعت میں عمر کا زیادہ حصہ گزار دیا۔ لیکن جوانی میں بڑھاپے کے انجام کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ رات کی خوشی کا تو حال ہی تم لطف اٹھا چکے۔ زندگی کی جوانی ختم ہو گئی۔ اب تو بڑھاپے کی صبح نمودار ہو گئی ہے۔ اب تو تمہیں اپنے آخری وقت کا ہی خیال رکھنا چاہیے۔

دولت میں ثابت قدم رہنا بہت مشکل ہے

ڈر ہے کہ بڑے نہ ہاتھ دل سے دھونا
 زر دار ذرا سوچ سمجھ کر ہوتا
 جس طرح کہ سونے کی کسوٹی چمکتا
 ہے جو ہر انسان کی کسوٹی سونا
 مطلب: آدمی کو دولت مند ذرا سوچ سمجھ کر رہنا چاہیے۔ کیونکہ دولت ہاتھ
 آجانے کے بعد دلی اور دل کی کسب ہاتھ دھونا پڑتے ہیں جس طرح کسوٹی پر
 سونا پر رکھا جاتا ہے اسی طرح انسانی کسوٹی دولت ہے۔ اگر دولت حاصل کر
 کے بھی وہ ٹھیک رہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کامیاب ہو گیا۔ ورنہ عام طور پر
 ناکامی ہی ہوتی ہے۔

حار سے زیادہ غصہ قابلِ عفو ہے

غصہ یہ کسی کے غصہ آتا ہے وہیں
 جتنا کہ ہے وہ عقل و دانش کے قریں
 آپے سے جب اپنے ہو گیا تو باہر
 پھر کس سے ہوں آندہ کہ تو تو ہی نہیں
 مطلب: اگر کسی کو غصہ آ رہا ہو اور اس کی خفگی کی وجہ سے دوسرے کو بھی غصہ
 آجائے تو وہ قابلِ معافی ہے۔ کیونکہ غصہ میں آدمی عقل اور سمجھ سے دور چلا جاتا ہے۔
 جب آدمی اپنے ہوش و حواس کھو دیتا ہے تو اس کے کسی قسم کی شکایت کرنا بیکار
 ہے۔ کیونکہ جب وہ اپنے جامے میں نہیں رہا تو اس سے شکایت کیا کی جائے اور
 کس طرح کی جائے۔

سفہا کی مدح و ذم

کرتے ہیں سفیہ اگر مذمت تیری
 کر شکر کہ ثابت ہوئی عصمت تیری

پر مدح کریں وہ گمراہ (نصیب اعدا) رکھ یا دیکھ اچھی نہیں حالت تیری
 مرطاب :- اگر کہنے لوگ تیری برائی بیان کر رہے ہیں۔ تو خدا کا شکر ادا
 کر کہ اس طرح تیری پاکیزگی ثابت ہو گئی ہے۔ اگر بد سمٹی سے وہ تیری تعریف کرنے
 لگیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تیری حالت اچھی نہیں ہے۔ کیونکہ تالا لوق
 لوگ جب ہی تعریف کرنے لگتے ہیں جب اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق کوئی برائی
 دیکھ پاتے ہیں۔

مرغز پیری لاعلاج ہے

اب ضعف کے پتے سے نکلتا معلوم پیری کا جوانی سے بدلتا معلوم
 کھوئی ہے وہ چیز جس کا پانا ہے حال آتا ہے وہ وقت جس کا ملتا معلوم
 مطلب :- بڑھاپے کے پتے سے نکلتا بہت مشکل ہے۔ اور بڑھاپا جوانی میں بدل
 جائے یہ بھی ناممکن ہے مگر وہ چیز یعنی جوانی گم کر دی جس کا واپس آنا یا ملنا بہت
 مشکل ہے اب تو وہ وقت آنا جا رہا ہے جس کا ملنا بالکل ہی ناممکن ہے۔

اسراف

مصرف نہ بس اپنے حق میں کالٹے ہوئیں نعمت نہ خدا کی راہگاہوں کیوں کھوئیں
 گرنہ یہ لوگ ان کے نہیں بہتر ہے اس سے فضولیوں پر ان کی روئیں
 مطلب :- فضول خرچ لوگ فضول خرچی کر کے اپنے لئے مصیبت پیدا نہ کریں۔
 اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیکار نہ کریں۔ اگر لوگ اس کی سمجھ میں رہنا شروع کریں تو
 وہ اس بات سے اچھا ہے کہ لوگ ان کی فضول خرچیوں پر انہیں برا بھلا کہتے رہیں۔

ردِ سوال

یہ سچ ہے کہ مانگنا نہ خطا ہے نہ ثواب
زیبا نہیں سائل یہ مگر قہر و عتاب
بدتر ہے ہزار بار اے دون ہمت
سائل کے سوال سے ترا تلخ جواب
مطلب :- یہ بات بالکل درست ہے کہ مانگنا نہ تو برا ہے اور نہ ہی اچھا ہے۔
لیکن مانگنے والے پر سختی کرنا بہت ہی بُری بات ہے۔ اے کینہ اور ذلیل آدمی! سوال
کرنے والے کے مقابلے میں تیرا اُسے چھڑنا اور ذلیل کرنا بہت ہی بُری بات ہے۔

کھانا بغیر بھوک کے مزا نہیں دیتا

کھانے تو بہت مستر آئے ہیں ہمیں
جو دیکھ کے حکم کے دل بھلائے ہیں ہمیں
پرستے لذیذ تھے وہ کھانے اے بھوک
جو تو نے کبھی کبھی کھلائے ہیں ہمیں
مطلب :- ہم نے بہت سے کھانے کھائے ہیں حکمے بھی ہیں اول کو پسند بھی
آئے ہیں۔ لیکن اے بھوک نیری موجودگی میں بھی ہم نے جو کھانے کھائے ہیں۔ ان کا مزا
اور ذائقہ اب تک زبان کو یاد ہے۔

علم و عمل کا سرمایہ مال و دولت سے بہتر ہے

چھوڑو کہیں جلد مال و دولت کا خیال
ہماں کوئی دن کے میں دولت ہو کہ مال
سرمایہ کرو وہ جمع جس کو نہ کبھی
اندیشہ نخوت ہونہ ہو خوفِ زوال
مطلب :- مال اور دولت کے خیال کو دل سے نکال دو۔ کیونکہ مال اور دولت
تو چند روزہ چیز ہے۔ اس لئے ایسی دولت اکٹھی کرنی چاہیے جسے نہ تو کبھی زوال آئے اور
نہ ہی اس میں کسی قسم کی کمی واقع ہو۔

اچھوں کو برا سننے میں بھی مزا آتا ہے

رکھتے نہیں وہ مدح و ثنا کی پروا جو کر کے بھلا خلق سے سنتے ہیں برا
 ان گالیوں کا ہے جن کو چسکا حاکمی آتا نہیں ان کو کچھ دعاؤں میں مزا
 مطلب :- جو لوگ خدا کے بندوں کے ساتھ اچھائی اور نیکی کر کے بھی برائی اور
 گالیاں سنتے ہیں۔ تو وہ اپنی تعریف کی ذرا بھی پروا نہیں رکھتے۔ اور جو لوگ ان
 گالیوں کو سننے سے شوقین ہیں انہیں دعائیں لینے میں اتنا مزا نہیں آتا جتنا
 کہ گالیاں سن کر وہ خوش ہوتے ہیں۔

شکر یہ مدح کلامِ راقم

جوشِ خم بادہ جامِ خالی میں ہوا بھرو لولہ پیرا دلِ خالی میں ہوا
 تسلیم نے دی کچھ اس طرح دادِ سخن مجھ کو بھی شک اتنی بے کمالی میں ہوا
 مطلب :- اپنی تعریف میں کرا لیا جوشِ پیرا ہو گیا جیسے شراب کے پھرے
 ہوئے برتن کی طرح ابال آجائے۔ اور تعریف میں کھر شوق پیرا ہو گیا۔ تسلیم نے
 کچھ ایسے انداز میں تعریف کی ہے کہ میں اپنی بے کمالی اور کم سمجھی کا اعتراف کرنا
 پڑ گیا ہے۔ یعنی یہ معلوم ہو گیا ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں ہیں (مولوی سلیم الدین مرحوم
 ناروولی مقیم حیدرآباد پور منگھلوی یہ تسلیم نے قطعاً اردو اور فارسی کے راقم کے کلام
 کی ستائش میں اس وقت کی تھی۔ جبکہ مدت سے فکر و شعر کا اتفاق نہیں ہوا
 تھا۔ ان قطعوں کے جواب میں یہ رباعی لکھی گئی تھی۔

احسان بے منت

احسان کے ہے گروصلہ کی خواہش تم کو تو اس سے یہ بہتر ہے احسان نہ کرو

کرتے ہو گرا حسان تو کر دو اسے عام اتنا کہ جہاں میں کوئی ممنون نہ ہو
مطلب ہے۔ اگر تم نیکی کے بدلہ کی خواہش یا امید رکھتے ہو تو سیر یہ ہے کہ احسان
کرنے کا خیال ہی دل سے ترک دو۔ اگر تم احسان کرنا ہی چاہتے ہو تو اسے دنیا میں
انٹاری رائج کر دو کہ دوسرے کو یہ محسوس ہی نہ ہو کہ تم اس پر کوئی احسان کر رہے ہو۔

قانون بد اخلاقی سے علاج نہیں ہوتے

قانون ہیں بیشتر یقیناً بے کار حاشا کہ ہو ان پر نظم عالم کا مدار
جو نیک ہیں ان کو نہیں حاجت ان کی اور بد نہیں بنتے نیک ان سے نہ ہمار
مطلب ہے۔ جن قوانین پر دنیا کا نظام قائم ہے اور لوگوں ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔
خدا کی قسم ان میں سے اکثر تو بالکل ہی بے کار ہیں۔ کیونکہ جو لوگ نیک ہیں۔ ان کو ان
قوانین کی ذرا بھی ضرورت نہیں۔ اور جو لوگ بدی کرنے کے عادی ہیں۔ وہ ان
قوانین سے ذرا بھی نہیں ڈرتے۔

مخالفت کا جواب خاموشی سے بہتر نہیں

حق بول کے اہل شر سے اڑتا نہ کہیں بھڑکے گی مدافعت سے اور یہ آتش کہیں
گر جانتے ہو کہ چپ رہیں اہل خلاف جز ترک جواب کوئی تدبیر نہیں
مطلب ہے۔ سچی بات کہہ کر شرارت پسندوں سے کہیں لڑے نہ لگنا کیونکہ ان کا
مقابلہ کیا تو غصہ اور دشمنی کی آگ اور زیادہ ہو جائے گی۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے
مخالفت تمہارے مقابلہ میں بالکل خاموش رہیں۔ تو سوکے خاموشی اور کوئی بہتر
علاج نہیں ہے۔

ٹیکس

واعظ نے کہا کہ وقت سب جلتے ہیں تل اک وقت سے اپنے تو نہیں ٹلتی اجل
کی عرض یہ اک سینٹھڑے اٹھ کر کہ حضور ہے ٹیکس کا وقت بھی اسی طرح اٹل
مطلب :- اک مولوی صاحب نے وعظ کرتے وقت فرمایا کہ دنیا کے تمام وقت
ٹل جاتے ہیں۔ لیکن موت کا وقت کبھی نہیں ٹلتا۔ یہ سن کر ایک سیٹھ پولاد جناب ٹیکس
کا وقت بھی بالکل ایسا ہی ہے کہ لئے بغیر وہ بھی نہیں ٹلتا۔

انسان اپنے عیب اپنے سے بھی چھپاتا ہے

جیسا نظر آتا ہوں نہ ایسا ہوں میں اور جیسا سمجھتا ہوں نہ ویسا ہوں میں
اپنے سے بھی عیب ہوں چھپاتا اپنے بس مجکو ہی معلوم ہے جیسا ہوں میں
مطلب :- آدمی جیسا نظر آتا ہے۔ اس میں ویسا نہیں ہوتا۔ اور جیسا اسے لوگ
سمجھتے ہیں وہ ویسا بھی نہیں ہوتا۔ انسان کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی بُرائیاں اپنے
آپ سے بھی چھپاتا رہتا ہے غرض انسان جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کا راز اور اصلیت
اسے ہی اچھی طرح معلوم ہوتا ہے۔

بڑھاپے میں عاشقی کا دم بھرنا

آہیں پری میں شیخ! بھرتے نہیں یوں دل دیتے ہیں۔ پرچی سے گدڑتے نہیں یوں
کھے تم تو۔ ہر ایک قید سے آزاد سدا جو جیتے ہیں اس طرح وہ بھرتے نہیں یوں
مطلب :- مولوی صاحب بڑھاپے کی عمر میں جو کسی شخصیت میں اس طرح آہیں
بھرتے ہیں انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ محبت کرنا ٹھیک بات ہے۔ لیکن اس

طرح اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ مولوی صاحب انم تو ہر ایک پابندی سے آزاد تھے۔
لیکن یہ عشقِ کاروگ کہاں سے لے کر بیٹھ گئے؟ زندہ رہنے والے اس طرح عاشق
نہیں ہوا کرتے۔

واعظوں کی سخت کلامی

اک گہرے پوچھے جو اصولِ اسلام واعظ نے درستی سے کیا اس سے کلام
بولا کہ حضور مقتدر ہوں جس کے ایسی آیت اور ایسے مذہب کو سلام
مطلب ۱:- ایک آتش پرست نے جب اسلام کے اصول معام کے تو مولوی
صاحب نے اس سے بڑی بامزاجی کے ساتھ کلام کرتے ہوئے جواب دیا۔ یہ
دیکھ کر وہ بولا کہ جس مذہب کے امام اس قسم کے ہوں۔ ایسے مذہب کو دور ہی
سے سلام کرتا ہوں۔

نواب وقار الامرا اقبال درولہ بہادر کی شان ہیں

توفیق تے اُس کی چھوڑ دی ہمراہی اقبال پہ جس نے فتح یابی جاہی
حالی لے جائے کون بازی ان سے ہے جن کی رنگوں میں خونِ آصف جاہی
مطلب ۲:- نواب وقار الامرا اقبال درولہ جب بمبئی سے پولو کی بازی جیت کر
آئے تو ان کی شان میں یہ رباعی لکھی گئی۔ اور کہا گیا کہ جس شخص نے اقبال کو بھی فتح
کر لیا تو اتفاقات اس کے موافق کیوں نہ ہو جائیں جن کی رگوں میں حضور نظام کا خون
دوڑ رہا ہے۔ بھلا ان سے بازی کون جیت سکتا ہے؟ (یہ رباعی سنہ ۱۳۱۷ھ میں
جبکہ راقم حیدرآباد میں مقیم تھا۔ اور نواب وقار الملک بمبئی سے پولو کی بازی جیت
کر آئے تھے لکھی تھی۔ مگر ان کی خدمت میں بھی نہیں گئی۔ خونِ آصف جاہی میں اس

بات کا اشارہ ہے کہ حضور سے قرابتِ قریبہ رکھتے ہیں۔ اور اقبال کے لفظ میں ان کے خطاب کی طرف اشارہ ہے (۱۲)

رباعیاتِ قدیم

ہو عیب کی خو یا کہ ستر کی عادت
چھٹنے ہی چھٹے گا اس گلی میں جانا
مشکل سے بدلتی ہے بشر کی عادت
عادت اور وہ بھی عمر بھر کی عادت
مطلب :- چاہے آدمی میں بُرائی کی عادت ہو یا اچھائی کی۔ اس میں مشکل سے ہی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اس گلی میں جانا تھوڑا تھوڑا کر کے ہی کم ہوگا۔ آخر عمر بھر کی عادت ہے ایک دم کیسے ختم ہو جائے گی۔

ایضاً

مرنے پہ وہ روز و شب روئیں گے
الفت پہ۔ وفا پہ جان تزاری پہ مریں
جب یاد کریں گے مجھے تب روئیں گے
آگے نہیں روتے تھے تو اب روئیں گے
مطلب :- وہ میری محبت کو رات دن یاد کریں گے۔ اور روتے رہیں گے۔ وہ میری محبت اور جان قربان اور وفاداری کو پہلے تو یاد نہیں کرتے تھے۔ لیکن اب جتنا یاد کریں گے۔ اتنا ہی روتے رہیں گے۔

ایضاً

فرقتیں بشر کی رات کیونکر گزرے
اک خستہ جگر کی رات کیونکر گزرے

گذری نہ ہو جس بغیر یاں اک گھڑی یہ چار پہر کی رات کیونکر گذرے
مطلب: انسان کسی کی جدائی میں رات بسر نہیں کر سکتا اور پھر پریشان حال
اور زخمی آدمی تو بالکل ہی گزار نہیں کر سکتا جس کی ایک رات بغیر دوست کے نہ گذری
ہو۔ وہ چوبیس گھنٹے اس کے بغیر کس طرح گزار سکتا ہے۔

ایضاً

یاو اس کی یہاں درد مدام اپنا ہے خالی نہ ہو تو کبھی وہ جام اپنا ہے
کس طرح نہ لیجئے کہ ہے نام اس کا کس طرح نہ لیجئے کہ کام اپنا ہے
مطلب: ہم نے اس کی یاد اور محبت کو ہمیشہ کے لئے اپنا وظیفہ بنا لیا ہے اور
ہمارے دل کے جام میں ایسی محبت بھر گئی ہے کہ وہ کبھی خالی نہیں ہو سکتی۔ اس کا نام
لئے بغیر اور اپنا کام کے بغیر اس دنیا میں گزارنا ناممکن ہے۔

ایضاً

کیا پاس تھا قول حق کا اللہ اللہ تہا تھے پابعد سے یہ فرما تھے شاہ
میں اور اطاعتِ یزید گمراہ! لا حول ولا قوۃ الا باللہ
مطلب: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات اور حکم کا کتنا خیال
تھا اگرچہ وہ اکیلے تھے اور دشمن ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ لیکن یزید کی اطاعت
قبول کر لینے کے سلسلے میں اس سے نفرت ہی کا اظہار کرتے رہے اور اس پر لعنت
بھیجتے رہے۔

ایضاً

شرکتا تھا اے دل شہِ ذی جاہ سے مل گمراہ نہ ہو رہی حق آگاہ سے مل

سرسشتگی کوئے ضلالت کب تک؟ اللہ سے ملنا ہے تو چل شاہ سے مل
 مطلب :- یزید کی فوج کا یہ سالار جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 بعد میں آکر مل گیا۔ وہ کہتا ہے کہ اے خُمراتو دونوں جہان کے بادشاہ حضرت امام حسین
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر صلح کر لے۔ اور ان کا فرمانبردار بن جا۔ حق کی بات سمجھنے والے
 سے اگر دوستی کرتے۔ غفلت کے سمندر یا گلی میں تو کب تک پھرتا رہے گا۔ اگر خدا تک
 پہنچنا ہے تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لے۔

ایضاً

گر کفر میں فرعون کا ثانی نکلا اک شام میں بیدار کا بانی نکلا
 سمجھا تھا نہ تھا، بھر کی غفلت کی یزید واں نیل سے بھی زیادہ پانی نکلا
 مطلب :- اگر کفر میں کسی نے فرعون کی برابری کی ہے۔ تو ملک عراق میں ظلم کی
 نیاد رکھنے والا یزید تھا۔ اس نے اپنی بے پروائی کے سمندر کی گہرائی کا ذرا بھی خیال
 اور اندازہ نہیں کیا تھا کیونکہ وہ گہرائی تو نیل کے پانی سے بھی زیادہ گہری تھی فرعون
 تو نیل ہی میں غرق ہو کر ختم ہو گیا لیکن یزید قیامت تک ذلالت کے سمندر میں
 پڑا رہے گا۔

قصیدہ ترکیب مستدرس اور چند قطعے مختلف مضامین پر بہ ترتیب اوقات تحریر

قصیدہ تعظیم

سخن زبیاں کیلئے اور زبیاں وہاں کیلئے
عراوت اس کی عذاب الیم جاں کیلئے
محبت اس کی جہاں حصیں اماں کیلئے
رہانہ لفرقہ روز شب زماں کیلئے
رہی نہ آمار و رفت چمن خزاں کیلئے
فروع قوم کے اندر جمع دو دماں کیلئے
در اس کا کعبہ مقصود اس جاں کیلئے
زمین سر بسجود اس کے آستان کیلئے
رضائے خاطر باران جانفشان کیلئے
کشائش گرہ گیس دشمنان کیلئے
گہ انکسار رات مہماں کیلئے
کہیں نماز میں تجیل ناتواں کیلئے
دُعائے خیر مدد بخش و بدرگماں کیلئے
کہیں وہ خاتمہ الباب داستان کیلئے
لیکن رتبہ حاصل ہوا مکاں کیلئے

بنے ہیں مدحت سلطان در جہاں کیلئے
وہ شاہ حسن کا عدو جیتے جی جہنم میں
وہ شاہ حسن کا محب امن و عافیت میں
وہ چاند حسن سے ہوئی طلعت جہاں معروم
وہ پھول حسن کے ہوئی سعی یاغبان مشکور
بلال بگہ کا ماہ دو ہفتہ شرب کا
گھ اس کا مورد قرآن مہیط جبریل
پہر گرم طوائف اس کی بارگاہ کے گرد
وہ نخط لخط لفقروہ دمیدم الطاف
وہ گوٹہ گوٹہ ملارا وہ بات بات میں مہر
گہ افتخار مقابل میں اہل نخوت کے
کہیں ہلاک میں تاخیر قوم سرکش کے
صفائے قلب سو دان کینہ خواہ کیا تھ
کہیں مفرد متہ الجیش انبیا و رسل
مدینہ مرجع و بازائے اہل مکہ ہوا

ہوا وہ قافلہ سالارِ کارواں کیلئے
 بشارتِ اُمتِ علمی و انوار کیلئے
 کہ حکیم س ہے جہاں کفر و جہاں کیلئے
 گنہ گریں تو گریں رحمت اس جہاں کیلئے
 و گرنہ ہر گل و گلزار ہے خزاں کیلئے
 و ذباخانہ ہو اس بحرِ بیکراں کیلئے
 وہ چارہ گرنہ ہو اس کردِ جاننا کیلئے
 حقیقتِ شبِ معراج کے بیاں کیلئے
 کیا تھا عزم الوالعزم نے کہاں کیلئے
 ہو میرزاں خدا جب کہ میہماں کیلئے
 رہی نہ اب کوئی فوقیت آسماں کیلئے
 محاکمہ حُبِ نبیؐ دل کے امتحاں کیلئے
 پیوں نہ آبِ انعامِ جاوداں کیلئے
 کروں نہ طولِ اہلِ روضہ جناب کیلئے
 ہجومِ شوق سے لوعے کہاں کہاں کیلئے
 کہاں سے لائے اعجاز اس بیا کیلئے

نبیؐ کا نام ہو و روزیاں - رہے جنتک
 سخن زیاں کے لئے اور زیاں وہاں کیلئے

بس اب نہ غول کا کھٹکانہ راہروں کا خطر
 شفیقِ خلق سراسر خدا کی رحمت ہے
 شفاختِ نبوی ہے وہ برقِ عصیاں سوز
 خدا کی ذاتِ کریم اور نبیؐ کا خلقِ عظیم
 اسی کا دیں ہے کہ ہے گلشنِ ہمیشہ بہار
 عبورِ لجمِ عصیاں سے کس طرح ہو اگر
 مریضِ حرصوں ہو ایا کے کب شفا جنتک
 نہ حرفِ سوتلیں وسعت نہ کا اولیٰ کنت
 ارادہ عرشِ تک اک ان میں سمجھتے کا
 کریم کا رکھئے دامن کہاں تک ہو فراخ
 زمیں پہ پھر ہے ماوا کے شاہِ عرشِ نشیں
 اسی سے ہوتا ہے ظاہر عیارِ استعدا
 اگر نصیبِ شرب میں جا کے شربتِ برگ
 اگر نصیب میں گز پھر زمیں میں آئے
 سما اس کا جو نقشِ قدم تصور میں
 صرفِ نوتِ پیمبر نہیں سخنِ حاکی

تشریح الفاظ:- مدحت، تعریف، سلطان دو جہاں، دونوں جہاں کے بادشاہ،
 سرکارِ دو عالم مراد ہے۔ دین، منہ۔ عداوت، دشمنی۔ عذابِ الیم، درزاک

غرابِ نَجَب، محبت کرنے والا۔ امن و عافیت، آرام اور سکون۔ مدام، ہمیشہ۔
 حصارِ حسین، مضبوط قلعہ۔ ظلمتِ جہان، دنیا کی تاریکی معدوم، غائب۔ تفرقہ، تفریق،
 فرق۔ سخی یا غباں، مالی کی کوشش بشکور، شکر گزار کا میاں بہ لال، پہلی رات کا
 چاند۔ ماہِ دو ہفتہ، چودھویں رات کا چاند۔ شرب، مدینہ منورہ کا قدیم نام۔ فروع،
 ترقی۔ دوران، خانہ ران کا مورد، نازل ہونے یا اترنے کی جگہ۔ مہبطِ جبریل علیہ
 السلام کے تشریف لانے کی جگہ۔ دروازہ۔ کعبہ مقصود، امیدوں کا مرکز۔
 اس، انسان۔ جان، جاندار۔ سپہ، آسمان۔ گرم طواف، چکر لگانے میں مصروف
 بارگاہ، چوکھٹ۔ آستان، چوکھٹ۔ لُحْظ لُحْظ، تھوڑی تھوڑی دیر میں۔ تقفد،
 تلاش، مہربانی۔ رضائے خاطر یاران، دوستوں کے دل کی خوشی۔ جائفشان،
 محنت اور محبت کرنے والے۔ گوٹہ گوٹہ، قسم قسم کے۔ مداوا، خاطر، تواضع۔
 مہر، محبت۔ کشائش، کھولنے والا۔ دشمنان، دشمنوں کا کینہ۔ گم، کبھی۔ افتخار،
 فخر۔ اہلِ نخوت، غرور کرنے والے۔ اتکسار، عاجزی۔ مدارات، خاطر تواضع۔
 تعمیل، جلدی۔ اصفائے قلب، دل کی صفائی۔ حسود، کینہ خواہ، وہ حاسد
 لوگ جو دل میں دشمنی رکھتے تھے۔ بداندیش، برا سوچنے والا۔ بدگمان، بُرا
 خیال کرنے والا۔ مقدمۃ الجیش، لشکر کا اگلا حصہ۔ انبیاء، جمع نبیؑ کی۔ رسل، رسولؑ
 کی جمع۔ خاتمۃ الباب، آخری حصہ، آخری نبیؑ۔ مرجع، رجوع ہونے یا آنے کی جگہ۔
 ازا، بھرنے کی جگہ۔ نکین، رہنے والے۔ شرف، عزت۔ کلیم، مراد حضرت موسیٰ علیہ
 السلام۔ مسیح، حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ زور، خوش خبری۔ کھسکا، خوف شفیع،
 شفاعت یا سفارش کرنے والا۔ بشارت، خوشخبری، آگاہی۔ عاصی، گنہگار۔
 برقِ عصیاں سوز، ایسی بجلی جو گناہوں کو جلادیتی ہے۔ ذاتِ کریم، مہربانی
 کرنے والی ذاتِ خالقِ عظیم، بہت اچھے اخلاق و عادات۔ بہرِ قبحہ عصیاں،

گناہوں کے منجھار کو پار کرنا۔ ناخدا، کشتی کھینے والا۔ بحر بکیراں، ایسا سمندر جس میں کنارہ نہ ہو۔ چارہ گر، علاج کرنے والا۔ جانناں، جان لینے والا، مراد مار ڈالنے والا۔ صوت، آواز۔ کام و لب، تالو اور نچان یا ہونٹ۔ سکت، طاقت۔ عزم اللوالعزم، بڑا ارادہ رکھنے والے کا پکا ارادہ۔ فراخ، وسیع۔ عیار، قیمت۔ استفاد، قابلیت، حیثیت۔ مہک، خوشبو۔ آبِ بقا، ہمیشہ زندہ رہنے والا پانی۔ بقیع، مدینہ منورہ کا قبرستان۔ طولِ اہل، بڑے بڑے کام، یعنی بہت زیادہ عبادت اور ریاضت۔ اعجاز، خوبی۔

مطلب :- ۱۔ سخن، زبان اور ذہن۔ تینوں سرکارِ دو جہاں کی تعریف کے لئے رہتے ہیں۔ کیونکہ سخن زبان سے ادا کیا جاتا ہے۔ اور زبان کا وجود ذہن میں ہے۔ اس لئے تینوں ہی تعریف کے لئے ضروری ہیں۔

- ۲۔ پیار سے نبیؐ! وہ نبی جن کا دشمن زندگی میں بھی پریشان رہتا تھا۔ اور آپ سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے اس پر ایک مستقل عذاب جاری رہتا تھا۔
- ۳۔ وہ دونوں جہاں کا بادشاہ جس سے محبت کرنے والا ہمیشہ امن و آرام سے رہتا تھا۔ اور آپ کی محبت اس کی محبت کے لئے محفوظ قلعہ بن جاتی تھی۔
- ۴۔ سرکارِ دو عالم کی حیثیت ایسے چاند کی تھی کہ دنیا کی تاریکی بالکل غائب ہو گئی تھی۔ اور اس دنیا میں ذرا سا بھی تفرقہ باقی نہیں رہا تھا۔
- ۵۔ سرکارِ دو عالم کی ذات پاک ایک ایسے پھول کی مانند ہے جس کی تاریکی نے یاغبان، یعنی خدا کی کوششوں کو کامیاب کر دیا۔ یہاں تک کہ دنیا کا چمن خزان کی آمد رفت سے محفوظ ہو گیا۔

۶۔ آپ مکہ میں بلال کی طرح نمودار ہوئے اور مدینہ میں آکر چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگے۔ قوم کی ترقی اور خاندان کے لئے رہنمائی اور روشنی کی شمع

بنا کر ظاہر ہوئے۔

۷۔ آپ کا دولت کا کہنا ایسا تھا۔ جہاں قرآن مجید نازل ہوتا تھا۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لاتے تھے۔ اور آپ کے در سے انسان اور جاندار اپنی مرادیں حاصل کرتے تھے۔

۸۔ اس مکان کے آگے آسمان بھی طواف کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ اور زمین بھی اس چوکھٹ پر چرہ کر تھی۔

۹۔ محبت کرنے والے ساتھیوں اور دوستوں پر تھوڑی دیر بعد زیادہ تر جو مہربانی اور محبت کا سلوک کیا جاتا تھا۔ وہ خوب تھا۔

۱۰۔ سرکارِ دو عالم صوفیوں کے ساتھ ہی نرم سلوک نہیں کرتے تھے۔ بلکہ دشمنوں کے ساتھ بھی محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ تاکہ ان کے دلوں میں جو گمراہی ہوئی ہے وہ اچھے سلوک کے تاثر سے چل جائے۔

۱۱۔ کبھی تو سرکارِ دو عالم غم و رنج کرنے والے لوگوں کے مقابلے میں خنجر کا اظہار فرماتے تھے۔ اور کبھی مہمانوں کی خاطر تواضع کرنے کے لئے انتہائی عاجزی سے کام لیتے تھے۔

۱۲۔ پیار سے نئی اباغی قوموں اور لوگوں کو تباہ کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انہیں اس بات کا موقع دیا کرتے تھے کہ ممکن ہے یہ صحیح راستہ پر آجائیں۔ اس کے مقابلے میں کافی عجلت سے کام لیتے تھے تاکہ کمزور اور بوڑھے نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔

۱۳۔ سرکارِ دو عالم کا دل سد کرنے والوں اور دشمنوں کی مخالفتوں کے باوجود بالکل صاف رہتا تھا۔ اور آپ برا سوچنے والے دشمنوں کے لئے بھی نیکی کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

۱۴۔ سرکارِ دو عالم تمام نبیوں اور رسولوں سے پہلے پیدا ہوئے۔ لیکن اس دنیا

ہیں سب سے بعد میں تشریف لائے۔ اور سب کے آخر میں سب سے بڑے نبی مقرر کئے گئے۔

۱۵۔ جب سرکارِ دو عالم مکہ معظمہ سے مدینہ تشریف لے گئے تو مکہ والے بڑے شوق کے ساتھ مدینہ آئے تھے۔ آپ کے مدینہ تشریف لانے سے اس کی عزت بڑھ گئی۔

۱۶۔ پیغمبرِ آخر النبیین کی امت کو یہ خوش خبری معلوم ہوئی چاہیے کہ یہ کارِ کمال انتہی ہونا ایک ایسا شرف ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دعا مانگی تھی۔ کہ ہمیں اس نبی کی امت میں پیدا کرتا۔

۱۷۔ چونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوم کے رہتہ ہیں اس لئے اب اسلام کے قافلے کو نہ تو کسی غول کا ڈر رہا ہے اور نہ کسی پور کا خطرہ باقی ہے۔

۱۸۔ سرکارِ دو عالم کی کمزور اور گنہگار امت کو اس بات کی خوش خبری ملنی چاہیے کہ سرکارِ دو عالم کی ذاتِ پاک محترمہ رحمت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے شفاعت کرنے کے گنہگاروں کو دوزخ سے بچالیں گے۔

۱۹۔ ہمارے نبی کی شفاعت گناہوں کو جلا دینے والی انہی جلی ہے کہ جس کے سامنے ساری دنیا کے گناہ ایک ننکے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۲۰۔ انسان اور جن اگر کسی قسم کے گناہ کرتے ہیں۔ تو انہیں گناہ کرنے اور کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت ہی رحیم و کریم ہے اور سرکارِ دو عالم کے اخلاق بہت وسیع ہیں۔ ان کے سایہ میں پناہ لینے والوں کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

۲۱۔ ہر پھول اور ہر باغ ایک نہ ایک دن خزاں کی نذر ہو جاتا ہے لیکن سرکارِ دو عالم کا باغِ اسلام ایسا سا رہا رہا باغ ہے جس کے لئے کبھی خزاں نہیں ہوگی۔ بلکہ ہر شہرا

بھرا رہے گا۔

۲۲۔ اگر سرکارِ دو عالم اس زندگی کے سمندر میں ہماری مدد نہ فرمائیں تو گناہوں کے سمندر کو پار کرنا ہمارے لئے بالکل ہی ناممکن ہو جائے۔

۲۳۔ اگر سرکارِ دو عالم گناہوں کے جان لیوا مرض میں ایک ہوشیار مصلح کی طرح ہماری دیکھ بھال نہ کریں تو لالچ کے بندے کیسے آرام حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی روحانی طاقت ہی نے ہمیں دنیا کے لالچ سے نجات دلائی ہے۔

۲۴۔ ہم شبِ معراج کی حقیقت پورے طور پر بیان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حرف اور ہماری آواز میں اس کی تفصیلی بیان کرنے کی وسعت نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے حلق اور لبوں میں اتنی طاقت ہے کہ ہم وہ تمام باتیں پورے طور سے بیان کر سکیں۔

۲۵۔ سرکارِ دو عالم ایک آن میں عرش پر چاہے۔ جب انہوں نے اتنا طویل راستہ ذرا سی دیر میں طے کر لیا تو اس بلند ارادے والے نبی کے ارادے وہ خود ہی بہتر جانتے ہیں کہ کہاں تک جانے کا مقصد رہتا۔

۲۶۔ شبِ معراج کو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہمان کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور خود حق تعالیٰ آپ کا میزبان تھا۔ لہذا دیکھنا یہ ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کی رحمت کتنی وسیع ہوتی ہے۔

۲۷۔ چونکہ عرش نشین بادشاہ سرکارِ دو عالم نے زمین کو اپنے قیام کرنے کی جگہ بنایا ہے۔ لہذا اب آسمان کو زمین پر کوئی فوقیت حاصل نہیں رہی۔

۲۸۔ سرکارِ دو عالم کی محبت دلوں کے امتحان کے لئے ایک کسوٹی ہے۔ جس پر لوگوں کی فطرت، محبت اور خوبیوں کی جانچ کی جاتی ہے۔

۲۹۔ اگر مجھے مدینہ منورہ میں جا کر موت کی شراب کا پیالہ میسر آ جائے تو میں اس ہمیشہ کی زندگی کی زندگی آرزو میں اب حیات کا پیالہ پینا بھی گوارا نہ کروں۔

۳۰۔ اگر مجھے مارنیہ منورہ میں دفن ہونے کے لئے تھوڑی سی زمین حاصل ہو جائے تو میں بہشت کے باغ کی ہر گز خواہش نہیں کروں گا۔

۳۱۔ سرکارِ دو عالم کا نقش میرے تصور میں ایسا سا گیا کہ میں شوق اور جذبہ کی زیادتی میں نہیں معلوم کس کس جگہ کو جو متا رہا۔

۳۲۔ اے حاکمی! ہمارے اشعار میں اتنی وسعت نہیں کہ سرکارِ دو عالم کی تعریف پورے طور پر بیان کر سکیں ہم اپنے بیان میں معجزہ جیسا اثر کہاں سے پیدا کر سکتے ہیں؟

۳۳۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری دعا اور گزارش یہی ہے کہ جنتک منہ میں زبان اور زبان میں فوت گویا فی موجود ہے۔ آپ کا مبارک نام ہماری زبان پر مسلسل جاری رہے تو بہتر ہے۔

(یہ قصیدہ ۱۲۸۱ھ یا ۱۲۸۲ھ ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ اس سے پہلے نوت میں کبھی کچھ نہیں لکھا گیا۔ اس کو اپنی قدیم شاعری کا نمونہ سمجھ کر یہ دستور سابق رہنے دیا ہے۔ کہیں کچھ تصرف نہیں کیا گیا (۱۲)

ترکیب بند۔ مرتبہ ۱۲۸۵ھ ہجری

مرثیہ جناب مرزا اسد اللہ خان مرحوم متخلص بہ غالب

(۱)

وقت کوتاہ و قصہ طولانی
دیکھ کر رنگ عالم فانی
گوشہ فقر و ہزم سلطانی

کیا کہوں حالِ دردِ پنہانی
عیشِ دنیا سے ہو گیا دل سرد
کچھ نہیں جز طلسم خواب و خیال

ہے سراسر فریب و ہم و گماں
بے حقیقت ہے شکل موجِ سراپ
لفظ مہمل ہے نطقِ اعرابی
اک دھوکہ ہے لحنِ داودی
زنگیوں تشنگی میں ترابِ خشک
لوں نہ اک مٹتِ خاک کے برلے
تاجِ نغفور و تختِ خاقانی
جامِ جمشیدِ راجِ ریجانی
حرفِ باطل ہے عقلِ یونانی
اک تماشا ہے حسنِ کنعانی
چشمہٴ خضر کا ہو گہلا پانی
گر ملے خاتمِ سلیمانی

بجز ہستی بجز سراپ نہیں
چشمہٴ زندگی میں آب نہیں

نشریح الفاظ:- دردِ نہانی، جو تکلیف چھپی ہوئی ہے۔ کوتاہ، کم، تھوڑا تھوڑا۔
طولانی، کہانی لمبی ہے۔ دل سرد ہونا، فخرت ہو جانا۔ رنگ، حالت۔ عالمِ فانی،
فنا ہونے والی دنیا۔ جز، سوائے۔ طاسم، خواب و خیال پر، میندرا اور خواب و خیال
کا جادو۔ گوشہٴ فقر، فقیر کا کونہ۔ بزمِ سلطانی، بادشاہی محفل۔ سراسر، پورے طور
پر۔ فریب، دھوکہ۔ ہم و گماں، خیال اور شبہ۔ تاجِ نغفور، چین کے بادشاہ
کا تاج۔ تختِ خاقانی، روم کے بادشاہ کا تخت۔ بے حقیقت، بے کار۔ شکل
موجِ سراپ، رنگستان پر ریت کی لہریں، جو دُور سے نظر آتی ہیں۔ جامِ جمشید،
جمشید کا پیالہ جس سے ساری دنیا کا حال معلوم ہو جاتا تھا۔ راجِ ریجانی، سوس
کی رنگت کی شراب۔ نطقِ اعرابی، یروؤں کی خوشبیاں۔ حرفِ باطل، بیکار
بات۔ لحنِ داودی، حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی۔ حسنِ کنعانی، کنعان
شہر کا حسین، یعنی حضرت یوسف علیہ السلام، جو دنیا میں سب سے زیادہ حسین شہوہ
تھے۔ تشنگی، پیاس۔ چشمہٴ خضر، حضرت خضر علیہ السلام کا چشمہ، جس کا پانی پینے

سے موت نہیں آتی، مُشتِ خاک، ایک مٹھی خاک، خاتمِ سلیمانی، حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی، جس کی وجہ سے ساری کائنات ان کے قابو میں تھی۔ بحرِ ہستی، زندگی کا سمندر۔ بحرِ سوائے۔ سراب دھوکا۔ چشمہٴ زندگی، زندگی کی نہر۔ آبِ پانی۔ مہطِ ارب: ۱۔ میں اپنے چھپے ہوئے دُروِ دل کا حال بیان کروں۔ وقت بہت کم اور قصہ بہت طویل ہے۔

۲۔ دُنیا کی خوشی و آرام سے طبیعت کو نفرت ہو گئی ہے۔ کیونکہ اس فنا ہونے والی دُنیا کی حالت ایسی ہے کہ اب کسی بات میں جی نہیں لگتا۔

۳۔ فقیری کا خاموش کونہ اور بادشاہ کی محفل۔ دونوں کی حیثیت بالکل خیالی جیسی ہے۔ جو جادو کی طرح سامنے آتا ہے۔ ورنہ کچھ بھی نہیں۔

۴۔ چین کے بادشاہ کا خوبصورت تاج اور روم کے بادشاہ کا خوبصورت تخت دونوں خیالات کا دھوکہ ہیں۔ ورنہ ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

۵۔ جمشید کا ساری دُنیا کی سیر کرنے والے پیلہ اور سو سن کی رنگت کی خوبصورت شراب۔ دونوں سراب کی طرح بالکل ہی بے کار ہو کر رہ گئی ہیں۔

۶۔ اعرابی بادروؤں کی بہترین توت گویائی اور یونانی محفل کے کمالات بالکل ہی بے کار ہو کر رہ گئے ہیں۔

۷۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی ایک دھوکا بن کر رہ گئی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی تو صرف ایک دھوکہ ہی ہے۔

۸۔ اگر مجھے پیاس کے موقع پر حضرت خضر علیہ السلام کے بحرِ ظلمات سے ایک پیالہ پانی دیا جائے جس کے سہارے مجھے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو سکتی ہے۔ تو دُنیا کے اس انقلاب کو دیکھ کریں اسے بھی قبول نہ کروں۔

۹۔ اگر مجھے ایک مٹھی خاک کے بدلے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی

بلنے لگے جس کے ذریعہ میں تمام دنیا پر حکومت کرنے لگوں تو میں اُسے بھی قبول نہ کروں۔
۱۔ کیونکہ زندگی کا سمندر ایک دھوکہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر زندگی
کے اس چشمہ میں جب پانی ہی نہیں ہے تو بے کار مٹھن ہے۔

(۲)

جس سے دُنیا نے آشنائی کی
تجھ پہ پھولے کوئی عیث اے عمر
ہے زمانہ وفا سے بیگانہ
یہ وہ ہے مہر ہے کہ ہے۔ اس کی
ہے یہاں خط و وصل سے محروم
ہے یہاں حفظِ وضع سے مایوس
خندہ کُل سے بے یقینا تر ہے
جنس کا سرد سے نار و اتھر ہے
بات بگڑی رہی سہی افسوس
اس سے آخر کو ادائیگی کی
تو نے کی جس سے بیوفائی کی
ہاں قسم محکو آشنائی کی
صلح میں چاشنی لڑائی کی
جس کو طاقت نہ ہو جدائی کی
جس کو عادت نہ ہو گدائی کی
شان ہو جس میں دلربائی کی
خوبیان جس میں ہوں خدائی کی
آج خاقانی و سنائی کی
رشکِ عمری و فخرِ طالبِ مرد
اسرار اللہ خان غالبِ مرد

تشریح الفاظ:۔ آشنائی، دوستی۔ کج ادائیگی، بیوفائی، بھولنا، غرور کرنا۔ اترانا،
امید رکھنا، عیث، بریکار۔ بیگانہ، ناواقف۔ آشنائی، محبت۔ بے مہر، محبت نہ کرنے
والی۔ صلح، دوستی، چاشنی، مٹھاس۔ خط و وصل، بلنے کی لذت۔ حفظِ وضع، رکھ
لکھاؤ۔ دستور، طریقہ۔ خندہ کُل، بھول کی مسکراہٹ، یعنی کھلنا۔ بے یقینا تر، بہت
زیادہ ناپائیدار۔ جنس کا سرد، کھوئی چیز۔ نار و اتھر، بہت زیادہ بے کار۔ خاقانی و

سنائی۔ فارسی زبان کے مشہور شاعر۔ رشک عرفی جس پر عرفی شاعر رشک کرتا تھا۔
مطلب ۱:۔ ۱۔ جس شخص نے دنیا سے محبت کی اور دل لگایا۔ آخر کار دنیا سے اس
کے ساتھ بے رخی اختیار کی۔

۲۔ ۱۔ زندگی! اے عمر! اگر کوئی تجھ پر خرا اور غرور کرے تو بالکل بیکار ہے کیونکہ
تو میرا ایک کے ساتھ بے وفائی ہی کرتی ہے۔

۳۔ یہ دنیا وفا داری سے ناواقف ہے۔ میں محبت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ
بالکل ایسا ہی ہے۔

۴۔ یہ دنیا ایسی محبت نہ کرنے والی ہے کہ اس کے ملاپ میں بھی لڑائی کی
ملاوٹ ہے۔

۵۔ جس آدمی میں جدائی کی طاقت اور اس کی برداشت نہیں ہے۔ وہ وصل
کا لطف نہیں اٹھا سکتا۔

۶۔ جو شخص فقیر نہیں کر سکتا۔ دُور جا کر بھیک نہیں مانگ سکتا۔ وہ اپنے رکھ
رکھاؤ کے اصول اور قاعدے سے بالکل ناواقف ہے۔

۷۔ جس چیز میں بھی دلربائی اور خوبصورتی موجود ہے اس کی ہستی پھول
کی ایک مسکراہٹ کی طرح بالکل ہی ناپائیدار سی ہے۔

۸۔ جس چیز میں خدا جیسی خوبیاں موجود ہوتی ہیں وہ ایک کھوٹی چیز سے بھی
زیادہ بیکار چیز ہے۔

۹۔ خاقانی اور سنائی جیسے بڑے شاعروں کی شان کو جس نے لے دئے کر
قائم رکھا تھا۔ افسوس! آج وہ بھی حیثیت ختم ہو گئی۔

۱۰۔ جس شخصیت پر عرفی شیرازی اور طالب آملی فخر کیا کرتے تھے۔ آج وہ مر گیا۔
افسوس! آج مرزا غالب کا انتقال ہو گیا۔

جس کی تھی بات بات میں اک بات
 پاک دل پاک ذات، پاک صفات
 زند اور مرجع کریم و ثقات
 سو تکلف اور اس کی سیرھی بات
 دن کو کہتا تھا دن اور رات اور رات
 فلم اس کا تھا اور اس کی دوات
 لے چلیں اب وطن کو کیا سوغات
 خواجہ نوشہہ تھا اور شہر سرات
 یاں اگر ذات تھی تو اس کی ذات

بلبل ہند مر گیا ہیہات
 نکتہ داں نکتہ بیخ نکتہ شناس
 شیخ اور بدلہ بیخ شوخ مزاج
 لاکھ مضمون اور اس کا ایک مضمون
 دل میں سمیٹا تھا وہ اگر بمثل
 ہو گیا نقشِ دل پہ جو لکھا
 تھیں تو دلی میں اس کی باتیں تھیں
 اس کے مرنے سے مر گئی دلی
 یاں اگر نرم تھی تو اس کی نرم

اکس روشن دماغ تھا نہ رہا
 شہر میں اکس چراغ تھا نہ رہا

تشریح الفاظ: بلبل ہند، ہندوستان میں بلبل کی طرح خوشبیانی کرنے والا۔
 ہیہات، بہت افسوس۔ باتیں، ہر ایک بات میں ایک بات۔ ایک شان،
 ایک خوبی۔ نکتہ داں، یار کی جاننے والا۔ نکتہ بیخ، یار کی بیان کرنے والا۔ نکتہ
 شناس، یار کی سمجھنے والا۔ پاک دل، صاف دل والا۔ پاک ذات، اچھی شخصیت
 والا۔ پاک صفات، اچھی خوبیوں والا۔ بدلہ بیخ، ہنسی کی بات کہنے والا۔
 زند، آزاد مشرب والا۔ مرجع، رجوع ہونے کی جگہ، آنے کی جگہ۔ کرام، بزرگ لوگ۔
 ثقات، بہت نیک لوگ۔ مضمون، ہنسی کی بات۔ دل پر نقش ہونا، دل پر
 اثر کرنا۔ سوغات، تحفہ۔ دلی مر گئی، دلی ختم ہو گئی۔

مطلب :- ۱۔ اپنی روستاں میں ببل کی سی مٹھی مٹھی باتیں کرنے والا۔ افسوس اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کی ہر ایک بات میں ایک خاص شان ہوتی ہے۔

۲۔ وہ باریکی جاننے والا۔ باریکی تو نئے والا۔ باریکی سمجھنے والا تھا۔ اس کا دل اس کی شخصیت اور اس کی خوبیاں بہت ہی پاکیزہ اور ستھری تھیں۔

۳۔ وہ بہت ہی شہس نگھ اور سب کا بزرگ تھا۔ اور وہ ایک ایسا راز اور آزار قسم کا آدمی تھا کہ بہت بڑے بڑے بزرگ لوگ اس کی کھل میں اس سے ملاقات کرنے آیا کرتے تھے۔

۴۔ اس کے سامنے سینکڑوں قسم کی باتیں اور مضامین لکھے اور کہے جاتے تھے۔ لیکن وہ براق کی ایک معمولی سی بات میں ان سب کا جواب دے دیا کرتا تھا جو یا سینکڑوں بناؤ اور تکلیف کے ساتھ ہی جاسکتی تھی۔ وہ اسے بالکل سیدھے طریقے میں بتا دیا کرتا تھا۔

۵۔ اس کی باتیں دل میں خاص طور پر اثر کرتی تھیں۔ وہ دن کو دن اور رات کو رات کہتا تھا۔ یعنی حقیقت اور سچائی سے کبھی قدم نہیں ہٹاتا تھا۔

۶۔ مرزا غالب نے جو کچھ بھی لکھا ہے۔ وہ اب دل سے مٹنے والا نہیں ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کی روایتیں ایسی روشنائی تھی اور اس کے قلم میں ایسی جان تھی کہ اس کے سوا کوئی نہیں لکھ سکتا تھا۔

۷۔ دلی میں صرف تیری باتیں ہی ایسی تھیں کہ دلی میں دل لگا رہتا تھا۔ اس ہم اپنے وطن کو کون سا تحفہ لے کر جائیں وہ تو سب تیرے ہی ساتھ ختم ہو کر رہ گئیں۔

۸۔ مرزا غالب تیرے انتقال کے دن سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے دلی ہی مر گئی۔ کیونکہ تیری حیثیت ایک برات کے دوٹھا کی سی تھی۔ اور سارا شہر ایک برات کی طرح نظر آتا تھا۔

۹۔ کیونکہ دلی میں اگر کسی کی شخصیت ملنے کے قابل تھی تو وہ صرف مرزا غالب ہی

کی ذات تھی۔ ورنہ دلی میں کیا دھرا ہے۔

۱۰۔ ایک بہت ہی عقلمند شخص جو دلی کا مالک تھا اور اس کی حیثیت ایک چراغ

کی مانند تھی۔ افسوس! وہ اب دُنیا سے رخصت ہو گیا۔

(۴)

کس کی باتوں سے دل کو پہلا میں
کس سے دادِ سخنوری یا میں
کس سے اصلاح لیں کدھر جائیں
کس طرح آسماں پہ پہنچائیں
اہلِ میت جنازہ ٹھہرائیں
سیرے برفن ابھی نہ لے جائیں
اہلِ انصاف خور فرمائیں
لوگ جو چاہیں ان کو ٹھہرائیں
ہے ادب شرطِ منہ نہ کھلوائیں

دل کو باتیں جب اس کی یاد آئیں
کس کو جا کر سنائیں شعر و غزل
مرثیہ اس کا لکھتے ہیں اجباب
پرت مضمون ہے نوحہ استاد
لوگ کچھ بوجھنے کو آئے، میں
لا لیں گے پھر کہاں سے غالب کو
اس کو اگلوں پہ کیوں نہ ترجیح دیں
قدسی و صائب و اسیر و کلیم
ہم نے سب کا کلام دیکھا ہے

غالب نکتہ واں سے کیا نسبت

خاک کو آسماں سے کیا نسبت

تشریح الفاظ۔ داد، تعریف، انعام۔ سخنوری، شاعری۔ اجباب، دوست۔

پرت مضمون، بہت معمولی الفاظ اور خیالات والی باتیں۔ نوحہ، کسی کے مرنے پر اس کی

یاد میں رنج والی جو نظم یا اشعار لکھے جائیں اسے نوحہ کہتے ہیں۔ آسماں پر پہنچانا،

بہت ہی اعلیٰ اور تہ نہانا۔ اہل میت، جنازہ کو لے جانے والے لوگ سورے مدفن،
 دفن کرنے کی جگہ یا طرف۔ ترجیح، بڑھانا۔ قدسی، صائب، اسیر، کلیم، فارسی زبان
 کے مشہور شاعر۔ ادب شرط ہے، بزرگی اور شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ منہ نہ کھلوائیں،
 اغراض کرنے کا موقع نہ دیں۔

مطلب :- ۱۔ دل کو جب مرزا غالب کی یاد آتی ہے تو کوئی بھی ایسا شخص نظر نہیں آتا۔
 جس کے پاس دو باتیں کر کے دل بہلا لیا کریں۔

۲۔ ہم اپنے اشعار اور غزلیں کسے جا کر سنائیں تاکہ وہ ہمارے اچھے اشعار کی داد دے سکے۔

۳۔ دوست مرزا غالب کا مرثیہ لکھنے بیٹھے ہیں۔ یہ تو درست ہے کہ وہ مرثیہ کے
 اشعار لکھیں گے۔ لیکن ان کی اصلاح کرنے والا تو اس دنیا سے جا چکا ہے۔

۴۔ ہم اتنے بڑے استاد کی شان میں نوحہ لکھنے بیٹھے ہیں۔ اس کا مضمون بہت ہی
 پست اور معمولی ہے۔ اب اس میں یہ خوبیاں کس طرح پیرا کر سکتے ہیں۔

۵۔ اب بھی غالب کے مرجانے کے بعد بعض لوگ مرزا غالب سے مشورہ لینے آئے
 ہیں۔ اس لئے جنازہ ابھی نہ لے جائیں۔

۶۔ بھلا مرزا غالب کو دفن کرنے کے بعد کہاں سے لے آئیں گے۔ ابھی انھیں
 دفن کرنے کے لئے نہ لے جائیں تو بہتر ہے۔

۷۔ بھلا انصاف کرنے والے لوگ سچی بات کیوں نہ کہیں۔ ہم مرزا غالب کو
 اگلے لوگوں سے اچھا کیوں نہ کہیں؟

۸۔ لوگ انھیں چاہتے قدسی، صائب، اسیر، یا کلیم کچھ بھی کہیں۔

۹۔ ہم نے ان سب شاعروں کا کلام دیکھا ہے۔ اس لئے اگر ہماری زبان سے
 کچھ نہ کھلوائیں تو بہتر ہے۔

۱۰۔ بھلا ان لوگوں کی غالب جیسے ہوشیار اور سمجدار شاعر سے کیا لگاؤ ہو سکتا

ہے۔ کہاں یہ بلند شاعر اور کہاں وہ معمولی لوگ۔

(۵)

نظم نخب و دلال کی صورت	نثر حسن و جمال کی صورت
تعمیریت اک بلال کی صورت	تہنیت اک نشاط کی تصویر
نظر آئی تھی حال کی صورت	قال اس کا وہ آئینہ جس میں
شکل امکان حال کی صورت	اس کی توجیہ سے پکڑتی تھی
رنگِ ہیراں وصال کی صورت	اس کی تاویل سے بدلتی تھی
سخن اس کا مال کی صورت	لطف آغاز سے کھاتا تھا
انوری و کمال کی صورت	چشمِ دوراں سے آج چھپتی ہے
علم و فضل و کمال کی صورت	لوحِ امکان سے آج منہج ہے
غالب بے مثال کی صورت	دیکھ لو آج پھر نہ دیکھو گے

اب نہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ
کہیں ڈھونڈھے نہ پائیں گے یہ لوگ

تشریح الفاظ: حسن و جمال، خوبصورتی۔ نخب و دلال، نادر و انداز۔ تہنیت، مبارکباد و نشاط، خوشی۔ تعمیریت، رنج۔ قال، کہا ہوا۔ حالی موجودہ صورت۔ توجیہ و وضاحت، تشریح مشکل امکان، ممکن ہونے والی بات۔ حال، بہت مشکل بات۔ تاویل، مختلف باتیں یا معنی بتانا۔ رنگِ ہیراں، جدالی کی بات، سخن یا شاعری۔ مال، انجام چشمِ دوراں، دنیا کی آنکھیں، یعنی دنیا کی نگاہوں سے۔ لوحِ امکان، ممکنات کی تختی یعنی کائنات یا دنیا۔

مطلب: ۱۔ مرزا غالب کی شہرت ہی خوبصورت اور ناز و ادراہی ہوتی ہے۔

۲۔ وہ جب دنیا کی بات کرتا تھا۔ تو خوشی کی تصویر بن جاتا تھا۔ اور جب رنج کی بات کرتا تھا تو بالکل غم بن جاتا تھا۔

۳۔ مرزا غالب کی باتیں بالکل ایسی صاف اور واضح ہوتی تھیں کہ ان میں موجودہ حالات کی مکمل تصویر نظر آتی تھی۔

۴۔ مرزا غالب جب کسی بات کی وضاحت کرتے تھے۔ تو اس انداز میں بتاتے تھے کہ جو بات ناممکن نظر آتی تھی اس کا بھی ممکن ہونا محسوس ہونے لگتا تھا۔

۵۔ جب مرزا غالب کسی بات کا پہلو میل کر اس کی وضاحت کرتے تھے۔ تو اگر کوئی ایسی بات ہوتی تھی کہ آپس میں جدائی پڑنے والی ہو تو اس میں بھی میل ملاپ کی صورت نظر آتی تھی۔

۶۔ مرزا غالب کی بات کے شروع ہی میں اس کے انجام کی صورت پورے طور پر نظر آنے لگتی تھی۔

۷۔ آج دنیا کی آنکھوں سے انوری اور کمال جیسے بلند مرتبہ شاعروں کی شکل چھینے لگی ہے۔

۸۔ ممکنات کی تختی پر سے یعنی دنیا سے آج ایک بہت بڑے عالم فاضل اور خوبیوں والی شخصیت جدا ہو رہی ہے۔

۹۔ غالب جیسے بے مثال شخص کو آج کے بدتم بھیر کبھی نہیں دیکھو گے۔ اگر دیکھنا ہے تو آج ہی دیکھ لو۔

۱۰۔ اب دنیا میں ایسے لوگ بھی ہرگز نہیں آئیں گے اور تلاش کرنے پر بھی ایسے لوگ پھر دنیا میں کبھی نہیں آئیں گے۔

شہر میں جو ہے سو گوار ہے آج
 نازشِ خلق کا محل نہ رہا
 تھازمانے میں ایک رنگیں طبع
 باراجباب جو اٹھاتا تھا
 تھی ہر ایک بات بیشتر جسکی
 دل میں مدت تھی خلش جسکی
 دل مضطر کو کون سے تسکین
 تلمی غم کہی نہیں جاتی
 کس کو لاتے ہیں بہر دفن کہ قبر
 غم سے پھرتا نہیں دلِ ناشاد
 کس سے خالی ہوا جہاں آباد

تشریح الفاظ :- سو گوار، رنجیدہ۔ اشکبار، آنسو بہاتا ہوا۔ نازشِ خلق،
 عوام جس پر فخر کرتے تھے۔ محل، موقع۔ باراجباب، دوستوں کا بوجھ۔ دوش،
 کٹ رہا۔ بیشتر، نشتر۔ فگار، زخمی۔ خلش، چھین۔ مضطر، بچپن۔ تسکین، تسلی۔
 بارغماگسار، غم باٹنے والا دوست۔ ہمہ تن، پورے طور پر۔
 مطلب :- ۱۔ شہر میں ہر ایک شخص چاہے وہ اپنا ہے یا غیر ہے۔ سب رنجیدہ
 اور آنسو بہاتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔

۲۔ عوام جس پر فخر کرتے تھے۔ وہ اب باقی نہ رہا۔ انسوس! وہ اس دُنیا
 سے رخصت ہو گیا۔

۳۔ دنیا میں صرف ایک ہی شخص تھا جس کی طبیعت میں رنگینی تھی۔ افسوس! اس کے رخصت ہو جانے سے ایسا ہو گیا جیسے بہار کا موسم رخصت ہو گیا ہے۔

۴۔ جو شخص اپنے دوستوں کا بوجھ اٹھاتا۔ وقت پرنے پر ان کے کام آتا تھا۔ آج وہ مجبوراً اور بے بس ہو کر رہ گیا ہے۔ اسے دوسرے کے کاندھوں پر سوار ہو کر ان کا احساں اٹھانا پڑ رہا ہے۔

۵۔ جس کی ہر ایک بات نشر کی طرح تیز ہوا کرتی تھی۔ آج اس کے خاموش ہو جانے سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جا رہا ہے۔

۶۔ جس خنجر یعنی جدائی کے خوف کی دل میں چھین تھی۔ آج اس سے دو چار ہوتا پڑ رہا ہے۔

۷۔ بے چین دل کو اب کون تسلی دے سکتا ہے غم بانٹنے والے دوست کا آج ہم لوگ خود ہی ماتم کرنے بیٹھے ہوئے ہیں۔

۸۔ رنج اور تلخی کو بیان کرنا بہت مشکل ہے اب تو اپنی زندگی بھی بہت ہی ناگوار اور وبال محسوس ہو رہی ہے۔

۹۔ قبر میں دفن کرنے کے لئے کس شخصیت کو لایا جا رہا ہے۔ کیونکہ اس کے انتظار میں وہ بھی اپنی آنکھیں کھولے بیٹھی ہے۔

۱۰۔ رنجیدہ دل رنج کرتے کرتے بھی تو نہیں تھک رہا۔ دلی ایک ایسی شخصیت سے خالی ہو رہی ہے جس کا بہت رنج ہے۔

(ک)

خواب مضمونوں کا میرا نہ رہا
اب کچھ اندر لیشہ خزاں نہ رہا
کوئی سالارِ کارواں نہ رہا

نقد معنی کا گنخراں نہ رہا
ساتھ اس کے گئی بہارِ سخن
ہوا اک ایک کارواں سالار

رونقِ حُسن تھا بیاں اس کا
 عشق کا نام اُس سے روشن تھا
 ہو چکیں حُسن و عشق کی باتیں
 اہل ہند اب کریں گے کس پر ناز
 زندہ کیونکر ہے کا نام ملوک
 کوئی ویسا نظر نہیں آتا
 گرم بازار گل رخاں نہ رہا
 قیس و فرہاد کا نشان نہ رہا
 گل و بلبل کا ترجمہاں نہ رہا
 رشک شیراز و اصفہاں نہ رہا
 بادشاہوں کا مدح خواں نہ رہا
 وہ زمیں اور وہ آسماں نہ رہا
 اٹھ گیا۔ تھا جو مایہ دار سخن
 کس کو ٹھہرائیں اب مدار سخن

نثریہ الفاظ: تقدیر، معافی کی دولت۔ گنہگار، خزانہ گل رخاں، بھول
 پیسے رخسار والے لوگ، ملوک، بادشاہوں کا نام۔ مایہ دار سخن، شاعری کی
 دولت رکھنے والا، جس پر شاعری کا دار و مدار ہو۔
 مطلب: معافی کی دولت کا خزانہ اب باقی نہیں رہا۔ اور وہ سیربان
 اب دنیا سے رخصت ہو گیا ہے جس کے دسترخوان پر ہر قسم کے مضمون رہا کرتے
 تھے۔

۲۔ غالب کے ساتھ ہی شاعری کی رونق چلی گئی۔ اب تو خزاں کا خوف
 نہیں رہا۔ کیونکہ اس کے چیلے جانے کے بعد خزاں ہی خزاں ہے بہار کا کیا ذکر۔
 ۳۔ اب تو قافلہ کا سردار ہی اٹھ گیا۔ اب ہر ایک شخص اپنی اپنی جگہ سرداری کا دعویٰ
 کرنے لگا ہے۔

۴۔ اس کی باتیں خوبصورتی کی رونق ہوا کرتی تھیں جبینوں کی محفل میں جس کی باتوں
 سے رونق اور چہل پل ہو جایا کرتی تھی۔ اب وہ کہاں رہا ہے؟

۵۔ عشق کا نام بھی غالب ہی کی وجہ سے زبیرہ تھا۔ قیس اور فریاد کا نشان بھی اسی کے دم سے قائم تھا۔ اب وہ بھی مرٹ گیا۔

۶۔ عشق اور حس کی باتیں اب تو بالکل ہی ختم ہو گئیں۔ کیونکہ جو شخص ان کی ترجمانی کیا کرتا تھا۔ وہ تو اس دُنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔

۷۔ ہندوستان کے لوگ اب کس پر فخر کریں گے۔ وہ شخص جس پر شیراز اور امفیون رشک کیا کرتے تھے۔ وہ اس جہان سے چلا گیا۔

۸۔ اب بادشاہوں کا نام کس طرح زبیرہ رہے گا۔ کیونکہ ان کی تعریف کرنے والا تو اب چل گیا ہے۔

۹۔ اب تو ایسا کوئی شخص بھی نظر نہیں آتا زمین اور آسمان سب ہی بدل گئے ہیں۔

۱۰۔ جو شخص شاعری کی دولت رکھنے والا تھا۔ وہ تو اس دُنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ اب ایسا کون سا شخص باقی رہ گیا ہے جس پر شاعری کی باتوں کا بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

(۸)

کیا ہے جس میں وہ مرد کار نہ تھا	اک زمانہ سازگار نہ تھا
شاعری کا کیا حق اُس نے ادا	پر کوئی اس کا حق گزار نہ تھا
بے صلہ مدح و شعر بے تحسین	سخن اس کا کسی پہ پار نہ تھا
نذر سائل تھی جان تک لیکن	قطعہ درخور ہمت اقتدار نہ تھا
ملک و دولت سے پہرہ ورنہ ہوا	قطعہ جاں دینے پہ اختیار نہ تھا
خاکساروں سے خاکساری تھی	سر بلندوں سے انکسار نہ تھا
لب پہ اجاب سے بھی تھا نہ گلا	دل میں اعدا سے بھی غبار نہ تھا

بے ریائی تھی زہر کے بدلے زہراُس کا اگر شعار نہ تھا
 ایسے پیدا کہاں ہیں مست خراب ہم نے مانا کہ ہوشیار نہ تھا
 مظہر شانِ حسنِ فطرت تھا
 معنی لفظِ آدمیت تھا

تشریح الفاظ:- مردکار، کام آتے والا۔ سازگار، موافق جو گزار، حق
 ادا کرنے والا۔ بے صلہ مدح، ایسی تعریف جس کا انعام نہ ملے۔ بے تحسین، جس
 کی تعریف نہ کی جائے۔ درخور ہمت، ہمت اور ارادے کے مطابق۔ اقتدار،
 حیثیت۔ بہرہ ور، فائدہ اٹھانے والا۔ انکسار، عاجزی۔ سریلند، بڑے لوگ۔
 اعدا، دشمن۔ بے ریائی، دکھاوانہ ہونا۔ زہر، عیاوت۔ شعار، عادت۔ مست و
 خراب، بخود اور متوالے مظہر، ظاہر ہونے کی جگہ یا نشانی۔ آدمیت، انسانیت
 سے چھوٹا اور جہ۔

مطلب :- دنیا کا کوئی ایسا کام نہیں تھا جس میں وہ کمال نہ رکھتا ہو لیکن
 افسوس! کہ زمانے کے حالات نے اس کے ساتھ موفقت نہیں کی۔
 ۱-۲ اس نے شاعری کا حق پورے طور پر ادا کر دیا۔ لیکن اس کا حق پورا کرنے
 والا کوئی بھی نہ تھا۔

۳- اس نے جتنے بھی کسی کی شان میں اشعار لکھے اور اس تعریف کی اس کا کوئی
 بھی انعام نہیں ملا۔ اور جتنے اشعار لکھے۔ ان کی کسی نے بھی تعریف نہیں کی مگر جب
 اس کی شاعری کسی پر بوجھ بن کر نہیں رہی۔ لیکن کسی نے اس کی بات نہ لوجھی۔
 ۴۔ سوال کرنے والے اور مانگنے والے کے سامنے وہ اپنی جان بھی حاضر کر دیتا
 تھا۔ لیکن اس کی حیثیت اور مالی حالت اس کا کسی طرح بھی ساتھ نہیں دیتی تھی۔

۵۔ ملک اور دولت یعنی حکومت اور بادشاہت سے اسے کسی قسم کا بھی فائدہ حاصل نہ ہو سکا۔ اگرچہ اسے جان دینے پر کوئی اعتراض نہ تھا۔

۶۔ خاکساروں اور عاجزی پسندوں سے وہ بہت عاجزی کے ساتھ ملتا تھا۔ لیکن جو لوگ مغرور تھے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے۔ ان کے سامنے کبھی بھی عاجزی کا اظہار نہیں کیا۔

۷۔ اس زبان پر اپنے دوستوں کی شکایت کبھی نہیں آئی اور نہ ہی اس کے دل میں اپنے مخالفوں کے متعلق کبھی میل یا برائی پیدا ہوئی۔

۸۔ عبادت کے بجائے نمود و نمائش اس کی طبیعت میں ذرا بھی نہیں۔ اگرچہ عبادت گزار ہی اس کی عبادت نہیں تھی لیکن مکر سے بھی دُور تھا۔

۹۔ بھلا ایسے مجبور اور متوالے کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ وہ ایسا ہوشیار نہیں تھا۔ لیکن ایسا زندہ دل تھا کہ اس کا جواب نہیں تھا۔

۱۰۔ فطرت کی خوبصورتی کی شان کے ظاہر ہونے کا ذریعہ تھا۔ اور آدمیت کا صحیح معنوں میں جس کے ذریعہ جلوہ نظر آسکتا تھا۔ وہ وہی مرزا غالب کی شخصیت تھی۔

(۹)

آج بلیبل نہیں گلستاں میں
ایک یوسف نہیں جو کنعاں میں
اک فلاطوں نہیں جو یونان میں
ڈھونڈتے کیا ہو سبب دریاں میں
کیا دھرا ہے حقیق و مرجاں میں
گوش و گل وا ہے کیوں گلستاں میں

کچھ نہیں فرق باغ و زنداں میں
شہر سارا بنا ہے بیت خزن
ملک یکسر ہوا ہے بے آئین
ختم تھی اک زباں یہ شیرینی
حضر تھی اک بیاں میں رنگینی
لب جا دریاں ہوا خاموش

گوش معنی شنو ہوا بے کار
وہ گیا جس سے بزم روشن تھی
نہ رہا جس سے تھا فروغ نظر
مُرخ کیوں نعرہ زن ہے بستاں میں
شمع جلتی ہے کیوں شبتاں میں
سُرمہ بنتا ہے کیوں صفاہاں میں
ماہِ کامل میں آگئی ظلمت
آبِ حیواں پہ چھا گئی ظلمت

قشریح الفاظ۔ بیتِ حزن، رنخ کا گھر۔ بکسر، ایک دم۔ بے آئین، دریم
بریم۔ رماں، اثار۔ حصر، گھری ہوئی۔ حقیق و مرجان، قیمتی پتھروں کے نام۔ گوش
گل، پھول کے کان۔ گوش معنی شنو، عیہ مضامین سننے والا کان۔ نعرہ زن، نعرہ
مارنے والے۔ بستاں، چین۔ فروغ نظر، نظر کی ترقی۔ ماہِ کامل، پورا چاند۔
آبِ حیواں، چشمہ آبِ حیات۔

مطلب ۱۔ باغ اور حیل خانے میں غالب کے مرنے کے بعد بھی کوئی فرق نہیں رہا۔
کیونکہ جب شاعری کے بیل غالب کا انتقال ہو گیا کہ دونوں ایک جیسے ہیں۔
۲۔ صرف ایک یوسف کے کنعان میں نہ ہونے کی وجہ سے سارا تہر رنخ کا گھر
بن گیا ہے۔

۳۔ یونان میں عرف ایک افلاطون کے چلے جانے سے سارا ملک اوساس کا
نظامِ دریم بریم ہو گیا ہے۔

۴۔ سید اور تار میں سٹھاس کیا تلاش کر رہے ہو۔ ساری سٹھاس تو
مرزا غالب کی زبان پر ختم ہو گئی تھی۔

۵۔ حقیق اور مرجان میں بھی اتنی خوبصورتی نہیں ہے جتنی رنگینی مرزا غالب
کی باتوں میں ہوا کرتی تھی۔

۶۔ جب جا دو جیسی باتیں کرنے والے ہونٹ خاموش ہو چکے ہیں۔ تو کھپولوں کے کان چین میں ابھی تک کیوں کھلے ہوئے ہیں۔

۷۔ محمد مضاہین سننے والا کان بے کار ہو کر رہ گیا ہے تو چین میں اب پرندے آہ وزاری کیوں کر رہے ہیں۔

۸۔ اب رات کے آرام کدے میں شمع کیوں جل رہی ہے۔ وہ شہیت حسین سے محفل سچی ہوئی تھی۔ وہ تو اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔

۹۔ جس شخص کی وجہ سے نظر کی برائی میں اضافہ ہوتا تھا۔ وہ تو اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ بھلا اب صفا ہاں شہر میں شرم بتانے کی کیا ضرورت رہ گئی ہے۔

۱۰۔ پورے چاند میں اب تاریکی چھا گئی ہے۔ افسوس! اب حیات پر اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا ہے۔

(۱۰)

سکہ اپنا بٹھائے گا اب کون
 اُن پر ایمان لائے گا اب کون
 اُس کو دل سے بھلائے گا اب کون
 وہ جگہ دل میں پائے گا اب کون
 جاکے دلی سے آئے گا اب کون
 شعر ہم کو سنائے گا اب کون
 ہم کو گھر سے بلائے گا اب کون
 ہم کو چالیس بتائے گا اب کون
 نخل اس کی بتائے گا اب کون

ہند میں نام پائے گا اب کون
 ہم نے جانی ہے اس سے قدر سلف
 اس نے سب کو بھلا دیا دل سے
 تھی کسی کی نہ جس میں گنجائش
 اس سے ملنے کو یاں ہم آئے تھے
 مر گیا قدر دانِ فہم و سخن
 مر گیا تشنہ نذاتی کلام
 تھا بساطِ سخن میں شاطر ایک
 شعر میں نا تمام ہے حالی

کہ لانا فیہ من بکے و عویل و عتاب مع الزمان طویل

تشریح الفاظ۔ نام پانا، شہرت حاصل کرنا۔ سکھ بٹھاتا حیثیت منوانا۔ قدر
سلف، بزرگوں کی عزت۔ تشنہ مذاق کلام، شاعری کے شوق کا پیاسا۔
چالیں بطریقے، ہنر۔

مطالبہ ۱۔ ۱۔ ہندوستان میں اب اس کے بعد کون شہرت حاصل کرے گا۔
اور اپنی حیثیت کو کون منوائے گا۔

۲۔ ہم نے بزرگوں کی عزت کرنا اسی سے سیکھا ہے۔ اب ان پر ایمان کون لائے گا؟

۳۔ اس کے ہوتے ہوئے ہم سب کو بھول گئے تھے۔ لیکن غالب کو دل سے بھلانا
مشکل ہے۔

۴۔ جب دل میں غالب کے سوا اور کسی کی گنجائش نہیں تھی۔ اب اس میں کون
سما سکتا ہے؟

۵۔ اس سے ملاقات کرنے کے لئے ہم دہلی آیا کرتے تھے۔ اب یہاں سے جا کر
کون آئے گا؟

۶۔ شعر و شاعری کی قدر کرنے والا اور اسے سمجھنے والا تو اس دُنیا سے چلا گیا۔
اب ہمیں شعر کون سنائے گا؟

۷۔ شاعری کے شوق کا پیاسا تو مر گیا۔ اب ہمیں گھر سے یلانے والا
کون ہے؟

۸۔ شاعری کی بساط پر بازی سکھانے والا تو صرف ایک ہی شخص بحال
تھا۔ اب ہمیں اس کی چالیں بتانے والا کون رہ گیا ہے۔

۹. شعر کی دنیا میں حالی تو بہت ہی اتاڑی قسم کا آدمی ہے۔ اب اس کی غزل کی اصلاح کون کر سکیگا۔

۱۰۔ مرزا غالب کی جدائی پر ہم بہت زیادہ روتے اور زمانے کو ملامت کرتے ہیں۔ کہ اس نے ایسی عجیب شخصیت کو ہم سے چھین لیا ہے۔

قصیدہ نعیم

مجھ سے اٹھیں گے اُن کے ناز ضرور
مجھ سے بدتر ہے میری طبع غیور
میرے دل میں بھرا ہوا ہے غرور
میں بہت کھینچتا ہوں آپ کو دور
چشم اہل جہاں سے ہوں مستور
مجھ کو پرواہ نہیں کہ ہوں مشہور
جس کو گناہ ہو مفت یا منظور
ہوں زمانہ کے ہاتھ سے مجبور
یاں ویرِ مفت صعوبت و مصفور
اس سے شکوہ نہیں کہ ہے معذور
اُس کو کیا قدر خوشہ انگور
روز روشن ہے یا شبِ دیکور
اٹھ گیا اب جہاں سے دستور
بات کھوتی نہیں مجھے منظور

میں بھی ہوں حسنِ طبع پر مغرور
خاک ہوں اور عرش پر ہے دماغ
خاکساری پہ میری کوئی نہ جائے
نہ گنواہلِ عصر میں مجھ کو
چشمِ آبِ خضر کے مانند
دل سے داد اپنی لیچکا ہوں بہت
مثلِ یوسف دکھائے جو ہر ذات
جیسے شہباز ہو نفس میں اسیر
کبابِ قمری کو رخصتِ پرواز
جو نہ سمجھے مجھے کہ کیا ہوں میں
لذتِ فنی سے جو نہ ہو آگاہ
جس کے آنکھیں نہ ہوں وہ کیا جانے
پہلے ہو گی کسی کو قدرِ ہنر
دردِ دل کا بیاں کروں کس سے

سخن حق کی زاد لوں کس سے
 دل آباد مفت بے ہنراں
 مژدہ خسرو کو وصل شیریں کا
 ہم نے دیکھی تمیز اہل نظر
 بے غرض ان کو صوت موزوں
 ہو کسی شے سے ان کی گویا نرم
 ہے فقط روشنی سے ان کو کام
 ہے یہاں قائل انا مردود
 آپ اپنے سخن سے ہوں محفوظ
 یاں اگر کام ہے تو شیریں سے
 دل اجباب پر نہیں چلتا
 ہوں تماشا خانے شہر تاپینا
 دیکھتا ہوں اور ہوں بے آب
 چشمہ پیدا و کارزاں تشنہ
 اس زمانے میں وہ غریب ہوں میں
 صاحب قدر و جاہ ہے جیتک
 کاش اس عہد میں مجھے پاتے
 کاش واں دیکھتے مجھے کہ جہاں
 کون سمجھے مجھے کہ ہوں کیا چیز
 کون دیکھے مرے چین کی بہار
 جس سے ہوتا ہے خستہ سینہ ہوش

سُن چکا ہوں فسانہ منصور
 ہو چکا خانہ ہنر معمور
 ہو چکی سعی کو بہن مشکور
 ہم نے دیکھا مذاق اہل شعور
 نالہ دل ہو یا لوائے طیور
 داستاں ہو وہ تاکہ در کس زبور
 موم ہو اصل شمع یا کافور
 ہو وہ فرخون وقت یا منصور
 دل اصحاب کو تہ ہو مسرور
 قصر خسرو کے اور ہیں مزدور
 سحر میرا کہ رہیو غیرے دور
 ہے برابر مرا خفا و ظہور
 ماہِ کامل ہوں اور ہوں بے نور
 بادہ پر زور و انجمن مخمور
 جو وطن سے ہوا لاکھ منزل دور
 کار فرما ہے چین میں فقہور
 تھا سخن جب کہ قبلاً جمہور
 متبنتی تھا ماوح کا فور
 انور کی ہے نہ عرفی و شالیور
 مر گیا عند لیب نیشاپور
 ہے زباں میری وہ دم ساطور

سے مری شمع میں وہ لمبہ نور
 تنگ ہو عرصہ نقوش و مسطور
 مجھ سے سن یا کہیں گرتا نیش حور
 تلخ کردوں مذاق فسق و فجور
 دل خسرو میں ڈال دوں ناسور
 لئے کے آؤں توید عفو تصور
 گر لکھوں نعت سرور بہر سور
 یاں گنہگار اور واں مقفور
 یاں بیکسار اور واں ماجور
 سعی ہوتی ہے بے کے مشکور
 دوست بھی شاد غیر بھی مسرور
 کعبہ آیا و میکدہ معمور
 ہو غلط نسخہ سسین شہور
 بند ہو ملک صبا و دیور
 جلوہ گر ہو ادھر سے لمبہ طور
 مو حیزن ہو وہاں سے چشمہ نور
 سہیہ و بکھو تو علم کا گنجور
 نعمتیں حق کی ہوں اگر محصور
 اے تیرا نام بحر شش پر مسطور
 نام تیرا شقیہ روزہ نشور
 مگر امید عفور سیا غفور

جس سے ہوتا ہے کور روانہ
 شرح نقطہ کی گری کروں تھریر
 ترک عشق بتاں کریں عشاق
 گریزوں ذکر لذت طاعات
 چھڑوں گریز فساد فریاد
 کرتے جاؤں جو حق سے غدر گناہ
 لوں ملائک سے داد حسن کلام
 وہ شہنشاہ امنی جس کا
 وہ خراوند خدمتی جس کا
 مژدہ اے امت ضعیف گہراں
 لبائیں کلام سے اس کے
 اثر فیض خام سے اس کے
 چرخ کوردے اگر وہ حکم سکوں
 صرصر تہر گر چلے اس کی
 جس طرف ہو وہ گرم نظارہ
 ہوں جہاں لطف سے وہ سایہ فلک
 بات پوچھو تو سوئے چرخ نگاہ
 ہو سکے اس کی خوبیوں کا شمار
 اے تیرا پایہ فہم سے بدتر
 میں ترے درپہ سن کے آیا ہوں
 کچھ نہیں را دراہ پاس اپنے

طبع غالب ہے اور میں مغلوب
 بکری غفلت میں ہوں سراسر غرق
 چھوڑتی ہی نہیں خودی دامن
 مہر فرزند و خواہشِ آرزو ستم
 ایک بیمار اور سو آزار
 نفسِ آمارہ اور دیومرید
 مجھ سے جو کام چاہئے لیجئے
 حسد و بغض و غیبت و بہتان
 ایک جو مجھ سے بن نہیں آتی
 دل لگے بندگی میں کیا امکان
 مایہِ عقفل ہے نہ شورِ جنوں
 نہ معاصی میں تلخیِ جملت
 فی المثل ہے مری مسلمان
 ہاں مگر کچھ اُمید بندھتی ہے
 جب ترے کارواں میں جا پہنچا
 دوری آستانِ والا سے
 اب دعا یہ ہے اے شفیعِ اُم
 جا لگے تیرے در پہ کشتیِ عمر

نفسِ قاہر ہے اور میں مقہور
 نشہ کبر میں ہوں بالکل چور
 ہوں بہت اپنے ہاتھ سے مجبور
 طمع جاہ فکرِ عیش و سرور
 ایک رنجور اور سونا سورا
 ہے افعی تو وہ ہے کلبِ خفور
 جھوٹ ہو یا فریب ہو یا زور
 بخل و حرص و ہوا و عشق و فحور
 ہے وہ خدمت کہ جس پہ ہوں مامور
 لبِ ہلے ذکرِ حق میں کیا مذکور
 دلِ بیتاب ہے نہ جانِ صبور
 نہ عبادت میں چاشنیِ حضور
 جیسے زندگی کا نام ہو کا فور
 تیرے زمرے میں گر ہوا محشور
 پھر رہا بابِ خلد کتنی دُور
 ہے بہت تنگ حالی مہجور
 بسکہ بیتاب ہے دلِ رنجور
 جب کروں بکری زندگی سے عبور

جیتے جی دل میں یاد ہو تیری
 مرتے دم لب پہ ہو ترا مذکور

اس قصیدہ کی تمہید ۱۲۸۶ھ یا ۱۲۸۷ھ کے ہدیانات میں سے ہے۔ یہ وہ زیادہ ہے کہ وہی میں نامور شعراء کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ مومن، ذوق، آندوہ، غالب اور شیفہ ایک کے بعد ایک رخصت ہو چکے ہیں۔ اور میدان بالکل خالی ہے۔ انہی دنوں بیتارام کے بازار میں ایک مشاعرہ قرار پا رہا۔ مصرع طرح پر تین غزلیں بڑے دعوے سے لکھیں جن لوگوں کی جاوید بجا تحسین و آفریں سے دماغ میں خلل آ گیا تھا۔ اور جن کی داد کی توقع پر وہ غزلیں لکھی تھیں۔ وہ کسی وجہ سے باوجود اصرار کے مشاعرہ میں نہ آئے۔ بسوا اپنے خریدار کی بے التفاتی سے شاید ایسی کھسیانی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ شاعر لوگوں کی بے التفاتی سے جن کو وہ صحیح اپنے شعر کا قدر دان سمجھتا ہے۔ اسی خام خیالی کے جوش میں اس قصیدہ کی فخریہ تمہید لکھی گئی تھی۔ مطلب یہ تھا کہ اگر لوگ ہماری قدر نہیں کرتے تو ہم آپ ہی اپنے منہ میاں مٹھو بیٹے ہیں۔ کیونکہ اس زمانے کے خیالات کے موافق اس بات کا یقین تھا کہ جس طرح آجکل تجارت کی گرم بازاری اشتہارات کے ذریعہ سے ہوتی ہے اسی طرح شاعری بھی منوانے سے مانی جاتی ہے۔ لیکن جب لقا خروج سے زیادہ بڑھ گیا تو دفعۃً انہی غلطی پر متنبہ ہوا۔ لہذا قصیدے کا خاتمہ نعتیہ اشعار پر کیا گیا۔ تاکہ فخر کی ایک وہ پیرا ہو جائے ۱۲۔

تشریح الفاظ۔ حسن طبع، طبیعت کی خوبی، برتر، زیادہ، بڑی، طبع بخور، غیرت مند، طبیعت اہل عصر، اس زمانے کے بڑے لوگ، مستور، چھپا ہوا، جوہر ذات، اپنی اصلی خوبی، صعود و خصفور، بہت چھوٹی سی چیز یا معمولاً شب و بخور، بہت ادھری رات، فسانہ منصور، منصور کا قصہ، جنہوں نے "میں خدا ہوں" کہا اور علمائے پھانسی دینے کا فتویٰ دے دیا۔ قرہ، خوش خبری، سعی کو کہن، فریاد کی کوشش، مشکور، کامیاب، صورت، موزوں، متاسب، آواز، نوائے طیور،

پرندے کی آواز، یارونا۔ گرمی بزم، محفل کی رونق۔ درس زیور، خدا کی کتاب
 جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ قائل آنا، میں ہوں کا ماننے والا۔
 مردود، راندہ ہوا۔ محفوظ، لطف اٹھانا۔ مسرور، خوش۔ قصر، محل۔ خفا، چھپا ہوا۔
 ظہور، ظاہر۔ دریکتا، تباہ ہوئی۔ بے آب، جس میں چمک نہ ہو، یا جس کی کوئی
 عزت نہ ہو۔ پیدا، موجود۔ کارواں، قافلہ۔ بادہ، شراب۔ پرزور، بہت تیز
 بہتر۔ مخمور، نشہ منگول صاحب قدر و جاہ۔ عزت دینے کا باعث۔ کار فرما، حکمران۔
 قبلہ، جہور، تمام لوگوں کا قبلہ۔ مضمی، ہر قی۔ مشہور، شاعر جس نے کاشور جشی والی
 مصر کی ایک مدح لکھی، لیکن آخر میں اس سے ناراض ہو کر چلا گیا۔ اور وہ تجویس
 لکھیں کہ میرا ان کے قصور سے بھی آنکھیں بند کر دیتی ہے۔ اوج، مدح کرنے والا۔
 عندلیب، نیشاپور، مراد نظری، نیشاپوری۔ ختم، پارہ پارہ۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ دم
 سا طور، ختم نیر دھار۔ کور، اندھا۔ لمحہ نور، روشنی کی پیدائش میں عرصہ
 نقوش و سطو، سطروں اور لفظوں کا درمیانی فاصلہ۔ عشاق، عاشق
 کی جمع۔ ستائش، تعریف۔ طاعات، طاعت کی جمع، عبادتیں۔ مذاق، فسق و
 فجور، گناہوں کا شوق۔ ناسور، زخم۔ نوید، خوش خبری۔ عفو، معافی۔ سرور
 سردار۔ جمہور، قوم۔ مغفور، معافی پایا ہوا۔ سبکسار، شرمندہ، ہلکا۔ ماجور،
 اجر پانے والا۔ مخمور، بھرا ہوا۔ حیرت، آسمان۔ سین، سن کی جمع، مشہور شہر
 کی جمع ہینے۔ مصر، قہر، ظلم کی آندھی۔ سلک، طریقہ، دستور۔ صبا، ٹھنڈی ہوا۔
 دیور، مغرب سے چلنے والی ٹھنڈی ہوا۔ گرم نظارے، غور سے دیکھنا۔ لمحہ طور،
 لہو بہاؤ کی تیز روشنی۔ سایہ فگن، سایہ ڈالنا۔ گنجور، خزانہ۔ مھسور، گھبر۔ سطو،
 لکھا ہوا۔ شفیع، شفاعت کرنے والا۔ روز نشور، قیامت کا دن۔ رب،
 پالنے والا خدا۔ مخفور، معاف کر دینے والا۔ قاہر، ظلم کرنے والا۔

مقبور جس پر ظلم کیا جائے۔ کبر، غرور، فخر، چور، تھکا ہوا، زبردست، سونا اور چاندی، طمع و جاو، شان و شوکت کا لالچ۔ آزار، تکلیف، تجور، رنجیدہ۔ نفس آمارہ، بُرا نفس۔ افنی، سانپ۔ کلب فخور، کاٹنے والا کتا۔ زور، بہت بڑا جھوٹ۔ فسق و فجور، بُرائی۔ مامور، لگایا ہوا۔ بندگی، غلامی۔ کیا امکان، ممکن کہاں ہے۔ ایہ عقل، عقل کی دولت۔ جانِ صبور، صبر کرنے والی جان۔ معاصی، گناہ۔ تلخی، خجالت، شرمندگی کا رنگ۔ چانتی، حضورؐ موجود ہونے کا لطف۔ فی المشل، سامنے فرضی۔ زنگی، جشی۔ کافور، بہت خوبصورت۔ زمرے، جماعت۔ محسور، حشر کیا گیا، گناہوا۔ بابِ خلد، جنت کا دروازہ۔ آستانِ والا، سرکارِ دو عالم کی چوکھٹ۔ مہجور، بحر کا مارا، جدائی والا۔ شفیع ام، اُمتوں کی سفارش کرنے والے۔

مطلب : ۱۔ میں بھی اپنی طبیعت کے حُسن پر مغرور ہوں۔ میں ان کے نازِ ضرور اٹھا سکوں گا۔

۲۔ اگرچہ میری حیثیت ایک مٹھی خاک سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن میری غیرت مند طبیعت مجھ سے زیادہ بہتر حیثیت رکھتی ہے۔

۳۔ میری عاجزی کو کوئی بالکل ہی کم نہ سمجھے۔ غرور کے مارے میرا دماغ آسمان پر ہے۔ اور میرے دل میں غرور بھرا ہوا ہے۔

۴۔ مجھے اپنے زمانے کے لوگوں میں شمار نہ کرو۔ میں تو اپنے آپ کو بہت پہلے کے اچھے اور بڑے لوگوں میں شمار کرتا ہوں۔

۵۔ جس طرح اب حیات کا چشمہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپا ہوا ہے۔ اسی طرح میں بھی دُنیا والوں کی نظروں میں چھپا ہوا ہوں۔

۶۔ میرے دل نے میری بہت تعریف کی ہے۔ اس لئے اب مجھے اس بات کا کچھ بھی خیال نہیں ہے کہ شہرت حاصل کی جائے۔

۷۔ جس شخص کو یہاں پر مفت میں اپنی قوت اور صلاحیت صرف کرنی ہو تو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اپنی خوبیاں دکھاتا پھرے۔

۸۔ میں زمانے کے ہاتھوں میں اس طرح قید ہو چکا ہوں جس طرح شہباز پرندے کو کسی پھیرے میں بند کر دیا جائے۔

۹۔ نیک دردی، فہمی، چڑیا اور مولا جیسے تو معمولی پرندے اڑتے پھرتے ہیں۔

۱۰۔ جو شخص مہری حیثیت اور عظمت کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے کیونکہ وہ صحیح طور پر سمجھنے سے مجبور نہیں ہے۔

۱۱۔ جو شخص شراب کی لذت اور اس کے مزے سے ناواقف ہو۔ بھلا اسے انگوروں کے خوشہ کی کیا قدر ہو سکتی ہے۔

۱۲۔ جو شخص دیکھ ہی نہیں سکتا۔ بھلا وہ انہری رات یا دن میں کیا تمیز کر سکتا ہے۔

۱۳۔ اب سے پہلے تو لوگ کسی کے ہنر کی قدر کیا کرتے تھے۔ لیکن دنیا سے اب یہ قاعدہ ختم ہو گیا ہے۔

۱۴۔ میں اپنے دل کی تکلیف کا حال کس سے بیان کروں۔ کیونکہ میں کسی ایک سے بھی اپنی تکلیف بیان کرنا نہیں چاہتا۔

۱۵۔ میں سچائی کی داد اور تعریف کس سے حاصل کروں۔ کیونکہ یہاں تو بیچ کہنے والے کے ساتھ حضرت منصور جیسا برتاؤ کیا جاتا ہے۔

۱۶۔ دل آباد و مفت میں بے ہنر لوگوں کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ بھلا اب ہنر مندی کا گھر کس طرح آباد ہو سکتا ہے۔

۱۷۔ خسرو کو اس بات کی خوشخبری سنا دو کہ وہ شیریں سے شادی کر لے۔ کیونکہ فرہاد کی کوشش تو ساری دنیاوی حیثیت سے ناکام ہو چکی ہے۔

۱۸۔ ہم نے ہوشیار لوگوں کی نگاہیں اور سمجھ دار لوگوں کا سلیقہ اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔

۱۹۔ انہیں تو سوائے اس کے اور کچھ پسند نہیں کہ خوشی آدازی کے ساتھ گایا جائے۔ چاہے وہ دل کی آہ وزاری ہو یا پرندوں کی آواز ہو۔

۲۰۔ ان کی محفل میں رونق ہونی چاہیے۔ وہاں کوئی کہانی سنائی جائے یا زبور کا درس دیا جائے۔

۲۱۔ ان کا مقصد تو صرف تمنا ہے کہ رشتی ہونی چاہیے۔ چاہے اس کے لئے موم بتی جلائی جائے یا شمع یا کافور۔

۲۲۔ اس محفل میں صرف وہ شخص زندہ ہوا ہے۔ جو اپنی حیثیت ظاہر کرنے لگے۔ چاہے وہ فرعون وقت ہو یا منصور صیائبرگ۔

۲۳۔ وہ لوگ اپنی باتوں سے خود ہی خوش ہو لیتے ہیں۔ چاہے دوستوں کو ان کی باتوں سے ذرا بھی خوشی نہ ہو۔

۲۴۔ ان کا مطلب تو صرف اتنا ہے کہ انہیں شیریں کا وصال حاصل ہو جائے۔ خسرو کے محل کو تعمیر کرنے والے تو اور ہی لوگ ہیں۔

۲۵۔ دوستوں کے دل پر میرا کوئی ایسا جادو اثر نہیں کرتا کہ میں انہیں ایسی مجلسوں سے دور رکھ سکوں۔

۲۶۔ میں اندھوں کے شہر کا تماشا دیکھ رہا ہوں اس لئے میرا چہرہ نہ سنا یا ظاہر ہونا بالکل ایک جیسا ہے۔

۲۷۔ میں شاعری میں نایاب اور قیمتی موتی کی طرح ہوں۔ لیکن میرے اندر ذرا بھی چمک نہیں ہے۔ یعنی ذرا بھی شہرت نہیں ہے۔ اگرچہ میں چودہویں رات کے چاند کی طرح ہوں لیکن بالکل ہی تاریک ہو کر رہ گیا ہوں۔

۲۸۔ چشمہ تو ظاہر ہے لیکن قافلہ پھر بھی پیاسا ہے۔ شراب جوش میں ہے۔ لیکن محفل پر نشہ کی سی کیفیت طاری ہے۔ مفسد یہ کہ میری شاعری سے کوئی بھی فائدہ نہیں اٹھاتا۔

۲۹۔ میں اپنے زمانے میں ایک ایسے مسافر طرح ہو گیا ہوں۔ جو اپنے گھر سے ہزاروں کوس دور سفر میں پڑا ہوا ہو۔

۳۰۔ چین کا بادشاہ چین پر اسی وقت تک شان اور سلطنت رکھتا ہے جب تک وہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔

۳۱۔ کاش میں اپنے زمانے میں پیدا ہوا ہوتا۔ جہاں پر قبضہ جیسے شاعر پیرا ہوتے تھے۔ جو کافور حبشی بادشاہ مصر کی تعریف کرتے رہتے تھے۔

۳۲۔ کاش میں، ایسے زمانے میں پیدا ہوا ہوتا جب شاعری پر لوگ بہت زیادہ ایمان رکھتے تھے۔

۳۳۔ جب کہ اس زمانے میں انور کی اور عرفی اور شاہ پور جیسے شاعر موجود نہیں ہیں۔ تو میری شاعری کا صحیح طور پر کون اندازہ کر سکتا ہے؟

۳۴۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ نظیری نیشاپوری وفات پا گیا۔ ورنہ میرے کلام کی صحیح طور پر داد دینا (عند لیب نیشاپوری سے ملا نظیری ہے۔ لیکن اگر وہ ہوتا تو اس سے زیادہ اور کیا قدر کرتا جیسا کہ شیخ علی حنری نے سودا کی نسبت کہا تھا کہ درپوچ گویاں ہندر غنیمت است ۱۲)۔

۳۵۔ میری زبان خمیر کی دھار کی مانند ہے جس سے ہوش و حواس کا سینہ زخمی ہو جاتا ہے۔

۳۶۔ میری شمع کی نور کی ایسی روشنی ہے کہ اس پر نظر ڈالنے سے پروانہ بھی اڑھا ہو جاتا ہے۔

۳۷۔ اگر میں ایک نکتہ کی تشریح میں لکھنا شروع کروں۔ تو تمام نشانات اور سطر میں بھر جائیں تو بھی وہ تعریف ختم نہ ہو۔

۳۸۔ اگر میں چور کی تعریف میں لکھنا شروع کروں۔ تو عاشق مزاج تو عاشق مزاج۔ لوگ اپنے محبوبوں کی محبت یا لکل چھوڑ دیں۔

۳۹۔ اگر میں عبادتوں کی تعریف بیان کرتا شروع کروں تو لوگ گناہ میں جو لذت حاصل کرتے ہیں۔ اسے بالکل ہی چھوڑ دیں۔

۴۰۔ اگر میں فریاد کی کامیابی کا قصہ بیان کرنے لگوں تو خسرو کے دل میں رشک و حسد کی وجہ سے زخم پڑ جائیں۔

۴۱۔ اگر میں خدا کے حضور میں اپنے گناہوں کی معافی کے لئے جاؤں تو وہاں سے معافی کی خوشخبری لے کر آؤں۔

۴۲۔ اگر میں کائنات کے بادشاہ کی تعریف میں اشعار لکھوں تو فرشتے بھی میرے اشعار کی داد دینے لگیں۔

۴۳۔ وہ بادشاہ جس کی امت والے اگر اس دنیا میں گنہگار رہیں تو وہاں بخش دیئے جائیں گے۔

۴۴۔ وہ آقا اور مولا جس کی خدمت کرنے والا یہاں بہت ہی ہلکا، معمولی اور کم درجے کا ہے۔ لیکن وہاں اس کو بہت بڑا اجر ملے گا۔

۴۵۔ اے کمزور امت! تجھے اس بات کی خوشخبری ملنی چاہیے۔ یہاں پر ہر ایک کوشش بغیر کئے ہی کامیاب ہوتی ہے۔

۴۶۔ اس کی میٹھی باتوں سے دوست بھی خوش ہیں۔ اور غریب بھی راضی ہیں۔

۴۷۔ اس کی عام بخشش کے علاقے میں کعبہ بھی آباد ہے اور شراب خانے میں بھی بھرے ہوئے ہیں۔

۴۸۔ اگر وہ آسمان کو ٹھہر جانے کا حکم دیدے تو سال اور ماہ کا سلسلہ بالکل ہی ختم ہو کر رہ جائے گا۔

۴۹۔ اگر اس کے ظلم کی آندھی چلنے لگے تو ٹھنڈی اور مغرب سے چلنے والی ہوا بالکل بند ہو جائے۔

۵۰۔ جس طرف بھی ہمارے پیارے نبی دیکھنے لگیں، ادھر سے طور پہاڑ کی روشنی جیسی لپٹیں آنے لگیں۔

۵۱۔ جس جگہ بھی وہ مہربانی کے ساتھ پناہ ڈالے، وہاں پر نور کا چہنٹہ ابلنے لگے۔

۵۲۔ جب ان سے کوئی بات معلوم کرتے تھے، تو آسمان کی طرف اس بات کا انتظار ہوتا تھا، کہ ادھر سے جو حکم آئے وہ بتا دیا جائے، لیکن سینہ میں علم کا خزانہ چھپا ہوا تھا۔

۵۳۔ اگر خدا کی نعمتوں کو گناجا سکتا ہے تو پیارے نبی کی خوبیوں کو بھی گن سکتے ہیں، ورنہ مشکل ہے۔

۵۴۔ تیرا مزہ سمجھ سے بھی بلتر ہے، اور تیرا نام عرش پر پہلے ہی سے لکھا ہوا ہے۔

۵۵۔ اے خدا! میں نے یہ سنا ہے کہ تو قیامت کے دن لوگوں کی سفارش کرے گا۔ اس لئے میں تیرے در پر گزارش لے کر آیا ہوں۔

۵۶۔ میرے پاس نجات کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے، یوں ہے اس کے کہ معاف کرتے والے اور مغفرت پانے والے خدا کی ذات کا سہارا باقی ہے۔

۵۷۔ میری طبیعت مجھ پر غالب آگئی ہے اور میں اس کے ہاتھوں مجبور ہو گیا ہوں۔ نفس مجھ پر ظلم کر رہا ہے اور میں اس کا ستایا ہوا ہوں۔

۵۸۔ میں بے پروائی کے سمندر میں پورے طور پر ڈوبا ہوا ہوں اور غرور کے نشہ

میں بے حال ہو گیا ہوں۔

۵۹۔ میری خود پرستی مجھے اپنے آپ سے الگ نہیں ہونے دیتی۔ اس کے

ہاتھوں اتنا کجیور ہو کر رہ گیا ہوں۔

۶۰۔ ہر وقت اولاد کی محبت اور دولت کا لالچ، عزت اور مرتبہ کا خیال

اور عیش و آرام کی فکر رہتی ہے۔

۶۱۔ میں ایک بیمار ہوں اور سنیکڑوں تکلیفیں گھیرے ہوئے ہیں۔ میں

اکھلا ہوں جو رکھیرہ رہتا ہوں اور میرے دل میں سنیکڑوں زخم لگے ہوئے ہیں۔

۶۲۔ برے نفس نے مجھے جکڑ کر رکھ لیا ہے۔ اور میں بڑے بڑے دنیاوی کاموں کا مزید

ہو گیا ہوں۔ یہ ایک سانپ ہے تو دلیو کاٹنے والے کتنی طرح ہے۔

۶۳۔ میں ہر ایک قسم کا ذکر کرنے لگا ہوں۔ چاہے مجھ سے جھوٹ، دھوکا یا

مٹکاری کسی قسم کا کام لے لو۔

۶۴۔ حسد، دشمنی، بیٹھ پیچھے پیرا کہنا، کسی پر جھوٹا الزام لگانا، کنجوسی، فالت،

برائیاں اور بُری باتیں ہر وقت ان میں پھینا رہتا ہوں۔

۶۵۔ صرف مجھ سے ایک وہ کام انجام نہیں پاتا جس پر مجھے مقرر کیا گیا ہے۔

۶۶۔ عبادت میں دل لگانا کہاں تک ممکن ہے۔ اور خدا کے زیاں کہاں

تک چلتی ہے؟

۶۷۔ میرے پاس نہ تو عقل کی دولت ہے اور نہ ہی جنون کی زیادتی ہے۔

ہر وقت دل بے چین رہتا ہے۔ اور طبیعت کو صبر نہیں آتا۔

۶۸۔ گناہ کرتے ہوئے ان کی بُرائی اور شر مندگی ذرا بھی نہیں ہوتی۔ اور

جب عبادت کرتا ہوں تو دل اس میں حاضر نہیں ہوتا۔

۶۹۔ میرا مسلمان ہونا بالکل ہی ایسا ہے جیسے کسی صیغی کا نام کا فور رکھ دیا جائے۔

۷۰۔ لیکن چونکہ تیرے گروہ میں شامل ہوں اس لئے تھوڑی تھوڑی امید
ایسی ہے کہ شاید معافی مل جائے۔

۷۱۔ جب میں تیرے قافلے میں پہنچ جاؤں گا تو پھر جنت کا دروازہ تھوڑی
اسی دُور رہ جائے گا۔

۷۲۔ تیری چوکھٹ سے میں بہت دور ہوں اور پریشانی اور مصیبتوں میں
مارا مارا پھر رہا ہوں۔

۷۳۔ اے آہستوں کی معافی کی سفارش کرنے والے! اب تو یہی گزارش
ہے۔ کہ میرا بخیرہ دل بہت بے چین ہے۔

۷۴۔ جب میں اپنی زندگی کے معذرت کو عبور کرنے لگوں تو میری عمر کی کشتی
تیرے دروازے تک پہنچ جائے تو بہت اچھا ہے۔

۷۵۔ جب تک زندگی ہے دل میں تیری یاد قائم رہے اور جب دم نکلنے لگے
تو تجھ پر درود شریف پڑھنے ہوئے استعمال ہو جائے۔

قصیدہ مدحیہ ناتمام

نواب کلب علی خاں مرحوم رئیس رام پور کی شان میں

ہند سے لے تا عرب میں خاصی و عامی گواہ
زائرِ قبرِ نبیؐ اور حاجی بیتِ الہدیٰ
صوتِ لوحِ افزا و صورتِ آیہ صنعِ خدا
دولتِ عثمانیہ کو اس سے پیوندِ ولا
اور مروتِ سپر میں ناتان مجرم و اہلِ خطا

ظلیٰ حق کلب علی خاں جس کے بذل و وجود پر
صاحبِ علم و عمل اور طالعِ احکام دین
شاعری میں فردِ موسیقی میں فارابیِ عصر
دولتِ برطانیہ پر پاس کی فرزندگی کا حق
اکلی ہیبت گزرتے ہیں مقرب اور جلیس

مرجع ارباب علم و فن ہے اُسکا باب فیض قطع یہ وہ دھوئی ہے کہ خود دربار ہے اسکا گواہ
 کل زمین ہند میں تھے جو درخت بارودار
 گر مناظر میں تو ہیں سرد فتراہل کلام
 زمرہ اہل نقیہ یا مجمع اہل سلوک
 شاعر شیریں نفس یا شاعر بنجدہ رائے
 بے بدل ہے الغرض جو روپکا اس باغ میں
 بہرہ ور ہیں فیض سے تیرے بلا دو ورت
 بار کھسولات کی یاں تک ہوئی ہلکی کہ اب
 خیر تیری ہے حصار عافیت تیرے لئے
 نعمتیں حق کی نہ تمہیں گی سمیٹی زینہار
 خواں نعمت پر ہے تیرے مہمالوں کا نجوم
 بے نقیہ تجھ پر ہے اصحابِ محشر کی نگاہ
 دولت اقبال روز افزوں ہے تیرے عیاں
 پرورش پائی تھی جن کے سایہ دولت میں قوم
 کچھ گھرانے رہ گئے ہیں جو کہ آتے ہیں نظر
 یہ اگر بنتے نہ کشتیاں اس طوفان میں
 رہ گئی تیری خریداری سے شرم اہل فضل
 مل گئے تھے گوہر درج شرافت خاک میں
 ہوئے تھے دو دمان علم و دولت جاں بلب
 کول میں پودا لگا ہے جو پے تہذیب قوم
 ہے یہ وہ احسان جس کے بارِ شیت کے گہی

قطع یہ وہ دھوئی ہے کہ خود دربار ہے اسکا گواہ
 ان کو چن چن کر سیاں لایا چن بندر سنا
 اور محدث ہیں تو ہیں سر چشمہ عظیم و بدیے
 نکتہ چیناں محیطی یا خردہ گیرانِ شفا
 فیلسوف و مستدل یا عارف علت ربا
 بیل جا دو لیا ہو یا گل رنگیں ادا
 اے خوشا و سر زمین جس پر ہو تو فراروا
 باز منت سے ترے پشت رعیت ہے دوتا
 سیر ہو کر تجھ کو دیتے ہیں بہت بھوکے دعا
 ہر بھلائی کی ملی وہ چند گرجھ کو جزا
 نام پھر زندہ ہوا خواں خلیل اللہ کا
 جب کہیں کس نے کیا حق مزیا تی کا ادا
 جو کہ حامی قوم کے ہیں ان کا حامی خرا
 لے گئی ان کو بہا کر موج سیلاب فنا
 ہند میں اب تک یہ گاہ ہے اُمت خیر الوری
 کشتی اسلام تھی منجد ہار میں بے ناخدا
 ورنہ ان کی جنس کا گاہک سیاں کوئی نہ تھا
 خاک سے توتے اٹھایا ان کو اور بخشی جلا
 تو نے اک اک کے چوایا حلق میں آبِ بقا
 آبیاری سے ہے تیری ہی اُسے نشوونما
 قوم کی گردن نہ ہلکی ہوگی بے روئے دریا

نیرے ظلِ تربیت میں گر رہا یہ نو بہال
 فرض اگر کیجئے اسے دیوار کا رخ آرزو
 اور اگر کیجئے کہ ہے یہ قوم کی کشتِ مراد
 ہے نقص بھلیں گی شاخیں اسکی طوبی سے سوا
 تو وہ پتتیاں ہے جس سے اسکی قائم ہے بنا
 تو ہے اس پر ابر رحمت کی طرح چھایا ہوا

یہ قصیدہ ۱۲۹۱ھ میں اس وقت لکھا گیا تھا جبکہ نواب ممدوح علی گڑھ کے
 مدرسہ العلوم کا پیرن ہونا منظور کر چکے تھے اور بارہ سو روپے سال کی جاگیر عہدہ
 کے لئے مدرسہ کے اخراجات کے واسطے اور کئی ہزار روپے نقد بطور چہرہ کے دے
 چکے مگر مصالحوں ان کی خدمت میں بھیجا نہیں گیا۔ اور اسی لئے ناتمام رہا اس کے
 اول و آخر کے کچھ اشعار ضائع بھی ہو گئے ہیں ۱۲۔

تشریح الفاظ: ظلِ حق، خدا کا سایہ۔ بدل وجود، سخاوت۔ خاصی، خاص لوگ۔
 عامی، عام لوگ۔ تابع، ماتحت۔ زائر، زیارت کرنے والا۔ بیت الہدی، ہدایت کا گھر۔
 فرد، تنہا خوبیوں والا۔ قاری، عصر، اپنے زمانے کا مشہور فلسفی۔ روح انزاع، روح کو
 بڑھانے والی سایہ صنع خدا، خدا کی کارگیری کی نشانی۔ پیوند، ولا محبت کا تعلق۔
 مقرب، پاس بیٹھنے والے جلس، دوست۔ باب فیض، بخشش کا دروازہ۔
 بار و وار، پھیل دینے والا۔ چین بند، سخا، سخاوت اور کرم کی رونق لگانے والا۔ مناظر،
 بحث و مباحثہ یا مناظرہ کرنے والے۔ اہل کلام، کلام کے ماہر۔ محدث، علم حدیث جانتے
 والے۔ سرخیم، علم و ہرئی، علم اور ہدایت نکلنے کی جگہ۔ زمرہ، گروہ۔ نکتہ چین، اعتراض
 کرنے والے۔ محیطی، علم طب کی کتاب۔ خردگیر، غلطی نکلنے والے۔ شفا، علم طب کی
 کتاب۔ فیلسوف، روحانی مرض دور کرنے والے۔ مستدیل، دلیل لانے والے۔ علت
 ریا، سبب دور کرنے والے۔ بے بدل، بے مثال۔ بلا دور، مدت، دور دراز کے
 شہر۔ اے خوشا، مبارک ہے۔ بارِ مصلوات، شیکسوں کا بوجھ۔ دوتا، دوہری۔

جھکی ہوئی جھارِ عافیت، آرام اور سکون کا قلعہ۔ زیرِ بہار، ہرگزِ جوانِ خلیل اللہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دستِ خوان، جنھوں نے مہمان کے یوگر بھی کھانا نہیں کھایا۔ حامی، مددگار۔ موجِ سیلابِ فنا، موت کے سیلاب کی لہر۔ تکیہ گاہ، سہارا دینے والے خیر الوری، مخلوقات کے سردار۔ گوہرِ درجِ شرفِ شرافت کی ڈپیمہ کے موتی۔ جلا، رونق۔ دودمان، خاندان۔ جاں بلب، مرنے کے قریب۔ آبِ بقار، زندگی کا پانی کول، علی گڑھ۔ لپے، لپے۔ بے رو دریا، بلاشبہ۔ طوبی، وہ درخت جو آسمان پر ہے، اور سب سے بلند گنا جاتا ہے۔ دیوار کاخِ آرزو، میادوں کے محل کی دیوار۔ پستیبان، مدد کرنے والا۔ بیار، بنیاد۔ کشتِ مراد، امیدوں کی کھیتی۔

مطلب: ۱۔ نواب کلب علی خان خدا کا سایہ ہیں۔ جس کی بخشش اور بخاؤ کی تمام خاص و عام گواہی دیتے ہیں۔

۲۔ وہ علم و عمل کے پابند شریعت کے احکام پر چلنے والے۔ اور جنہیں سرکارِ دعوالم کے مزارِ مبارک کی زیارت اور خانہ کعبہ کا حج گمنے کا شرف حاصل ہے۔

۳۔ وہ شاعری میں سب سے اعلیٰ اور فنِ موسیقی میں اپنے زمانے کے ماہر ہیں۔ ان کی آواز بہت ہی پسندیدہ اور ان کی صورتِ خدا کی قدرت کا ایک نمونہ ہے۔

۴۔ انگریزی حکومت نے بھی انہیں اپنی فرزندگی کا لقب عطا کیا ہے۔ اور دکن کی ریاست کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں۔

۵۔ اس کی بیعت اور بدیہ سے اس کے ساتھی اور دوست ڈرتے رہتے ہیں۔ اور مجرم اور خطاکار لوگ اس کی ہلاری پر فخر کرتے ہیں۔

۶۔ اس کی بخشش کے دروازے پر عام لوگ آتے رہتے ہیں۔ اور اس وعدہ پر خود اس کا دربار ہی گواہ ہے۔

۷۔ تمام ہندوستان میں جتنے بھی پھل دار درخت یعنی عالم موجود تھے۔
ان سب کو اس نے اپنے دربار میں ملا لیا ہے۔

۸۔ اس کے دربار میں بخت مباحثہ کرنے والے پوری قابلیت رکھتے
ہیں۔ اور علم حدیث جاننے والے علم کا سمندر ہیں۔

۹۔ اس کے دربار میں ایک طرف تنایمان والوں کا مجموعہ ہے اور دوسری
طرف صوفی لوگ اکٹھے ہیں جو کبھی اور شفا جیسی بڑی بڑی کتابوں سے بھی
غلطیاں نکالتے ہیں۔

۱۰۔ اس کے دربار میں شیریں بیان شاعر، ولیوں سے کام لینے والے فلسفی
اور روحانی بیماریوں کو دور کرنے والے صوفیوں کا گروہ موجود ہے۔

۱۱۔ نواب صاحب کے دربار میں جادو جیسی آواز والی بلبل ہو یا اچھی اداؤں
والا پھول۔ ان کا رنگ ساری دنیا سے نرالا اور بے مثال ہے۔

۱۲۔ نواب اتیری بخشش جب دُور دراز کے شہروں تک بھی پہنچتی ہے
تو پھر تیری زمین تو بہت ہی اچھی ہوگی۔

۱۳۔ رعایا تیسوں کے بوجھ سے ایسی ملکی ہو گئی ہے کہ مارے احسانات کے
اس کی کمر جھک گئی ہے۔

۱۴۔ تیری نیکی تیرے لئے امن اور سکون کے قلعہ کی طرح ہے۔ کیونکہ ہزاروں
بھوکے لوگ جب پیٹ بھرتے ہیں تو تیرے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

۱۵۔ اگر کچھ سزکی کا دس گنا برابر ملا۔ تو پھر تیری نیکیوں کو گنا بھی نہیں جاسکے گا۔

۱۶۔ تیرے دسترخوان پر یہمانوں کا مجموعہ رہتا ہے۔ جو اس بات کا ثبوت
ہے کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو زندہ کر دیا ہے۔

۱۷۔ ہمیں اس بات کا پوری طرح یقین ہے کہ جب قیامت کے دن یہ معلوم ہو

جائے گا۔ کہ میربانی کا حق کس نے ادا کیا ہے تو سب کی نگاہیں تیری طرف ہی اٹھیں گی۔

۱۸۔ دن بدن تیری دوات اور عزت میں جو ترقی ہو رہی ہے۔ وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ جو لوگ قوم کی مدد کرتے ہیں۔ خدا ان کی مدد کرتا ہے۔

۱۹۔ وہ لوگ جن کے سایہ زولت میں قوم پرورش پائی تھی آخر کار وہ سب موت کے سمندر کی موجوں کے مار ہو گئے۔

۲۰۔ اب ہندوستان میں ان حکومتوں کی یادگار صرف چند خاندان باقی رہ گئے ہیں جو پیارے نبی کی امت کا آخری سہارا ہیں۔

۲۱۔ اگر ۱۸۵۷ء کے طوفان میں یہ خاندان اسلام کی کنسی کو پار لگانے والے نہ بنتے تو پھر تو اسلام کا خلا ہی حافظ تھا۔

۲۲۔ تیری علم کی فلدانی نے علم کو زندہ کر دیا۔ ورنہ علم و فضل کی نوکسی جگہ بھی قدر نہیں تھی۔

۲۳۔ شرافت کی ڈبیہ کے موتی خاک میں مل چکے تھے۔ تو تے انہیں اٹھا کر نئے سرے سے چمک عطا کر دی ہے۔

۲۴۔ علم و دولت کے خاندان ختم ہی ہونے لگے تھے کہ تونے ان کے منہ میں ایسا آب حیات پھکایا کہ وہ پھر زندہ ہو گئے۔

۲۵۔ علی لکڑہ میں تہذیب اور اسلام کی ترقی کے لئے جو کالج جاری ہوا ہے۔ وہ تیری ہی وجہ سے ترقی کے درجے طے کر رہا ہے۔

۲۶۔ یقیناً یہ ایک ایسا احسان ہے کہ جس کی وجہ سے قوم کی گردن کبھی اوپر نہیں اٹھ سکتی۔

۲۷۔ یہ کالج اگر تیری تربیت کے سایے میں رہا تو یقین ہے کہ یہ آسمان کے

درخت طوبی کی طرح بہت اونچا ہو جائے گا۔

۲۸۔ اگر تم اس کا لہجہ کو قوم کی امیدوں کے محل کی دیوار سمجھ لیں تو تو اسے
سہارا دینے والا ہے۔

۲۹۔ اگر تم اس کا لہجہ کو قوم کی امیدوں کی کھیتی سمجھ لیں تو تو اس پر رحمت
کے یاد دل کی طرح چھایا ہوا ہے۔

قصیدہ ناتمام مرقومہ ۱۲۹۴ھ

سر سید احمد خاں دام بقا و ہم کی شان میں

جو حال آج اپنا اور اپنی قوم کا ہے
خود سانپ ورنہ یاں کدکے نکل گیا ہے
دنیوں میں دینِ برضا حق نے تمہیں دیا ہے
بادی ہے وہ تمہارا جو ختمِ انبیاء ہے
جس نے شریعتوں کو شیرو شکر کیا ہے
دوراں سدا موافق تم سے نہیں رہا ہے
اک ہاشمی تمہارا مصلح کھر آیا ہے
فتووں سے قوم کے گو کا فر ٹھہر چکا ہے
یاروں پر جس کے کچھ فریاں کر دیا ہے
قوم اس سے بدگمان ہے وہ قوم پر خدا ہے
یہ درد اس کو جدی میرا شاہین ملا ہے

پنہاں نہیں ہے یارو سب پر کھلا ہوا ہے
ہے اک لکیر باقی جس پر فقیر ہیں ہم
اس پر بھی اے عزیزو ہے جائے فخر تم کو
قبلہ ہے وہ تمہارا جو گھر ہے سب سے پہلا
دی ہے وہ مصلح کل حق نے کتاب تم کو
بخشہ تمہیں حکومت حکمت تمہیں عطا کی
اس دورِ آخری میں جب یوں بگڑ چلے تم
سر سبز چاہتا ہے جو قوم کو جہاں میں
وقت اپنا کام اپنا جاں اپنی مال اپنا
واراں یہ تم کے ہیں وہ قوم کی سر ہے
ہمدرد قوم ایسا ہم نے سنا نہ دیکھا

تعلیم کی تمہاری بنیاد اُس نے ڈالی
بعد از قرون اولیٰ کس نے کیا بناؤ
ملکوں میں جس کا چرچا ہر سمت ہو رہا ہے
سیرتے کام آکر جو قوم میں کیا ہے

یہ قصیدہ اس وقت لکھنا شروع کیا گیا تھا۔ جب کہ مدرسہ العلوم کا
بنیادی پتھر لارڈ لٹن اپنے ہاتھ سے رکھ چکے تھے۔ اور سرتیڈر کے کام تعجب کی نگاہ سے
دیکھے جانے لگے تھے۔ مگر سبب مکروہات دیوی کے پورا نہ ہو سکا ۱۲۔
تشریح الفاظ:- دام بقارہم، ان کا سایہ قائم رہے۔ لکیر کے نقیر، پرانی باتوں کے
عادی۔ دین بیضا، روشن اور واضح مذہب۔ مصلح کل، تمام کی اصلاح کرنے والا۔ شیر
شکر، بالکل ایک جیسا کر دینا۔ دوران، زمانہ۔ سپر، ڈھال۔ جد، دادا۔ میراث، ورثہ،
ترکہ۔ قرون اولیٰ، پہلے گزرے ہوئے زمانے۔

مطلب :- ۱۔ آج کل اپنی اور قوم کی جو حالت ہے۔ وہ کسی پر چھپی ہوئی نہیں ہے۔
۲۔ ہم ایک لکیر کے نقیر بن کر رہ گئے ہیں۔ اگرچہ پھلی شان ختم ہو گئی ہے۔ لیکن وہ اکثر
ابھی تک باقی ہے۔

۳۔ اس کے باوجود اے دوستو یہ فخر کی بات ہے کہ حق تعالیٰ نے تمہیں روشن اور واضح
مذہب عطا کیا ہے۔

۴۔ تمہارا قبلہ وہ گھر ہے جو سب سے پہلے خدا کے لئے بنایا گیا اور تمہارا نبی ص
آخر الزماں ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے سب کی اصلاح کرنے والی ایک ایسی کتاب دی ہے جس
نے بہت سی شرعیات کو بالکل مٹا کر رکھ دیا ہے۔

۶۔ تمہیں حکومت اور حکمت سب کچھ عطا کیا۔ لیکن زمانہ تمہارا ساتھ نہ دے سکا۔

۷۔ اس آخری زمانے میں جب تمہاری حالت بالکل ہی خراب ہو گئی تھی تو ایک

باشمی سید کو تمہاری اصلاح کے لئے مقرر کر دیا۔

۸۔ اگرچہ قوم نے فتوے دے کر اسے کافر ٹھہرایا ہے لیکن قوم کو وہ شخص ترقی کی طرف دیکھنا چاہتا ہے۔

۹۔ اس نے نن، سن، دھن اور اپنی جان سب کچھ قوم کے لئے قربان کر دیا ہے۔

۱۰۔ قوم اس پر حملے کر رہی ہے۔ لیکن وہ سب حملے برداشت کر رہا ہے۔ قوم سے بُرا سمجھتی ہے۔ لیکن وہ اس پر قربان ہو رہا ہے۔

۱۱۔ قوم کے نام پر مرنے والا ہم نے نہ تو ایسا سنا ہے اور نہ ہی دیکھا ہے یہ محبت اسے اپنے خاندان سے ورثہ میں ملی ہے۔

۱۲۔ تمہاری تعلیم کی اس نے بنیاد ڈالی ہے جس کی وجہ سے سارے ملک میں شہرت ہو رہی ہے۔

۱۳۔ ابتدائی بزرگوں کے اچھے زمانے کے بعد جیسا کہ سر سید احمد خان نے کیا ہے آج تک کون کر سکا ہے؟

قطع مرتبہ ۳۰۳ھ

مرثیہ مہین برادر راقم جناب خواجہ امداد حسین مرحوم

کل سوگ میں بھائی کے دیکھ کے چپچپا	حالی سے کہا ہم نے کہ اے بکر معانی
خاموش گھبراہٹ میں نے تجھے یوں نہیں دیکھا	کیا ہو گئی وہ تیری طبیعت کی روانی
شادی میں تیری ہنسی میں نے سنی، بس	ماتم میں بھی دیکھی ہے تری مرثیہ خوانی
ہنسی ہے نہ روتل ہے نہ بزل ہے نہ لوح	کچھ کہ تو وہی دل میں یہ کیا تو نے ہے کھانی

دُنیا ہے یہ اک دار فنا جس کا اثاثہ
 ہو جائے گراںساں یونہی ہر رنج میں خاموش
 اک آہ بھری سن کے یہ جاتی تے کہ جس سے
 فرمایا کہ موجوں سے بھنور کے نہیں آگاہ
 حاکمی ہی کو معلوم ہے حاکمی کی حقیقت
 آئے ہیں سدا بھائیوں سے بھائی بچھرتے
 پر بھائی ہو جس شخص کا حاکمی کا سا بھائی
 جس بھائی نے بیٹوں کی طرح بھائی کو یا لا
 جس بھائی کے آغوش میں ہوش اُسے سینھا لا
 شفقت نے دیا جس کی بھلا مہر پیر کو
 جتنا بھی رہا بھائی گراںساں بھائی کے پیچھے
 دل مردہ ہو حاکمی کی طرح جس کا عزیزو
 یہ چپ نہ لگائے کسی دشمن کو بھی اللہ
 بولیں گے بھی سو بار نہیں گے بھی جہاں میں
 پلہاہ۔ کلی وہ جو ہے مرجھا گئی دل کی
 باقی رہیگا داغ سدا بھائی کا دل پر

سب خاک سے تا انجم و افلاک ہے فانی
 کس طرح دلوں کے ہوں عیاں راز بہانی
 دل ہل گئے اور سب کے لہو ہو گئے پانی
 ساحل یہ میں جو راہ سیر قاضی و دانی
 مشکل ہے کہ کس دل کی عزیزوں کو کھانا
 موت ایک کے آگے ہے ضرور ایک کو آئی
 غم بھائی کا مرجانے کی ہے اس کے نشانی
 سوکھی ہوئی کھتی میں دیا یا پ کے پانی
 جس بھائی کے سایہ میں کئی اس کی جوانی
 دی آنے کبھی دل پر نہ بھائی کے گرائی
 لذت نہیں چینی سے نصیب اس کو اٹھائی
 کیا ڈھونڈتے ہو اس کی طبیعت میں فانی
 یہ چپ نہیں مرجانے کی ہے دل کے نشانی
 یہ ناؤ ہے ہر طرح، ہمیں پار لنگھائی
 مشکل ہے وہ ہنس بول کے آپس میں کھلائی
 ہر چند کہ فانی تھا وہ اور ہم بھی ہیں فانی

تشریح الفاظ۔ چپ چپ، خاموش خاموش بجز معانی، مضامین کا مستند۔ دار
 فنا، ختم ہونے والا گھر، یعنی دنیا۔ انجم و افلاک، آسمان اور نازے، یعنی دور اور نزدیک۔
 راز بہانی، چھپے ہوئے بھید۔ قاضی و دانی، دور و نزدیک۔ پار لنگھائی، کامیاب کرنی۔
 مطلب۔ ا۔ کل جب اپنے بھائی کے انتقال پر حاکمی کو ہم نے چپ دیکھا۔ تو اس

سے کہا کہ اے مضامین کے سمندر! کیا بات ہے؟

۲۔ ہم نے تجھے کبھی اس طرح خاموش نہیں دیکھا۔ تیری طبیعت کی تیزی کو کیا ہو گیا

ہے۔

۳۔ شادی کی مبارکیاں بھی تم نے سنی ہیں۔ اور باتم میں مرتبہ پڑھنا بھی دیکھا ہے۔

۴۔ لیکن اس وقت نہ تو تونٹنٹس رہا ہے اور نہ منسی کی بات ہے اور نہ ہی آہ و زاری

ہے۔ ہمیں معلوم تیرے دل میں کیا ارادہ ہے۔

۵۔ زمین سے لے کر آسمان اور ستاروں تک دنیا میں جو کچھ بھی ہے۔ وہ سب فنا

ہو جائے والا ہے۔

۶۔ اگر انسان ایک ہی غم میں اتنا خاموش ہو جایا کرے تو اس کے دل کا راز کس

طرح ظاہر ہوا کرے؟

۷۔ حال کی نئے یہ بات سُن کر بہت افسوس کیا اور اس طرح کھنڈی سانس لی۔

کہ سب لوگ شرمندہ ہو گئے۔

۸۔ جو لوگ دُور نزدیک ہیں۔ وہ سب سمندر کی موجوں کے گرداب سے

اچھی طرح واقف نہیں ہیں۔

۹۔ حالی کی حقیقت اسے ہی اچھی طرح معلوم ہے۔ اس کی چُھن لوگوں کو

دکھانی بہت مشکل ہے۔

۱۰۔ بھائی سے بھائی الگ ہوتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن دل کا حال دکھانا بہت

مشکل ہے۔

۱۱۔ جس شخص کا بھائی ایسا بھائی ہو تو اس کا غم بھی ایک یادگار بن کر رہ جائیگا۔

۱۲۔ جس بھائی نے مجھے بیٹوں کی طرح پالا اور باپ کی اس کھتی کو تروتازہ رکھا۔

۱۳۔ جس کی گود میں میں نے آنکھیں کھولیں اور میری جوانی کا زمانہ اسی کے ہاتھوں گزرا۔

۱۴۔ جس کی محبت نے باپ کی یاد اور اس کی محبت کو بھلا دیا اور دل پر کبھی میل نہ آنے دیا۔

۱۵۔ اگر میں اس بھائی کے بعد زندہ بھی رہا تو زندگی میں وہ لطف اب کہاں آئے گا؟

۱۶۔ جس کا دل حاکی کی طرح رنجیدہ ہو گیا ہو۔ بھلا اس کی طبیعت میں خوشی کہاں رہی ہوگی۔

۱۷۔ یہ خاموشی اللہ تعالیٰ دشمن کو بھی نہ دے کیونکہ یہ دل کے بچھ جانے کی علامت ہے۔

۱۸۔ اب تو ہم بولیں گے بھی اور سنیں گے بھی۔ زندگی کو کسی نہ کسی طرح گزارنا ہی پڑے گا۔

۱۹۔ لیکن دل کی جو کلی مرچیا چکی ہے۔ اب اس کا کھلنا مشکل ہے۔

۲۰۔ یہ صحیح ہے کہ دنیا فانی ہے۔ اگر ہم بھی ختم ہونے والے ہیں۔ لیکن دل پر بھائی کا داغ تو باقی ہی رہے گا۔

قطرہ تبہ شہ جہری

بجناب نواب سراج سمان جاہ بہادر ملار للہام سرکار عالی

کہ اگر میرا ہر ایک رونگٹا ہو جائے زیلا
اس نے ممتاز کیا بھیج کے شاہی فرماں
نہ کیا میں نے کبھی ظوف در صدر زماں

آسمان جاہ کی خدمت میں یہ حاکی کی ہے عرض
شکر ممکن نہیں اس کا کہ مجھے کھر بیٹھے
نہ ہوئی مجھ سے کوئی خدمت سرکار نظام

نہ کوئی مجھ میں نہر ایسا کہ بولائق قدر
 حق نہ تھا دولتِ عالی یہ کوئی حاکمی کا
 ہاں گمراہی میں ہے فیضِ رسانی جن کی
 ہیں مری نہرو یہ نہری کے جس طرح
 آسماں جاہ کا اک میں ہی نہیں شکر گزار
 یاں وہ ان کھیتوں کو دیکھے گیا ہے پانی
 قوم اس وقت ہے تعلیم کی ختی محتاج
 عزت، آسودگی اور مذہب ملت اتکا
 پھر نہ تارے انکی کچھ آنکھوں میں خلاق کی بلند
 آسماں جاہ پر بکت ہو خراکی جس نے
 مدرسے قوم کے اس ملک میں جو ہیں ممتاز
 ان کی امداد سے نوانی کی ہے قائم
 کرتے ہیں زندہ جاوید۔ نی نوع کو۔ جو
 ہے مدار اس کی اعانت وہ نکوئی جس کا
 یہی بخشش ہے یہی جو ہے اس الحسنات
 یہی امداد ہے جس سے ہو مین قومیں سر سبز
 یہی قوت ہے کہ ہوتے ہیں قوی جس سے ضعیف
 دی لگا ایک تے پانی کی سر راہ سبیل
 اسکی خواہش تھی کہ ہوتے ہیں پیلے برابر
 بہتیں علم کی جو ملک میں پھیلاتے ہیں
 بخت اس ملک کے جس ملک میں ایسا ہو وزیر

اور نہ ایسا کوئی جو ہو جو قیمت میں گراں
 جسکے جلد میں اس لطف کا ہونا شایاں
 ڈھونڈ رہ لیتے ہیں کوئی حیلہ برائے احساں
 خار و گل دونوں کو کرتا ہے نہاں آبِ بیاں
 ملک میں اس کا شاخو ان بہر اک سر جو لہا
 آنکھ اسلام کی خود جن کی طرف ہے نگراں
 ہے وہ عالم یہ ہو دیا نہیں محتاج بیباں
 ہونہ تعلیم تو میں سب کوئی دن کے مہیاں
 اور نہ وزن اتکا نرا زو میں حکومت کی گراں
 درد کا جان لیا ان کے کہ یہ ہے درماں
 جن میں کچھ کچھ نظر آتے ہیں ترقی کے نشاں
 چشم عالم میں مسیحا کی یہ اپنی سر ہاں
 بدل کرتے ہیں پے تربیت اہل زباں
 ملک پر قوم پہ تادیر ہے گا احساں
 جس پر موقوف ہے سبوری نسل انساں
 یہی تادیر ہے جس سے ہوئے ملک ابلاں
 یہی حکمت ہے کہ ہوتے ہیں بک جس گراں
 کی ہمیشہ کے لئے ایک کھواں نہر رواں
 اس نے چاہا کہ رہے پیاس کا باقی نہ نشاں
 نہر جاری سے ہے ذات ان کی سوا فیض رساں
 حامی علم و خریدار کمال انساں

اب خدا سے یہ دعا ہے کہ جہاں میں جینک
 آسمان جاہ سے ہو تقویت ملک و کن
 دولت نصیری و دولت اصفحی
 شکر احسان کا کرتے رہیں بے ازا احساں
 اور رہے ملک کن بلجا و ماوا سے جہاں
 ایک کی ایک مانے میں رہے پشتیبان

تشریح الفاظ:- ممتاز، باعزت، بند، طواف، شایاں حق دار، خار و گل، کانٹے
 اور پھول، طوف، طواف کا مخفف، در صدرِ زمان، وزیر اعظم کے دروازے کا
 طواف، نہال، خوش، ہویدا، بالکل ظاہر، مسیحا، زندگی کی روح پھونکنا، برہان،
 دلیل، بزل، سخاوت، اعانت، مدد، نکوئی، نیکی، جو در سخاوت بخشش، راس الحنا،
 نیکیوں کی جڑ، یہودی، بھلائی، فیض رساں، فائدہ پہنچانے والی بخت، قسمت،
 بلجا و ماوا کے جہاں، دنیا کے لوگوں کے ٹھہرنے اور پناہ لینے کی جگہ، پستی، بان، سہارا
 دینے والا۔

مطلب:- ۱۔ آسمان جاہ کی خدمت میں حاکمی کی یہ گزارش ہے کہ اگر میرے بارن
 کا ایک ایک بال بھی زبان بن جائے۔

۲۔ تو بھی میں اس بات کا شکر یہ ادا نہیں کر سکتا کہ گھر میں بیٹھے شاہی فرمان
 بھیج کر مجھے جو عزت دی ہے۔

۳۔ میں نے سرکار نظام کی کوئی خاص خدمت نہیں کی۔ اور نہ ہی ان کے دروازے
 کا چکر لگایا ہے۔

۴۔ نہ ہی میرے اندر کوئی خاص خوبی ہے اور نہ ہی کوئی قیمتی چیز ہے۔

۵۔ دولت اصفیہ پر میرا کوئی حق نہ تھا جس کے بدلے میں یہ انعام دیا جاتا۔

۶۔ لیکن جو لوگ دوسروں کو فائدہ پہنچانا چاہتے۔ وہ کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش

کر لیا کرتے ہیں۔

۷۔ نہراور بے نہری کی پرورش اسی طرح کر رہے ہیں۔ جس طرح پانی کانٹے اور پھول دونوں کی پرورش کرتا ہے۔

۸۔ آسمان جاہ کا صرف میں ہی شکر گزار نہیں ہوں۔ بلکہ ملک میں ہر ایک جو ان اور بوڑھا شکر گزار ہے۔

۹۔ اس ملک میں ان لوگوں کی سرپرستی کی ہے۔ جو اسلام کی خاص طور پر خدمت انجام دے رہے تھے۔

۱۰۔ اس وقت قوم کو تعلیم کی جتنی ضرورت ہے وہ دنیا پر ظاہر ہے۔ اس کے کہنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

۱۱۔ عزت، آرام اور مذہب اور قوم رب تعلیم ہی سے ہے۔ ورنہ سب چندوں کے مہمان ہیں۔

۱۲۔ دنیا کے لوگوں کی آنکھوں میں بھی ان کی کچھ عزت نہیں ہے۔ اور حکومت کی نظروں میں بھی وہ کچھ نہیں ہیں۔

۱۳۔ آسمان جاہ پر خدا اپنی برکتیں نازل کرے۔ جنہوں نے تکلیف کا علاج سمجھ لیا ہے۔

۱۴۔ قوم کے جو بڑے بڑے مدرسے اس ملک میں قائم ہیں۔ ان میں ترقی کی باتیں نظر آتی ہیں۔

۱۵۔ ان کی مارو کر کے نواب صاحب نے دنیا کی آنکھوں میں مسیحا کی کر کے ایک جان ڈال دی ہے۔

۱۶۔ جو لوگ انسانیت کو ہمیشہ زہارہ اور مشہور کیا کرتے ہیں۔ وہ اسی طرح سخاوت کیا کرتے ہیں۔

۱۷۔ مدارس کی امداد کرنا ایسا نیک کام ہے جس کو قوم بہت دیر تک یاد رکھے گی۔

- ۱۸۔ یہی بخشش اور سخاوت نیکویوں کی جڑ ہے جس کی وجہ سے قوم ترقی کرتی ہے۔
- ۱۹۔ اسی طرح کی امداد سے قومیں ترقی کرتی ہیں اور ملک کی آبادی بھی خوشحال ہوتی ہے۔
- ۲۰۔ ایسی مدد سے کمزور طاقتور بن جاتے ہیں۔ اور اسی عمل سے چھوٹے بڑے بن جاتے ہیں۔
- ۲۱۔ ایک شخص نے اگریانی کی ایک سبیل بنادی تو دوسرے نے اسی جگہ نہر بنا کر بالکل ہی مکمل کر دیا۔
- ۲۲۔ ایک کی خواہش یہ تھی کہ پیاسے اگریانی پیا کریں۔ دوسرے نے کہا کہ کوئی پیاسا ہی نہیں رہنا چاہیے۔
- ۲۳۔ جو لوگ ملک میں علم کی پرورش کرتے ہیں۔ وہ ایک نہر بنانے کے مقابلے میں زیادہ اعلیٰ کام کرتے ہیں۔
- ۲۴۔ جس ملک میں ایسا وزیر ہو۔ وہ بڑا خوش قسمت ہے جو علم و فضل کی پرورش کر رہا ہے۔
- ۲۵۔ اب تو خدا سے یہی دعا ہے کہ جیت تک زندہ رہیں۔ اس نیکی کا شکر یہ ادا کرتے رہیں۔
- ۲۶۔ آسمان جاہ کی وجہ سے وکن ترقی کر رہا ہے۔ اور وہ سب کے پناہ لینے اور ٹھہرنے کی جگہ بن جائے۔
- ۲۷۔ سرکار انگلشیہ اور حکومت نظام حیدرآباد۔ دونوں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

قصیدہ مرتبہ ۱۲۰۶ھ

تہنیت عید الفطر۔ بہ جناب نواب سر آسمان مدار المہا سرکار عالی

خوشی کا عید کی حق ہر کوئی بجا لایا
 کہ اپنے صبر کا انعام ہم نے کھریا یا
 کہ تیس روز کے پیاسوں کا روزہ کھلوایا
 کہ جسے طفل ہو مکتب سے چھوٹ کر آیا
 کہ گنج آنھوں نے بے گویا خرابہ میں پایا
 کہ دن خدا نے نالیش کا ان کو دکھلایا
 خدا نے سینکڑوں روٹھوں کو آج منوایا
 خوشی نے دی ہے زمانہ کی کچھ بیٹ کا یا
 ہے ایک خوان سے منعم نے رب کو چھوایا
 سماں نشا کا ہے شہر و دشت پر چھایا
 جو غم سے شہر میں آج ایک نل ہے کھلایا
 جو دشت میں کوئی پودا ہے آج مرچھایا
 تو سمجھو غم کا عوض غمزدوں نے بھریا یا
 اس انبساط یہ غافل ہے جو کہ اترا یا
 انہوں نے آب کا دھوکا سراپ پر کھایا
 جنہوں نے خلق میں ذکر جمیل پھیلایا
 جنہوں نے علم کا بجھتا چراغ اگسایا

مہ صیام گیا اور روز عید آیا
 کیا خدا کا ادا شکر روزہ داروں نے
 رہیں مدت ساقی ہیں بادہ خوار تمام
 گئے ہیں اسے ساجد مکتفہ خوش خوش
 شگفتہ آئے ہیں اس طرح عید گاہ لوگ
 حسین چاؤ میں پھولے نہیں سماتے آج
 غمزدوں دست گلے ملتے پھر تہیں باہم
 حکیم ہیں متفکر نہ زرا برا سر وہ
 غنی ہیں شال میں رت اور گدا میں کھال میں رت
 ادھر ہے فضل بہارا اور ہے عید الفطر
 کھلے ہیں اسکے عوض دشت میں کروڑوں بھول
 ہزاروں سرو خراماں ہیں شہر میں ہر سو
 اگر خوشی کا زمانہ کی ہے یہی عالم
 مگر یہ عاریتی انبساط ہے سب بیچ
 فریفتہ ہوئے جو ایسی ایسی خوشیوں پر
 خوشی ہے جس سے عبارت وہ ہے خوشی ان کی
 جنہوں نے دین کے گرتے ستون کو تھاما

جنہوں نے ملک کے امراض کو کیا تشخیص
 جنہوں نے خلق سے اپنا بنایا غیروں کو
 خیر مرصیوں کی لی جاہلوں کو دی تعلیم
 ہوا زمین پہ جس سال آسماں مُسک
 ہوائے دہرا گر ہو گئی کبھی فاسد
 سدا غریبوں کی امداد پر ہیں جو تیار
 ہمیشہ مانگنے والوں کو بیدار بے ریا
 نہ سمجھا آپ کو اک پار بیان سے بڑھ کر
 نہ پائی کھانے میں لذت نہ چسپے سوسے
 دغا میں شیر مگر وقت رحم موضعیف
 وہ سمجھے یہ کہ کوئی قافلہ ہوا تاراج
 وہ چوتک اٹھے کہ گویا قیامت آ پہنچی
 نشاط و عشرت جاوید کی ہے اُن کو نوید
 سنا تھا کان سے جو ذکرِ عہدِ سلف
 بشیر دولت و دین صدرِ اعظمِ امرا
 جو ظلِ حق ہے رعیت کے سر پہ شاہِ دکن
 ہمیشہ جس کو ہے بیہود ملک بدرِ نظر
 اٹھایا تختہ نے جب سر فرود کیا اُس کو
 بنائے نظم و نسق جس نے رکھی شورائی پر
 دکن کو جس نے کیا مرجع خواص و عام
 نہ کوئی ملک میں سرکش رہا نہ نافرماں

جنہوں نے قوم کے افسردہ دل کو گرایا
 جنہوں نے لطف و خشوعی دلوں کو چرایا
 کھلایا بھوکوں کو بے پوششوں کو پہنایا
 بینھانپی دار و درش کا انہوں نے برسیا
 فضائے دہر کو خلقِ حسن سے مہر کایا
 لیا سنبھال اُسے جس نے ہاتھ مکیڑایا
 نہ مانگ سکتے تھے جو ان کے گھر پہ پہنایا
 انہوں نے لطفِ حکومت اسی میں کچھ پایا
 ستمِ رسیدہ کا جنینک کہ حق نہ دلوائیا
 کسی کی آہ سُنی اور دل ان کا بھر آیا
 جو شاہِ راہ میں پتا کسی نے کھر کایا
 جو در پہ آ کے کوئی داد خواہ چلا آیا
 دل ایسا جن کو عنایتِ خدا نے فرمایا
 سو اُنکھ سے وہ وزیرِ دکن نے دکھلایا
 نہیں ہے جس کا کوئی قربِ شہ میں ہمایا
 تو اعظم الامرا ظلِ حق کا ہے سایا
 رفاہ و امن ممالک میں جس نے پھیلایا
 پڑا عمل میں جہاں عقدہ اس کو سلجھایا
 مشیرِ کار خرد پروروں کو کھھرایا
 دکن کا جس نے کہ ڈنکا جہاں میں بجوایا
 جفا و ظلم کو توڑا غرور کو ڈھلایا

سوں کیلئے کی طرح اک ایک بل نکلوا یا
 وہ صاحبی میں وزیرِ زمان کی پھیل لایا
 کہ انہی حالتِ پیشیں سے خود ہی شر مایا
 اندھیری چھائی ہوئی تھی کہ دن نکل آیا
 دکن کو جس کی حکومت نے دن دکھلایا
 رہے دکن پہ حضورِ نظام کا سایا
 سو یہ حکامہ ناچیز پیشکش لایا
 جو اعظم الامرا نے قبول فرمایا

بل انتظام کے رشتہ میں پڑ رہے تھے،
 لگا گئے تھے وزیرانِ رفتہ جو پورا
 ترقی اب یکتا میں کی ہے بلدہ تے
 زمانِ حال سے ماضی کو دیکھے کیا نسبت
 خدا دراز کرے عمرِ اعظم الامرا
 نہیں پہ سایہ نگوں جب تک آسمان رہے
 تھی کوئی چیز نہ حالی کے پاس لائق نذر
 یہی بس اس کے لئے ہو گا مایہ نازش

نشریح الفاظ۔ مہ صیام، روزہ کا مہینہ۔ بھر پایا، اچھی طرح مل گیا۔ رہیں متت
 ساتی، پلانے والے کے احسان سے دیے ہوئے۔ معتکف، مسیّد میں اعتکاف میں
 بیٹھنے والے۔ گنج، خزانہ خرابہ، ویرانہ، کھنڈر۔ چاہ، پیار۔ افسردہ، رنجیدہ۔ کایا
 پٹ دنیا، حالتِ بد دل دنیا۔ منعم، نعمت والا، مراد، خراب۔ جھکوا یا، آسودہ کرتا۔ نشاط،
 خوشی۔ عوص، بدلہ۔ عارتی، عارضی، وقتی۔ ابساط، خوشی۔ ذکرِ جمیل، اچھی بات،
 یا نیک شہرت۔ دل گرمانا، دل میں جوش پیرا کرنا۔ پرچایا، رام کیا، اپنا بنایا۔ بے
 پوشش، ننگے بدن۔ مسک، گنجوس، مراد فحط پڑنا۔ دازدو، اس، انعام و اکرام۔
 فاسر، خراب۔ تم رسیرہ، مظلوم۔ دعا، لڑائی۔ مور، چوٹی۔ پنا کھرکانا، ذرا سا بھی
 اشارہ ہونا۔ قریب، قریب۔ اعظم الامرا، امیروں میں امیر۔ مد نظر، نظر کے سامنے بخقارہ،
 گنتی، الجھن۔ شوری، مجلس مشورت۔ خرد سرور، عقلمند لوگ۔ بل پڑنا، خرابی واقع ہونا۔
 صاحبی، مصاحبت، دوستی۔ بلدہ، شہر۔ حالتِ پیشیں، پہلی حالت، سایہ ڈالنا چکامہ ناچیز،
 معمولی نصیاحہ۔ مایہ نازش، فخر کے قابل۔

مطلب :- ۱۔ رمضان کا مہینہ چلا گیا۔ اور عید آگئی۔ اور ہر ایک کو اس کے مطابق خوشی ہونے لگی۔

۲۔ روزہ داروں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کیونکہ انہیں ان کے صبر کا انعام مل گیا۔

۳۔ جس نے تیس دن کے پیاسوں کا روزہ کھلوا یا ہے۔ سب لوگ اس پلانے والے کے احسان کے پیچھے دبے ہوئے ہیں۔

۴۔ مسی میں جو لوگ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ چاند نظر آجانے کا سن کر اس طرح گھر کو گئے، ہیں جیسے پتے مکتب سے نکل کر بھاگتے ہیں۔

۵۔ لوگ عید گاہ سے اس طرح خوش خوش آ رہے ہیں جیسے جنگل میں انہیں کوئی خزانہ مل گیا ہے۔

۶۔ حسین لوگ پیار کے مارے خوش ہو رہے ہیں کیونکہ آج انھیں نئے سنوڑنے کا موقع مل رہا ہے۔

۷۔ رشتہ دار دوست آپس میں مل رہے ہیں اور آج کے دن بہت سے لڑکھے ہوئے گلے مل گئے۔

۸۔ آج نہ تو حکیم فکر مند ہے، اور نہ کوئی عبادت گزار۔ بلکہ آج تو زمانہ کی حالت ہی بدل گئی ہے۔

۹۔ دو نمنند دولت میں اور غریب لوگ اپنی کھال میں مرت ہیں۔ قدرت نے اپنی نعمت کے دسترخوان سے مست ہو کر خوشی کا حصہ دیا ہے۔

۱۰۔ فصل بہار کا موقع بھی ہے اور عید بھی ہے۔ جنگل اور آبادی پر خوشی کا عالم چھپایا

ہوا ہے۔

۱۱۔ اس کے بدلے میں جنگل میں ان گنت پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اگر شہر میں کوئی رنجیدہ

نظر آ رہا ہے۔

۱۲۔ اگر کوئی جنگل میں پودا مچھا گیا ہے۔ تو شہر میں ہزاروں سرو ٹہلتے ہوئے

نظر آ رہے ہیں۔

۱۳۔ اگر زمانہ کی خوشی کی یہی حالت رہی تو یہ سمجھ لو کہ رنجیدہ کو بھی رنج کرنے کا

موقع مل گیا ہے۔

۱۴۔ لیکن یہ عارضی خوشی سب میاں ہے۔ اگر کوئی اس خوشی پر غرور کرنے لگے

تو بے کار ہے۔

۱۵۔ جو لوگ ایسی خوشیوں پر مرتے۔ تو انہوں نے دعوہ کھا ہے۔

۱۶۔ خوشی جسے کہتے ہیں صرف انہیں لوگوں کو حاصل ہے۔ جنہوں نے خدا کا

ذکر کیا ہے۔

۱۷۔ جنہوں نے دین کو بلند کیا ہے اور علم کے بھجنے ہوئے چراغ کو روشن کیا

ہے۔

۱۸۔ جنہوں نے ملک کی بیماری یعنی جہالت کو سمجھا ہے اور اس کا علاج

کیا ہے۔ اور قوم کو افسردہ دلی میں کام کرنے کا جوش پیدا کیا ہے۔

۱۹۔ جنہوں نے اچھی عادتوں سے غیروں کو اپنا لیا ہے اور نہایت جاہل کو گون

کو خوش کر لیا ہے

۲۰۔ مریضوں کا علاج کیا۔ جاہلوں کو تعلیم دی۔ بھوکوں کو کھلانا کھلایا۔

اور ننگوں کو لباس پہنایا۔

۲۱۔ جس سال زمین پر قحط پڑ گیا تو اس کو ان لوگوں نے بخشش کر کے دولت

کی بارش شروع کر دی۔

۲۲۔ اگر کبھی زمانے کی ہوا خراب ہو گئی۔ تو اس کو اپنی اچھی عادتوں سے

اور بھی بہتر کر دیا۔

۲۳۔ جو لوگ ہمیشہ غریبوں کی مدد کے لئے تیار رہتے ہیں۔ انہوں نے ہر اس آدمی کی مدد کی جس نے بھی ان سے مدد مانگی۔

۲۴۔ مانگنے والوں کو ہمیشہ بہت کچھ دیا۔ اور جو مانگنے سے کتراتے تھے انہیں ان کے گھر پر جا کر دیا۔

۲۵۔ وہ اپنے آپ کو ایک جبر واپس سے بڑھ کر کچھ بھی نہ سمجھا۔ انہیں ایسا کرنے میں بھی حاکمیت کرنے کا لطف آگیا۔

۲۶۔ جب تک ان لوگوں نے مظلوم کو اس کا حق نہ دلوادیا نہ آرام سے کھانا کھایا اور نہ ہی چین سے سو سکے۔

۲۷۔ لڑائی میں تو یہ لوگ شیر کی طرح ہوتے ہیں لیکن رحم کرتے وقت چوٹی کی طرح نرم بن جاتے ہیں۔ جب کسی کی تکلیف سنتے ہیں تو ان کا دل تڑپنے لگتا ہے۔

۲۸۔ اگر راستے میں ذرا سا بھی اشارہ ہوا تو انہوں نے یہ سمجھا کہ کسی فافلے پر مصیبت آگئی ہے۔

۲۹۔ اگر کوئی مظلوم ان کے دروازے پر آیا تو انہیں ایسا معلوم ہوا جیسے قیامت آگئی ہے۔

۳۰۔ خزانے جن لوگوں کو ایسا دل دیا ہے۔ صبح خوشی اور مستقل خوشی تو انہیں حاصل ہے۔

۳۱۔ پرانے لوگوں کی جو باتیں کانوں سے غصنی تھیں۔ وہ وزیر دکن نے آنکھوں سے دکھلا دی ہیں۔

۳۲۔ حکومت کو مشورہ دینے والا سب سے بڑا وزیر بادشاہ کے قریبی دوستوں

میں سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔

۳۳۔ دکن کا بادشاہ رعایا کے سر پر خدا کا سایہ ہے اور آسمان جاہ اس خدا کے سایہ کا سایہ ہے۔

۳۴۔ ہمیشہ ملک کی بھلائی اس کے پیش نظر ہے کیونکہ رعایا کی بھلائی اور سلامتی کے لئے اس نے بہت کچھ کیا ہے۔

۳۵۔ جب بھی کوئی قلعہ اٹھا۔ اسے ختم کر دیا۔ اور جہاں کہیں الجھن آئی اسے دور کر دیا۔

۳۶۔ انتظام سنبھالنے کے لئے اس نے مجلس مشورت بنائی۔ اور عقلمند لوگوں کو اپنا مشیر بنایا ہے۔

۳۷۔ ہر ایک آدمی دکن کی طرف جانے لگا۔ اور ساری دنیا میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔

۳۸۔ ملک میں باغی اور نافرمان کوئی بھی نہیں رہا۔ ظلم اور سختی کو بالکل ہی ختم کر دیا۔

۳۹۔ انتظام مشکل ہو رہا تھا تو اس کو کبھی نکلے کی طرح بالکل سیرھا کر دیا۔

۴۰۔ پہلے وزیر جو لوہا لگا گئے تھے وہ آسمان جاہ کے زلنے میں پھل دیئے لگا۔

۴۱۔ شہر نے اب اتنی ترقی کی ہے کہ پھلی جہالت دیکھ کر شرم آتی ہے۔

۴۲۔ موجودہ زمانے سے پہلے زمانے کا کیا تعلق؟ اندھیرے کے یوراب تو دن نکل آیا ہے۔

۴۳۔ خرا اور برا عظیم کی عمر دراز کرے جسے دکن کی خدمت کا موقع ملا ہے۔

۴۴۔ جب تک آسمان کا سایہ ہے۔ دکن پر نظام کی حکومت رہے۔

۴۵۔ جاتی کے پاس سوائے اس معمولی قصیدے کے اور کوئی چیز نذر کرنے

کے قابل نہیں ہے۔

۴۶۔ اگر سری اس پیش کش کو وزیر اعظم نے قبول فرمایا تو میرے لئے یہی بڑی دولت ہے۔

قطعہ مرتبہ ۱۳۰۸ھ

تہنیت ولادت فرزند درہشتان اقبال جناب نواب سر آسمان جاہ بہادر مدارالمہم (سرکار عالی

فیض رب ذوالمنن شردہ اے اہل دکن
 دی شیر دولت میں کو وہ چیز اللہ نے
 جس کو پیری کا عصا تھا خلیل اللہ نے
 جس کے ملنے سے ہوا داؤد مومن قضا
 جس کے بارہ میں علی الرغم شہادت پیشیاں
 جو لضاقت بگدا کی اور دولت شاہ کی
 جس سے مستغنی ولی ہیں اور نہ عارف بے نیاز
 صدراعظم کو دیا صدر شکر خالق نے خلف
 یہ سپہ یارب بحق عترت خیر الورائے
 صدراعظم کی طرح دربار آصف جاہ میں
 دولت ثروت کو اسکی ذات لگ جائیگا
 سیرت سعادت کو اسکی نکلے آن اجداد کی
 ملک آصف جاہ میں سر آسماں جاہ اور وہ

نائب دولت کا نخل آرزو لایا اثر
 جس سے پایا دیدہ یعقوب نے نور لہر
 حق سے دی تیس کے عطا ہوئی سارا کو خبر
 جس سے پانے سے ہوا یوب ترہون قدر
 حق ختم الانبیاء نے پائے شبیر و شہر
 جو ہے حاصل عمر کا اور زندگانی کا اثر
 جس سے ہیں اجداد زندہ اور اجداد نامور
 خلق کی آخر دعاؤں کا ہوا ظاہر اثر
 پائے عمر خضر زیر سایہ مہر پیر
 جایگا ہ قرب سلطانی ہو اس کا مشفق
 زیور علم و ادب سے ہو بجلی اس قدر
 جو ہر اخلاق فاروقی ہوں اس میں جلوہ گر
 رات دن رکھیں اجالا صورت کس و حمر

تشریح الفاظ :- ریت ذوالمنق، پاتے والا ضا۔ نخل آندو، امیدوں کا پودا۔ نور بصر، آنکھوں کی روشنی۔ ساری، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی۔ ممنون، شکر گزار مہربان، احسان مند۔ علی الرعم، خلافت شامتت، دشمنی۔ پیشگان، پہلے لوگ۔ مستغنی، بے پروا۔ اجداد، بزرگ جلف، بیبا۔ بحق، عشرت۔ خیر الوری، پیارے نبی کی بزرگی کے صدقے میں۔ جاہلگا، مقام۔ مستقر، ٹھکانہ۔ تجلی، چمکتا ہوا۔

مطلب :- ۱۔ اے دکن والو! پالنے والے خدا کی مہربانی سے تمہیں یہ خوشخبری ہو کہ وزیر اعظم کی امیدوں کے درخت میں ایک پھل لگا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے حکومت اور اسلام کے بندے کو وہ دولت عطا کی کہ جس کے دیکھنے سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں میں روشنی آگئی تھی۔

۳۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے جیسے بڑھاپے کا سہارا سمجھا۔ اور حضرت ساری کو جس کے آنے کی خبر دی گئی تھی۔

۴۔ جس کے مل جانے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام شکر گزار ہوئے۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام بھی شوش ہوئے۔

۵۔ جس کے بدلے میں دشمنوں کی دشمنی کے خلاف پیارے نبی نے شہیرا اور شیر دونوں اے مل پائے تھے۔

۶۔ جو فقیر کی پونجی اور امیر کی دولت سے اور زندگی کا حاصل اور پھل ہوتا ہے۔

۷۔ ولی اور عارف بھی اس سے غافل نہیں ہیں اور باپ دادا کا نام بھی انہیں سزا دہ رہتا ہے۔

۸۔ شکر ہے کہ وزیر اعظم کو خدا نے بیٹا دیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق کی دعاؤں کا اثر ہوا ہے۔

۹۔ پیارے نبی کی بزرگی کے طفیل۔ اے خدا اس بیٹے کو حضرت خضر علیہ السلام کی عمر عطا ہو۔

۱۰۔ اور وزیر اعظم کی طرح نظام کے دربار میں اسی طرح مقام اور عزت حاصل ہو۔

۱۱۔ دولت اور مال کو اس کی وجہ سے ترقی ملے اور علم و ادب وہ اچھی طرح حاصل

کر سکے۔

۱۲۔ باپ دادا کی عزت اور مقام اس کی عادتوں میں موجود ہو۔ اور اس میں حضرت

عمر فاروقؓ کی عادتیں موجود ہوں۔ (اس میں یہ اشارہ ہے کہ نواب سر آسمان جاہ بہادر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں ۱۲۔)

۱۳۔ آصف جاہ نظام الملک کے دربار میں سر آسمان جاہ لورہ رات دن اسی

طرح روشنی رکھیں جس طرح چاند در سوتج سے روشنی رہتی ہے۔

قصیدہ مرتبہ ۱۳۰۹

ہم نہ بھولیں گے کبھی وہ تیری صبح جا نغز
پھر گیا آنکھوں کے آگے اپنی اک عالم نیا
اس کے کچھ آثار دیکھے ہم نے یاں تیکر جدا
آگے بلدرہ کے سوانہ میں لگا اس کا پتا
جھولیاں ڈالے لنگے میں در بدریتے صدا
دولت عالی کو جن کی ذات پر ہے اتقا
سلطنت کے جو ہیں اعضا اور وزارت کے قوی
وہ سرابتاں قبل ہو جس جنت کی فضا
دی وہ عزت شکر جس کا ہونا نہیں سکتا ادا
آگے یاں مجھے کہ ہے مہماں لوازی چیز کیا

اے صفر کی دوسری روز دو شنبہ مر جیا
ہم نے رکھا آگے جب بلدرہ کی سرحدیں قدم
عزت قومی تیرستی تھیں سدا آنکھیں جسے
کھوج میں جس خیر کے پھرتے تھے اک مدت سے ہم
بھیک کو نکلے تھے گھر سے کچھ بھکاری قوم کے
بہتھے لینے ان کو وہ اعیان دار الملک سے
قوم کو ہے جن پہ فخر اور ملک کو ہے جن پہ ناز
صدر اعظم نے ہمیں بخشا اقامت کے لئے
ہم غریبوں کو سمجھ کر اک سفارت قوم کی
بیشتر مہماں لوازی کا فقط سنتے تھے نام

اُس نے کلفت کو سفر کے دل باہل دھو دیا
 جو کہ جا پہنچا دکن میں بس وہیں کا ہو رہا
 جو دکن میں آ کے وہی ہے وطن دل سے بھلا
 نام پر دیتا ہے جس کے جان ہر چھوٹا بڑا
 امن و آسودگی کی ہم نے کھائی بھیر سوں ہوا
 کس طرح ہوئے اس مقبول جہاں فرمانروا
 کس طرح ہوئے اس مقبول جہاں فرمانروا
 تو نہ سمجھتی حکومت کا کیا اس نے ادا
 گلہ اپنے گلہ باں میر جان دل سے ہے فدا
 ان کی خوش حالی پہ ان کی تاملی ہے فدا
 خلق کو سر سبز دیکھا آ کے یاں آگے
 آ کے دار الملک میں دیکھنے لگے گردوں نما
 مینو اسے منعم اور منعم سے بڑھ کر بے تو
 جیسا بے پروا نظر آتا ہے یاں ایلک گدا
 بے تعصب بے تکلف بے تصنع بے ربا
 ایک کی تقریب میں مہم ہیں سب اور ہم گدا
 ایک پر توجہ کچھ رکھتا نہیں یاں دوسرا
 ہے دکن کو ہر کوئی اپنی ولایت جاتا
 رہنڈ کی سیر نے منزل سے غافل کر دیا
 کہہ نہیں سکتے کہ بیداری تھی وہ یا خواب تھا
 واقعہ ہو رہا اور سلیمان کا ہمیں یاد آ گیا

کی ہے نواب افتدرا الملک جو رحمت
 یہ مقولہ ہند میں آرت سے ہے ضرب آشل
 ہے دکن کی وہی شاید مسافر سوری
 وارث ملک کن ہے آج وہ محبوب خلق
 ہم کہ ہیں و کٹوریہ کے عہد رافت میں پیے
 جانتے ہیں ہم کہ پتی ہے بعیت کس طرح
 کرتے ہیں کسی منتر اور افسوں کے تسمیر قلوب
 کر لیا محکوم کے دل میں اگر حاکم نے گھر
 ہے ہی شاہ دکن کی گلہ بانی کی دلیل
 پوچھنے پوچھنے کی اہل ملک سے حاجت نہیں
 دیکھتے آئے تھے جیسے راہ میں ہم سبزہ ناز
 راہ میں دیکھے تھے ہم نے کوہ اگر گردوں شکوہ
 عالموں کی سخت گیری سے ہر سب آریاں
 اغنیا میں ہم وہ استغنا نہیں مانے کہیں
 جتنی یاں قومیں ہیں سب کھتی ہیں باہم میل جول
 ایک کے ہنوار میں بے عند میں سارے شریک
 دولت عالی نے حق سب کو برابر میں دیکھے
 پارسی ہندو مسلمان۔ یا سنی کوئی ہو
 ہم کو یاں کہتا تھا کچھ اور کہہ گئے بھولے سے کچھ
 قصہ کو تہ۔ یا رحیم کو بلا دربار میں
 دیکھ کر اپنی رسالی تخت آصفت جاؤنگ

حضرتِ والائے جس شفقت سے کہیں دیکھیں قبول
 جس توجہ سے سنی رواد قومی درگاہ
 جب کالج کی علی گڑھ میں بنا ڈالی گئی
 جو لکھنا تھا درخت اُس کی ہمیشہ لی خبر
 اب کہ وقت آکر پڑا تھا بانی کالج پہ سخت
 مشکلیں جس طرح کی تھیں قوم کی اڈل بیل
 خود علی گڑھ کالج اور اُس کے درو دیوار
 ہند میں باقی ہیں نسلیں جب ملکِ اسلام کی
 کی بے سرتیرے جو کوشش فلاح قوم میں
 پر یہ سرتیرے پڑا پار ہوتا تھا محال
 تھا پڑا سید کالج پوچھو تو خشکی میں جہاز
 ہے روایت جبکہ ہجرت کر کے ختم المرسلین
 جس طرح ہوتی ہے یا نبی سانپ کی چاچا
 ہے بلا تشیم دار الملک آصفیاء بھی
 ذی لیاقت جتنے تھے ہندو ستائیں انتخاب
 ترتیب اور خانقاہیں مدرسہ اور مسجدیں
 حج بیت اللہ سے جو ہر مسلمان پر ہے فرض
 اول آنا چاہیے یا استطاعت کے لئے
 خرچ سے ہاتھ اک مسلمان کا ہو گرا تریں تنگ
 خواب آتے ہیں دکن کے اس کو سوتے میں نظر
 ہند میں کرتے ہیں کوشش جو رفاہِ خلق میں

اُس پگر جان اپنی ہم قریاں کریں نوحے بجا
 شکر سے اُس کے نہیں ہو سکتے ہم عہدہ برآ
 دولتِ عالی مدد کرتی رہی اس کی سدا
 دمیدم پانی دیا یاں تک کہ یار آور ہوا
 دولتِ عالی نے شرطِ دستگیری کی ادا
 کی اسی دریا دلی سنان کی بھر جاتا روا
 راگ گائیں گے سرا احسان آصفیاء کا
 جیسے جی ہونگی نہ اس کے طوقِ منت کر رہا
 اس کو ہے اے اہل مجلس انے مانہ جانتا
 دولتِ عالی اگر بنتی نہ اس کی تا خدا
 دولتِ عالی نے اُس خشکی میں دیکھی گھاہا
 پیچھے شرب میں تو یار شاد یاروں سے کیا
 ہو گا ملجا اب مرنیہ بھی یونہی اسلام کا
 ہند میں اب سر کرنا سلام بے روکریا
 دولتِ عالی نے چن چن کر لیا سب کو یلا
 سب کی ہوتی ہے مدد اس گھر سے بچوں و حیرا
 ہے دکن آنا مقدم شک نہیں اس میں ذرا
 کیونکہ ہے بے استطاعت حج کو جانا ناروا
 ہے دکن کی سمت وہ گردن اٹھا کر دیکھتا
 قوم کا بچہ بدل سے جب ذرا آگے بڑھا
 اور مدد کو جن کی داں حاضر ہے ہر چھوٹا بڑا

چلتے چلتے ان کی گاڑی بھی اڑک جاتی ہے۔
 ہے وکن کی اور مسلمانوں کی یا روزہ مثال
 تھا جہاز اک ہمیں تموراہل فصل و جاہ سے
 ڈوبنے والے تھے جو وہ ڈوب کر اچھے نہ پھر
 کوئی کشتی یا جہاز آتا نہیں ان کو نظر
 ہے وہ زورق فی المثل ہر کار آصف جاہ کی
 ہے عوام میں وقت تک پالی سمند میں رہے
 ختم کر عالی سیاسی صدر اعظم پر سخن
 نفیوت سے جسکی ہر مشکل ہماری حل ہوئی
 پھر ادا کر جان و دل سے شکر صدر انجمن
 جس نے قوم انجمن میں بن کے صدر انجمن
 لیکے اذن صدر مجلس سمجھے پھر نصروطن
 یا تمو مجھے جلد اب رفت سفر ڈر ہے کہ ساتھ

کھینچنے کو اس کے جانا ہے میں سے بندیا
 اک سمند ہے کہ ہر جس میں ہے طوقاں سیا
 لطمہ امواج نے پرزے نیٹے اس کے اڑا
 بج رہے ہیں جو وہ ہر سوار تھیں ست ویا
 اس کھیط بگیراں میں ایک نذر ق کھسوا
 ہے مسلمانوں کو اب لے ڈے کے جکا آسرا
 یا رب اس زورق کو تو موج حوادث سے بچا
 بال بال اپنا ہے جس کے شکر میں جکڑا ہوا
 انجمن کے شکر ہونے کی دی جس نے رفا
 جسکے قدموں میں یہ زیبا ہے کہ میں کٹھیں بجا
 قوم کی دی عزت اور انکی امیدیں ہیں بڑھتا
 ورتہ ہے حالی وکن کی و لفریب آہ ہوا
 قافلہ سے چھٹ نہ جائے قافلہ سالار کا

یہ قیصرہ ماہ ستمبر ۱۹۱۰ء مطابق صفر ۱۳۰۹ھ میں بمقام حیدرآباد دکن جبکہ
 ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر مع اکثر رفقا کے جن میں سے ایک راقم بھی تھا بطور
 ڈیپوٹیشن کے محزون کالج علی گڑھ کی طرف حضور سرکار نظاما میں حاضر ہوئے تھے۔
 ایک جلسہ عام میں پڑھا گیا تھا جس کے صدر انجمن جناب نواب وقار الامرا بہادر تھے!
 تشریح القاطنہ۔ مرجبا، مبارک، جانفزا، طبیعت کو خوش کرنے والی سیوانہ،
 سرحد، کنارہ، اعیان، جمع، بزرگ لوگ۔ درالملک، راجدھانی، اتکار،
 تکبیر، امید۔ انحصار، حضور کی جمع، حصے۔ قومی، بدن کے جوڑ۔ اقامت، قیام۔

سرا، ٹھہرنے کی جگہ۔ بستیاں چین۔ نجل، شرمندہ۔ سفارت، سفیر لوگ۔ کلفت، تکلیف۔
 دھوکہ دیا، مٹا دیا۔ مقولہ، کہاوت۔ عہدِ رافت، آرام کا زمانہ۔ منتر، جادو۔ افسوں،
 جادو، تسخیرِ قلوب، دل قابو میں کرنا۔ تخمِ وفا، وفاداری کا بیج۔ تازہ روئی، خوشحالی۔
 گردوں، شکوہ، آسمان جیسے بلند۔ بے نوا، بالکل غریب۔ منعم، دولت مند۔ بے تصنع،
 بغیر کسی بناوٹ کے۔ ولایت، ملک۔ بارلنا، موقع ملنا۔ روداد، حالت، کیفیت۔
 عہدِ برآ ہونا، کامیاب ہونا۔ دمبم، گھڑی گھڑی بشرط دستگیری، مدد دینا۔ بہارا
 دنیا، بجل، صحیح آواز۔ طوقِ منت، احسان کی رسی یا ہار۔ فلاحِ قوم، قوم کی بھلائی۔ بانی،
 سانپ کا دل۔ ذی لیاقت، قابلیت والے۔ بے چون و چرا، بغیر کسی رکاوٹ یا جھجک
 کے۔ استطاعتِ حیثیت، تاروا، ناجائز۔ اتر، شمال، ہندی سمت۔ بندیا،
 گاڑی یا چھکڑا جب دو سیلوں سے نہیں کھینچ سکتا، توان کے آگے ایک تیسرا سیل
 لگا دیتے ہیں، اُسے بندیا کہتے ہیں۔ عمود، بھرا ہوا۔ لطمہ، امواج، لہروں کے تھپرنے
 محیط، سبکیاں، بہت وسیع سمندر۔ زورق، چھوٹی کشتی۔ پیاس، شکریم۔ نفوتیت،
 قوت، مدد۔ رخت، سامان۔

مطلب :- ۱۔ اے ماہِ صفر کی دوسری تاریخ اور پیر کا دن ہم کبھی نہ بھولیں گے۔
 جس دن ہمیں خوشی حاصل ہوئی۔

۲۔ جب ہم خیر حیدرآباد آئے اور ہمیں ایک نئی دنیا نظر آئی۔

۳۔ قومی عزت جس کے لئے ہماری آنکھیں ترس رہی تھیں۔ وہ ہمیں یہاں نظر
 آنے لگی۔

۴۔ جس چیز کی تلاش میں ہم ایک عرصہ سے پھر رہے تھے۔ اس کا یہاں آکر تپہ لگا

ہے۔

۵۔ قوم کے کچھ بھکاری لوگ ہر ایک دروازے پر بھیک مانگنے کے لئے نکلے تھے۔

۶۔ ان کی پیشوائی کے لئے ملک کے بڑے بڑے ذرا پنیچے جن کی ذات پر ریاست بہارا رکھتی ہے۔

۷۔ جس پر قوم اور ملک فخر کرتے ہیں اور سلطنت کے خاص ارکان ہیں۔

۸۔ وزیر اعظم نے ہمارے ٹھہرنے کے لئے وہ جگہ دی ہے جسے دیکھ کر چین بھی اور جنت کا نظارہ بھی شرمندہ ہو جائے۔

۹۔ تم نے غریبوں کو قوم کا سفیر خیال کر کے ایسی عزت اور احترام کیا جس کا ہم شکر ادا نہیں کر سکتے۔

۱۰۔ اس سے پہلے مہمان نوازی کا ہم نے نام سنا تھا۔ لیکن یہاں آکر وہ سب کچھ دیکھ لیا ہے۔

۱۱۔ تو اب صاحب نے جو ہمارے لئے تکلف کیا ہے۔ اس سے ہماری ساری تکلیف کو بھلا دیا ہے۔

۱۲۔ ہندوستان میں دکن کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہاں پر جو چلا جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا۔

۱۳۔ غالباً دکن کی یہی مسافر نوازی ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے وطن کو بھول جاتا ہے۔

۱۴۔ دکن کے ملک کا آج وہ مالک ہے جس کے نام پر ہر ایک چھوٹا بڑا جاں دیتا ہے۔

۱۵۔ ہم تو وکٹوریہ کے آرام دہ زمانے میں چلے ہیں۔ ہم نے آرام اور تکلیف ہر ایک زمانے کی ہوا کھائی ہے۔

۱۶۔ ہمیں یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ رعایا کی کس طرح پرورش کی جاتی ہے۔ اور حکمران کس طرح رعایا میں پسندیدگی حاصل کرتے ہیں۔

- ۱۷۔ کسی طرح عوام کے دلوں کو قابو میں کرنے کے لئے جادو کرتے ہیں۔ اور وقار واری کا بیج ان کے دل میں کیسے بویا جاتا ہے؟
- ۱۸۔ اگر حاکم سے رعایا کے دل میں گھر کر لیا تو یہ سمجھ لو کہ اس نے حکمرانی کا حق ادا کر لیا۔
- ۱۹۔ وکن کے بادشاہ کی پرورش کا ثبوت یہی ہے کہ اس کی رعایا اس پر جان دیتی ہے۔
- ۲۰۔ ملک والوں سے کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ اس کی رعایا اس پر جان دیتی ہے۔

- ۲۱۔ جس طرح ہرے بھرے میدان ہم راستے میں دیکھتے آئے تھے اسی طرح مخلوق کو یہاں خوشحال پایا ہے۔
- ۲۲۔ راستے میں ہم نے بڑے بڑے پہاڑ دیکھے تھے۔ یہاں آکر اسے محل دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ (یہ اشارہ ہے اس محل کی طرف جو کہ نواب الامرا بہادر نے بلوچ حیدر آباد کے باہر جانب جنوب پہاڑ پر زرخیز صرف کر کے اپنے رہنے کے لئے بنوایا ہے اور اس کا نام قلک تمار رکھا ہے۔)
- ۲۳۔ یہاں پر سب لوگ عالموں کی سختی سے آزاد ہیں۔ غریب دولت مند سے زیادہ خوش ہے اور دولت مند غریب سے زیادہ بہتر ہے۔
- ۲۴۔ دولت مندوں میں بھی وہ خوشی اور آرام نہیں ہے جیسا کہ غریب لوگ یہاں نظر آتے ہیں۔

- ۲۵۔ یہاں پر جتنی قومیں بھی آباد ہیں۔ وہ سب بنا دٹ سے پاک صاف دل اور خوشحال ہیں۔

- ۲۶۔ ایک تہوار میں سارے لوگ شریک ہو جاتے ہیں جس کسی کے ہاں خوشی ہوتی ہے۔ سب لوگ اس میں مل جل کر حصہ لیتے ہیں۔
- ۲۷۔ حکومت نے سب کو برابر حقوق دیئے ہیں۔ ایک کو دوسرے پر کوئی بھی برائی

حاصل نہیں ہے۔

- ۲۸۔ پارسی، ہندو، مسلمان اعیانہ سب دکن کو اپنا ملک سمجھتے ہیں۔
- ۲۹۔ ہمیں اس موقع پر اور کچھ عرض کرنا تھا۔ لیکن ہم تو یہاں کی ہی تعریف کرنے لگے ہیں۔ اس جگہ کی خوبصورتی نے ہمارے دل سے اصل بات ہی بھلا دی ہے۔
- ۳۰۔ مختصر بات یہ ہے کہ جب ہمیں نظام دکن کے دربار میں حاضری کا موقع ملا تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم جاگ رہے تھے یا سو رہے تھے۔
- ۳۱۔ آصفیہ خاندان کے حکمراں تک اپنی رسائی دیکھ کر ہمیں چیونٹی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ یاد آگیا۔
- ۳۲۔ حضور نے جس محبت سے ہماری تدریس وصول کیں اگر ہم اس پر اپنی جان بھی قربان کر دیں تو کم ہے۔
- ۳۳۔ نظام دکن نے جس توجہ سے علی گڑھ کی قومی درس گاہ کے حالات سنے ہم اس کے لئے شکر گزار ہیں۔
- ۳۴۔ جب سے علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ یہ ریاست اس کی برابر مدد کرتی رہی ہے۔
- ۳۵۔ جس درخت کو لگایا گیا تھا اس کو اتنا پانی دیا کہ وہ پھل لانے لگا۔
- ۳۶۔ اب جبکہ کالج کے بانی کو ایک مشکل کا سامنا آگیا تھا تو اس ریاست نے اس کی پورے طور پر مدد کی۔
- ۳۷۔ قوم کو جس قسم کی مشکلیں تھیں وہ سب حل کر دیں۔ اور پھر اسی وجہ سے اس کی ضرورتیں پوری کر دیں۔
- ۳۸۔ علی گڑھ کالج اور اس کے دو دیوار سب آصف جاہی خاندان کے گیت کا نشی گے۔

۳۹۔ ہندوستان میں جب تک اسلام باقی ہے مسلمان آصف جاہ کے احسان تلے دبے رہیں گے۔

۴۰۔ قوم کی بھلائی کے لئے جو سر سید نے کوشش کی ہے۔ اسے ساری دیتا جاتی ہے۔

۴۱۔ لیکن اگر مملکت آصفیہ ان کی مدد نہ کرتی تو کامیاب ہوتا بہت مشکل تھا۔
۴۲۔ سر سید کا جہاز خشکی میں چلا گیا تھا تو اس ریاست سے اس کے لئے گنگا بہادی یعنی خوب دل کھول کر مدد کی۔

۴۳۔ یہ ایک روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم نے مکہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ پہنچے تو اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا۔

۴۴۔ جس طرح سانپ اپنے بل میں جا کر محفوظ ہو جاتا ہے اسی طرح مدینہ منورہ اب اسلام کی حفاظت کی جگہ بن جائے گا۔

۴۵۔ بغیر کسی تشبیہ کے عرض کر رہا ہوں کہ حیدرآباد کو بھی ہندوستان میں بالکل ایسی ہی جگہ ہے۔

۴۶۔ ہندوستان میں جتنے بھی عالم لوگ تھے۔ اس ریاست سے ان سب کو انتخاب کر کے بلا لیا ہے۔

۴۷۔ مدرسے، خانقاہیں، مزار اور مسجدیں سب جگہ کو بلا کسی جھجک کے مدد ملتی رہتی ہے۔

۴۸۔ خدا کے گھر کا حج جو ہر مسلمان پر فرض ہے ان کے لئے دکن میں آنا بھی اسی طرح ضروری ہے۔

۴۹۔ پہلے یہاں اپنی حیثیت پیدا کرنے کے لئے آنا چاہیے۔ کیونکہ بغیر حیثیت بنائے حج کو جانا بیکار ہے۔

رہ گیا ہم سے اس کو نشتریں باقی اک قصور
 درگند فرمائیں گے سرکار اس سے ہے لقمیں
 اور تو کچھ خوبیاں شاید ملیں ان میں مگر
 جھوٹ جو اشعار کا زیور زدہ ان میں نہیں

۱۳۰۹ھ میں جو راقم اور مولانا محمد شبلی نعمانی اور دیگر بزرگان قوم آنریبل
 سر سید احمد خان بہادر کے ہمراہ علیگڑھ محمدن کالج کی طرف سے بطور ڈیپوٹیشن
 کے حیدرآباد دکن میں بحضور سرکار عالی نظام حاضر ہوئے تھے۔ اس موقع پر ایک
 عام جلسہ بصدارت نواب وقار الامرا بہادر شیرباغ میں منعقد ہوا تھا جس
 میں راقم نے اور مولانا محمد شبلی اور بعض اور صاحبوں کے کچھ نظمیں سرکار عالی
 کے شکر میں پڑھی تھیں۔ جلسہ کے بعد جناب صدر انجمن نے مجھ کو اور مولانا محمد
 شبلی کو خاص طور پر ہماری نظمیں دوبارہ سننے کے لئے دولت خانہ پر طلب فرمایا
 تھا۔ وہاں اپنی نظم پڑھنے سے پہلے ہی یہ قطعہ جو اس وقت موزوں کیا گیا تھا۔
 راقم نے پڑھا تھا۔ (۱۲)

تشریح الفاظ:- بعد ازیں، اس کے بعد۔ ایسے دہر، دنیا والے۔ گ،
 کبھی کہیں۔ انگشت رکھنا، اعتراض کرنا۔

مطلب:- ۱۔ سرکار اصفیہ نے ہمیں یہاں بلا کر جو عزت دی۔ ہم پہلے تو اس
 کا شکر یہ ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد۔

۲۔ جناب کی خدمت میں ایک گزارش کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اس گزارش کی
 اجازت مل جائے تو۔

۳۔ دنیا والے جس خوبی کو شاعری سمجھتے ہیں۔ وہ لیاقت ہم میں ذرا بھی نہیں۔

۴۔ میں حضور نظام دکن کا بھی شکر یہ ادا کرنا تھا۔ اس لئے ہم نے چند ایسی
 نظمیں پڑھی ہیں۔

۵۔ اگرچہ ہم نے نظریں لکھنے کی بہت کوشش کی ہے اور اس میں اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رکھی ہے۔

۶۔ لیکن اس کوشش میں ہم سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔ امید ہے کہ آپ اسے معاف فرما دیں گے۔

۷۔ ہمارے اشعار میں اور خوبیاں تو شاید ہی ملیں۔ لیکن جھوٹ سے بالکل پاک ہیں۔

قطعہ مرتبہ ۲۰۹ امیر تقی احمد آباد

در شکر اضافہ وظیفہ یہ پیشگاہ جناب نواب آسمان جاہاد

اے مہماتِ دکن کا ذات پر تیری ملکہ
شکر اس کا کر نہیں سکتا ادا میں تیرا
پہلے ہو لیتے ہیں صد ہا مشکلوں وہ دوچار
ہے اسی پر کامیابی کا زمانے کی مدار
بے تردد۔ بے تزلزل۔ بے طلب بچہ انتظار
پائیں بے مانگیں مرادیں نئی سب امیدوار
جب تک دنیا ہے دنیا میں رکھو سر قرار

اے شیر دولتِ دین تائب شاہِ دکن
مجھ پہ فرمایا ہے جو لطف و کرم سرکار نے
جو کہ ہوتے ہیں جہاں میں پہرہ در مقصود سے
کوئی دنیا میں نہیں ہوتی بغیر اس کے فتوح
پر بلا مقصود جب حالی کو اس در سے ملا
قدردانی گزرتا ہے میں یونہی ہو جا کے عام
یا سب اس سرکار کو ہے جس عالم فیضیاب

تشریح الفاظ۔ مہمات، اہم کام، فتوح، آمدنی، کامیابی۔ بے تردد، بغیر فکر کے۔
بے تزلزل، بغیر دلیل ہوئے۔

مطلب ۱۔ ۱۔ اے شاہِ دکن کے نائبِ ایماں کے خاص کاموں کا تیری ذات پر دار و مدار ہے۔

۲۔ میرے اوپر جو خاص عنایت فرمائی ہے میں اس کا شکر یہ آسانی سے ادا نہیں کر سکتا۔

۳۔ جو لوگ اپنے کام میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں پہلے بہت سی مشکلیں اٹھانی پڑتی ہیں۔

۴۔ کیونکہ دنیا میں اسکے بغیر کامیابی ہی نہیں ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ دنیا کا دستور ہی یہ ہے۔

۵۔ لیکن حاکمی کو اپنے مقصد میں اس جگہ سے کامیابی بغیر کسی رکاوٹ، ذلالت کے بغیر مانگے اور یہ کسی انتظار کے حاصل ہوئی ہے۔

۶۔ اگر دنیا میں اس طرح قدر دانی ہونے لگے تو بہت سے امیدوار اپنی امیدیں حاصل کرنے لگیں گے۔

۷۔ اے پالنے والے خدا اس حکومت سے دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے جب تک دنیا آباد ہے اسے بھی قائم رکھیو!

ترکیب بند مرتبہ ۱۸۹۱ء مطابق ۱۳۰۹ھ

جو محمد بن ایجوکیشنل کانفرنس کے چھٹے اجلاس میں بمقام علیگڑھ پڑھا گیا

تو نے رکھا ہم کو یاں فقر و غنا کے درمیاں
پرنہ اتنی عمدہ و احساپہ جو گزرے گراں

شکر اس نعمت کا یارب کر سکے کیونکر زباں
جب بے بھوکے تو کبھی نوتے ان دنان خورش

پرنہ ایسا ہو صراحی جسکی یاروں سے نہاں
 پرنہ ایسا جسکو حسرت سے تکیس خرد و کلاں
 پرنہ ایسے۔ ٹوٹنے سے جنکو ہر خوف زیاں
 پرنہ ایسا جس کے اٹھنا ہو طبیعت پر گراں
 پرنہ ایسے ہو تعلق جن سے مثل جسم و جاں
 جن سے گرد نہ بھاگنے کا اور نہ گرنے کا گماں
 کو سدا راہ جن کا اور نہ خندق اور کنواں
 پرنہ ایسی تخت فرعون کا ہو جس پر گماں
 پرنہ اتنا ہو نگہبانی میں جس کی ہم جاں
 پرنہ ایسی جس سے ہوں محسوس انا گراں
 تاکہ تیری نعمتوں کی قدسہ تو ہم پر عیاں
 تاکہ کھو ہمیشہ نہ ہم ان راحتوں کو راہ گراں

جب کئے پیاسے تو بخشا آبِ شیریں اور خنک
 ڈھا کتنا چاہا بدن جب۔ تو دیا تو نے لباس
 کھانے پینے کو کئے برتن ہمیں تو نے عطا
 سونے اور آرا کر کے کو دیا بستر ہمیں
 لہنے سہنے کو دینے گھر تو نے ہم کو ہر جگہ
 آگے جانے کو دینے دوپاؤں یا تو نے ہمیں
 راہ اور بے راہ یکساں جن کو ہنگام حرام
 کی سواری بھی عطا اکثر جو پیش آیا سفر
 ہم ذرا وقت ضرور ہم کو تو دیتا رہا
 آبرو تو نے ہمیں دنیا میں دی اور امتیاز
 نعمتیں اکثر ہمیں بعد از مشقت آنے دیں
 راحتیں اکثر ہمیں آئیں تکلیفوں کے بعد

وقت پر کرتا رہا بارانِ رحمت سے نہاں
 قحط اور طوفان دونوں سے بچا یا بال بال

اس نظم میں متوسط درجہ کے لوگوں کی حالت کو نکھرا اور انہی دونوں کی حالت
 سے بہتر تیار کیا ہے۔ متوسطین سے لوگ مراد ہیں جنہوں نے اپنی ذالی کوشش اور سادگی پر
 سے دولت عزت نیکنامی یا علم و فضل میں اپنی پہلی حالت سے ترقی کر کے اپنے ہمسر و میں
 امتیاز حاصل کیا ہو۔ اپنی درجہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنی پست حالت سے آگے بڑھنا
 نہیں چاہتے یا چاہتے ہیں مگر وہ نہیں بڑھ سکتے۔ اعلیٰ درجہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو دولت
 اور عزت کے لحاظ سے ایک ممتاز حالت میں پیدا ہوئے مگر اس حالت سے ترقی

کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اور نیز اس حالت میں قائم رہنے کی فکر اور اس سے تنزل کرنے کا کچھ افسردہ نہیں کرتے۔

تشریح الفاظ:- فقر، فقیری، غنا، دولت مند، نان، روٹی، ناخوش، روٹی اور سالن، احتیاء، آنتیں، گراں، ناگواری، حسرت سے تنگنا، خواہش کرنا۔ ہنگام خرام، چلتے وقت۔ سدراہ، راستہ کی رکاوٹ، ہم جان، جان کا خوف، محسوس، حسد کرنے کا باعث، رایگاں، بیکار، ہمال، خوش۔

مطلب:- ۱-۱-۱-۱ سے پالنے والے زبان اس ہیرانی کا شکریہ ادا کرے کہ تو نے ہمیں فقیری اور امیری کے درمیان رکھا ہے۔

۲- جب بھوک لگی تو تو نے روٹی سالن دے دیا۔ وہ بھی اتنا کہ معدہ کو سقیم کرنے میں وقت نہ ہو۔

۳- جب پیاس لگی تو ٹھنڈا پانی پی لیا۔ لیکن وہ راجی دوسروں سے چھپا کر رکھے کی ضرورت نہیں پڑی۔

۴- جب بدن کو ڈھانکا جا رہا۔ نوکیرے دیرینے۔ لیکن وہ ایسے عمدہ نہیں تھے کہ دوسرے بھی پتہ کی خواہش کریں۔

۵- تو نے ہمیں کھانے پینے کے لئے برتن بھی دیئے۔ لیکن وہ بھی اسے سارے کہ ان کے ٹوٹنے سے رنج نہ ہو۔

۶- سونے اور آرام کرنے کو ایسا استر دیا جس سے اٹھنا ناگوار محسوس نہیں ہوتا۔

۷- ہم ہر جگہ اسے گھر میں رہتے رہے کہ ان میں ہماری جان انگ کر نہیں رہ گئی۔

۸- چلنے پھرنے کے لئے دوپہر دینے تاکہ کہیں بھاگ بھی نہ جائیں۔

۹- ہمارے پیروں کے لئے چلتے وقت ہر چیز بنا رہے۔ چاہے آگے کنواں

یا خندق یا پہاڑ کچھ بھی کیوں نہ آجائے۔

۱۰۔ جب کبھی سفر کا موقع ملا تو سواری بھی مل گئی۔ لیکن اس میں بیٹھ کر فرعون جیسا خیال پیدا نہیں ہوا۔

۱۱۔ ضرورت پڑنے پر دوسرے بیٹے بھی دیتا رہا۔ لیکن اتنا نہیں کہ اس کی حفاظت کے لئے دل پر خوف چھایا رہے۔

۱۲۔ تو نے ہمیں عزت بھی دی۔ لیکن ایسی کا اس پر دوسرے ساتھیوں کو حسد نہ ہو۔

۱۳۔ محنت کرنے کے بعد تو نے انعام بھی دیئے تاکہ ہم تیری نعمتوں کی قدحیاں جا لیں۔

۱۴۔ تکلیفوں کے بعد آرام بھی ملا تاکہ ہم اس آرام کو ضائع نہ کریں۔

۱۵۔ جب بھی ضرورت پڑی، خدا کی رحمت ہمیں خوش کرتی رہی۔ اور غلط اور طوفان

میں بھی ہمیں بچا کر رکھا۔

(۲)

اخذرا من فقر و ناداری سے سو بار الخذر
چاپلوسی جا کے کرتے میں سفیہوں کی فقیر
وزن میں علم و فضیلت جنگی بہم سنگ گوہ
فقر و حاجت میں ہوا لٹا کو جب صبر و شکیب
بھیک منگوائے جو اٹھلوائے یہ چوری کرا سے
ہو سکے محتاج سے طاعت نہ یاد اللہ کی
گم زیاں آلودہ اس کی شکوہ تقدیر سے
گو نخیلوں کی مذمت پر کبھی آجائے وہ
انگلے زہرا تاکہ ہو جائے مذاق بزم تلخ

لوٹری جاتے ہیں جی بکا بد دولت شیر نر
تاکسوں کے ناز بھی جاتے ہیں اہل ہنر
وہ سبک گردانہ شرابی سے آتے ہیں نظر
پھر نہیں کوئی برادر فقر و حاجت بتر
پن گنوائے آبر و کھوئے پھر لے در پیر
لے سکے محتاج جو روکا نہ بچوں کی خیر
اور کبھی بوجھیا اس کی آسمان پیر یہ
ہو نہ سب و تم سے سیری آئے دو دو پیر
کھولدے غیبت کا دفتر اہل دولت کی اگر

گہو بائے عام کی مانگے دُعا اللہ سے
 اور کبھی چاہے کہ ہو دنیا میں کوئی انفلا
 بے طلاؤ اسکی دنیا اور مذہب اس کا دیں
 رات اس کی حسرت آگیں اور دن اندوگیں
 گو کہ بڈز فقر سے یارب نہ تھی کوئی بلا
 تا کہ دولت مند بھی کچھ دن رہیں آسیدہ گر
 تا کہ ہو جائیں بلندا اور پست رب زبرد
 خوفناک اس کا ارادہ نیتا سکی تر خطر
 شام اس کی پر محوست اور نوم اسکی سحر
 تھا بگتر روت میں اسکی بھی زیادہ شور شر
 فقرتے تو نے بچا یا یہ بھی کم نعمت نہیں
 پر نہ دی ثروت سو اس کے شکر کی طاقت نہیں

تشریح الفاظ:- الحذر، خدا بچائے۔ چا پلوسی، خوشامد۔ سفیہ، بیوقوف۔ رذل،
 کینے۔ ناکس، نالائق۔ ہمنگ، برابر۔ سبک تر، زیادہ ہلکے۔ دانہ خردل، رات سے
 ہلکا دانہ شکیب، صبر۔ تر، زیادہ بُری۔ پت گنوائے، عزت ختم کر دے۔ زبان
 آلودہ، زبان سے شکایت ہو رہی ہے۔ یو چھاڑ، اعتراض۔ رب و شتم، برا بھلا
 کہنا۔ سیری، تسلی۔ آسیدہ گر، پریشان۔ بے حلاوت، بے مزہ۔ تذبذب، ڈالوا ڈول،
 ڈھلے پھلے۔ حسرت آگیں، افسوس سے بھری ہوئی۔ اندوگیں، رنج سے بھری
 ہوئی۔ پر محوست، بہت زیادہ منحوس۔ شوم، بھیل۔

مطلب:- ۱۔ اے میرے خدا! اس غریب اور ناداری سے تو بچاؤ۔ جس کی
 وجہ سے بڑے بڑے بہادر بھی لومڑی کی طرح ڈر پوک بن جاتے ہیں۔
 ۲۔ وہ فقیر اور نیک لوگ نالائقوں کی جا کر خوشامد کرتے ہیں اور غریبوں کو
 بہت ہی نکتے لوگوں کے نخرے اٹھاتے ہیں۔

۳۔ ان کی نظریں علم و فضل ایک تھم کی طرح ہے اور ان کی نظریں عالم کی
 حیثیت رات کے دانے کے برابر ہوتی ہے۔

۴۔ جب ضرورت کے وقت انسان میں صبر و شکر نہ ہو تو اس کی حالت سے زیادہ بری کوئی حالت نہیں۔

۵۔ کیونکہ غریبی ایک ایسی بلا ہے کہ وہ بھیک مانگنے، جوا کھیلنے، چوری کرنے، عزت گنوانے اور در بدر پھرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

۶۔ محتاج اور ضرورتمند آدمی خدا کی عبادت بھی نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی بیوی بچوں کا گزارہ کر سکتا ہے۔

۷۔ کبھی وہ اپنی تقدیر کی شکایت کرنے لگتا ہے اور کبھی آسمان کو برا بھلا کہنے لگتا ہے۔

۸۔ اگر وہ کنجوسوں کی بُرائی شروع کرتا ہے تو وہ اتنی بُرائیاں بیان کرتا ہے کہ سننے والے اکتا جاتے ہیں۔

۹۔ اگر وہ بُرائی کرنے پر آمادہ ہو جائے تو بُرائی ہی کرتا رہتا ہے اور طنز پر آمادہ ہے تو اس قدر طنز کرتا ہے کہ اہل محفل سکدہ ہو جاتے ہیں۔

۱۰۔ کبھی وہ خدا سے عا۔ بیماریوں کی دُعا مانگتا ہے۔ تاکہ دولت مند لوگ کچھ دنوں تک ڈرتے رہیں۔

۱۱۔ کبھی انقلاب ایسا چاہتا ہے کہ بڑے اور چھوٹے سب ایک ہی جیسے بن جائیں۔

۱۲۔ اس کی زندگی میں کوئی مٹھا س تمس ہوتی۔ اور اس کا ایمان بھی دھمیل لہن ہوتا ہے۔ اس کے ارادے بڑے خوفناک اور اس کی نیت بڑی خطرناک ہوتی ہے۔

۱۳۔ اس کے رات دن بڑے ہی رنج والے اور ناامید گزرتے ہیں۔ اس کی شام و صبح بھی منحوس ہی ہوتی ہے۔

۱۴۔ اگرچہ اسے پالنے والے با فقرا اور غریبی سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں تھی۔

لیکن وہ دولت مندوں میں اس سے بھی زیادہ شرارتیں اور برائیاں ہیں۔
۱۵۔ تیرا یہ انعام ہے کہ تو نے مغربی سے بچا لیا۔ لیکن اس بات کا بھی ہزار ہزار
بار شکر ہے کہ تو نے دولت مند بھی نہیں بنایا۔

(۳۷)

اس مگر آزمائش کی تھی بہت مشکل سنبھال
ڈھیر ہے یارو در کا دیکھنے پننگا جسمیں فال
جس طرح خیبات نفسانی کو پھر کا تلبے مال
نفس انسان میں اثر بالفرض ہے کوئی کمال
اور ہو کے سدا آدمی سے آدمیت کجہ فصلی
کر دینا سکے لئے سیال و دولت کجہ حلال
آگے ثروت دیکھے پر واسطے اسکے نکال
مغز میں جس طرح دیوانے کے گونا گوں خیال
چیونٹیوں میں ایک کے گریا نکالے پرو بال
خواہشوں میں اس طرح جگر اڑھو ہے بال بال
ہو گئی فرزند و ذن پر زندگی اس کی و بال
پھر نہیں گنجینہ تقارون کچھ آگے اس کے مال
ہے سمندر بھی اسکی پیاس کا بھنا محال
جس قدر ثروت میں ہے خوار پانا اعتدال

نشرہ دولت سے کھتا پھر پوش میں آنا محال
نفس اتارہ اور اس پہ پھڑپھڑاں و جاہ کی
باوہر آگ کو اس طرح پھر کا تلبے نہیں
مغز کزنا اور پچانا مال و دولت کجہ پس
ور نہ مال و جاہ و کست کجہ جواں آیا قدم
عقل کھتراتی ہے ہوا فعال انسان پر حرام
فقر میں تھا نفس و دن نامہ جس میں پرواز سے
خواہشیں یوں نفس میں اریہ ایم پر کجہ لکس
آپ کو کتنے لگا بالا نرا زانیاں کجہ جنس
مسرت نزد جو جسے کجہ کجہ جواں میں گھرا
نہایت ہی طبع و ذی گمر کجہ کجہ کجہ کی طرف
اور اگر کجہ کجہ اس کے سر پر چڑھ گیا اسراف کا
تو کجہ کجہ طبعیت پر گمراہ مستفائے حرص
یاڑہ پر تلوار کی چلنا نہیں شاق اس قدر

گلشن دولت کے ہوں اتنا گور مٹھے بھی انگر
دیکھ اسے رو باہ نفس دون خندان سے حذر

تشریح الفاظ :- مے برد آزما، انسان کو آزمانے والی شراب۔ بادھڑا تیز
 آندھی۔ جا دو کمنت، عزت اور دولت۔ سلب، چھین جانا، خصال، عادتیں۔ نفس
 دوں، کمینی خواہشیں۔ گونا گوں، قسم قسم کے۔ مسرف، بے زور، غریب اور مفسول
 خرچ۔ طبع دانی، کمینی طبیعت، خست، کمخوسی۔ استقائے حرص، اللوم کی بیماری۔

پاس اعتدال، درمیانہ روی کا خیال رکھنا۔ رویاہ، لومڑی۔

۱۔ دولت کے نشہ سے پھر پوش میں آتا بہت مشکل تھا۔ کیونکہ انسان کا
 امتحان لینے والی اس شراب کو سنبھالنا بہت مشکل ہے۔

۲۔ نفس خواہشات کی زیادتی اور مال و دولت میں اضافہ میں ایسی بات ہے۔

جیسے یارو میں پتنگا ڈال دیں تو آگ لگنے لگے۔

۳۔ تیز آندھی آگ کو اتنا نہیں بھڑکاتی جتنی تیزی سے مال دولت، جذبات کو

بھڑکاتے ہیں۔

۴۔ اگر انسان کی خواہشوں میں کوئی بڑی خواہش ہے تو وہ اپنی دولت کو صحیح

طور پر چھپا کر رکھنا ہے۔

۵۔ ورنہ جب مال عزت اور غرور سے اکثر کیا تو آدمی کی تمام عادتیں غائب ہو جاتی ہیں۔

۶۔ عقل جن باتوں کو حرام قرار دیتی ہے۔ وہ آدمی کے لئے جائز ہو جاتی ہے۔

۷۔ غریبی میں کمینہ نفس پابندیوں کی وجہ سے مجبور تھا۔ دولت اس کو بالکل آزاد

کر دیتی ہے۔

۸۔ دولت پانے کے بعد نفس میں اس طرح خواہشوں کا اضافہ ہونے لگتا

ہے۔ جیسے کسی پاگل کے دماغ میں قسم قسم کے خیالات آیا کرتے ہیں۔

۹۔ پھر وہ اپنے آپ کو قوم اور عوام سے بڑا سمجھنے لگتا ہے۔ جیسے چیونٹی کے

پر نکل آتے ہیں تو وہ آسمان پر اڑنے لگتی ہے۔

۱۰۔ جس طرح غریب فضول خرچ آدمی قرض خواہوں میں گھرا رہتا ہے۔ اس طرح اس کا بدن خواہشوں میں جکڑا رہتا ہے۔

۱۱۔ اگر اس کی طبیعت میں لالچ آگیا تو سمندر حاصل کر لینے کے بعد بھی حرص ختم نہیں ہو سکتی۔

۱۲۔ اگر وہ شخص فضول خرچ بن گیا تو پھر قارئین کا خزانہ بھی اس کے لئے مٹوٹی

جہ۔

۱۳۔ اگر اس کی طبیعت میں کنجوسی آگئی تو پھر اس کے بچوں اور بیوی کی زندگی بھی وبال بن جاتی ہے۔

۱۴۔ تلوار کی دھار پر چلتا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا دولت پالنے کے بعد بھی اغذال سے رہنا مشکل ہے۔

۱۵۔ اگر دولت کے چین کے انگور بیٹھے بھی ہوں۔ تو بھی اسے خواہش نفسانی ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(۴)

فقر کی ذلت اور ثروت کے فتنے سے بری
یہ جو ہے بزرخ میاں مکنت و دستا
مانگنے ہیں ہم ضرر دوزخ سے اور جنت سے بھی
منزل اعراف سو بار ایسی جنت سے بھی
ہیں ادھر کھڑا اور پڑھائی ہے ادھر البرز کی
ہیں حسد اور کبر کے امراض مہلک سے بری
دیکھ کر ادنیٰ کو کر لیتے ہیں اپنی دل وہی

ہے عجب دنیا میں نعمت و رسانی زندگی
چین ہے دنیا میں گر کچھ تو اسی حالت میں ہے
فقر ثروت فی المثل ہوں دوزخ اور جنت اگر
وخل شیطان کلہو جس میں ایسی جنت کو سلام
اس کھن منزل میں ہے بیابانی اک بے خطر
رکھتے ہیں فقر و غنا میں جو کہ حالت بین بین
اپنے سے اعلیٰ کی حالت پر اگر آتا ہے رشک

سن ہو جاتے ہیں سیدھے وہ بڑوں کا فخر و ناز
 لذت فقر و غنا دونوں سے ہیں وہ آشنا
 جو گذرتی ہے گدرا پر اس سے ہیں وہ باخبر
 امتحاں دولت کے بھی ہیں کچھ نہ کچھ جھیلے ہوئے
 اس لئے جو یہ دیکھتے ہیں عسرتِ ابنائے جنس
 اور نہیں کرتے زبانِ طعن بباردی سے وا
 مست کی بے اختیار تاشنگی مخمور کی
 جنت اور دوزخ ہے سب اعرافیوں پر جلوہ گر
 گذرم اور زقوم دونوں ان کے ہیں پیش نظر

تشریح الفاظ :- برزخ، درمیانی حالت، میان، کنت، دوامندی، دست
 تھی، خالی ہاتھ، غریبی، منزلِ اعراف، حیات اور دوزخ کے درمیان کی جگہ۔ البرزخ
 ایک پہاڑ کا نام۔ بین بین، درمیانی حالت، خنا، آدمی، شخص، عسرت، غریبی، از خود
 رفتگی، اپنے ہوش میں نہ رہنا، مخمور، نشہ کی حالت میں، قوم، دوزخ میں کڑوی
 اور نہ ہر ملی غذا جو کھانے کو ملے گی۔

مطلب :- ۱۔ درمیانی زندگی میں عجیب نعمت ہے جو غریبی کی ذلت اور
 دوامندی کی شرارت سے خالی ہے۔

۲۔ دنیا میں فقط اسی حالت میں سکون رہتا ہے۔ یہ درمیانی حالت غریبت
 اور دوامندی سے آزاد ہے۔

۳۔ اگر غریبی اور امیری حقیقت میں حیات اور دوزخ ہوں تو ہم ایسی حیات
 اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔

۴۔ اسی جنت میں شیطان کا ہاتھ ہو۔ ہمیں نہیں چاہیے ایسی جنت سے تو اعراف کی ہی بہتر ہے۔

۵۔ اس مشکل راستے میں یہی ایک سخت مقام ہے۔ ایک طرف غار ہے تو دوسری طرف ایک دم اونچائی ہے۔

۶۔ فقیری اور دولت مندی میں جو لوگ درمیانی حالت قائم رکھتے ہیں۔ وہ حسد اور غرور بالکل نہیں کرتے۔

۷۔ اپنے سے اچھے کی حالت پر اگر شک آتا ہے تو اپنے سے خراب حال کو دیکھ کر اپنی تسلی کر لیتے ہیں۔

۸۔ اگر کبھی آدمی جھوٹوں سے مل کر بہک جائے کہ میں ایسا کیوں نہیں تو وہ بڑوں کا غرور سن کر بالکل سیدھے ہو جاتے ہیں۔

۹۔ فقیری اور دولت دونوں کے مزے اسے حاصل ہیں۔ دولت مندوں میں وہ فقیر ہے اور فقروں میں وہ دولت مند بن جاتا ہے۔

۱۰۔ فقیر پر جو حالت گزرتی ہے اس سے وہ بالکل ناواقف ہیں۔ کیونکہ ایسی حالت ان پر بھی کبھی کبھی گزر چکی ہے۔

۱۱۔ امیری کے ٹھاٹ سے بھی تھوڑی بہت آشنائی ہے۔ کیونکہ اس شراب کے ہر گھونٹ میں نشہ بھرا ہوا ہوتا ہے۔

۱۲۔ اس لئے جب اس کے ساتھ غریب دیکھتے ہیں تو ہمدردی میں ان کی طبیعت بہت بھین ہو جاتی ہے۔

۱۳۔ جب وہ کسی دولت مند کو زیادہ نشہ میں مست دیکھتے ہیں تو ان کی زبان پر طعنے اور برائی نہیں ہوتی۔

۱۴۔ شرابی کی یہ موشی اور نشہ باز کی پیاس اور خواہش انہیں سب پورے طور پر

معلوم ہوتی ہیں۔

۱۵۔ جو لوگ حجت اور دوزخ کے درمیان رہتے ہیں۔ انہیں سب کچھ معلوم ہو گیا ہے کہ گنہم کیا چیز ہے۔ اور قوم کیسی بری غذا ہے۔

(۵)

دل توانا اور قوی یا روئی ہمت ان کے ہے
مشکل کثیر انہیں قوم کی ہوتی ہیں حل
ہے انہیں قوم سے جو ہے گرمی ہنکامہ آج
ہے جہاں دولت ہی میں لفظ دولت کے کھیل
ہاتھ میں نکلے ہیں جتنے عقل و دانش کے کام
ہیں گداؤں کے وسیلے اور شاہوں کے مشر
آدمیت کھتے ہیں ان سے سب چھوٹے بڑے
یہ نہ ہوں تو علم کی پوچھے نہ کوئی بات یاں
پاؤگے انہیں طیب انہیں ادیب انہیں خطیب
پاؤگے ان میں ہندس پاؤگے ان میں حکیم
کرتے ہیں خلاق ادنیٰ اور اعلیٰ ان سے اخذ
ان میں قوموں کے میں صلح انہیں ملکوں کے کیل
پھونکتے ہیں صلح قومیت یہی افراد میں

منتظم ہر قوم و ملت کی جماعت ان کے ہے
بہاؤیوں کا بازوؤں کی طاقت ان کے ہے
ساری قومی مجلسوں کی زینت ان کے ہے
ملک کی دولت میں جو خیر و برکت ان کے ہے
عقل و دانش میں جن ملکوں کی شہرت ان کے ہے
شاہوں یا ہوں گداؤں کی قوت ان کے ہے
نوع انسان میں نقائے آدمیت ان کے ہے
دوق بازار میں علم و حکمت ان کے ہے
ہے اگر انسان کو حیوان پر نصیحت ان کے ہے
آدمی مصداق رحمانی ملاقا ان کے ہے
آدمی سب میں مگر انسان عبارت ان کے ہے
آبرو قوموں کی اور ملکوں کی عزت ان کے ہے
ہے جہاں قوموں میں بیکرتگی و وحدت ان کے ہے

دم سے ہے والیتہ ان کے قوم کا سارا نظام
یہ اگر بگڑے تو سمجھو قوم کا بگڑا نظام

تشریح الفاظ۔ کفیل، مدر کرنے والا مہندس، علم حساب جانتے والے،
ریاضی دان، مصداقِ رحمانی، خدا کے قول کے مطابق۔

مطلب: ۱۔ دل میں طاقت اور دستوں میں ہمت اسی درمیانہ طبقے سے
حاصل ہے اور جماعت کا انتظام انہیں کے ہاتھ میں ہے۔

۲۔ قوم کی مشکلیں ہی لوگ حل کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں کو مدد بھی دیتے ہیں۔

۳۔ محفصوں کی رونق انہیں کے دم سے ہے اور قومی مجلسوں کی رونق بھی انہیں

کی وجہ سے ہے۔

۴۔ جس جگہ دولت موجود ہے اس کو فراہم کرنے والے بھی ہی لوگ ہیں۔ اور ملک
کی دولت میں ترقی بھی انہیں کی وجہ سے قائم ہے۔

۵۔ تمام مصلحتوں کے کام ان کے ہاتھ میں ہی رہتے ہیں اور مصلحتوں کے
محافظوں کی شہرت انہیں کی وجہ سے قائم ہے۔

۶۔ وہ غریبوں کی مدد کرنے والے ہیں اور دولت مندوں کو مشورہ دیتے ہیں
بادشاہوں اور فقیروں دونوں کو ان ہی سے مدد ملتی ہے۔

۷۔ چھوٹے بڑے سب انہیں سے اذیت سیکھتے ہیں اور انسانی تہ انہیں کے
ذریعہ سے قائم ہے۔

۸۔ اگر یہ لوگ نہ ہوں تو علم کی ترقی نہ ہو سکے، علم و حکمت کے بازار میں
بھی انہیں کے دم سے رونق ہے۔

۹۔ ادیب، طبیب، خطیب ہر قسم کے لوگ ان میں موجود ہیں! انسان
کو حیوان پر جو بڑائی حاصل ہے۔ وہ انہیں کی وجہ سے ہے۔

۱۰۔ ریاضی دان اور حکیم بھی انہیں میں ہیں۔ غرض آدمی خدا کا نائب انہیں

کی وجہ سے کہلاتا ہے۔

۱۱۔ بڑے چھوٹے سب لوگ انہیں سے اچھی عادتیں سیکھتے ہیں۔ آدمی تو سب لوگ ہیں لیکن یہ انسان ہیں۔

۱۲۔ قوم کی اصلاح کر کے والے اور اس کے وکیل بھی ان میں ہی ہیں اور قوموں کی عزت اور ملکوں کی ترقی انہیں کی وجہ سے قائم ہے۔

۱۳۔ لوگوں میں قومی زندگی کا سبق بھی پیدا کرتے ہیں قوموں میں اتحاد اور ایک انہیں کی وجہ سے قائم ہے۔

۱۴۔ قوم کی تربیت انہیں کی وجہ سے قائم ہے۔ اگر یہ بگڑ جائیں تو ساری قوم ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔

(۶)

میں مفاہد گر دویش ان کے فراہم سر سیر ہے نہیں بھی شرم سے دان پچھ کے رہنا مگر بھر اور تنہا بیچ میں ہے بال سے باریک تر اکا جان منشی و غفلت ہے اور کبر و بطر وہ جو اڑنے کیلئے حق نے دیئے تھے بال و پر جس میں بھٹیں جاتی ہے مکتی شہد مٹھا بنا کر رہ سیر یہ طبقہ والا موسیٰ بھی راہ سیر سب کی سڑتی ہے انہیں کورت زیا ویر لفظ تاکہ زمانوں کی طرح ہو زندگی انکی لیسر ان میں ہر گداں ہے دیوانہ دار انھوں پر کیونکہ اسکے ضعف ہے انکی قوت کو ضرر

گر نہ ہو ہر حال میں ان کی مصالح پر نظر کھینکتی جس طرح تیس رامتوں میں زیاں گھاٹیاں فقر و غنا کی ان کے ہیں دونوں طرف ایک جانب سستی فطرت اور دوسری تہمتی جھک کر گرا سطر تو مفت کھوٹھے نہیں ڈھل گئے گرا اس طرف تو اس بلایں جس گرتے رکتیں اللہ کی اس قوم پر جس قوم میں میں معطل اغنیا اور بے نوا لوتاہ دست جو قوی ان کو ملے ہیں کام میں لایا نہیں فرض میں جو ان کے ذمہ خالق اور مخلوق کے قوم ہو گرناتواں تو لفقویت بخشیں اسے

گو نجاتِ انساں کو مکروہاتِ دنیا نہیں
 کا دنیا میں سنوارے ہیں جنہوں نے قوم کے
 سارے بھگتائے بھی بائیں ہاتھ سے دنیا کے کام
 جن سے جتنا گوشت باخن چھٹانا ہے مگر
 تھے نکتوں سے وہ مکروہات ہیں آلودہ تر
 اور دائیں ہاتھ میں قوم کی کرتے تھے سر
 جس طرح اس انجن کے رکن آگے ہیں تمام
 قوم کی خاطر ہزاروں چھوڑ کر دنیا کے کام

تشریح الفاظ: مصالح، اہم ضرورتیں، مفاسد، میراثیاں۔ دونوں ہمتی، کمیثہ
 پتہ، کبر و بظرف ہمتی، غرور۔ رہ سپر، راستہ کی ڈھال۔ منظر، بے کار یا اٹھوں
 پیر، چوبیس گھنٹے، ایک پیر میں تین گھنٹے ہوتے ہیں۔

مطلب: ۱۔ یہ لوگ اگر ہر وقت خاص باتوں پر نظر نہ رکھیں تو اس کے چاروں
 طرف تو بہت سی مصیبتیں گھری ہوئی ہوتی ہیں۔

۲۔ جس طرح تیس راستوں میں زبان گھری ہوئی ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ لوگ شہر شہر
 اور برائی سے بچ کر رہتے ہیں۔

۳۔ ان کے دونوں طرف امیری اور فقیری ہوتی ہے اور دیوانی راستہ بہت کھٹنی ہوتا ہے۔

۴۔ ایک طرف پستی ہوتی ہے اور دوسری طرف کمیثہ پن۔ ایک طرف مستی ہے اور دوسری طرف

غرور۔

۵۔ اگر ایک طرف جھک گئے تو سب کچھ کھو بیٹھے جس طرح کھٹی شہدیں مٹھاس
 کے لالچ میں پھنس جاتی ہے۔

۶۔ اس قوم کا عجیب حال ہے۔ برائی کی طرف راغب ہو گئی تو اس طرح جیسے

شہدیں کھٹی پھنس جاتی ہے۔

۷۔ اس قوم پر اللہ کی برکتیں نازل ہوتی ہیں جس میں اس قسم کے لوگ مصیبتوں کو

روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۸۔ دولت مند تو بیکار ہیں اور غریب لوگ مجبور ہیں۔ اس لئے سب لوگ انہیں پر نظر لگائے رہتے ہیں۔

۹۔ ان لوگوں کو جو صلاحیت ملی ہے جیسا کہ اسے کام میں لانے میں تو ان کی زندگی آرام سے گزرنے لگتی ہے۔

۱۰۔ پیدا کرنے والے اور اس کی مخلوق کے ان کے ذمہ جو کچھ بھی کام ہیں۔ رات دن یہ انہیں میں لگے رہتے ہیں۔

۱۱۔ اگر قوم کمزور ہے تو اسے ملنا وقت عطا کرتے ہیں کیونکہ قوم کے کمزور ہو جانے سے یہ خود بھی کمزور ہو جاتے ہیں۔

۱۲۔ مگر چنانچہ انسان دنیا کے کاموں میں ایسا پھنسا رہتا ہے کہ ان سے نکلنا بہت مشکل ہے اور تاخیر سے گوشت ہمیں چھڑایا جاسکتا۔

۱۳۔ جن لوگوں نے قوم کو ترقی کی طرف بڑھایا ہے۔ وہ لوگ فقیروں میں گھرے رہتے تھے۔

۱۴۔ اگلے ہاتھ سے دنیا کے سارے کام انجام دیتے تھے اور سیدھے ہاتھ سے قوم کے بڑے بڑے کام انجام دیا کرتے تھے۔

۱۵۔ جس طرح اس انجن کے تمام ممبر قوم کی خاطر اپنے تمام ضروری کام چھوڑ کر آئے ہیں۔

(ک)

قوم کو ہے اس کی وہ جہالت ہے ہی جس جان آتی ہے مردوں میں وہ طاقت ہے ہی
اتفاق قوم ہے اقبال دولت کی دلیل رانی کو کرتی ہے تو پریت وہ قوت ہے ہی

قوم جس دولت کی بھوک ہے وہ دولت سبھی
 فائدہ کو کرتی ہے جو خرمن وہ برکت ہے ہی
 راحتیں جس کی طفیلی ہیں وہ رحمت سبھی
 ملتے ہیں جس کی بدولت دل وہ ملت سبھی
 جس سے کل چلتی ہے دنیا کی وہ حرکت سبھی
 جو کہ کھواتی ہے خادم کو وہ خدمت سبھی
 ملک میں عزت سبب رہنے کی صورت سبھی
 جو کبھی برہم نہیں ہوتی وہ صحبت سبھی
 جزرے افزوں ہے جس کا وہ جوت سبھی
 ڈر نہیں اس کا کہ خود قانون قدرت سبھی
 طینت عالم میں خاصیت ولایت ہے یہی
 جو خروتی ہے کثرت کی وہ قلت سبھی
 کچھ ابال آیا تو ہے اس میں غنیمت سبھی

انجن ہے قوم کی ہنگامہ شاد کی نہیں
 ایک دن کا کام کچھ روم کی آبادی نہیں

مال دولت نامبارک ہے نہ ہو گرا اتفاق
 یاں کیل ایک ہے شہر اور ملک کا نام مقام
 رایگاں جائیگا یا روں کا نہ یہ رنج سفر
 فرد فر داتے ہیں جو جاتے ہیں یاں سے مجتمع
 تم ہمارے کام آؤ ہم تمہارے کام آئیں
 قوم کی خدمت میں ہے مضمحل بوسیت کی شان
 قوم کی ذلت کو سمجھیں ذلت اپنی سب عزیز
 سال بھر رہتا ہے نقش اس انجن کا یادگار
 کر رہا ہے قوم کے سر کل کو یہ جمع وسیع
 اتفاقا گر کبھی ہو جائے یہ ہنگامہ سرد
 ہے کبھی افراط یا راں اور کبھی ہے قحط آب
 کال ہے گرا اس برس تو ہے سماں اگلے برس
 دیک تو پکتے ہی یہ پکے گی دھیمی آج میں

تشریح الفاظ:- بریت، پیار، طفیلی، ساتھ آئے والی، مضمحل، پوشیدہ، رپوشیت،
 خدا کے پالنے کی شان، جزر، گھٹنا، مذہب، رخصت، رحمت، والپی، طینت عالم، سرشت
 ولایت، امانت، دنیا کی عادت۔

مطلب :- ۱۔ قوم جس جماعت سے امیدیں رکھتی ہے وہ یہی لوگ ہیں اور مردوں
 میں بھی جن سے زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے وہ بھی یہی لوگ ہیں۔

- ۲۔ قوم میں اتفاق ہونا اس کی ترقی کا ثبوت ہے۔ جو لوگ رائی کو پہاڑ کی طرح بلند کر دیتے ہیں۔ وہ بھی یہی لوگ ہیں۔
- ۳۔ اگر آپس میں اتفاق نہیں ہے تو مال و دولت بیکار ہے کیونکہ قوم کو جس چیز کی بھوک ہوتی ہے۔ وہ تو اتفاق ہی ہے۔
- ۴۔ یہاں ہر ایک شخص ایک ایک شہر اور ملک کی نمائندگی کر رہا ہے۔ ایک ایک دانہ جیب ڈھیر بن جاتا ہے تو اتفاق سے ہی بنتا ہے۔
- ۵۔ دوستوں کا سفر بے کار نہیں جائے گا۔ جس چیز کے ذریعہ آرام ملتا ہے وہ اتفاق ہی ہے۔
- ۶۔ لوگ ایک ایک کر کے آتے ہیں لیکن یہاں سے قوم بن کر جاتے ہیں۔ وہ قوم یہی ہے۔ جس کے ذریعہ دلوں میں اتفاق پیدا ہوتا ہے۔
- ۷۔ دنیا کا دستور ہے کہ سب ایک دوسرے کے کام آئیں کیونکہ دنیا کی مشین اتفاق ہی ذریعے چلتی ہے۔
- ۸۔ قوم کی خدمت کرنے میں خدا کی شان ربانی نظر آتی ہے۔ اتفاق پیدا کرنے سے ہی لوگ آدمی کی پوجا کرنے لگتے ہیں۔
- ۹۔ ملک میں عزت سے رہنے کی صرف ایک ہی شکل ہے کہ سب کی ذلت کو اپنی ذلت سمجھیں۔
- ۱۰۔ اس انجمن کے جلسہ کا اثر سارے سال دل پر قائم رہتا ہے اس لئے یہ مجلس کبھی منتشر نہیں ہوتی۔
- ۱۱۔ قوم کے دائرے کو یہ لوگ وسیع کر رہے ہیں۔ بربادی کے بعد جو ترقی ہو رہی ہے۔ یہ بہت بہتر ہے۔
- ۱۲۔ اگر کبھی اتفاق سے یہ منگامہ ٹھنڈا پڑ جائے تو کوئی بات نہیں۔ کیونکہ قدرت

کا اصول یہی ہے۔

۱۳۔ کبھی بارش زیادہ ہو جاتی ہے اور کبھی قحط پڑ جاتا ہے۔ قدرت نے دنیا کی طبیعت میں یہ بات ضرور رکھی ہے۔

۱۴۔ اگر ایک سال قحط ہے تو دوسرے سال فضل اچھی ہوتی ہے۔ جو لوگ بہتری کا پتہ دیتے ہیں وہ یہی لوگ ہوتے ہیں۔

۱۵۔ قوم کی یہ دیگ تو بہت دھیمی آتش میں پکے گی ابھی تو اس میں صرف تھوڑا سا جوش آنا شروع ہوا ہے۔

۱۶۔ آخر یہ قوم کی انجمن ہے کسی شادی کی محفل نہیں ہے۔ روم ایک دن میں نہیں بنا۔ بنتے بنتے آباد ہوا تھا۔

مسند مرثیہ ۱۰۱۰ ہجری

مرثیہ جناب حکیم محمود خاں رحیم دہلوی

۱۔ اے جہاں آباد اے اسلام کے دارالعوام | اے کہ تھی علم و شہر کی تیرے اک عالم میں مصوم
تھے سرور تجھ میں اتنے جتنے گردوں پر نجوم تھا ادا تیرا جاری ہند سے ناشام و روم

تیرے دیتا تھا لقب تجھ کو جہاں آباد کا

نام روشن تجھ سے تھا غرناطہ و بغداد کا

تیری طبیعت میں لیت تھا مذاق علم و دین | جیسے آئی تجھ میں تھے عالم نہ تھے ایسے کہیں

بند میں جو تھا کثرت تھا وہ تیرا خوشہ حسین | تھی حدت شیرازے پاگت تیری سرزمین

تھا لفقہ بھی سلم تیری خاک پاک کا
سہمی وقت تھا اتنا ایک یقینہ اس خاک کا

شاڈونا اور تھا تصوف میں کوئی تیرا نظیر ۳ آج کل کا تیرے تھا گویا تصوف بے خمیر
تیرے کھنڈوں میں پڑے سوتے ہیں وہ مہر و شیر تھا بھی انوار سے جن کے زمانہ مستنیر

آج جس دولت کا بازار جہاں میں کال ہے

تیرا قبرستان اُس دولت کا مال ہے

طب میں گویا نیا نوں کا ہے آگے تھا قدم ۴ آن کر اُس نے لیا تھا دوسرا تجھ میں جنم
جب کہ تو آباد تھا دنیا میں اے باغِ اریم بھرنے تھے تیرے اطبا بھی مسیحا کی کا دم

ہند میں جاری تھی سے طبِ یونانی ہوئی

شہر شہر اس جنس کی یاں بچھ سے از دانی ہوئی

ظاک سے اٹھے ہیں تیری جیسے جیسے نکتہ ور ۵ ایک جہاں شیوا بیانی ہے ان کی باخبر
راس بھی آب و ہوا تیری سخن کو جس قدر سرو کو ہو گی نہ راس اتنی ہوائے غافل

حُسن صورت میں اگر ضرب المثل نو شاؤ تھا

حُسن معنی تیرا حصہ اے جہاں آباد تھا

لیکے ساتھ اسلام نکلا تھا عرب سے جو علوم ۶ جن میں تھی اسلامیوں کی چار علوم میں مصوم
دولت و اقبال کا جتک رہا تجھ میں نجوم کھینچوں تیری پر آتے تھے ان کے نجوم نجوم

آئی گلشن میں نہ تیرے بھول کر فصل حزاں

تیری سرحد میں رہا ہر علم و دانش کا سماں

جس طرح تھا فصل و دانش میں تر مشہور نام ۷ کھنڈوں میں بھی پر و تیرے جمہورِ انام
آدمیت سکھنے آتے تھے تجھ سے خاص مقام شہری بدوی تیری تقلید کرتے تھے مدام

رم میں آئین میں اوضاع میں اطوار میں

طرز میں انداز میں رفتار میں گفتار میں

رہ گیا باہر سے اگر جو کہ تجھ میں چند سال ۸ دھل گئے پکے میں گویا اسکے عاوا اور خصال

اگر بن جاتا تھا یا نقصاً انسان کا کمال تیرے پر چھاویں سے معنی بنکے جاتے تھے سنبھال

آتے ہی انسان کی کایا لٹ جاتی تھی یاں

چاروں میں ادبی صورت نکل آتی تھی یاں

تیرا نمورہ تھا اک عالم میں مرجع اور آب ۹ آن کر لیتے تھے یاں خشکے جہاں کے انتخاب

بیتے تھے اطراف آرزو کے تجھ میں شیخ و شاہ کھریا تھا تیری آبادی نے ملکوں کو خراب

جگھٹا تھا تجھ میں ترک و فرس و روم و زنگ کا

دستہ تھا گویا کہ تو گلہائے زنگار زنگ کا

لیکن آخر طبع دوراں کا ہے جیسے اقتضا ۱۰ ہر ترقی کی ہے حد ہر ابتدا کی انتہا

جب کہ دورہ اپنا تو دنیا میں پورا کر چکا وقت اے جان جہاں تیرا بھی آخر لگا

گردش افلاک کے ہونے لگے تجھ پر بھی وار

تیرے گلشن سے بھی کوچ آخر لگی کرنے بہار

تجھ پر اے دار الخلافت افلاک آنے لگے ۱۱ غیب سے تجھ کو تباہی کے خطاب آنے لگے

طالع مشفق کے پیغام عطا آنے لگے تیرہ بختی کے نظریاروں کو خواب آنے لگے

دولت و اقبال کا بندھنے لگا رخت سفر

تجھ سے اے دارالعلوم اکھٹے لگا علم و نثر

ہو گئے تیرے محدث راہی دارالسلام ۱۲ کر گئے دنیا سے سلطنت تیرے مفتی اور امام

ہو گیا رخصت جہاں سے تیرا جاہ و احترام رفته رفتہ ہو گئی سب صاحبی تیری تمام

مجلسیں برہم ہوئیں زیر وزیر دیواں ہوئے

خالقا میں بے چراغ اور مدرسے ویراں ہوئے

چل دیئے نوبت بہ نوبت تیرے شاعر اور ادیب ۱۳ مٹ گئی تیری طبابت چھٹ گئے تیرے طبیب

جاگ جاگ آخر سردا کو سو گئے تیرے نصیب اس گلستاں سے نہ اٹھے پھر صدائے عندلیب

جن کو کھو بیٹھے نظیر ان کا نہ پایا پھر کہیں
 جو گیا۔ اس کا کوئی قائم مقام آیا نہ پھر
 کر گئے اخلاق اور آداب سب تجھ سے سفر ۱۴ گر گیا نظروں سے تیرا سب حلال مجاہد و فر
 جبر گئے تاج شرف سے تیرے لعل و گہر تجھ کو اسے دار التخلات کھا گئی کس کی نظر
 علم ہے باقی نہ اب دولت ہے تیرے پاس وہ
 اے گلِ شرمِ تیری کیا ہوئی بو باس وہ
 دورِ آخر میں کہ تیرا تیل تھا سب دل چکا ۱۵ بخت بختے تھا کچھ اک لٹنے سنبھالا سالیبا
 خاک کے یا تیری پھر اگلے وہ لعل بے بہا جن سے سخن ہو گیا کچھ دن کو نام اسلا کا
 عہدِ ماضی کا سماں آنکھوں میں سب کی چھا گیا
 خواب جو بھولا ہوا مدت کا تھا یاد آ گیا
 جاہ و مکننت قوم کی گو تج میں کچھ باقی نہ تھی ۱۶ پر نہ کی عرض ہنر میں تو نے اب بھی کو تہی
 اس بزرگی سے گذاری تیرھویں تو نے صدی پھر گئی آنکھوں میں پھر تصویر دور اکبری
 علم دین و شعر و حکمت طب و تاریخ و نجوم
 ڈال دی پھر اپنی تو نے چار سو ہنر میں دھوم
 ملک میں ہر سو وہی پھر بول بالا تھا ترا ۱۷ تھا جہاں علم و ہنر گوروں کا پالا تھا ترا
 تھی جہاں کچھ رشتی وہ سب اجالا تھا ترا پھر جو دیکھا غور سے وہ اک سنبھالا تھا ترا
 چاند نکلا تھا گن سے جو وہ پھر گنسا گیا
 چار دن کی چاندنی تھی پھر اندھیرا چھا گیا
 علم والے علم کے دریا بہا کر چل دیئے ۱۸ داعضان قوم سوتوں کو جگا کر چل دیئے
 کچھ غنور تھے کہ سمر اپنا دکھا کر چل دیئے کچھ مسیحا تھے کہ مر وداں کو جلا کر چل دیئے
 ایک تختہ رہ گیا تھا تیری ٹوٹی ناؤ کا

لے گئی سیل فنا اس کو بھی لے دتی بہا
 جا چکی تھی مجھ سے گولے شہر عظمت قوم کی ۱۹ ہوجکی تھی آبرو مدت رخصت قوم کی
 پر سچے اک محمود خاں کے دم سے تھی پت قوم کی اٹھ گیا وہ بھی جہاں سے آہ قسمت قوم کی
 کیا دکھا کر اب دلائے گا سلف کو یاد تو
 ناز اب کس پر کریگا اے جہاں آباد تو
 تجھ میں ہے دلی اکوئی ایسا قبول جہاں؟ ۲۰ نازش دار الخلافت مرجع ہندوستان
 ہند سے لے تا عرب کشمیر سے تا انڈیاں سچہ سچہ کی زیاں پر نام ہے جس کا رواں
 نیم جانوں کا مسیحا اور غمبوں کا طبیب
 خود حکیموں کا معالج اور طبیبوں کا طبیب
 بے کوئی اب تجھ میں سر وایا کیا ہے زماں؟ ۲۱ واقعات زندگی کر دیے گراں کے سیاں
 منجھیں کہ افسانہ ناواقف اسے اور واسطہ ہے تعجب خیر الحق سیرت محمود خاں
 یادہ اک جوہر الگ تھا جوہر انسان سے
 یا نکلتے اب نہیں ایسے جوہر کاں سے
 اس کا تھا دیوان خانہ ملک کا دارالشفاء ۲۲ خلق کا دن رات رہتا تھا جہاں تانتا بندھا
 مفت بیماریوں کو اس کے در سے ملتی تھی دوا فکر نہ رہا نہ کا تھا ان کو نہ شکرانہ کا تھا
 اسکا ستفتا سے جھک جاتا تھا سر مغرور کا
 اور عداوت سے کنول جاتا تھا کھل مزدور کا
 بے حقیقت اس نے سمجھا مال و دولت کو سدا ۲۳ تھے برابر اس کے نزدیک غنیا اور بینوا
 گو طبیب اور ڈاکٹر تھے شہر میں بے انتہا کوئی مفلس کا نہ تھا پر سان حال اسکے سوا
 کرتے ہیں جو دعویٰ ہمدردی نوع بشر
 اس نے باطل کر دیئے تھے ان کے دعویٰ سرسیر

طبِ مسلمانوں کی لی اُس کی میمائی نے تھا ۲۴ ورنہ اب تک اس کی ترکی ہو چکی ہوتی تمام
دوقِ طبِ جدید اور اسپہِ میل و خاصِ عام در سگاہوں اور دواخانوں کا اسکے انتظام

دیکھ کر تھا اک زمانہ اُس کی خوبی کا مقرر
طبِ یونانی گئی تھی خلق کی نظروں سے گر

سرجنوں کے دیکھ دیکھ آلات و اعمال و جیل ۲۵ آگیا تھا رائے میں زور و اعتقادوں کے دخل
دیں مگر اس کی میمائی نے سب لائیں بدل طبِ یونانی گئی کچھ دن کو پھر گر کر سب عمل

سلطنت اور عقل تھی جس قوم کی بہت فترا

ایک طاقت اس کے حملوں سے ہوئی ہندیرا

گو کہ جاتے تھے شفاخانوں میں خاص تمام سب ۲۶ پر الجھ جاتے تھے سخت امراض میں بیمار جب
خلق کا پھر بلجا و ماوی اُسی کا تھا مطب اسکے بیماروں کو گویا یوس ہوں یا جلالِ طب

سو تدبیر و معالج کی خطا کا ڈرنہ تھا

موت کا ڈر تھا مگر مہلک دوا کا ڈرنہ تھا

رکھتے ہیں آلات پر سرجن بھروسہ جس قدر ۲۷ کرتے ہیں معلوم جو جوان سے امرانی بشر
وہ بتا دیتا تھا سب کچھ رکھ کے انگلی نبض پر اس کی اک انگلی پہ تھے قربان سو تھر یا مٹر

نارسانہیں دور بینیں اہل صنعت کی جہاں

جانہ نہ تھی تھی نگاہِ دور میں اس کی وہاں

شہر کے سببے وزن پر درجواں خرد و کلاں ۲۸ تھے قوی پشت اسے ایسے جیسے نشیہ سے مکاں
جس کو نسنمہ دیدیا لکھ کر وہ یہ سمجھا کہ ہاں زندگانی کے ابھی کچھ آہدن باقی میں یاں

گو کہ ماتم ملک میں ہے اس کا ہر سواج کل

پر گئی اے شہر تیری جان ہی گویا نکل

کیا عجب پیدا ہوں پھر ایسے طبیب اور چارہ گر ۲۹ جو کہ تشخیصِ مرض میں رکھتے ہوں غائر نظر

خلق کو تکمیل میں لے کر آئے اور تدریجاً ہر شہر میں ہوں مرجع کل ملک میں ہوں نامور

جمع ہوں محمود خاں کے ذات میں آنکی کمال

ہے یہ سب ممکن مگر محمود خاں ملنا محال

راستی اور راستبازی اس کی تھی فریب المثل ۳۰ اسکے کاموں میں ریاضی اور شراکتوں میں دغل

امتحان کے وقت جب تھا نظم عالم میں ظلم

کھوٹے سانس لہج میں نکلا وہ خالص اس طرح

آگ میں تپا کر رہا ہے کتدرج جس طرح

وہ زمانہ جبکہ تھا دلی میں اک محشر بیا ۳۱ نفسی نفسی کا تھا جو چاروں طرف غل پڑا

اپنے اپنے حال میں چھوٹا بڑا تھا مبتلا

موجزن تھا جبکہ دریائے عتاب ذوالجلال

باغیوں کے ظلم کا دنیا یہ نازل تھا وبال

دیکھ کر یاروں کو جب آنکھیں چرا جاتے تھے یار ۳۲ ساتھ دنیا تھا کسی کا موت ہونا دو چار

یار سے یار آشنا سے آشنا تھے شرمسار

آگ تھی اک مشتعل ایسی کہ تھا جس سے خطر

جل نہ جائیں اسکے شعلے سے کہیں رخسک نر

ہو رہا تھا جبکہ کھوٹے اور کھرے کا امتحان ۳۳ کر رہا تھا اپنے جو ہر خاک کا پتلا عیاں

لیک جانے تھی اگر خندق تو آگ جانے کتہاں

راہ روگردا میں تھے اور راہ پر خوف و خطر

اس سے دکھلایا کہ یوں چلتے سیدھی راہ پر

جرم و بے جرم میں تھا جا کموں کو اشتباہ ۳۴ عدل تھا مجرم کا دشمن اور بیری کا غدر خواہ

مجرموں کے جرم پر دیواروں پر تھے سب گواہ

پر نہ تھا کوئی شیخ ان کا کہ جو تھے بے گناہ

ایسے نازک وقت میں مردانگی جو اس نے کی
اہل انصاف اس کو بھولے ہیں نہ بھولنے کے کبھی

بالیقین جن خبروں کو اُس نے سمجھا بے خطا ۳۵ مارشل لاء میں موتوں کی گولہ ہی کا دیا
جین سے بیٹھانہ جینکے ہو گیا اک اک رہا جو کہ تھے نادار کی ان کی اعانت بر ملا

زرد یا کھانا دیا کپڑا دیا بستر دیا

بے ٹھکانوں کو ٹھکانے گھروں کو گھر دیا

تھکے جھگڑوں میں کبھی پڑنے کی جس کی خونہ تھی ۳۶ دی گواہی جس نے گزرتی جھوٹی یا سچی نہ تھی
جس نے صورت تک عدالت کی کبھی دیکھی نہ تھی ہاتھ جسے جس بیڑوں کی آنایت کے ہی نہ تھی

بیگنا ہوں کے لئے وہ رات دن جکڑ میں تھا

پانوں اک اُس کا عدالت میں تھا اور اک گھر میں تھا

جبکہ عتقا تھی دیانت میں اینا، الزماں ۳۷ تھی امانت جس کی اُس کے پاس ہلکی یا گراں
خوف میں پاس اپنے لکھا اُس کو مثلِ پاسبان کی حوالے الکووں کے جب ہوا امن و امان

ایک عالم تاخدا ترسی میں پیباک تھا

اس کا دامن تھا کہ ہر دھبتے سے بالکل کہتا

وضع داری میں نہ تھا اُس کا زمانہ میں بدل ۳۸ وضع میں اُسکی تغیر تھا نہ عادت میں خلل
وقت کی تاثیر کا اُس پر نہ چلتا تھا عمل انقلابِ دہر کی زد سے گیا تھا وہ تھکل

اسکے آگے ان نئے سانگوں کی کچھ ہستی نہ تھی

اُس پہ چلتی کچھ زمانہ کی زبردستی نہ تھی

کی تھی جو بچپن سے طرزِ زندگی اختیاری ۳۹ اُس میں فرق آیا نہ وقت و کہیں زینہ پار
کوہِ راسخ کی طرح تھا ایک حالت پر قرار وضع اس کی جو کہ تھی وضعِ سلف کی یاد کا

قوم کے از یاد رفتہ خواب کی تعبیر تھی

عہدِ عالم گیر اکبر شاہ کی تصویر تھی
سر یہ دنیا کے علاقے کا تھا گویا رگراں ۴۰ پیر اک حالت میں ہلکی پھول سی رہتی تھی جاں
پابگل دنیا میں پر دنیا کے غم سے برکراں رنج ہو یا ہو خوشی جیسا کہ دیکھو شاہاں

ظاہر اپنا بند تھا دنیا کی رسم و راہ کا

دل مگر پایا تھا ایسا جیسا اہل اللہ کا

منقبض اسکو نہ مکروہات میں پایا کبھی ۴۱ غم سے دنیا کی نہ پیشانی پہ بل لایا کبھی
دل کسی یاد مخالف سے نہ کم لایا کبھی تلخی دوراں سے چتون پر نہ میل آیا کبھی

کسی سیر دار المہن میں نرم عشرت کی طرح

عمر کاٹی دوزخِ دنیا میں جنت کی طرح

مٹ گئی افسوس کی ایسی سلفت کی یادگار ۴۲ قوم میں جسکی مثال آئندہ کم دکھیں گے یار
گل کھلائی نئے گلشن میں اب باد پہاڑ رنگ ہو گا جن میں لیکن بو تہ ہو گی زینہاڑ

کرتے ہیں جیاں حوادث کی نظر انجام پر

قوم میں اک ہم کو ستا سنا سنا ہے نظر

اکس زبانہ تھا کہ تھا ہم سے موافق روزگار ۴۳ اہل علم و فضل و دانش کا نہ تھا ہم میں شمار
ایسے حاصل خیز دنیا میں نہ ہونگے کشت زار جیسے مروج خیز تھے اسلام کے شہر و دیار

مزنا تھا کامل تو کامل تر نظر آتا تھا یاں

سورج آتا تھا نکل جب چاند چھپتا تھا یاں

یا رب پی پی ہم میں نوبتِ فحط الرجال ۴۴ ایک اٹھ جاتا ہے نیا سے اگر صاب کمال
دوسری ملتیں نہیں دنیا میں پھر اس کی مثال ذاتِ باری کی طرح گویا کہ تھا وہ بے مثال

ظاہر اب وقتِ آخر ہے ہماری قوم کا

مرثیہ ہے ایک کا اب نوم ساری قوم کا

ستے ہیں حالی سخن میں تھی بہت دست کمی ۴۵ تھیں سخنور کیلئے چاروں طرف راہیں کھلی
باتاں کوئی بیاں کرتا تھا حسن عشق کی اور تصوف کا سخن میں رنگ بھرتا تھا کوئی

گاہ غزلیں لکھ کے دل یاروں کے گراتے تھے لوگ

گر قصیدے پڑھ کے خلعت اہلے پاتے تھے لوگ

پہلی ہم کو مجالِ نغمہ اس محفل میں کم ۴۶ راگنی نے وقت کی لینے دیا ہم کو نہ دم
نالہ و فریاد کا ٹوٹا کہیں جا کر نہ سم کوئی بیاں کہیں ترا نہ چھوڑنے پائے نہ ہم

سینہ کو بی میں رہے جب تک کہ دم میں دم رہا

ہم رہے اور قوم کے اقبال کا ماتم رہا

تشریح الفاظ:۔ جہاں آباد، دہلی، دارالعلوم، علم کا گھر۔ دھوم، شہرت۔ گردوں،
آسمان۔ آفاضہ، فیض، بخشش۔ غرناطہ و بوزارد، اسلامی سلطنت کے مشہور شہر عراق
اور اسپین میں۔ امی، ان پڑھ۔ تحدت خیز، علمِ حدیث کے عالم پیدا کرنے والی سرزمین۔
تفقہ، علم فقہ، مسئلے اور مسائل کا علم۔ بیہقی، علم فقہ کا سب سے بڑا عالم۔ آب و گل،
پانی اور مٹی۔ بہر منیر، چمکنے والا سجد۔ مستنیر۔ لہذا فی، ازانی، استاپن۔ شیوہ

بیانی، تقریر کا سلیقہ۔ ہوائے غافلہ، ہمرقند کے قریب زمین کا ایک علاقہ بیاں کا سرو
خوبی اور زیبائی اور اتمی میں مشہور ہے۔ نوشاد اور خلیج، ترکستان کے دو مشہور شہر
جہاں بہت حسین لوگ پیدا ہوتے تھے۔ جمہورِ اناام، عام لوگ۔ بدوی، دیہاتی لوگ۔
دام، ہمیشہ۔ سقال، معمولی موتی یا بڑے۔ آب، واپس آنے کی جگہ۔ طالع مشفق،
محبت کرنے والی قسمت تیرہ بجتی، نحوست، بد نصیبی، جادو۔ احتشام، شان و
شوکت۔ نوبت نبوت، آگے بچھے عبداللہ، بلبل، نظیر ثانی، مثال۔ قائم مقام،
نائب۔ جلال و جاہ و فراشان و شوکت۔ تاج شرف، عزت کا تاج۔ گل پر مردہ،

مرجھایا ہوا پھول۔ بوباس، خوشبو۔ اسلاف، بزرگ۔ سیل فنا، ڈیو دینے والا سیلا۔
پت، پتہ۔ عزت الحق، خدا کی قسم۔ دارالشفاء، ہسپتال۔ مقرر، اقرار کرنے والا۔ آلتا،
اوزار۔ اعمال، حرکتیں۔ جیل، بہانے۔ زود اعتقاد، جلدی یقین کرنے والے بخلل،
خرابی۔ چارہ گر، علاج کرنے والے۔ تمار نظر، گہری نظر۔ دغل، دھوکا۔ راستیاز،
سچے لوگ۔ ٹھیک نکل جانا، حالت خراب ہو جانا۔ نفا نفسی، اپنی خیر منانا۔ عتاب،
سختی۔ آنکھیں چرانا، نظریں پھیر لینا۔ شرمسار، شرمندہ۔ دگدا، تذبذب، ڈھیل
یقینی کی حالت۔ اشتباہ، شبہ۔ اعانت، مدد۔ بر ملا، کھل کر۔ خنقا، نایاب۔ دبا،
ایمانداری۔ بین این الزماں، لوگوں کے درمیان۔ ناخدا ترسی، خدا سے نہ ڈرنا۔ وقت
والپسین مرتے وقت۔ راسخ، مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والا۔ از یاد رفتہ،
جو بات ذہن سے اتر گئی ہو۔ علائق، رشتہ، تعلقات۔ پابہ کلی، پھنسا ہوا۔ برکراں،
یا لکل آزاد، متقیض، رنجیدہ، غصہ میں۔ جیون، پیشانی۔ دارالمحن، رنج کا گھر۔
حوادث، حادثہ کی جمع۔ واقعات کشت زار، زمین کے ٹکڑے۔ قحط الرجال، اچھے
لوگوں کی کمی۔ مجال نغمہ، راگ سنانے کا موقع۔ سم، راگ کا انداز، بھاؤ۔
مطلب۔ بندہ۔ ۱۔ اے دہلی! اے اسلام کی یونیورسٹی! تیرے علوم کی سب جگہ
شہرت تھی شہر میں اتنے ہنرمند رہتے تھے، جتنے آسمان پر ستارے ہیں۔ تیری بخشش
ہندوستان سے روم اور شام تک جاری تھی۔ تجھے جہاں آباد کا لقب بہت چھا لگتا
تھا۔ اور غزناطہ و بغداد کا نام تیری وجہ سے روشن ہو گیا ہے۔
۲۔ علم اور مذہب کی ترقی تیری وجہ سے قائم تھی۔ دلی میں ان پڑھ جیسے تھے۔
اسے دوسری جگہ عالم بھی نہیں تھے۔ تمام ہندوستان کے علم حدیث جاننے والے
وہاں سے ہی فیض حاصل کرتے تھے۔ اور دلی کی زمین محرت پیدا کرتی رہتی تھی۔ علم فقہ بھی
یہاں کا مستند تھا۔ اس زمانے کا ایک ایک نقیبہ مہتمی کی طرح عالم تھا۔

۳۔ تصوف میں دلی کی مثال کہیں نہیں تھی۔ یعنی یہاں کی پانی اور مٹی میں بھی یہی تاثیر تھی۔ وہ جھکنے والے سورج اب کھنڈروں میں پڑے سو رہے ہیں۔ کبھی ان سے ساری دنیا روشن ہوا کرتی تھی۔ آج کل جس دولت کی اس دنیا میں کمی ہے وہ اچھی طرح قبرستانوں میں نظر آ رہی ہے۔

۴۔ یونان کے حکما، علم طب میں بہت آگے تھے۔ لیکن یہ علم دہلی میں دوبارہ پیدا ہو گیا۔ اے دنیا کی جنت کے باغ جب تو ہرا بھرا تھا تو تیرے طبیب مسیحا جیسے کھٹے۔ اس ملک میں طب کا رواج ان کی وجہ سے ہی ہوا۔ اور ہر شہر میں اس علم کی ترقی ہونے لگی۔

۵۔ اس زمین میں جیسے عالم پیدا ہوئے ہیں جن کی تقریروں کو سارا زمانہ جانتا ہے۔ تیری آب و ہوا شاعری کو بہت موافق آتی تھی۔ ایسی موافقت سرو کو عاتق میں بھی نہیں تھی۔ اگر نوشاد میں بڑے بڑے حسین پیدا ہوتے تھے۔ تو معنوی حسن دلی کے حصہ میں آیا تھا۔

۶۔ عرب سے جو علوم اسلام کی بدولت آئے جن کی وجہ سے مسلمانوں کی ساری دنیا میں شہرت تھی۔ جب تک دلی کا اقبال بلند رہا۔ وہ سب علوم ترقی کرتے رہے۔ اس چمن میں کبھی بھی خزاں نہیں آئی۔ اور ہر قسم کے علم کا اس جگہ حریر پارہا۔

۷۔ جس طرح علم و فن میں دلی کی شہرت تھی۔ اسی طرح اس جگہ کے لوگ تمدن بھی

اعلیٰ تھے جھوٹے بڑے سب ان سے انسانیت سیکھتے تھے۔ شہری اور دیہاتی

سب دلی والوں کی نقل کرتے تھے۔ رسم و رواج، قاعدہ اور دستور، اوضاع و

اطوار، طرز و انداز، چال ڈھال، ہر بات میں دلی کی نقل کی جاتی تھی۔

۸۔ دلی میں جو باہر سے چند سال آکر رہ گیا۔ اس کی عادتیں بالکل ویسی ہی

ہو گئیں۔ انسان کی خوبیاں یہاں آکر عیب معلوم ہونے لگتی تھیں۔ جہاں دلی کا اثر

ہوا۔ وہ ایک قیمتی موتی بن گیا۔ یہاں آتے ہی انسان کی حالت بدل جاتی ہے۔ اور چار دن ہیں اس کی شکل اور نکل آتی ہے۔

۹۔ تیری شہرت ساری دنیا میں ایسی تھی کہ سب لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔ اور دنیا کے مشہور لوگ یہاں آکر بس رہ جاتے تھے۔ بڑے بڑے بزرگ لوگ یہیں آکر رہتے تھے۔ دلی کی شہرت نے بہت سے ملکوں کو خالی کر دیا تھا۔ اس جگہ ترک، فارس، روم اور انگلستان ہر جگہ سے قسم قسم کے لوگ آکر رہنے لگے تھے۔

۱۰۔ لیکن جیسا کہ دنیا کی طبیعت اور اس کے مزاج کا علم ہے کہ ہر ترقی کی ایک انتہا بھی ہوتی ہے۔ جب دنیا میں دلی کی ترقی کی انتہا ہو گئی۔ تو پھر اس کے زوال کا بھی وقت آگیا۔ آسمان اس پر انقلاب لانے لگا۔ اور اس جگہ سے بہار کا رنگ ہلکا ہونے لگا۔

۱۱۔ اے راجہ مہالی! تجھے مٹایا جانے لگا۔ اور یہ تیرے لگے کہ اب، تو تباہ ہو جائے گی۔ مہربان تقدیر بیدار لگی اور لوگوں کو نظر آنے لگا کہ اب دن بڑے آگے ہیں۔ دلی سے دولت اور عزت ختم ہونے لگی اب علم و فضل یہاں سے ختم ہونے لگا۔

۱۲۔ تیرے اندر جو کثرت رہتے تھے۔ ان کا انتقال ہو گیا اور بڑے بڑے حقیقی اور ناماچل بسے تیری شان و شوکت بھی رخصت ہو گئی۔ اور آہستہ آہستہ تیری حیثیت ہی کم ہو کے رہ گئی۔ بڑے بڑے محل گر گئے۔ مجلسیں ختم ہو کر رہ گئیں۔ خانقاہیں، مدرسہ اور ہر جگہ ویران ہو کر رہ گئی۔

۱۳۔ تیرے شاعر اور ادیب باری باری مر گئے تیری طبابت ختم ہو گئی اور سائے حکیم چلے گئے۔ اے دلی! ہوشیار ہو جا۔ اب تو تیری قسمت ہی سو گئی ہے۔ کیونکہ اس چمن سے اب بیل کی آواز کہاں آئے گی جو تیریں کھودیں ان کی مثال اب کہاں ہے۔ اور جو چلا گیا اس کا قائم مقام اب کہاں سے آئے گا۔

۱۴۔ اخلاق اور آداب رب ختم ہو گئے تیری شان و شوکت بھی لوگوں کی نظروں سے گر گئی علم اور زولت تیرے پاس کچھ بھی نہ رہا۔ اے مرجھائے ہوئے پھول! تیری وہ خوشبو کہاں چلی گئی؟

۱۵۔ آخری دور میں جب تیری ترقی کا سارا زور ختم ہو چکا تھا۔ تو بھتے بھتے ہی سنبھل گئی تھی۔ اور اس مٹی نے پھر قیمتی لعل اگل دیئے تھے جن کی وجہ سے لوگوں کا نام مشہور ہو گیا تھا۔ اور ماضی کا زمانہ آنکھوں میں سما گیا تھا۔ اور ایسا معلوم ہونے لگا تھا۔ جیسے کوئی بھولا ہوا خواب ہے جو یاد آ گیا ہے۔

۱۶۔ اگرچہ قوم کی شان تیرے اندر باقی نہیں رہی تھی لیکن تونے ہنرمندی دکھانے میں اب بھی کمی نہ کی تیرے صیوس صدی بہت اچھی گذری کہ اکبری زمانے کی یاد تازہ ہو گئی، علم، مذہب، شاعری، طب، حکمت، تاریخ، علوم، نجوم۔ ہر چیز کی ساری دنیا میں شہرت ہو گئی۔

۱۷۔ سارے ملک میں تیری شہرت پھر ویسی ہی ہو گئی تھی۔ ساری دنیا میں علم و ہنر کی ترقی تیری وجہ سے ہی ہوئی تھی۔ ہر جگہ تیری ہی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن جب ہم نے سوچا تو یہ معلوم ہوا کہ تونے سینما لایا ہے۔ جو چاند گن سے گہنا کر نکلا تھا۔ اسے دوبارہ ایسا گہن لگا کہ چاروں کے لئے جو روشنی ہوئی تھی۔ پھر بالکل ہی اندھیرا ہو گیا۔

۱۸۔ عالموں نے علم کے دریا بہا دیئے اور واعظوں نے قوم کو زندہ کر دیا۔ اور شاہ لوگ اپنا جادو دکھا کر چلے گئے۔ اور طبیبوں نے مردوں کو زندہ کر کے دکھا دیا۔ تیری توٹی ہوئی کشتی کا صرف ایک تختہ اتفاق سے باقی رہ گیا تھا۔ آخر موت کے سیلاب نے اسے ختم کر کے رکھ دیا۔

۱۹۔ اے شہرا! اگرچہ قوم کی عزت اب باقی نہیں رہی تھی۔ اور قوم کی آبرو ٹٹ چکی تھی لیکن محمود خان کی وجہ سے تھوڑی سی شرم باقی تھی۔ افسوس آج وہ بھی ہم سے رخصت ہو گیا۔

اب تو بزرگوں کو کیا منہ دکھا سکے گا اور کس پر ناز کر سکے گا۔

۲۰۔ اے دہلی! اب ایسا مقبول اور پسندیدہ کوئی شخص موجود ہے کہ جس پر دارا سلطنت فخر کر سکے۔ ہندوستان سے لے کر عرب تک، کشمیر سے لے کر تکالیف جس کی زبان پر صرف محمود خان کا نام ہی رٹا ہوا ہو۔ جو مرتے ہوؤں کو زندہ کرنے والا اور حکیموں کو بھی حکمت بتانے والا تھا۔

۲۱۔ تیرے اندر ایسا کوئی سیر و اور سمجھدار موجود ہے۔ ذرا اس کے حالات تو سارے ناواقف لوگ تو فقط اس کو ایک کہانی ہی سمجھیں گے۔ خدا کی قسم محمود خاں کی سیرت بہت ہی حیران کرنے والی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عام آدمیوں سے الگ ایک انسان تھا۔ اب ایسے ہیرے کان سے نہیں نکلتے۔

۲۲۔ اس کا دیوان خانہ ایک ملک اور اسپتال نظر آتا تھا۔ جہاں لوگوں کی بھڑ لگی رہتی ہے وہاں سے بیماروں کو دوامفت ملتی تھی۔ اور وہ کسی قسم کا نذرانہ لینے سے بھی بے نیاز تھا۔ اس کے استفتا کو دیکھ کر بڑے بڑے لوگ جھک جاتے تھے۔ اور جب وہ غریبوں پر مہربانی کرتا تھا تو ان کے دل کی کلی کھل جاتی تھی۔

۲۳۔ اس نے مال و دولت کو بالکل ہی بے کار سمجھا۔ اس کے نزدیک دو لقمہ اور غریب یا لکل ایسے جیسے تھے۔ اگرچہ اس شہر میں ڈاکٹر اور حکیم اور بھی بہت سے تھے۔ لیکن خبر گیری کرنے والا اس کے سوا کوئی نہ تھا۔ جو لوگ انسانیت کے ساتھ ہمدردی کرنے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اس نے ان کے تمام دعوے غلط ثابت کر کے رکھ دیئے تھے۔

۲۴۔ محمود خان کی مسیحائی نے مسلمانوں میں علم طب کو باقی رکھا۔ ورنہ وہ تو بالکل ہی ختم ہو چکا تھا۔ جریدہ ڈاکٹری نے اس کی جگہ لے لی تھی۔ اور اس نے اپنے انتظام سے علم طب کے مدرسہ اور دو خانے قائم کر دیئے تھے۔ لوگ اس کی خوبیاں دیکھ کر

اعتراف کرتے تھے۔ ورنہ یونانی علاج تو لوگوں کی نظروں سے بالکل ہی گر گیا تھا۔
۲۵۔ سرخوں کے اوزار جھرتیں اور بہانے دیکھ کر جلد یقین کر لینے والوں کی نیت خراب ہو گئی تھی۔ لیکن اس کی مسیحا نے ان کی رائے کو بدل کر رکھ دیا اور یونانی علاج سے لوگ پھر دلچسپی لینے لگے۔ سلطنت اور عقل حیرت بڑھا رہی تھی۔ ایک صرف محمود خان نے ان سب کا بہترین جواب دے دیا۔

۲۶۔ اگرچہ تنہا خانوں میں ہر قسم کے لوگ جاتے تھے لیکن جیب وہ سخت مرض میں گھنسی جاتے تھے تو پھر انہیں کے مطلب کی طرف آتے تھے۔ اس کے بیماریوں کو معالج کی کسی غلطی کا ذرا بھی ڈر نہ تھا۔ وہ لوگ موت سے ڈرتے تھے۔ لیکن محمود خان کی خطرناک دوا سے نہیں ڈرتے تھے۔

۲۷۔ سرخ اپنے اوزاروں پر جتنا بھروسہ کرتے تھے۔ اور ان سے ان کی بیماریوں کو معلوم کرتے ہیں۔ محمود خان صرف نبض پر ہاتھ رکھتے ہی بتا دیا کرتے تھے۔ ان کی انگلی تھرماسٹر سے بھی بہتر تھی۔ ہر مندوں کی ذور بینی جہاں کام کرتی تھیں۔ وہاں پر اس کی نظر فوراً پہنچ جاتی تھی۔

۲۸۔ شہر کے سارے بوڑھے اور بچے مرد اور عورت اس کی وجہ سے خاص تسلی رکھتے تھے۔ جسے بھی نسخہ لکھ کر دے دیا اس نے سمجھا کہ ابھی زندگی کے اور دن باقی ہیں۔ اگرچہ آج اس کا ہر طرف سوگ منایا جا رہا ہے۔ لیکن دہلی کی توجان ہی نکل گئی ہے۔
۲۹۔ ممکن ہے کہ ایسے معالج پھر بھی پیدا ہو جائیں۔ جو شخص تشخیص اور علاج پر خاص نظر رکھتے ہیں۔ اور عوام بھی ان کی رائے اور ہوشیاری پر یقین رکھتے ہوں۔ شہر میں مسیحا کہلائیں اور سارے ملک میں ان کی شہرت ہو۔ اور محمود خان کی خوبیاں ان میں جمع ہو جائیں۔ لیکن محمود خان جیسا ملنا بہت مشکل ہے۔

۳۰۔ صبح اور سچائی اس کی مشہور تھی۔ اس کی باتوں میں دھوکا اور دکھاوا

نہیں ہوتا تھا۔ ۱۸۵ء کے موقع پر جب دنیا میں تہلکہ مچا ہوا تھا۔ اور بڑے بڑے سچے لوگ بہک گئے تھے۔ اس وقت بھی وہ سچا ہی رہا۔ جیسے آگ سے سونا کندن بن کر نکلتا ہے۔

۳۱۔ ایک زمانہ تھا جب دلی میں قیامت آئی ہوئی تھی۔ اور ہر ایک کو اپنی اپنی پٹری ہوئی تھی۔ چھوٹے بڑے سب اپنی حالت میں پریشان تھے۔ باپ سے بیٹا، بھائی سے بھائی الگ ہو گیا تھا جب خدا کا غضب نازل ہو رہا تھا۔ اور باغیوں نے دلی پر ظلم ڈھار رکھے تھے۔

۳۲۔ جب دوست کو دوست دیکھ کر نظریں پھیر لیتا تھا۔ اور کسی کا ساتھ دینے کو موت کو دعوت دینے کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ دوست سے دوست اور واقف سے واقف شرمندہ تھے۔ شہر میں چاروں طرف قیامت آئی ہوئی تھی۔ دلی میں ایسی خطرناک آگ لگی ہوئی تھی کہ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ چھوٹے بڑے سب ختم ہو جائیں گے۔

۳۳۔ جب کھوٹے اور کھرے کا امتحان ہو رہا تھا اور انسان اپنی نالائقی ظاہر کر رہا تھا۔ تو دوسری طرف کھائی تھی اور ان کے درمیان بال سے زیادہ باریک راستہ تھا۔ راستہ چلنے والے بھی پریشان تھے۔ اور راستہ بڑا خطرناک تھا۔ ایسے وقت میں اس سے لوگوں کو سدھارا ستہ بتایا۔

۳۴۔ مجرم اور بے قصور لوگوں پر حاکم شبہ کرتے تھے۔ اور انصاف مجرم کا دشمن تھا۔ اور جو بے گناہ تھے۔ ان کے لئے بہانہ تلاش کیا جا رہا تھا۔ ساری آبادی جرموں کی گواہی دے رہی تھی۔ لیکن جو مجرم نہیں تھے۔ ان کی بخشش کرانے والا کوئی بھی نہیں تھا۔ ایسے آڑے وقت میں محمود خان نے بہادری کی اور انصاف کرنے والے اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتے۔

۳۵۔ نہایت یقین کے ساتھ جن تصور داروں کو اس نے بے تصور سمجھا۔ مارشل لا میں ان کی بے گناہی کا ثبوت دیا۔ اور جب تک رہا نہ ہو گئے آرام سے نہ بیٹھا اور جو غریب تھے۔ ان سب کے سامنے مردکی۔ پیسہ، کھانا، کپڑا بستر اور رہنے کے لئے گھر بھی دیئے۔

۳۶۔ وہ آدمی جو کسی کے جھگڑے میں کبھی اپنی مانگ نہیں آڑا تا تھا جس نے کبھی جھوٹی یا پتی گواہی نہیں دی تھی۔ اور جس نے عدالت کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔ اور جس نے بڑوں کی عزت کو سنبھال رکھا تھا۔ بے گناہوں کے لئے وہ رات دن کوشش کرتا پھر رہا تھا۔ کبھی گھر میں ہوتا تھا اور کبھی عدالت میں ہوتا تھا۔

۳۷۔ جب لوگوں میں دیانتداری بالکل ختم ہو گئی تھی۔ ان کے پاس جس کسی شخص کی بھی معمول یا خاص امانت تھی۔ اُسے بڑے زمانے میں پاسبان کی طرح احتیاط سے رکھا۔ اور جب امن و امان ہو گیا تو مالکوں کے حوالے صحیح سالم کر دی۔ ایک دنیا اس وقت خدا سے پھر گئی تھی لیکن اس کا دامن میرا اسی سے بالکل پاک رہا۔

۳۸۔ اس کی وضع اور طبیعت کا دنیا میں ثانی نہیں تھا۔ اس کے ڈھنگ اور اس کی طبیعت میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وقت کے دھارے کا اس پر ذرا بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ اور زمانے کے انقلاب کی سختیوں سے وہ صحیح سالم بچ کر آیا تھا۔ نئے حاکموں کی اس کے آگے کچھ بھی نہ چلتی تھی۔ زمانہ کی زبردستی اس کے ساتھ نہیں ہو سکتی تھی۔

۳۹۔ اس نے چین سے جو طریقہ اختیار کیا تھا مرتے وقت تک اس میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ مضبوط پیار کی طرح ایک ایک بات پر قائم رہا۔ اس کی وضع پرانے بزرگوں کی وضع کی طرح ایک نمونہ تھی۔ بلکہ قوم کے بھولے ہوئے خواب کی ایک یاد تھی۔ یا وہ اکبر شاہ کی تصویر نظر آتا تھا۔

۴۰۔ اس کے سر پر دنیا کی جو پابندیاں تھیں ان کے باوجود۔ ہر حالت میں وہ پھول کی طرح تروتازہ رہتا تھا۔ دنیا میں پھنسا ہوا بھی اور بالکل آزاد بھی۔ رنج اور خوشی میں

ہر وقت وہ ایک ہی جیسا نظر آتا تھا۔ اگرچہ ظاہر میں وہ دنیا کی تمام باتوں کا پابند تھا لیکن اس کا دل اللہ کے خاص بندوں جیسا تھا۔

۴۱۔ دنیا کے دھندوں میں اُسے کبھی پریشانی نہیں ہوئی۔ اور زمانے کے انقلاب کا اس نے کبھی رنج نہیں کیا۔ رنج کے گھر میں اس نے بڑے آرام سے گزارا کیا۔ اور اس دوزخ میں جنت کی طرح رہتا رہا۔

۴۲۔ بزرگوں کی ایک ایسی یادگار ختم ہو کر رہ گئی کہ آئندہ ایسی مثال شاید ہی ملے۔ اگرچہ جہنم میں اور بھی پھول کھلیں گے لیکن ان میں رنگ ہوگا، تو خوشبو نہ ہوگی۔ جب ان حادثات کا انجام دیکھتے ہیں۔ تو قوم میں ایک خاموشی نظر آتی ہے۔

۴۳۔ ایک زمانے میں دنیا ہمارے موافق تھی۔ اور ہم میں بڑے بڑے عالم موجود تھے۔ اور ایسے عالم دنیا میں کہیں بھی نہ ہوں گے۔ جیسے کہ اس شہر میں تھے۔ جب ایک مرجاتا تھا تو دوسرا اس سے بہتر پیدا ہو جاتا تھا۔ اور چاند کے غروب ہو جانے کے بعد سورج نکل آیا تھا۔ ہم۔ اب ہمارے اندر اچھے لوگوں کی ایسی کمی ہو گئی ہے کہ اگر ایک اچھا آدمی چلا جاتا ہے تو پھر دوسرا اس جیسا پیدا نہیں ہوتا۔ جیسے وہ خدا کی طرح ہی بے مثال تھا۔ بظاہر ہماری قوم کا آخری وقت آ گیا ہے۔ اس لئے ہم ساری قوم کا ہی مرتیہ پڑھ رہے ہیں۔

۴۴۔ اے حالی! سنا ہے کہ کبھی شاعری میں بڑی ترقی ہوئی تھی۔ اور شاعری کی بڑی قدر ہوتی تھی۔ اور کوئی حسن و عشق کی کہانی سنا تھا۔ اور کوئی نصیحت بیان کرتا تھا۔ اسی طرح لوگ غزلیں لکھ کر اپنے دوستوں کو خوش کیا کرتے تھے۔ اور کبھی قصیدے لکھ کر انعام بھی حاصل کیا کرتے تھے۔

۴۵۔ لیکن ایسی کھٹلوں میں ہمیں بولنے کا کم ہی موقع ملا۔ ہم کو تو وقت کی راگنی نے ہی سسائیں نہیں لینے دیا۔ نالہ و فریاد ہی ختم نہیں ہونے پائے ہم کوئی رنگین گیت ہی نہ گاسکے۔ جب تک زندہ رہے۔ ہمیشہ قوم کے اقبال کا ماتم ہی کرتے رہے۔

ترکیب بندرتبہ ۱۸۹۲ء مطابق ۱۳۱۰ھ

جو محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتویں اجلاس میں بمقام دہلی پڑھا گیا۔

یاں ہو چکے کرشمے کیا کیا ہیں آشکارا
آنکھوں کے بو بروہے گویا سماں وہ سارا
ہر دم عروج پر ہے اسلام کا ستارا
اصطنع ہے کہ دلی بلبن ہے پاکہ دارا
دو لہا بنا ہوا ہے تزمیں سے شہر سارا
بہر مدافعت ہے میدان میں صفت آرا
تمور سے زمانہ ہے برسرِ مداوا
ہیں شوق شاہِ نو میں پیرو خواں خود آرا
مغلوں کا آریہا ہے گردش میں کچھ ستارا
اقبال سے ہے گویا مغلوں کا قول ہارا
ہے گرد اس کے آگے جشن قبا و دروا
تعمیر ہو چکے ہیں شہر و فصیل و یارا
گویا کہ ہے جہاں میں جشن سدہ دو یارا
یا کر حضور شہ سے سب چشم کا اشارا
بالائے تختِ طاؤس ہے شاہ جلوہ آرا

یہ خاک۔ آج جس پر ہیں جمع اہل آرا
اس باغ میں بہاں جو جو گندہ چکی ہیں
کل جشن فتح تھایاں ہے آج جشن شادی
بلبن کے آج مہماں خاقاں ہیں اور سلاطین
فیروز شہ کی ہے کل ٹھٹھے سے آدا
تغلق کا آج لشکر تیمور کے مقابل
مغلوں کے اڑ رہے ہیں کل جشن فتح نصرت
آتا ہے آج بابر لود کی پہ فتح پا کر
کل سوریوں میں ہر سو جیتے میں شادیاں
ہے جشن فتح پھر آج چغتایوں میں برپا
جس دھوم سے ہے گھر گھر جشن جلوسِ اکبر
شاہِ جہاں خوشی سے پھولا ہیں سماتا
تیاری اس خوشی میں جشنِ عظیم کی ہے
اطراف ہند سے ہیں اعیان ملک آئے
ارکانِ سلطنت میں سب پائے تخت حاضر

وہ جشن کرنے والے گو خاک میں نہاں ہیں
پر جشن ان کے اب تک سب نے یادستاں ہیں

تشریح الفاظ:- اہل آرا، رائے لکھنے والے لوگ۔ اصطخر، ایک شہر کا نام تبت میں،
زیبالش۔ مدافعت، مقابلہ کرنا۔ دور کرنا، دور کرنا۔ صفت آرا، قطار بنائے
ہوئے۔ برسر مدار، خاطر تواضع کرتے والا۔ خود آرا، اپنے آپ کو سجائے ہوئے جشن
سارہ۔ آگ نکلنے کی خوشی کا جشن۔

مطلب:- ۱۔ یہ سرزمین جس پر آج بڑے بڑے لوگ اکٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں پر بڑی
بڑی باتیں ہو چکی ہیں۔

۲۔ اس باغ میں جو بہاریں گزری ہیں۔ وہ سارا منظر ہماری آنکھوں کے سامنے

ہے۔

۳۔ کل فتح کی خوشی تھی۔ آج جشن شادی ہے۔ غرض اسلام کا ستارہ ترقی کی طرف

ہے۔

۴۔ آج بڑے بڑے بادشاہ بلین کے مہمان ہیں۔ اصطخر یا دلی یا بلین یا دارا، سب
اس جگہ آئے ہوئے ہیں۔

۵۔ نٹھور سے فیروز شاہ آ رہا ہے۔ اس لئے سارے شہر کو دلہن بنایا ہوا ہے۔

۶۔ آج نفلق کا لشکر تیمور کے مقابلہ کے لئے آ رہا ہے اور میدان میں صفیں

بنالیں۔

۷۔ مغلوں کی کامیابی کے جشن منائے جا رہے ہیں۔ اور لوگ تیمور کی خاطر

تواضع کر رہے ہیں۔

۸۔ آج باہر نے لودھی پر فتح پالی ہے اور نئے بادشاہ کی خوشی میں بوٹھے اور

جوان خوش ہو رہے ہیں۔

۹۔ کل شیر شاہ سوری کا تقارہ منع رہا ہے اور مغلوں کا ستارہ گردش میں آ گیا ہے۔

۱۰۔ لیکن چغتائیوں نے فتح حاصل کر لی ہے جیسے اقبال اور شان مغلوں کے ہاتھ

میں پھر آگئی ہے۔

۱۱۔ اکبر بادشاہ کے جلوس کا جشن جس شان سے منایا جا رہا ہے اس کے

سامنے تباہ اور دارا کی باتیں بھی گمرد ہیں۔

۱۲۔ شاہجہان بادشاہ نے جب شہر کی دیواریں اور تلے بولنے تو اس کی خوشی کا ٹھکانہ

انہیں رہا۔

۱۳۔ اس خوشی میں ایک ایسا جشن منایا جا رہا ہے کہ اس کے سامنے جمشید کا آگ کا جشن

بھی بیچ ہے۔ (سَدہ، آگ کو کہتے ہیں۔ جشن سَدہ وہ جشن ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے

کہ دنیا میں سب سے اول جمشید نے پتھر میں سے آگ نکلنے کی خوشی میں بڑی دھوم سے

ایران میں کیا تھا۔)

۱۴۔ ہندوستان کے چاروں طرف سے بڑے بڑے لوگ بادشاہ کا اشارہ پا کر

آئے ہیں۔

۱۵۔ حکومت کے تمام اراکین حاضر ہیں اور تخت طاؤس پر بادشاہ بیٹھا ہوا ہے۔

۱۶۔ اگرچہ وہ خوشی منانے والے عظیم ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کی ساری کہانیاں ابھی

باقی ہیں۔

(۲)

پیش نظر ہیں تیرے سب اگلے ساڑھ سال
پر کوئی جشن قومی آتا نہیں نظریاں
ملکوں کے جمع آکر جس میں ہوئے ہوں اخواں
خرد و نزرگ کی ہو جس میں شست کیساں
لایا ہر کینچ کر دل ان کو نہ حکم سلطان

لے خاک پاک وہلی اے تخت گاہ شاہاں
ہنگامے اس زمین پر لاکھوں میں گرم ہر سو
تقریب جشن جس میں ہو کچھ نہ جزا خوت
پائین صدر کا ہو جس میں نہ کچھ تفاوت
جن کو نہ ہو بلا و احاکم کا اور نہ قدرغن

خادم ہوں جس قدر وہاں مخدوم قوم کے ہوں
 خاطر کسی چاہے کوئی وہاں تو وضع
 ٹھہرائیں جس کو چاہیں وہ آپ میری مجلس
 آئے ہوں اس غرض سے سبکے تاکہ سوچیں
 ہندوستان میں کیوں کر باقی رہے نشانی
 نکلیں تو کیوں نہ نکلیں ذلت وہ گھرانے
 ان مدبروں کا کیوں کر جانی رہے افاصلہ
 جو سید ہیں یہ ذکر خدا کے واحد
 جو کچھ ہے بھائیوں کی تقدیر میں وہ سر پر
 اے شہ نشین اسلام اے معدنِ سلاطین
 مخدوم جتنے ہوں وہاں سب قوم پر ہوں قریاں
 ہوں خود ہی میریاں اور خود ہی ہوں مہماں
 چاہیں جنسوں بنائیں وہ آپ میرا ماں
 دنیا میں کس طرح ہوں سر سبز کھیر مسلمان
 اس قوم کی تھا کھلی جن کے وزیر فرمان
 اعزاز نے تھا باندھا جنکے بڑوں سے یہاں
 جنکے سبب زندہ نام حدیث و قرآن
 محفوظ حادثوں سے کیوں نہ ہوں انکے ارکان
 اپنی طرف سے لیکن ہے سعی فرض انساں
 اے پائے تخت سادات اے دار ملک مغلان

تو جشن گاہ شاہاں ہر عہد میں رہا ہے
 ایسا بھی جشن کوئی تجھ میں کبھی ہوا ہے؟

تشریح الفاظ:- جزا غوت، سوائے بھائی چارہ کے۔ پائین نیچے۔ صدر، اوپر۔
 تفاوت فرق۔ قدغن، رکاوٹ۔ افاصلہ، قائمہ پہنچانا، مراد مدد۔
 مطلب:- ۱۔ اے دلی کی پاک سرزمین!۔ اور بادشاہوں کے پایہ تخت تیرے
 سامنے گذرے ہوئے سارے سامان ہیں۔

۲۔ اس زمین پر چاروں طرف ہر قسم کے ہنگامے ہوتے رہے۔ لیکن کوئی ایسا
 قومی جشن نظر نہیں آ رہا۔

۳۔ جس جشن میں سوائے بھائی بھائی بننے کے اور کچھ نہ ہو جس میں بہت سے
 ملکوں سے بھائی آکر اکٹھے ہوئے ہوں۔

۴۔ جس میں اونچے نیچے کا کوئی فرق نہ ہو۔ اور چھوٹے بڑے کا کوئی فرق نہ ہو۔ سب ایک جیسے بیٹھے ہیں۔

۵۔ جنہیں حاکم کا حکم یا خوف نہ ہو۔ بادشاہ کا حکم انہیں نہ لایا ہو۔ بلکہ اپنے دل سے آئے ہوں۔

۶۔ وہاں جتنے بھی لوگ ہوں سب قوم کے معزز ہوں۔ اور وہ سب قوم کے نام پر قریانی دینے والے ہوں۔

۷۔ اور کوئی کسی کی خاطر تواضع نہ کرنا چاہے بلکہ سب ایک دوسرے کی خاطر تواضع کرنے والے ہوں۔

۸۔ جسے چاہیں، وہ اپنا صدر بنالیں۔ اور جسے چاہیں اپنا ننگراں بنالیں۔

۹۔ وہ اس غرض سے آئے ہوں تاکہ یہ سوج سکیں کہ مسلمان پھر کس طرح زندہ ہو سکتے ہیں۔

۱۰۔ اس قوم کی نشانی ہندوستان میں کس طرح باقی رہ سکے گی۔ جس کی کل یہاں پر حکومت تھی۔

۱۱۔ وہ خاندانِ ذلت سے کس طرح سے نکلیں جن کی عزت نے بڑے بڑے وعدے کئے تھے۔

۱۲۔ جن مدرسوں سے قرآن اور حدیث کا درس زندہ ہے۔ وہ اب کس طرح جاری رہ سکیں گے۔

۱۳۔ جن مسجدوں میں خدا کی عبادت کی جاتی ہے۔ وہ اب حادثات سے کس طرح بچ سکیں گی۔

۱۴۔ ہمارے بھائیوں کے مقدر میں جو کچھ لکھا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ لیکن کوشش کرنا بھی تو انسان کا کام ہے۔

۱۵۔ اے اسلام کے مرکز اور بادشاہوں کی کان! اے سیدوں کے پاسے تخت اور مغلوں کی راجدھانی!

۱۶۔ تیرے اندر مرزبانے میں حشمت ہوتے رہے لیکن کبھی ایسی کفیل بھی منقذ ہوئی ہے۔

(۳)

شوکت میں وہ بڑے تھے غطت میں یہ بڑا ہے
کانڈ کی تھیں ہناویں بڑا یہ لوح کا ہے
موجِ سراپ تھے وہ یہ چشمہ بقا ہے
رہتا ہے آندھیوں میں روشن یہ وہ دیبا ہے
اب قوم کو خدا کا یا اپنا آسرا ہے
یہ حقیقت نہ سمجھو سر پر یہ سایہ رہا ہے
لگتا ہے کچھ تو اس کا لگیا ہیں پتا ہے
جن خشکوں کا ہم کو اور تم کو سامتا ہے
مغز میں وہ ان سے شکوہ نہ کچھ کلا ہے
حملہ ملک پہ اپنی اپنیوں نے خود کیا ہے
انسان سے ہمیشہ ہوتی رہی خطا ہے
ایتک ضرورتوں نے مضطر نہیں کیا ہے
لاتے ہیں تب یہ ناویں جب بڑھ ڈوتا ہے
پر رنگ ناخدا کا کچھ فرق سا ہو رہا ہے

شاہوں کے حشمت تھے وہ یہ حشمت قوم کا ہے
دولت کے تھے وہ جلوے آت کا ہے یہ نقشہ
بے روح تھے وہ قالب سے اس میں لعلِ خوشی
میلے نہ وہ پھرتے لوح ان میں گریہ ہوتی
وہ دن گئے کہ نازاں تھی قوم سلطنت پر
بس سلطنت ہی ہے بل بیٹھا ہمارا
گم گشتہ بخت جس کو پھرتے ہیں ڈھوتے ہم
وہ مشکلیں کر نیگے اجل ہمیں تمہیں کچھ
ہم میں اگر مخالف کچھ ہوں اس انجن کے
فوج ملک کو اکثر سمجھا ہے فوج دشمن
نام ہو کے ہیں لیکن روشن ہوا ہے جب ان
قدر ایسی مجلسوں کی مدت میں ہو گی ہم کو
ہوتی ہے قدر ان کی منتی ہے جان پر جب
گو سب جہاز والے خطرے سے بے خبر ہیں

آفاتِ کبر سے ہیں ناواقف آشنا سب
ہنستے ہیں ناخدا پر۔ روتا ہے ناخدا جب

تشریح الفاظ:- روح خوشی، اپنی روح - دیا چراغ - سایہ ہما، بادشاہت کا سایہ گم گشتہ بخت، سوئی ہوئی قسمت مضطر، بے چین - رنگ فق ہوتا، زیاہ پریشان ہوتا۔ آفات بکر، سمندر کی مصیبتیں۔

مطلب:- ۱۔ وہ بادشاہوں کے خزن تھے۔ یہ قوم کی مجلس ہے۔ وہ شوکت میں بڑے تھے لیکن یہ عظمت میں بیڑا ہے۔

۲۔ وہ دولت کے جلوے تھے یہ قوم کا نقشہ ہے۔ وہ کاغذ کی ناؤ تھی لیکن یہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیڑا ہے۔

۳۔ وہ بے جان قلب ہے لیکن اس میں اپنا پن موجود ہے۔ وہ محض دھوکہ تھے۔

لیکن یہ باقی رشتے کی نشانی ہے۔

۴۔ اگر ان میں بھی ایسی جان ہوتی تو انقلاب نہ آتا۔ یہ ایک چراغ ہے جو آمدنیوں میں بھی جلتا رہتا ہے۔

۵۔ وہ زمانہ تو چلا گیا کہ قوم اپنی حکومت پر فخر کرتی تھی۔ اب تو قوم یا تو اپنی مدد خود کر سکتی ہے یا صرف خدا ہی مددگار ہے۔

۶۔ ہمارا ایک جگہ مل کر بیٹھنا ہی ہماری سلطنت ہے۔ ہمارے سر پر جو آسمان کی

چھت ہے۔ یہی ہمارے لئے ہما کا سایہ ہے۔

۷۔ ہم لوگ جو اپنی کھوئی ہوئی قسمت کو ڈھونڈنے پھر رہے ہیں۔ اس کا کچھ تپہ اسی

سے لگ سکتا ہے۔

۸۔ وہ مشکلیں ایسے بل بل کر حل کر سکیں گے کیونکہ ان کا مقابلہ تو ہمیں ہی کرنا پڑ رہا ہے۔

۹۔ اگر ہم میں کچھ لوگ اس کے مخالف ہیں تو انہیں مفرد سمجھو۔ اولان سے کسی قسم کی شکایت

نہ کرو۔

۱۰۔ دشمن اکثر مدد کو مدد سمجھتا ہے۔ لیکن اس مدد پر اکثر اپنوں نے ہی حملہ کیا ہے۔

۱۱۔ لیکن جب نکل آیا تو انہیں اپنی غلطی معلوم ہوگی۔ انسان سے ہمیشہ ایسی غلطی ہوتی رہتی ہے۔

۱۲۔ ہمیں ایسی مجلسوں کا موقع مشکل ہی سے ملے گا۔ کیونکہ ابھی تک ہمیں ضرورتوں نے پریشان کیا ہے۔

۱۳۔ جب جان پرین آتی ہے جیسی قدر معلوم ہوتی ہے۔ جب بیڑا ڈوبنے لگتا ہے تو اس وقت یہ کشتی لے کر دوڑتے ہیں۔

۱۴۔ اگرچہ جہاز والے سارے لوگ بے خبر ہیں۔ لیکن تاخیر ابھی بہت پریشان ہو رہا ہے۔

۱۵۔ اگرچہ سب لوگ سمندر کی تکلیفوں سے ناواقف ہیں۔ لیکن جب تاخیر رونے لگتا ہے تو سب اس کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔

(۴)

پرچین سے عنوان گلشن میں نغمہ خواں ہیں
 اور مٹیٹھے ہاتھ ملتے گلچین و باغیاں ہیں
 بیفکر و بخیر ہیں بوڑھے ہیں یا جوان ہیں
 رستہ کرھ رہے انکا اور جا رہے کہاں ہیں
 گریہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں
 کچھ کر لو جو انواٹھتی جوانیاں ہیں
 اپنے نوتا فلیسب پادرد کا بیاں ہیں
 رستے پہ دیکھیں چلتے اب کتنے کارواں ہیں
 اس وقت رونق افزایاں جتنے مہرباں ہیں

گلشن میں فصل گل کے سب سے نکلے نشان ہیں
 طاؤس کیک خوش خوش گلشن میں ہیں خراباں
 غفلت کی چھارہا ہے کچھ قوم پر گھٹا سی
 اترتے ہیں سلف پراور آپ ناخلف ہیں
 فصل و کمال لگتے کچھ تم میں ہوں تو جائیں
 کھیتوں کو دے لو پانی اب یہ رہی ہے گنگا
 تم سے تم سے تو تھا موغرت کو قوم کی کچھ
 اک خضرہ نے رستہ سیدھا بتا دیا ہے
 خدمت میں ان کے حالی کہتا ہے یہ اوب سے

دُنیا میں گرہے رہنا تو آپ کو سنبھالو
 خرصہ ہوا کہ ہم کو آنکھیں دکھا رہے ہیں
 ورنہ بگڑنے کے یا ان تار سب عیاں ہیں
 جو اپنے ضعف کا کچھ کرتے نہیں تدارک
 قدرت کے قاعدے جو دنیا پہ حکمراں ہیں
 تو میں وہ چند روزہ دنیا میں میاں ہیں
 دریا میں مچھلیاں جو کمزور دنیا توں ہیں
 بھیل اور گوند جیسے گنہگارے نشاں ہیں
 یہ غفلتیں مبادا اب روزِ بد دکھائیں
 دُھندلے سے کچھ نشاں ہیں ڈرہے کہ مٹ جائیں

تشریح الفاظ:- عنادل، بلیس، کیک، چکور، تاخلف، نالائق، پاردرکاب،
 رکاب میں پاؤں ڈالے ہوئے، بالکل تیار۔ عیاں، ظاہر، تدارک، بدلہ۔ انتقام۔
 بھیل گوند، ہندوستان کی دو مشہور قومی۔ مبادا، خدا ایسا نہ کرے۔
 مطلب:- اچھن میں سے بہار کے سارے نشاں مٹ چکے ہیں۔ لیکن بلیس جن میں
 اسی طرح گیت گارہی ہیں۔

۲۔ مورا اور چکور جن میں خوشی خوشی ٹہل رہے ہیں۔ اور باغبان اور گلچین خوشی سے
 ہاتھ مل رہے ہیں۔

۳۔ لیکن قوم پر غفلت چھائی ہوئی ہے۔ لیکن بوڑھے اور جوان سب بے فکر بیٹھے
 ہیں۔

۴۔ اپنے بزرگوں پر اترتے ہیں۔ اور خود نالائق بنے بیٹھے ہیں۔

۵۔ ان کی خوبیاں تمہارے اندر کچھ بھی موجود نہیں۔ پہلی تو وہ ساری کہانیاں ہی کہانیاں
 ہیں۔

۶۔ اب گنگا بہ رہی ہے۔ تم بھی پانی دے لو۔ لے لو جو انوا تمہاری جوانی کا عالم ہے۔

۷۔ اگر تم قوم کی عزت کو زندہ رکھ سکتے ہو تو رکھ لو۔ ہمارے قافلے تو بس اب جانے والے ہی ہیں۔

۸۔ ایک صحیح راستہ بتانے والے نے بالکل ہی سیدھا راستہ بنا دیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کتنے قافلے اس راہ پر چلتے ہیں۔

۹۔ ان کی خدمت میں حاکی یہ کہتا ہے کہ اس وقت یہاں جتنے بھی بھالی تشریف رکھتے ہیں۔

۱۰۔ اگر دنیا میں زندہ رہتا ہے تو اپنے آپ کو سنبھال لو۔ ورنہ ختم ہونے کے آثار پیدا ہو چکے ہیں۔

۱۱۔ قدرت کے جو قاعدے دنیا میں موجود ہیں۔ وہ اب ہیں ختم کرنے کے لئے آنکھیں دکھانے لگیں ہیں۔

۱۲۔ جو لوگ اپنی کمزوری کا کچھ علاج نہیں کرتے۔ وہ قومیں دنیا میں صرف چند دن تک زندہ رہ سکتی ہیں۔

۱۳۔ دنیا میں جو کمزور بھلیاں ہوتی ہیں۔ انہیں ناکے اور گھڑیاں نکل جاتے ہیں۔

۱۴۔ تم لوگ سنبھل جاؤ ورنہ یہاں پر بھیل اور گوند کی طرح بے ننگ و نام بن کر رہنا پڑے گا۔

۱۵۔ یہ غفلتیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں پرادن دکھائیں۔ اب تو بہت ہی معمولی نشان رہ گئے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھی مٹ کر رہ جائیں۔

اشعار متفرقہ

ان میں اکثر وہ اشعار ہیں جو لوگوں کی فرمائش سے خاص خاص موقعوں پر اردو یا فارسی وغیرہ میں لکھے گئے ہیں

تمہید رقص شادی عروسی

شکر کہیے کون سی نعمت کھتا خلق کی ادا
اس کی قدرت کے خزانوں میں نہیں ہرگز کمی
نخل تر کو پھل دیا اور پل کو بخشازنگ و یو
کھتییوں کو منہ دیا ماں باپ کو اولاد دی
عمر روزا فرزوں عطا فرمائی پھر اولاد کو
او اس کے شکر یہ میں مل کے باہم شاد ہوں

ایک سے ہے ایک نعمت اسکی بندوں پر سوا
جس نے جو مانگا وہی اُس نے مہیا کر دیا
سیپ کو موتی دیا موتی کو دی آب اور ضیا
اس دنیا کو رونق اسی آنکھوں کو جلا
کل چھی تھی جن کی ہر دن آج ان کے بیاہ کا
تاکہ صورت ہو ظاہر شکر انعام خدا

مطلب :- ۱۔ خدا کی کون سی نعمت کا شکر ادا کیا جائے کیونکہ ہر ایک نعمت بندوں پر زیادہ ہی ہے۔

۲۔ اس کی قدرت کے خزانوں میں کسی بات کی بھی کمی نہیں ہے۔ جو شخص کچھ مانگتا ہے وہی دے دیتا ہے۔

۳۔ ہرے بھرے درخت کو پھل دیتا ہے اور پھل کو رنگ اور خوشبود دیتا ہے۔ سیپ کو موتی اور موتی کو چمک دیتا ہے۔

۴۔ کھتییوں کو وارث اور ماں باپ کو اولاد دی ہے۔ ایک چیز سے دنیا کی رونق ہے

اور اولاد سے آنکھوں کو روٹنی آتی ہے۔

۵۔ پھر اولاد کو بڑی عمر عطا کی۔ کل جس کی چھٹی کی رسم ادا کی جا رہی تھی آج اس کی شادی ہو رہی ہے۔

۶۔ آؤ اس کا (خدا کا) مل جل کر شکریہ ادا کریں۔ تاکہ خدا کی نعمت کا شکر ادا ہو سکے۔

ایضاً

چھٹی بیاہ یا بیج تہوار ہو	لب آب یا صمن گلزار ہو
گل ولالہ ہو یا ہو عطر و گلاب	مے و نعمہ ہو یا ہو جنگ و ریاب
یہ ساری خوشی کے ہیں سامان جب	کہ ہوں ایک جا جمع اجماع سب
بزرگوں سے محفل کی شوکت بڑھے	عز نیاور پیاروں سے عزت بڑھے
جہاں اس طرح جمع ہو چار پار	ہیں اس نرم پر لاکھ گلشن تار

مطابق ۱۔ چھٹی کی رسم یا کوئی تہوار ہو۔ اس کے لئے چاہے دریا کا کنارہ ہو یا چمن ہو۔

۲۔ گلاب۔ لالہ کے پھول ہوں۔ یا گلاب کا عطر ہو۔ شراب اور گانا ہو۔ یا بیابے کا جے ہوں۔

۳۔ تمام خوشیوں کے سامان جمع ہیں جب کہ سب رشتہ دار ایک جگہ جمع ہوں۔

۴۔ کیونکہ بزرگوں سے محفل کی رونق افزا روٹنی میں اضافہ ہوتا ہے۔

۵۔ جب اس طرح چار دوست مل کر بیٹھ جاتے ہیں تو ایسی خوشی پر بہت سے چمن قریان کرنے کو جی چاہئے لگتا ہے۔

ایضاً

شکر کہ از فضل خداے جہاں وقتِ خود از پردہ برآمد عیاں
 شادی دل را بسبب آمد دست فرصتِ نازم طرب آمد دست
 تا شود از مقدم اہل کرم کلمہ ما غیرتِ باغِ ارم

-
- مطلب :- ۱۔ دونوں جہان کے خدا کا شکر ہے کہ خوشی کا وقت پردہ میں سے نکل آیا۔
 ۲۔ دل کو ایک خوشی بستر آگئی۔ اور خوشی کی محفل کا موقع آ گیا ہے۔
 ۳۔ تاکہ مہربانوں کے قدم کی برکت سے میرا غریب خانہ ارم کے باغ کو شرمانے لگا۔
-

ایضاً

رفت آسیدے مستان باد نوروزی وزید دستدار آرا اشارت بادویاراں را نوید
 طرح نازم خرمی با ہمدگر باید نہاد نغمہ شکر آلی و مہم باید کشید

-
- مطلب :- ۱۔ سردی کا موسم چلا گیا اور نوروز کے دنوں کی ہوا چلنے لگی۔ دوستانوں کو خوشی اور یاروں کو خوش خبری ملنی چاہیے۔
 ۲۔ خوشی کی محفل کو آپس میں بنیاد رکھنی چاہیے۔ اور خدا کی نعمتوں کا مل کر شکر یہ ادا کرنا چاہیے۔
-

ایضاً

یلیدہ انخیر والبرکات تنوری
وبین ید یہ للاجباب بشری
من الاخوان والخلان طراً

سلام من محب مستکین
سلام رد قدر و آوراخ
ودعوۃ شاہدین و عابڈنا

- مطلب: ۱- اور اپنے چاہنے والے کی طرف سے ہمیشہ برکتیں نازل ہوتی ہیں۔
۲- دل و جان سے تم پر سلامتی ہو۔ دوستوں کے ذریعے تمہیں خوشی ملتی رہے۔
۳- حاضرین اور غیر موجود دوست اور بھائیوں سب کی طرف سے مبارک باد ہو۔

خاتمہ رقعہ شادی

فاطیبت العیشی فی الدنیا و اخری
رہینا بذیارات الاحبا

مطلب: دوست کی ملاقات سے دین و دنیا میں تمہیں خوشی میسر ہوتی رہے۔

ایضاً

کہ از مسرت یاراں مسرت اندوزند
ہزار رخ ز فروغ لے ہر افروزند

ہزار دیدہ دل فرخ راہ یارانی
بہ شادی و طرب ہمدگر شونند اینار

مطلب: ۱۔ دوستوں کے استقبال کے لئے میری ہزاروں آنکھیں اور دل خوش راہ بن جائیں۔ کیونکہ دوستوں کی خوشی سے میں بھی خوشی حاصل کر رہا ہوں۔
 ۲۔ خوشی اور عیش کے ساتھ سب مل جائیں اور اس کی ترقی کے بہت سے پردے اٹھادیں۔

ایضاً

کاراجباب ساختن تبواں دوستان را فواختن تبواں
 تابہ و صرا پرو بادخواید ماند از شما لطف یادخواید ماند

مطلب: ۱۔ میں دوستوں کا کام کر سکوں۔ اور ان کی تواسع کر سکوں۔
 ۲۔ تاکہ دنیا میں نیکی باقی رہے۔ اتم سے جو مہربانی ہوتی ہے۔ وہ یاد آتی رہے۔

اشعار غزل ناما

اس زندگی کے ہاتھوں میں ایک نیا نیا
 حاضر ہو جیسا ہی ہے باغ و باغ یکساں
 یہ جان ہے بلکہ میں باخا پیر میں
 ہم دوستو گئے بھی۔ تو کیا گئے چمن میں
 نگاہ پتیر والی اور شک ہے ختن میں
 لے فاختہ و سرا ہے کیا سردناروں میں
 ہے اک غمناش دل میں۔ ڈبے سے کہ پھر نہ آئے
 تو اپنے بھولے پن سے شیدا ہوئی ہے ورنہ

مطلب: ۱۔ اس زندگی کے ہاتھوں ایک دن بھی آرام نہ ملا نہیں معلوم ہوتا

بدن میں یہ جان ہے یا کاٹتا ہے۔

۲۔ جب تو ہی حاضر نہیں ہے تو جنگل اور چن ایک جیسا ہے۔ اگرچہ ہم چمن میں گئے تو تھے لیکن جانا اور نہ جانا برابر ہی رہا۔

۳۔ دل میں ایک زخم ہو گیا ہے اور اس کا بھی یہ ڈر ہے کہ کہیں زیادہ نہ ہو جائے کیونکہ جچی تو قبروان میں تڑپ رہا ہے اور مشک ختن میں ہے۔ جب تک مشک آئے گا زخمی مر بھی جائے گا۔

۴۔ اسے فاختہ یا تو انہی سادگی کی وجہ سے سرو پر عاشق ہو گئی ہے۔ ورنہ سرو کے درخت اور تارون کے درخت میں کوئی بھی فرق نہیں ہے۔

ایضاً

کس قدر یارو ہوا ہے انقلاب
خود بتائے گا تمہیں دورِ زماں
ان پیرم قریاں ہیں وہ ہم پر نثار
آگیا یاروں کے اقراروں میں فرق
بے وفاؤں اور وفاداروں میں فرق
ہے بہت پیاروں میں اور یاروں میں فرق

مطلب :۔ اے دوستو! کیا انقلاب آگیا ہے کہ اپنے وعدے بھی بھول گئے۔
۲۔ زمانے کا انقلاب تمہیں یہ بات بتا دے گا کہ بے وفاؤں اور وفاداروں میں کیا فرق ہے۔

۳۔ پیاروں اور یاروں میں بہت فرق ہوتا ہے ہم ان پر قربان ہوتے ہیں اور وہ ہم پر قربان ہوتے ہیں۔

ایضاً

گر نہونیتِ گدا میں فسرق آئے کیوں شاہ کی عطا میں فرق
ہیں وفادار اور بھی۔ لیکن ہے مری جاں وفا و فاقین

مطلب: ۱۔ اگر فقیر کی نیت بری نہ ہو تو بادشاہ کے بخشش کرتے میں کمی نہیں
آنی چلیے۔

۲۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ وفادار اور بھی لوگ ہیں لیکن اے میری جاں! ہر ایک کی وفاداری
میں بھی فرق ہوتا ہے۔

اشعار قصیدہ ناتمام

نظر آتا تھا خزاں میں بھی زمانہ گلزار
جس کا راحت میں نہ کلفت میں آتا تھا خزاں
یا دتھا جس کا نہ عامل نہ سیانے کو اتار
ہم تھے اُس توں سر زور یہ دن رات سوار
ہاتھ سے جس نے شریان کے ترالی ہو بہار
ان کی صحبت تھا تنہی زیادہ بیزار
انکی صورت ہمیشہ ہمیں چڑھتا تھا بخار
ہنسنے اور بولنے پر ذلت کا تھا اپنی مدار
تیرے اے عمر گئے اب وہ کہاں لیل و نہار

یاد آیا میکہ تھی یاغ جوانی پہ بہار
نشہ میں چوڑھے اک بادہ سزور کے ہم
سر پہ وہ دیو قوی آگے چڑھا تھا اپنے
روکتا تھا نہ حسنا نہ خندق نہ کنواں
رہتے تھے اس شرمست کی صورت کی قید
نہ گویا تے تھے جتنے کہ زیادہ دل سوز
خیر خواہ اور تھے غمخوار مری جتنے
ملکے بھولیوں جان میں جان آتی تھی
اب انگلیں ہیں وہ دل میں نہ ترنگیں باقی

مطلب :- ۱۔ ہمیں وہ دن بھی یاد ہیں جب کہ ہماری جوانی پر بہا رانی ہوئی تھی۔ اور خزان کے موسم میں بھی ہمیں چمن نظر آتا تھا۔

۲۔ ایک طاقت والی شراب کے نشہ میں ہم مرت رہتے تھے جس کا آرام اور تکلیف یعنی کسی بھی حالت میں نشہ نہیں آتا تھا۔

۳۔ اپنے سر پر جوانی کا ایسا طاقتور بھوت آکر سوار ہوا تھا۔ کہ جس کا آثار کوئی عامل یا سفلی عمل کرنے والا ہی نہیں کر سکتا تھا۔

۴۔ اس کی طاقت کو کوئی غار یا خندق یا کنواں نہیں روک سکتا تھا۔ ہم اس ہنہ زور گھوڑے پر ہر وقت سوار رہتے تھے۔

۵۔ اس ست اونٹ کی طرح بے مہار پھرتے تھے جو شتر بان کے ہاتھ میں سے مہار چھڑا کر بھاگ گیا ہو۔

۶۔ نصیحت کہنے والے جتنی بھی باتیں کہتے تھے۔ وہ ہمارے دل کو بہت جلاتی تھیں۔ لیکن ہم ان کی صحبت سے بہت زیادہ نفرت کیا کرتے تھے۔

۷۔ ہمارا بھلا چاہنے والے اور ہماری پرورش کرنے والے جتنے بھی لوگ تھے ہم جہاں کہیں انہیں دیکھ لیتے تھے۔ تو ہمارے خوف کے بخار سا چہرہ آیا کرتا تھا۔

۸۔ جیب اپنے ساتھیوں میں جا کر بیٹھتے تھے تو دل کو تسلی ہوتی تھی۔ ہماری زندگی کا اس زمانے میں مقصد سوائے شہنے اور باتیں کرنے کے اور کچھ بھی نہ تھا۔

۹۔ اب دلی میں تو ایسی امنگ باقی ہے اور نہ ہی ایسا جوش ہے۔ اے زندگی! تیری وہ رنگ رلیاں اب کہاں چلی گئی ہیں۔

صدائے گدایان قوم

چھوڑ کر ٹھٹکا ہوا اک کارواں آئے ہیں ہم
 سوت عبرت خیز لے کر داستان آئے ہیں ہم
 لیکے اُس کا مروہ فصل خراں آئے ہیں ہم
 آج اُس درِ اسی کے نوحہ خواں آئے ہیں ہم
 جستجو میں اس کی مشعل لیکے یاں آئے ہیں ہم
 اس لکے والے گلے میں جھولیاں آئے ہیں ہم
 زنتیں کہہ کے سب خاطر نشاں آئے ہیں ہم
 نحر و عزت کے مٹا کر سب نشاں آئے ہیں ہم
 اسلئے یاں بن بلائے میہماں آئے ہیں ہم
 لیکے منہ میں قوم کی سوکھی باں آئے ہیں ہم

دھونڈتے خضر مبارک کے گویاں آئے ہیں ہم
 ڈر ہے جو خوشدل ہیں وہ سن کر نہوں پیر مڑول
 ہن میں سلما کا پھولا پھلا تھا جو چین
 علم جو زندہ کیا تھا آپ کے اجداد نے
 قوم کھوٹھی ہے جو عباسیوں کی یادگار
 تاکہ ہو معلوم سب کو قوم کی حالت ہے کیا
 خو و غرض بھہرائیں یا مکار ہم کو یا گرا
 فخر سب سجا ہیں اُن کے قوم ہے جنکی ذلیل
 ہے نبی ہاتم کی مہماں پروردی ضرب المثل
 تشنگی اپنی بھجانی ہوگی اے آبِ حیات

پنجاب کی ایک اسلامی انجمن کی طرف سے چند باہمت لوگوں نے جنہوں نے
 اپنی جماعت کا نام گدایان قوم رکھا ہے۔ ریاست بھاو لپور میں چندہ وصول کرنے کے لئے
 جانے کا ارادہ کیا تھا۔ ان کا قہدرئیں کے حضور میں یہ اشعار پڑھنے کا تھا۔ لیکن غالباً
 اُن کا جانا نہیں ہوا۔

مطلب :- ۱۔ ہم اس جگہ کسی مبارک قدم والے خضر کو ڈھونڈتے ہوئے آئے
 ہیں۔ کیونکہ ایک قافلہ سے راستہ بھلا دیا ہے۔ اسے چھوڑ کر ہم یہاں آگئے ہیں۔

۲۔ ہمیں اس بات کا خوف لگ رہا ہے کہ جو خوش دل لوگ ہیں کہیں وہ ہماری سبق

آموز کہانی سن کر پریشان نہ ہو جائیں۔

۳۔ ہندوستان میں اسلام کا چمن جس رفتار سے ترقی کر رہا تھا۔ آج اس کی خوشخبری تباہی کی آئے ہیں۔

۴۔ آپ لوگوں کے باپ دادا نے چونکہ علم کو چارچاند لگائے تھے۔ آج ہم اس دروازے پر اس کا مرتبہ پڑھنے کے لئے آئے ہیں۔ (چونکہ رئیس بھاو لپوری نبی عباس میں سے ہیں۔ اور عباسیوں کی خلافت میں علم کو بہت ترقی ہوئی تھی۔ اس لئے یہ مضمون اس طرح ادا کیا گیا۔ ۱۲)

۵۔ قوم نے عباسیوں کی یادگار علم کی دولت کو جو کھو دیا ہے۔ اس کی تلاش میں مشغول لے کر ہم یہاں تک آئے ہیں۔

۶۔ تاکہ سب کو یہ معلوم ہو جائے کہ قوم کی حالت کسی ہو گئی ہے اس کے لئے ہم گلے میں جھولیوں ڈال کر یہاں آئے ہیں۔

۷۔ ہمیں لوگ چاہے مطلب پرست کہیں یا مکر کرتے والا بنائیں ہم ایسی ذلتیں برداشت کرتے ہوئے اس دروازے پر آئے ہیں۔

۸۔ جن لوگوں کو قومی ذلت حاصل ہے وہ کسی قسم کا فخر حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ ہم نے تو فخر اور عزت کی تمام نشانیاں اپنے اندر سے مٹا کر رکھ دی ہیں۔

۹۔ سید خاندان کی مہمان نوازی کی ساری دنیا میں شہرت ہے۔ اس لئے ہم اس جگہ پر بن بلائے مہمان کی طرح ادھمکے ہیں۔

۱۰۔ اے زندگی کے پانی! ہماری پیاس بجھانا بھی تیرا ہی کام ہے ہم قوم کی سوکھی زبان لے کر تیرے دربار میں حاضر ہو گئے ہیں۔

مژدہ قدم حضور شاہراہ و بلبلزور ہند

مژدہ ہوا اہل مشرق اب دن پھر ہے تمہارے
گلمہ کی اپنے لینے آیا خیر کہاں سے
ہندوستان بھی تمہ سے کچھ آج کل نہیں کم
نیرے نصیب کا تو کیا پوچھنا ہے۔ لیکن
مہماں ہے آج ان کا اس شاہ کا ولی عہد

مغرب سے سوئے مشرق آیا ہے مہرتایاں
جسے ایسے گلمہ یاں پر گلمہ کی جاں قرباں
اے معدنِ بزرگی اے خاکِ انگلستان
ہندو بھی ان دنوں میں قسمت پر اپنی نازاں
سوائے زمین کے سلطانِ حیرت کئے ہوئے ہیں مہماں

مطلب :- ۱۔ اے مشرق میں رہنے والو! تمہیں اس بات کی خوش خبری ہوئی چاہیے
کہ اب تمہاری تقدیر کے دن پھر گئے ہیں۔ مغرب کی طرف سے مشرق کی طرف، ایک
چمکتا ہوا سورج آ رہا ہے۔

۲۔ وہ اپنی رعایا کی حالت معلوم کرنے کے لئے دور سے آ رہا ہے ایسے رہتا ہے
اس کی رعایا اپنی جان قربان کر رہی ہے۔

۳۔ اے بزرگی کی کان! اے انگلستان کی زمین! ہندوستان کی مٹی بھی آج کل مرتبہ
میں تجھ سے کم نہیں ہے۔

۴۔ تیری خوش قسمتی کا تو بیان کرنا ہی ناممکن ہے۔ لیکن ہندوستان والے بھی
اپنی قسمت پر فخر کر رہے ہیں۔

۵۔ آج اس جگہ اس بادشاہ کا ولی عہد مہماں ہے جس کے ہاں ساری دنیا کے
بادشاہ مہماں رہے ہیں۔

شکر یہ عطائے مدرسہ نواب غازی الدین خان مرحوم واقع امیری
 دروازہ دہلی بحضور حمزہ حسین لائل لفظ گورنر بہادر شیخ از طرف
 طلباء نے انگلو عربی اسکول

آئیے دلی کے دل آرا شہر دعا گو ہے تمہارا
 شکر کا ہم کو گو نہیں یا را پم یہ ہے کہنا فرض ہمارا
 جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمہارا یاد رہے گا
 بے دلی کے فخر کا یہ دن ۲ شہر میں آیا شہر کا محسن
 وصف تمہارا گو نہیں ممکن رہ نہیں سکتے پر یہ کہے بن

جب تک شہر آباد رہے گا
 نام تمہارا یاد رہے گا
 آپ نے ہم پر بھیجے افسر ۳ کیسے کیسے رعیت پر ور
 جن سے بندوستان منور فخر ہے انگلستان کو جن پر

جب تک شہر آباد رہے گا
 نام تمہارا یاد رہے گا
 آرکلاک احسان کا پتلا ۴ آدمی کی صورت میں فرشتہ
 تھا دلی پر فضل خدا کا تم نے جو دلی میں اُسے بھیجا
 جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمہارا یاد رہے گا
 آب و ہوا سے شہر کی ساری ۵ آئی تھی خلقت جان نکاری
 تم نے لگا کر نل اک باری چشمہ حیواں کر دیا جاری
 جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمہارا یاد رہے گا
 یوں تو میں سب احسان مسلم ۶ سب کے یہ احسان مقدم
 تھے تعلیم میں کم سب کے ہم تم نے مدد کی اپنی پیہم
 جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمہارا یاد رہے گا
 جوہلی کے جو خاص و لطیف ۷ پانچ برس کو ہم کو ملے تھے
 لطف سے عبادان کی بڑھا کے جیت لئے دل آپ کے ہم سے
 جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمہارا یاد رہے گا
 مدرسہ تھا بے تھوڑ ہمارا ۸ تھانہ کہیں ٹکنے کا سہارا
 مانگے مانگے پر تھا گزارا مٹ گیا اب خلیجان یہ سارا
 جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمہارا یاد رہے گا
 آپ کو ہم پر رحم جو آیا ۹ گھر یہ عطا ہم کو فرمایا
 حکم مرمت کا بھجوا یا ٹوٹے پھوٹے کو بنوایا
 جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمہارا یاد رہے گا

درس کے کمرے میں ہیں اکثر ۱۰ قدر ضرورت سے کچھ بڑھ کر
بورڈروں کے رہنے کو میں گھر کھیلنے کو میداں ہے سراسر

جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمہارا یاد رہے گا

شہر میں جا کا بلج کو عطائی ۱۱ کیں اصلاحیں آپ ہو اکی
شہر کی جو حاجت تھی رو اکی شرط حکومت تم سے ادا کی

جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمہارا یاد رہے گا

تم میں ہیں جو موجود نضائل ۱۲ وہ نہیں کچھ محتاج دلائل
لوگے یہ انکے دل سے ہیں قائل او اسر لائل او اسر لائل

جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمہارا یاد رہے گا

چونکہ یہ نظم صغیر رسن طالب علموں کے لئے لکھی گئی تھی تاکہ وہ تریبانیس کے
رو برو مختص ہو کر بطور کورس کے گانے کی لے میں پڑھیں اس لئے بچوں کی سمجھ کے
موافق نہایت سیدھے سادھے الفاظ جمع کر دیئے گئے ہیں۔

مطلب :- بتدریج اسے دل کو خوش کرنے والے آئیے۔ تمہارے لئے سارا
شہر دعا کرتا ہے۔ حالانکہ ہم میں شکر یہ ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ پھر بھی شکر یہ
ادا کرنا ہمارا فرض ہے۔ جب تک شہر آباد رہے گا تمہارے نام کی شہرت ہوتی رہے گی

۲۔ دلی کے لئے آج فخر کرنے کا دن ہے کہ اس کا حاکم آج شہر میں آیا ہے۔ اگرچہ تمہاری
خوبی بیان کرنا مشکل ہے۔ لیکن اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جب تک یہ شہر آباد رہے گا۔

تمہارے نام کی شہرت ہوتی رہے گی۔

۳۔ آپ نے ہمارے لئے ایسے افسر بھیجے ہیں جو بہت ہی رعایا پرور ہیں جن سے سارا ہندوستان روشن ہو رہا ہے۔ اور انگلستان کو بھی ان پر فخر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک یہ شہر آباد رہے گا۔ تمہاری شہرت باقی رہے گی۔

۴۔ لاہور کا راک بہن ہی احسان کرنے والا ہے جو آدمی کی شکل میں فرشتہ آ گیا ہے۔ دلی پر خراکی مہربانی ہی تھی جو ایسا شخص بھیجا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک دلی آباد رہے گی تمہاری شہرت باقی رہے گی۔

۵۔ شہر کی گندگی کی وجہ سے سارے شہر والوں کا ناک میں دم تھا۔ لیکن تم نے شہر میں دل لگا کر آب حیات کا چشمہ جاری کر دیا ہے۔ اس لئے جب تک شہر قائم ہے۔ تمہارا نام باقی رہے گا۔

۶۔ اگرچہ ویسے تو تمہارے بہن سے احسان ہیں۔ لیکن یہ احسان سب سے زیادہ ہے۔ کہ تم تعلیم میں سب سے پیچھے تھے۔ اس سلسلے میں تمہارے ہماری پورے طور پر مدد کی۔ اس لئے جب تک یہ شہر قائم ہے۔ تمہاری شہرت باقی رہے گی۔

۷۔ جولائی کے جشن کے موقع پر ہمیں جو خاص وظیفے صرف پانچ سال کے لئے تھے۔ آپ کی مہربانی نے ان میں اضافہ کر کے ہمارے دل کو خرید لیا ہے۔ اس لئے جب تک دلی قائم ہے۔ تمہاری شہرت قائم رہے گی۔

۸۔ ہمارے مدرسہ کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اور کسی جگہ ٹھہرنے کا انتظام نہیں تھا۔ لوگوں سے مانگ مانگ کر گزارہ کر رہے تھے۔ لیکن اب یہ ساری مصیبتیں دور ہو گئی ہیں۔ اس لئے جب تک دلی آباد ہے۔ آپ کی شہرت باقی رہے گی۔

۹۔ آپ نے ہمارے حال پر بہت زیادہ رحم کیا ہے اور یہ گھر میں مدرسہ کے لئے عطا کیا ہے۔ اور اس کی مرمت کرانے کا حکم بھی دے دیا ہے۔ اور اس ٹوٹے پھوٹے کھنڈ کو بالکل ٹھیک

کرا دیا ہے۔ اس لئے جب تک شہر آباد ہے آپ کی شہرت رہے گی۔

۱۰۔ سبق پڑھانے کے کمرے اکثر ضرورت سے بڑے ہیں۔ باہر کے طلباء کے لئے بورڈنگ کا انتظام بھی ہے۔ باہر کھیلنے کے لئے کھلا میدان بھی ہے۔ اس لئے جب تک شہر آباد ہے آپ کی شہرت رہے گی۔

۱۱۔ شہر میں کالج کے لئے جگہ عنایت کی ہے۔ اور آپ وہاں بہترین بنانے کے لئے جگہ جگہ اچھے اچھے انتظامات کئے ہیں۔ شہریوں کو جس چیز کی ضرورت تھی۔ وہ آپ نے سب پوری کر دی ہے۔ حکمرانی کا قاعدہ بھی یہی ہونا ہے۔ جب تک شہر آباد رہے گا آپ کی شہرت قائم رہے گی۔

۱۲۔ تمہارے اندر جو جو خوبیاں موجود ہیں۔ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ان سب باتوں کا لوگوں نے سچے دل سے اقرار کیا ہے۔ کہ اے سرجمیس لائل جب تک دلی آباد ہے تمہاری شہرت قائم رہے گی۔

اشعار ہدیہ

بخصوص ڈینس فٹز پیٹرک لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب۔ انبالہ کے ایک بانی مدرسہ کی طرف سے

<p>اس کا پنجاب پہ ہے سب بڑا یہ احساں ایک آجک کا پلہ ہے عدالت میں گراں وقتِ رخصت تھا ہر اک انکو یہ حسرت نگران ہی احوال تھا پنجاب کا بے دم و گمان عہدِ سابق کو گئے بھول سائیلے زماں حم و انصاف ہوا ذات سے جو ان کی عیاں</p>	<p>قیصر ہند کے میں سیکڑوں احساں جہاں حکمران آئے ہیں پنجاب میں اتنا جتنے جبکہ سرچارلس پنجاب کو چھوڑا اس دم حال جو ہوتا ہے بچوں کا بچہ کرمان سے جانشین تکلم ہوئے آن کے جب سر لائل شکر سے عہدہ برآ اس کے نہیں ہو سکتے</p>
---	--

اٹھ گیا سر سے جب اس ملک کے بحالیہ ان کا
 کار فرما تھے جب اضلاع میں پنجاب کے آپ
 حیدر آباد میں۔ میسور میں۔ کلکتہ میں
 ہے یہ آپ سے امید کہ پنجاب میں بھی
 بعد سر لائل و سر چارلس کے سر ڈینس بھی
 ہاتھ میں آپ کی آ کے حکومت کی عنان
 مودت آپ کی اس وقت مشہور رہے یہاں
 نیک نامی کے لئے کام۔ رہا آپ جہاں
 مشکلیں آپ سے ر ب ملک کی ہونگی آسان
 چھوڑ جائیں گے ہر اک دل یہ عقیدت کے نشان

مطلب :- ۱۔ ہندوستان کے بادشاہ کے جہاں اور احسان ہیں۔ وہاں ان کا پنجاب
 پر بھی ر ب سے بڑا احسان ہے

۲۔ اب تک پنجاب میں جننے حاکم آئے ہیں انصاف کرنے میں ایک سے ایک بڑھ رہا ہے
 ۳۔ جب سر چارلس نے پنجاب کو چھوڑا تو ہر ایک ان کو حسرت کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔
 ۴۔ جس طرح بچے ماں باپ سے الگ ہو کر بے حال ہو جاتے ہیں اسی طرح پنجاب والے لوگ
 بالکل ہی بھول گئے۔

۵۔ ان کی جگہ جب لارڈ جیمس لائل شریف لائے تو پچھلے زمانے کو سب لوگ بالکل ہی
 بھول گئے۔

۶۔ انہوں نے جس انداز سے انصاف اور حم کیا ہے اس کا شکریہ ہم کسی طرح بھی ادا
 نہیں کر سکتے۔

۷۔ جب اس ملک سے ان کا تبادلہ ہو گیا تو اس کا انتظام پیٹرک کے سپرد کیا گیا۔
 ۸۔ جب یہ پنجاب کے ضلعوں میں کام کر رہے تھے۔ تو آپ کا انصاف وہاں بھی مشہور تھا۔
 ۹۔ حیدر آباد۔ میسور۔ کلکتہ۔ ہر جگہ جہاں بھی رہے۔ نیکی کا کام کرنے رہے۔
 ۱۰۔ اب ہمیں یہ امید ہے کہ آپ پنجاب میں بھی لوگوں کی مشکلوں کو آسان کر دیں گے۔
 ۱۱۔ سر جیمس لائل، اور سر چارلس کے بعد سر ڈینس پیٹرک بھی لوگوں کے دل پر اچھا اثر چھوڑ

انگریزی اشعار کا ترجمہ

وہ دل ربا اُمیدیں جن پر کہ تو ہے شیدا
وہ عالم جوانی جس پر کہ تو ہے مفتون
جن دوستوں کی خاطر چھوڑ لے تو نے اس کو
چل دینگے جب سارے ان بلبلیوں کی مانند
جب ہو چکے گا آخر یہ عیش کا زمانہ
بے مہر یوں تو نے جس کو کیا ہے ممکن
جس طرح وہ پرندہ جو فصلِ گل میں جا کر
پھر موسمِ خزاں میں آ کر ہے ہم سے ملتا

جب دُخیرے دل سے ہو جائیگی سراپا
جائے گا ٹوٹ جس دم اس کا طلمس سارا
تھا جو کہ تجھ کو اپنا آرام دل سمجھتا
بعد از بہار جو رنج کرتیں نہیں جن کا
کون آکے دیکھا تجھ کو اسکے سوا سہارا
تیری خبر وہی کچھ لے گا تو آکے لے گا

مطلب :- ۱۔ اے انسان تو جن کے دل کو دھوکا دینے والی امیدوں کا عاشق ہو گیا ہے جب وہ تیرے دل سے پورے طور سے دُور ہو جائیں گے۔
۲۔ جوانی کی وہ حالت جس کا تو عاشق ہے جب اس کا سارا جادو ختم ہو جائے گا۔
۳۔ جو شخص تجھے اپنے دل کا سکون سمجھتا تھا۔ اب اس تو نے جن دوستوں کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔

۴۔ جب وہ ان بلبلیوں کی طرح تجھے چھوڑ دیں گے جو بلبلیں جن کی بہار ختم ہو جانے کے بعد اس طرف کبھی آ کر بھی نہیں دیکھتیں۔
۵۔ جب یہ عیش کا زمانہ ختم ہو گیا تو اس کے سوا تجھے کون آ کر مدد دے سکے گا۔

۶۔ تو نے جس جس کو اپنی بے مزدتی کی وجہ سے رنجیدہ کر دیا ہے تیری خبر گیری آخر میں وہی لوگ آکر کریں گے۔

۷۔ جس طرح وہ پیندہ جو پھولوں کی فصل کے موقع پر چلا جاتا ہے پھر خزاں کے موسم میں ہمارے پاس آجاتا ہے۔

دولت اور وقت کا مناظرہ

بیچ بنا تجھ میں ہے فوقیت کیا
تو ہے انسان کی دولت یا میں
دیکھیں ہم بھی تو کرامات تیری
تجھ کو اے وقت نہیں عقل ذرا
اس کی تو خوبیوں میں شک جانے
لیتے ہیں تو شرہ عقبی مجھ سے
لقب ادب ارہے جانے کامرے
علم بھی ایک طفیلی ہے مرا
لاکھ رکھتا ہو کوئی حسن و جمال
میں نہ ہوں۔ تو نہیں کچھ قدر بشر
تندہ تا حشر رہا اس کا نام
وہ سدا خوار و نگوں سار رہا
اس کی میں شان بڑھا دیتی ہوں
پھرتے ہیں دھن میں مری پر و جواں

ایک دن وقت نے دولت سے کہا
تو ہے سرمایہ عزت یا میں
ہے زمانہ میں بڑی بات تیری
وقت سے سنس کے یہ دولت نے کہا
ہے عجب۔ جس کو خدائی مانے
سبز ہے گلشن دنیا مجھ سے
نام اقبال ہے آنے کامرے
مجھ سے پاتے ہیں ہر نشو و نما
لاکھ رکھتا ہو کوئی فضل و کمال
خوبیاں لاکھ کسی میں ہوں۔ مگر
چند روز آگئی میں جس کے کام
جس سے مجھ کو نہ سروکار رہا
منہ ذرا جس کو لگا لیتی ہوں
چاہتے ہیں مجھے سب خورد و کلاں

کسی آغاز کا انجام نہ ہو
 درمیاں گرنہ قدم ہو میرا
 میرے اعخاص سے ڈرتا ہے جہاں
 ہوا اگر شیر تو رو باہ کروں
 کرتے آئے ہیں جسے رب تسلیم
 میری عظمت نہیں باور مجھ کو
 جس نے مجھ سے تجھے گمراہ کیا
 شک نہیں اس میں ذرا لے دولت
 اپنی جڑ کی نہیں کچھ تجھ کو خیر
 اپنی ہستی سے ہے غافل کتنی
 تو ہوں اس چشمہ کا میں سر چشمہ
 پہلے دریا ہے کہ مچھلی ناداں
 تو چوڑی ہے تو دریا میں ہوں
 میں ہوں اس عطر کی واللہ زین
 تو ہے گریال تو میں راں المال
 تجھ یہ رکھتے ہیں وہ دست قدرت
 مڑھ کے جاسکتی نہیں آگے تو
 طاقت رشتہ بپا کی صورت
 جس کا نایاب ہے عالم میں وجود
 جا کے میں ہاتھ سے آتا نہیں پھر
 لیجئے ہاتھ اس سے ہمیشہ گواٹھا

گرنہ ہوں میں تو کوئی کام نہ ہو
 کوئی حاجت نہ ہو دنیا کی روا
 میں رکھائی سے مری سب لرزاں
 جس سے دنیا میں نہ میں راہ کروں
 الغرض ہے مری وہ شانِ عظیم
 جڑ سمجھتے ہیں خوشی کی مجھ کو
 تو بتا نخر ہے تجھ میں وہ کیا
 وقت نئے سن کے کہا لے دولت
 ساری تو خوبیوں کی جڑ ہے مگر
 تو جو اپنے پہ لے نازاں اتنی
 کئیے فرض تجھے گر چشمہ
 میں ہوں یا تو ہے اس میں امکان
 تو جو کھیتی ہے تو رقبہ میں ہوں
 ہے قرا بہ ترا اگر عطر آئیں
 ہے عبت تجھ کو تقویٰ کا قیال
 جن کے قبضے میں ہوں میں لے دولت
 لاکھ بار ان سے اگر بھاگے تو
 ان کی منہی میں ہے تو لے دولت
 نہ کہ میں جس کا بدل ہے مقفود
 کھو کے تجھ کو کوئی پاتا نہیں پھر
 ایک پل میری اگر دیکھے گنوا

تو اگر اپنی لٹا دے ثروت
 میں اسی واسطے جو اہل تمیز
 میرے جو لوگ کہ ہیں قدر شناس
 جانتے ہیں حکما و خسرفا
 دل میں جن کی مرے کچھ قدر نہیں
 نہ کوئی کام ہو ان سے انجام
 نہ انہیں دین کی دولت ہاتھ آئے
 نہ ادا صوم ہوں ان سے نہ صلوٰۃ
 نہ مدد ان سے کچھ اپنی کی جائے
 گن تو ہیں مجھ میں بہت لے دولت
 بس زیادہ نہیں مہلت مجھ کو

کل وہ ملتی نہیں پھر اے دولت
 میری ایک ایک پل ان کو ہے عزیز
 ہے مرا جاگتے سوتے انہیں پاس
 مجھ کو سرمایہ دین و دنیا
 ان کی قسمت میں نہ دنیا ہے نہ دین
 نہ ارادہ ہو کوئی ان کا تمام
 اور نہ دنیا کبھی ان سے پنیائے
 نہ قدرت میں حج ان کی نہ زکوٰۃ
 نہ خبر ان سے کسی کی لی جائے
 ہے مگر تنگ مجال فرصت
 بحث کی اب نہیں طاقت مجھ کو

اس میں ہے میرا سراسر نقصان
 کہ ہے انمول مری ایک ایک ان

مطلب :- ۱۔ ایک دن وقت نے دولت سے کہا کہ تیرے اند کیا بڑائی ہے ؟
 تو صحیح بتا دے۔

۲۔ عزت کی وجہ تو ہے یا میں ہوں۔ انسان کی دولت تو ہے یا میں ہوں۔
 ۳۔ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ دنیا میں تیری کتنی عزت ہے۔ اور تیرے اند کیا کیا خوبیاں
 ہیں۔

۴۔ دولت نے وقت سے شمس کر یہ کہا کہ اے وقت! تیرے اند ذرا بھی سمجھ نہیں

ہے۔

۵۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جس کو ساری دُنیا مانتی ہے۔ تجھے اس کی عزت میں شک ہے۔

۶۔ دُنیا کا چہن میری وجہ سے ہی ہرا بھرا ہے اور اگلی زندگی کی نیکیاں بھی میرے ہی ذریعے حاصل کرتے ہیں۔

۷۔ میرے آنے سے شان آجاتی ہے اور جیب میں چلی جاتی ہوں تو نحوست آجاتی

۸۔

۸۔ میرے ذریعے ہر نرنی کرتا ہے۔ اور علم بھی میرے ذریعے ہی پھلتا پھولتا ہے۔

۹۔ چاہے کسی میں کتنے ہی ہنر اور خوبصورتی کیوں نہ ہوں۔

۱۰۔ اور آدمی میں کتنی ہی خوبیاں کیوں نہ ہوں۔ لیکن میرے بغیر انسان کی کوئی عزت

نہیں ہے۔

۱۱۔ حیرتوں جس کے بھی کام آجاتی ہوں قیامت تک اس کا نام زندہ رہتا ہے۔

۱۲۔ جس شخص نے مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ وہ ہمیشہ ذلیل اور پریشان رہتا ہے۔

۱۳۔ میں جب ذرا کسی کو اپنے پاس بلا لیتی ہوں۔ تو پھر اس کی عزت بڑھادتی ہوں۔

۱۴۔ مجھے چھوٹے اور بڑے سبھی چاہتے ہیں۔ اور میری خواہش میں بوڑھے اور

جوان سبھی پھرتے رہتے ہیں۔

۱۵۔ میرے بغیر دُنیا کا کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی کوئی کام شروع کر کے پورا

کیا جاسکتا ہے۔

۱۶۔ اگر میرا سہارا نہ ہو تو دُنیا کی کوئی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی۔

۱۷۔ میری بے رحمی سے سب کا نپتہ ہیں۔ اور میں کسی سے آنکھیں پھریوں تو دُنیا پریشان ہو جائے۔

۱۸۔ میں دُنیا میں جس سے دوستی پیدا نہ کروں۔ تو وہ اگر شیر بھی ہو تو لوہڑی کی طرح

مجھ پرین کر رہ جاتا ہے۔

- ۱۹۔ غرضیکہ میری اتنی بڑی شان ہے جسے سب لوگ ملتے آئے ہیں۔
- ۲۰۔ سب لوگ مجھے خوشی کی جڑ سمجھتے ہیں۔ کیا تو میری بڑائی کا اتنا بھی قائل نہیں ہے؟
- ۲۱۔ تو مجھے یہ بتا دے کہ تیرے اندر کیا بڑائی ہے؟ جس کی وجہ سے تو میرا مخالف ہو گیا ہے۔
- ۲۲۔ وقت نے دولت کی یہ بات سن کر کہا کہ اے دولت! تیری باتوں میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔
- ۲۳۔ تیرے اندر ساری خوبیاں موجود ہیں۔ لیکن تجھے اپنی اصلیت کا ذرا بھی علم نہیں ہے۔
- ۲۴۔ تو اپنے اوپر جو اتنا غرور کر رہی ہے اور اپنی حیثیت سے تو بالکل غافل ہے۔
- ۲۵۔ اگر تجھے چشمہ فرض کر لیا جائے تو اس کے نکلنے کی جگہ ہوں۔
- ۲۶۔ کسی کام کے ممکن ہونے کی بنیاد میں ہوں یا تو ہے۔ بیوقوف! پھلی پہلے آتی ہے۔
- یاد رہے پہلے آنا ہے۔
- ۲۷۔ تو اگر کھیتی ہے تو میں زمین ہوں۔ اگر تو موتی ہے تو میں دریا ہوں۔
- ۲۸۔ اگر تو عطر سے بھری ہوئی ڈبہ ہے تو میں عطر پیدا کرنے والی زمین ہوں۔
- ۲۹۔ تجھے بڑائی کا خیال بالکل بیکار ہے۔ اگر تو دولت ہے تو میں خزانہ ہوں۔
- ۳۰۔ اے دولت! جن کے قبضے میں میری جان ہے وہ تجھے اچھی طرح قابو میں رکھتے ہیں۔
- ۳۱۔ تو بارش سے چاہے کتنی ہی بھاگے لیکن آگے بڑھ کر نہیں جاسکتی۔
- ۳۲۔ اُن کی مٹھی میں تو اے دولت! اس طرح ہے جیسے پتھر دھلگے میں بندھا ہوتا ہے۔
- ۳۳۔ میری ایسی حیثیت نہیں ہے جس کا بدل ہی ناممکن ہے۔ اور ساری دنیا میں جس کا وجود میں آنا بہت مشکل ہے۔
- ۳۴۔ مجھے کھو کر کوئی نہیں پاسکتا۔ اور جس میں چلا جاتا ہوں تو پھر کسی کے ہاتھ ہی نہیں آتا۔
- ۳۵۔ اگر میرا ذرا سا بھی وقت ضائع کر دیا جائے تو پھر اسے کبھی بھی واپس نہیں لاسکتے۔
- ۳۶۔ لیکن اگر تو اپنی دولت لٹا دے تو پھر وہ ہمیں واپس نہیں مل سکتی۔

- ۳۷۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ غفلت میں ہیں۔ انہیں ایک ایک گھڑی بہت قیمتی ہوتی ہے۔
 ۳۸۔ جو لوگ میری فکر کرتے ہیں۔ انہیں ہر وقت میرا لحاظ اور خیال رہتا ہے۔
 ۳۹۔ نما سفر اور صوفی لوگ مجھے دین اور دنیا کی دولت سمجھتے ہیں۔
 ۴۰۔ جن لوگوں کے دل میں میری ذرا بھی عزت نہیں ہے۔ ان کی قسمت میں دنیا اور دین

کچھ بھی نہیں ہے۔

- ۴۱۔ وہ لوگ کسی کام کو انجام نہیں دے سکتے! اور نہ ہی ان کا کوئی ارادہ مکمل ہوتا ہے
 ۴۲۔ دین کی دولت بھی ان کے ہاتھ نہیں آتی۔ اور دنیا بھی ان کی عزت نہیں کرتی۔
 ۴۳۔ وہ لوگ روزہ اور نماز کچھ بھی ادا نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی کسی کے ساتھ نیکی کر سکتے ہیں۔
 اور نہ ہی زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

- ۴۴۔ وہ لوگ کچھ بھی اپنی مدد نہیں کر سکتے اور نہ ہی کسی کے ساتھ نیکی کر سکتے ہیں۔
 ۴۵۔ اے دولت با میرے اندر خوبیاں تو بہت سی ہیں لیکن ان سب کو اس وقت
 گنتا مشکل ہے۔

- ۴۶۔ اب مجھے زیادہ فرصت نہیں ہے۔ اور نہ ہی بحث و مباحثہ کرنیکا وقت ہے۔
 ۴۷۔ کیونکہ اس میں میرا ہی نقصان ہے میرا ذرا سا وقت بھی بہت قیمت رکھتا ہے۔

ناقصوں کے دعوے کاملوں کے سامنے فروغ نہیں پاتے

اور سمجھتے آپ کو ہیں بے عدیل
 جو لیاقت رکھتے ہیں ان سے سوا
 دیکھنا لازم پہاڑ اس کو نہیں
 شتے نہیں مجھ سے کوئی تابندہ نر

ہے لیاقت جن میں کچھ قدرِ قلیل
 ان کو ایسوں سے نہیں ملتا روا
 اونٹ اگر سمجھے پڑا اپنے تیس
 سر میں ہے جگنو کے یہ سودا اگر

چاہیے دن کو نہ نکلے زینہار ورنہ ہوگا اپنے جی میں شرمسار

مطلب :- ۱۔ جن لوگوں میں ذرا سی بھی عقلمندی ہے وہ اپنے آپ کو بے مثال سمجھنے لگتے ہیں۔

۲۔ ایسے لوگوں کو ان لوگوں سے نہیں ملنا چاہیے۔ جو ان سے زیادہ قابلیت رکھتے ہیں۔

۳۔ اگر اُونٹ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے تو اسے بناڑ کے نیچے سے نہیں گزرنا چاہیے۔

۴۔ اگر حکمتورہ سمجھتا رہتا ہے کہ دنیا میں مجھ سے زیادہ چمکنے والا اور کوئی نہیں ہے۔

۵۔ تو اسے دن میں نہیں نکلنا چاہیے۔ ورنہ وہ سورج کو دیکھ کر شرمندہ ہو جائیگا۔

قطعاً تاریخ

راقم کوئی الوداع تاریخ نکالنے کا ڈھب نہیں ہے۔ اور اگر کبھی ایسی ضرورت پیش آئی ہے تو ہامیت وقت سے۔ اکثر تخریر یا تعبیہ کے ساتھ اور کبھی من اتفاق سے بنیر اس کے بھی تاریخ سرانجام ہوئی ہے۔ اسی لئے بڑی بھلی چند تاریخیں جو کبھی کبھی دوستوں یا بزرگوں کی فرمائش یا اپنے دل کی خواہش سے لکھی تھیں ان میں سے جس قدر دست بہم نہیں دیوان میں شامل کر دی گئیں ہیں۔ تاکہ دیوان کے ضروری اخلاط میں سے ایک خلط کم نہ ہو جائے۔

تاریخ وفات مرزا غالب مرحوم دہلوی

ہر لب پہ آہ سرد تھی ہر دل میں درد تھا
 دنیا سے دل ہراپنے پرانے کا سرد تھا
 دیکھا تو دل پہ ہاتھ تھا اور زنگ لڑو تھا
 غرنی والواری کا مگر ہم سرد تھا
 اگلوں کے ساتھ ساتھ مگر رہ لڑو تھا
 دل تھا کہ فکر سال میں بے صرفہ کمرود تھا
 صبح ہے کہ خواجہ راہنمائی میں فرود تھا
 حق معفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

۲۷۹۶

غالب نے جبکہ روضہ رضواں کی راہ لی
 اس دن کچھ اہل شہر کی افسردگی نہ پوچھ
 حالی کہ جس کو دعویٰ تکین و ضبط ہے
 تھا گو وہ اک سخنور ہندوستان نژاد
 اس قافلے میں آ کے ملا گو وہ سب کے بعد
 ہم اور صبح و شام یہ اندوہ جاں گزا
 ناگاہ دی یہ غالب مرحوم نے صدا
 تاریخ ہم نکال چکے پڑھ بغیر فکر

۱۲۱۱

مطلب: ۱۔ غالب نے جب جنت کے باغ کا راستہ لیا تو ہر ایک آدمی کی زبان
 پر آہ و ندامت جاری تھی اور سب کو بہت رنج تھا۔

۲۔ اس دن شہر والے بہت ہی رنجیدہ تھے۔ اپنے اور غیر سب ہی سو گوار تھے۔

۳۔ حالی جسے صبر اور ضبط کا بہت دعویٰ تھا۔ جب اسے دیکھا تو رنج کے مارے
 دل تھا مگر بیٹھ گیا تھا اور اس کا زنگ بالکل پیلا پڑ گیا تھا۔

۴۔ اگرچہ وہ ہندوستانی شاعر تھا لیکن غرنی اور انوری کے پایہ کا شاعر تھا۔

۵۔ اگرچہ اس قافلے میں سب کے بعد آیا تھا لیکن اگلوں کے ساتھ ساتھ اس کی

رفقنا اور شاعری کی طرز بن گئی تھی۔

۶۔ ہم صبح سے شام تک اسی غم میں مبتلا تھے اور ہر وقت مرزا غالب کی تاریخ وفات

نکلانے میں متوجہ رہتے تھے۔

۷۔ اچانک غالب نے آگریہ آہ و زاری کی کہ خواجہ رہنمائی میں مثال نہیں رکھتا تھا۔

۸۔ ہم نے ان کی تاریخ بغیر کسی دقت کے نکال لی خدا اس کی مغفرت کرے۔ بیت اچھا آدمی تھا۔

تاریخ وفات محمد ابراہیم جوان مرگ طالب علم بی اے دہلی کالج

محمد ابراہیم چوں ترک جان گفت
بگفتم ز روئے الم سال فوتش
ز نخل جوانی ثمر بر نخسورده
بجاں آفرین جان شیریں سپرده

۱۲۹۲ × ۱۳۹۳ھ

مطلب: ۱۔ محمد ابراہیم نے جیب زتیا کو الوداع کہا۔ اور اس نے جوانی کے درخت سے پھل نہیں کھایا تھا۔

۲۔ رزخ کی زیادتی کی وجہ سے میں نے اس کی تاریخ وفات کہی کہ اس نے اپنی پیاری جان پیدا کرنے والے کے سپرد کر دی۔

تاریخ وفات سید خواجہ ناصر وزیر حرم دہلی

جب موعے ناصر وزیر راہی ملک بقا
دل نے کہا ہر جگہ بھتی ہے چراک جدا
رب موعے اندوگتیں تہر کے برتاؤ پیر
باغ میں نسریں و نخل چرخ پھیر منیر
غیب سے آئی ندا اٹھدیں ناصر وزیر

مطالب :- ۱۔ جب ناصر وزیر کا انتقال ہو گیا تو شہر کے بوڑھے اور جوان سب کو رنج ہوا۔

۲۔ دل نے کہا کہ ہر ایک چیز اپنی جگہ ہی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ باغ میں نسرین اور گلاب کے پھول اور آسمان پر چمکنا ہوا چاند۔

۳۔ عیش میں شعر و شاعری اور رنج میں مرنے کی تاریخ۔ تو عجیب سے کسی نے کہا کہ خلا میں ناصر وزیر چلے گئے۔

تاریخ طبع جغرافیہ شمال مغرب خواجہ سید شہاب الدین حسن صاحب دہلوی

وہ جغرافیہ میں کی تھی احتیاج
نئی طرز کا ہے یہ جغرافیہ
ملی طرفہ تر اس کی تاریخ طبع
اگر سال بھری کی ہے جستجو
ہو مطلوب تاریخ مگر عیسوی
چھپا ضرورہ اے طالبان کمال
عیاں جس کے رعب مسکون کا حال
وہ خود طرفہ ہے جیسے بے قیل و قال
تو جغرافیہ خود بتا ہے سال
۱۴۹۹ھ کو اس کو جغرافیہ بے مثال
۱۸۸۲ء

مطالب :- ۱۔ اے خوبیوں کے چاہنے والو! تمہیں یہ خوشخبری ملنی چاہیے کہ جس جغرافیہ کی ضرورت تھی۔ وہ چھپ کر آ گیا ہے۔

۲۔ یہ جغرافیہ نئی طرز کا ہے جس سے دنیا کا صحیح حال معلوم ہوتا ہے۔

۳۔ اس کی طباعت کی تاریخ بڑی عجیب ہے کہ بحث مباحثہ کی ضرورت

ہی نہیں ہے۔

۴۔ اگر بھری کے سال کی تاریخ نکالنی ہے تو لفظ جغرافیہ سے وہ سال نکل آتا ہے۔

۵۔ لیکن عیسوی تاریخ چاہیے تو اسے بے مثال کہہ لیں۔

تاریخ بہ پایاں رسیدن بنائے سید مہربان علی مرحوم رئیس گلاؤکھی دربلند شہر

بنامش مہربان جزوے زا جزا چنان کہ نام او مہرست پیدا بعہدِ حاکم بیدار و دانا شد این معمورہ چوں گلشن سراپا مکان بے نظیر آید ادا ۱۲۹۹ھ	علی آن سید والا کہ باشد بود با ذات او توام سیاوت چو این کاشانہ را بنیاد بہ ساد گروس آن فیض گستر گز و جودش چیں گفتش حاکمی سال تمیر
---	---

مطلب :- ۱۔ علی دوستیر کہ اس کے نام میں مہربانیوں کا بھی ایک حصہ ہے
۲۔ سیدات اس کے نام کے ساتھ ملی ہوئی ہے کیونکہ اس کا نام حکمت سے
مل کر بنایا ہے۔

۳۔ جب اس نے اس محل کی بنیاد رکھی ایسے عقلمند اور اچھے حاکم کے عہد میں۔
۴۔ تو اس کی مہربانیوں والی شخصیت نے اس جگہ کو چین کی طرح آباد کر دیا۔
۵۔ حاکمی نے اس کی تعمیر کی تاریخ اس طرح کہی کہ بے نظیر مکان بنایا ہے۔

تاج اوزنگ نشینی حضور آصف جاہ نظام الملک میر محبوب علی خان بہادر فرماں روا کے ملک و کن

نظام الملک محبوب علی خاں آصف ثانی
برائے دیے مبارک تاج و اوزنگ جہانپانی
۱۳۰۱ھ

یہ سال فرخ و ماہ سعید و روز فرخندہ
یہ تخت سلطنت پر نشست جاتی گفت تارخیش

مطلب: ۱۔ یہ مبارک سال و نیک مہینہ اور اچھے دن نظام الملک محبوب
علی خاں آصف ثانی

۲۔ تخت سلطنت پر بیٹھے تو حاکمی نے ان کی تاریخ بھی اور اس کی جہانپانی کے
تخت کا تاج مبارک ہے۔

تاریخ تالیف قواعد اردو مولفہ خواجہ شہاب الدین حسن صاحبہ ہلوی

بیان شافی ہے اور ترتیب محکم
زیادہ حجم میں اور نفع میں کم
کہ میں جس میں قواعد سب فراہم
یہ خوبی میں سے اکثر سے منظم
نہ دینا اس میں لگتے ہیں نہ درہم

قواعد ہے یہ اردو کی کہ جس کا
کتابیں اس سے پہلے تھیں بہت سی
مگر یہ مختصر ہے اک رسالہ
وجود اس کا ہے گو سب سے مؤثر
جو قیمت پوچھئے تو ہے بہت سہل

اگر نام اس کا تاریخی ہو مطلوب تو ہے اسے طالبوا کسیر اعظم
۱۳۰۲ھ

مطلب: ۱۔ یہ اردو کی قواعد ایسی ہے کہ اس کی طرز بہت ہی متاثر اور
ترتیب بہت ہی اچھی ہے۔

۲۔ اس سے پہلے بھی قواعد کی بہت سی کتابیں تھیں۔ لیکن اس کے مقابل اس کی
دقت کم تھی۔

۳۔ اس ایک مختصر رسالہ میں قواعد کی ساری باتیں اکٹھی کر دی گئی ہیں۔

۴۔ اگرچہ یہ سب سے آخر میں لکھی گئی ہے۔ لیکن خوبیوں میں سب سے ہی اعلیٰ
اور اچھی ہے۔

۵۔ اس کی قیمت معلوم کرو تو وہ معمولی ہے! اس میں کوئی اشرفی یا روپہ تھوڑا
ہی خرچ آتا ہے۔

۶۔ اگر اس کا تاریخی نام رکھنا چاہتے ہو تو ا کسیر اعظم رکھ لو۔

تاریخ رحلت نواب ضیاء الدین احمد خان مرحوم دہلوی

دردا کہ ضیاء الدین احمد میر بست
ارتطابق دزالیواں وز بزیم و جلیسا
رخت سفر از جہاں کہ جائے الم ست
بگستہ بہ رحمت آہلی پیوست

مطلب: ۱۔ افسوس کہ ضیاء الدین احمد خاں کا انتقال ہو گیا۔ اور دنیا سے سفر کا
بستر باندھ لیا۔ اور اس کا بہت رنج ہے۔

۲۔ محل بگھراور بیٹنوں کی محفل میں ہر جگہ یہی کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جا کر

مل گیا۔

تاریخ طبع دیوان نثری اقبال حسین صاحب متخلص بہ عاشق

جواں مرد آزادہ عاشق نیست
 نہ صیاد و ہموارہ از حسن خلق
 نہ سخا و پیوستہ ز افسون لطف
 ہمے بار دواز جہہ اش ایسا ط
 رہنیش گے سرکہ برابرواں
 دو سال ست کاشوں مہر و وفاش
 ولے دیر ہوندر نا آشنا
 نہ انم کہ عاشق چہ افسوں دمید
 سرخستہ ہیہات وادم زوست
 کنوں رانم از طبع دیوان سخن
 دریں روز ہاگز صروف زماں
 عروس سخن می نیر نہ د بچو
 صد آباد بر عاشق و غم او
 نہ معنی بہ بیگانہ و آشنا
 چو دیوان آردوئے عاشق کہت
 بہ پیرایہ طبع آراستند
 سخن کش نبودار زشے در چہاں
 چو حالی ہے حبت تاریخ طبع

دراقران خود کس مراد را قرین
 بے صید آزاد گماں در کین
 کشد ز اشیاں بازو شیراز غریں
 اگر مہربان ست دگر گفت گسین
 نہ یا پیش افتادہ جس بر چسین
 رہو دست صبرم زجان خزیں
 کہ بودست فارغ از مہر و رکیں
 کہ در باخت خورد را بمرثی حین
 سخن آسماں بود رفت از زمین
 کہ شد جلوہ فرما بہ لوعے گزین
 سخن شد مہماں و سخنور ٹہین
 بہ حسن ار بود غیرت حور عین
 کہ در دور تا سازگار ی چسین
 قشادست گنجدہ از آستین
 صنم خانہ طرفہ گفتی ز چسین
 شنیدند از ہر کنار آفرین
 ز شاوئی نہ گنجد در پوستان
 صنم خانہ عاشق آمدنیں

یہ تاریخ اس طرح نکلتی ہے کہ ۹۲۹ میں سے جو کہ ضیاء الدین احمد کے اعداد میں ۳۲۱ جو کہ طاق۔ ایوان بزم اور جہا کے اعداد کا مجموعہ ہے۔ تخریج کر کے باقی ۶۰۸ کو ۶۹ میں جو کہ رحمت الہی کے اعداد میں ملانے سے ۱۳۰۲ حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہی نواب مرحوم کا سال وفات ہے۔ مختصر صورت تاریخ کی یہ ہے۔

۹۲۹ - (۱۱۰ + ۶۸ + ۴۹) × ۶۰۸ (۶۹۴) = ۱۳۰۲ ھ
مطلب :- ۱۔ جواں مرد عاشق کہ اس زمانے کے ساتھیوں میں اس جیسا کوئی نہیں ہے۔

۲۔ صیاد اس کے حسن خلق سے بہوار نہیں ہے۔ اور آزاد لوگوں کے شکار کی گھات میں بیٹھا ہے۔

۳۔ اس کی قوت گویائی کا چارو سا حیرت پر بھی ہے۔ شیر اور باز نے بھی اپنے آئینا سے سرنکالا ہے۔

۴۔ اگر اس کا دوست غصہ میں اور رنجیدہ ہے تو بھی اس کے چہرے سے خوشی چمکتی ہے۔

۵۔ نوے اس کے سرا اور ابرو کو نہیں دیکھا ہے کہ اس پر غصہ کے مارے شکنیں پڑی رہتی ہیں۔

۶۔ اس کی محبت اور وفاداری دو سال سے میرے صبر و قرار کو چھین لیا ہے۔
۷۔ لیکن ناواقف اور دیر میں دوستی کرنے والا محبت اور کینہ سے صاف ہو گیا ہے۔

۸۔ میں نہیں جانتا کہ عاشق نے کیا جا رو کر دیا کہ اپنے آپ کو ایسی محبت میں مبتلا کر دیا۔

۹۔ افسوس۔ پیرے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا۔ اور زمین آسمان کے

درمیان بات کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

۱۰۔ شاعری کے مجموعہ کے طبع ہو جانے سے طبیعت ایسی ہو گئی ہے کہ نئے انداز میں جلوہ گر ہوئی ہے۔

۱۱۔ اتنے دنوں میں اور اتنا ٹبر جہ گزارنے کے بعد شاعری اور شاعر جلوہ افروز ہو سکے ہیں۔

۱۲۔ شاعری کی دلہن بغیر کوشش کے نہیں سنورتی۔ چاہے وہ حُسن میں حُور کو شرمندہ کرنے والی کیوں نہ ہو۔

۱۳۔ عاشق اور اس کا ارادہ سلامت رہے کہ ایسے ناموافق حالات میں بھی اس نے

۱۴۔ جو الفاظ کے معانی سے بالکل ہی واقف ہے۔ اپنی آستین سے ایک خزانہ نکال کر رکھ دیا ہے۔

۱۵۔ عاشق کا اردو دیوان عجیب قسم کا صنم خانہ بنا ہوا نظر آ رہا ہے۔

۱۶۔ جب اسے شائع کرتے لگے تو ہر طرف سے مبارکبادیں دی جانے لگیں۔

۱۷۔ اس کی باتیں ایسی ہیں کہ دنیا میں کسی چیز کی برابری نہیں کر سکتیں۔ اور جب کوئی

سُننا ہے تو جامہ میں پھولا نہیں سماتا۔

۱۸۔ جب حالی نے اس کی طباعت کی تاریخ تلاش کی تو اس کا سن صنم خانہ

عاشق میں نکل آیا۔

تاریخ بنائے چاہو درمختار مدرسہ العلوم مسلمانان علی گڑھ

سال بعثتِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳۸۵ھ سخی جناب

آلہ پینٹن مسرتیہ احمد خاں بہادر

ہدایت کیجئے گرسالِ ہجرت کی محرم سے نو کھیتے سال بعثتِ حکامہ ثنوال کو میدرا

کلام اللہ اُترا آخر ماہ مبارک میں
نکالے یہ مبارک سن جناب سید احمد نے
زرے سال بعثت چونکہ تھی تاریخ کی خواہش
ہوا اس واسطے شوال مبارک سال بعثت کا
بنایا جس کو دارالعلم کا یہ حشمہ زریبا
کہا ہائے نے حالی سے کہ حشمہ فیض احمد کا
۱۳۱۲ھ

مطلب :- ۱۔ اگر ہجرت کے سال کی محرم سے ہدایت کی جائے تو معیشت
کا سال شوال کو قرار دیا جائے تو بہتر ہے۔
۲۔ کلام اللہ آخر ماہ میں نازل ہوا تھا۔ اس لئے شوال کو معیشت کا
سال گنا گیا۔

۳۔ یہ مبارک سن سر سید احمد خان سے نکالا ہے۔ جس سے دارالعلوم
میں یہ کنواں بنایا ہے۔

۴۔ چونکہ معیشت کے سال سے تاریخ کی خواہش تھی۔ اس لئے ہائے
نے خال سے کہا کہ احمد کے فیض کا حشمہ تاریخ لکھ دو۔

تاریخ طبع ترجمہ تاریخ دربار قیصری جتنا سال عیسوی

پنجاب کے ادارہ تعلیم عام نے
دربار قیصری کی جو تاریخ تھی چھپی
میں لفظ دلکشا تو مضامین ہیں دل نشیں
چھپ کر ہوا تمام تو حاکی سے یوں کہا
ایک در کا ملک کے حق میں کیا ہے خوب
اب ترجمہ اسی کا مرتب ہوا ہے خوب
ہے ترجمہ نفیس تو طرز ادا ہے خوب
دربار قیصری کا مرتب چھپا ہے خوب

۱۸۸۲ء

مطلب :- ۱۔ پنجاب کے محکمہ تعلیم نے ملک کے حق میں ایک کام بہت اچھا

انجام دیا ہے۔

۲۔ دربارِ قیصری کی تاریخ جو چھپ گئی تھی۔ اس کا اردو ترجمہ شائع کر دیا ہے۔

۳۔ اس کے الفاظ بہت پسندیدہ اور مضامین بہت اچھے ہیں۔ اور ترجمہ اور انداز

تحریر بھی بہت اچھا ہے۔

۴۔ جب کتاب چھپ کر مکمل ہو گئی تو باقتضائے کہا کہ دربارِ قیصری کا ایلم خوب

چھپا ہے۔

تاریخ بنائے مہمان سرا اور موضع مومن واقع پنجاب بحساب سال عیسوی

بھکر کرم آن وزیر چند کہ باقی ست
ساختہ منزل گئے چو بہرِ غریباں
نام نزرگامون نہ بزل و نوالش
تکیہ گہ گوہرِ غریب آمدہ سالش
۱۸۷۷ء

مطابق سنہ ۱۸۷۷ء۔ اس وزیر کی مہربانیاں ابھی باقی ہیں۔ کیونکہ اس کے نزرگوں
کا نام بخشش اور کرم میں مشہور ہے۔

۲۔ جب اس نے غریبوں کے بھرنے کے لئے ایک مسافر خانہ بنایا تو اس کا
سال تاریخ تکیہ گہ گوہرِ غریب آیا۔

تاریخ وفات جناب علامہ قلندر علی زبیری پانی پتی غفر اللہہ متخلص بہ عالم

آن قلندر علی و حیدر ماں	در نجات زبیری و سندری
خاکِ پانی پت از سکونت او	در جہاں شر علم بہ مستندری
مرد و یا خویش بر وحمت و علم	ماند خلقے بہ کوسے تا بلدی
جز دل او کہ بود ہمیلہ صفا	نقدہر کیسہ حیدرست و روی
جز کتابتیش کہ یدر ہمہ حسات	درج ہر نامہ نیکی رت و بیاری
گفت سالِ وفات او منظر	رفت عالم بہ جنت ابدی

مطاب:۔ ۱۔ وہ بزرگ جن کا نام قلندر علی تھا۔ اپنے زمانے کے واحد بزرگ تھے۔ اور سخاوت اور دانائی میں وہ سدا بانے جاتے تھے۔

۲۔ ان کے قیام کی وجہ سے پانی پت کی زمین علم کی دنیا میں مستند ہو گئی تھی۔

۳۔ ان کا انتقال ہو گیا اور حکمت اور علم بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ اور یہاں کی

رعیت اور عوام اسی جہالت کی گلی میں پڑ گئے تھے۔

۴۔ سوائے اس کے دل کے کہ پورے طور پر صاف اور نیک تھا۔ ہر قبیلی کی

تقدیری یہیں چھوڑ گئے۔

۵۔ سوائے اعمال نامہ کے کہ اس میں نیکیاں ہی نیکیاں بھری تھیں۔ اپنے ساتھ

کچھ نہیں لے گئے۔ (کتاب سے مراد نامہ اعمال ہے)

۶۔ ان کی وفات کی تاریخ منظر نے کہی کہ ایک عالم ہمیشہ کے لئے جنت میں

چلا گیا۔ (مولوی قلندر علی مرحوم "عالم" تخلص کرتے تھے۔)
 نوٹ: یہ مدیحہ بالا و مندرجہ ذیل قطعات تاریخ برادرِ راتم خواجہ
 امداد حسین تخلص بہ منظر کی بہت سی تاریخوں میں سے یہ قطعے باقی رہ گئے تھے
 ان کی اشاعت کا کوئی موقع نہ تھا۔ اس لئے بطور یادگار ان کو بھی اپنے دیوان
 میں شامل کر لیا۔

تاریخ و فاحا فظ سعید اکبر مرحوم بانی مدرسہ اسلامیہ پانی پت

جو سعید اکبر آن یاری گز قوم	کہ مرا اہل وطن را بود یاد در
سوئے جنت دنیا رخت بریت	ازیں غم تافت دلہا ہجو آذر
دریغ آن نیک خواہ حملاہ جناب	دریغ آن نیکسار برتر یاد در
دریغ آن درس گاہ اہل سلام	کہ مانا از مردش بے برگ بے پیر
چین سال فائش یافت منظر	شرہ جنت مقام سعید اکبر

مطلب:۔ ۱۔ جب سعید اکبر جو قوم کا مددگار اور خاص طور پر اپنے وطن والوں کی
 سرپرستی کرنے والا تھا۔

۲۔ جب اس نے دنیا سے جنت کی طرف اپنے سفر کا بستر یا نہرھا تو اس تم سے
 دل اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے جیسے آذر کا دل پھٹ گیا تھا۔

۳۔ افسوس! اس نیک دوست پر جو سب کا دوست تھا۔ اور افسوس! اس پر
 جو سب بھائیوں کا شمع یا شمعہ والا تھا۔

۴۔ اسلام کی اس درس گاہ پر افسوس ہے کہ اس کے مرجانے کے بعد ایسی ہو گئی۔

جیسے اس کے پتے اور پھل سب جھڑ گئے ہیں۔
 ۵۔ منظر نے ان کی تاریخ و قات یہ کہی کہ سعد اکبر کی جگہ حبت بن گئی ہے۔

تاریخ اورنگ نشینی حضور نواب آصف جاہ نظام الملک میر محبوب علی خان بہادر دام اقبالہ فرمائروا

دکن

شاہ دکن چوں بہادر صہب مراد عباد
 سال جلوس شہزادہ گفت کہ بے سر شدہ
 افسر دولت یہ فرق پائے برا اورنگ داد
 فتنہ و فسق و فجور شر و فریب و فساد

مطلب ۱۔ ا۔ جب دکن کے بادشاہ نے اپنی خواہش کے مطابق دکن کی
 تخت نشینی کا تاج اپنے سر پر رکھا۔

۲۔ اس کے تخت پر بیٹھنے کی تاریخ عقل نے یہ کہی کہ فتنہ و فسق و فجور و شر و
 فریب و فساد کے پہلے حرف یعنی سر کو کاٹ دیا جائے تو تخت نشینی کی تاریخ نکل
 آتی ہے۔

ایضاً

عیان شد چو عیدِ جلوس نظام
 خرد فرق اعدا ترا شیارہ گفت
 بے خوشتر از عید وصل حبیب
 کہ "نصر من اللہ و فتح قریب"
 ۱۳۰۰ھ

مطرب :- ۱۔ جب نظامِ دکن کے تخت نشین ہونے کا سال معلوم ہوا۔ تو وہ دن دوست سے ملاقات کرنے اور ملتے کے عید کے دن سے بھی زیادہ مبارک دن تھا۔

۲۔ عقل نے کوشش کی اور کہا کہ نصر من اللہ فتح قریب اس کی تاریخ تخت نشینی ہے۔

تاریخ ولادت فرزند ارجمند درکاشائہ اقبال حضور نظام دام اقبالہ

شہرہ چوخورشید شرف طالع بشکوئے نظام
منظہر اندر فکر تاریخ ولادت افتخار بود
قدسیاں گفتند شمع ملک و دروات آمدہ
عقل گفت این لعل از کان شرافت آمدہ
۱۲۰۱ھ

مطرب :- ۱۔ جب نظامِ دکن کے گھر میں بزرگی نے قسمت کا ستارا چمکایا تو کہا گیا کہ ملک اور دولت کی شمع آگئی ہے۔
۲۔ مظہر نے اس کی تاریخ پیدائش سوچتی شروع کی تو عقل نے کہا کہ یہ لعل شرافت کی کان سے نکل آیا ہے۔

تاریخ مدارالمہامی نواب میرالائق علی خان مرحوم در سرکار عالی
دوش کردم ز عقل چند سوال کوست حلال مشکلا و عقد

گفتش کے بود کہ شاہ دکن
گفت حین جلوس فرخ او
گفتش پس کہ باشدش دیوان؟
گفتش سنگھا دریں راه است
گفتش خواجہ کے شود دیوان؟
بنشیند یہ مسند اب و جد
در ہزار است و سی صدست واحد
قرعہ بر لائق علی خاں زد
گفت زدو کہ حق بہ خواجہ رسد
گفت حق " میرسد میرکز خودہ
۱۳۰۱ھ

مطلب :- ۱۔ کل میں نے عقل سے چند سوال کئے کہ مشکلوں کو آسان بنانے
والا کون ہے؟

۲۔ میں نے اس سے کہا کہ شاہ دکن کی مسند کے پاس خاندانی عظمت اور بزرگی
کے ساتھ کون بیٹھا ہے۔

۳۔ اُس نے کہا کہ اس کے حکمراں ہونے کی مبارک تاریخ اور سال ۱۳۱ھ
ہے۔

۴۔ میں نے اس سے کہا کہ پھر تو میرا لائق علی خاں مرحوم کے نام قرعہ فال نکل آیا۔
۵۔ میں نے اُس سے کہا کہ اس راستے میں بہت سی رکاوٹیں ہیں۔ اس نے کہا کہ
خواجہ جلدی اس مرتبہ پہنچ جائے گا۔

۶۔ میں نے اس سے کہا کہ خواجہ وزیراعظم کب بن رہا ہے؟ اس نے کہا کہ حق
اور اصلیت اپنے مرکز پہنچ رہی ہے۔

تاریخ بنا و مدت مسجد مولانا حاجی ابراہیم حسین صاحب اشنا عشری پانی پتی دام ظلہم العالی

جعفری ندیبے بنا فرمود
جس سرش وار ملہم صادق
بیت حق را کہ اعظم است و قدیم
کرد تعمیر کعبہ ابراہیم

بانی مسجد یعنی مولانا ابراہیم حسین صاحب کے والد کا نام اعظم علی اور
ان کے چچا کا نام جعفر علی اور دادا کا نام صادق علی۔ یہ تینوں اور خود بانی کا
نام قطعاً تاریخ میں نہایت خوبی سے آیا ہے۔

مطلب :- جعفری صاحب نے ندیبیہ کی ایک چیز یعنی مسجد کی بنیاد
رکھی ہے۔ وہ خدا کا گھر ہے۔ کہ بہت بزرگ اور بہت پُرانا ہے۔ اس کی خبر
غیب سے تاریخ لکھنے کے لئے یہ آئی ہے کہ ابراہیم نے کعبہ تعمیر کروایا ہے۔

”تمام شد“

ہماری دیگر معیاری کتب

۱۰۰/-	جاوید نامہ (اقبال) مع شرح مصنفہ پروفیسر یوسف سلیم چشتی مکمل	۱۰۰/-
۱۵/-	رموزِ تجودی ()	۱۵/-
۸/-	ارمغانِ حجاز ()	۸/-
۲۰/-	باتگِ دریا ()	۲۰/-
۱۲/-	شرح بال جبرئیل مصنفہ پروفیسر یوسف سلیم چشتی	۱۲/-
۱۲/-	شرح ضربِ شعلیم	۱۲/-
۲۲/-	شرح دیوانِ غالب	۲۲/-
۶۰/-	مقدماتِ عبدالحق ڈاکٹر عبادت بریلوی	۶۰/-
۳۶/-	مؤمن اور مطالعہ مؤمن	۳۶/-
۱۵/-	صلیبیں مرے دریکے میں فیض احمد فیض	۱۵/-
۸/-	کلیاتِ فیض	۸/-
۱۵/۵۰	تعلیماتِ اقبال پروفیسر یوسف سلیم چشتی	۱۵/۵۰
۶/-	یا و اقبال پروفیسر خواجہ عبدالحمید	۶/-
۸/-	اردو میں ڈرامہ نگاری سید بادشاہ حسین	۸/-
۱۲/۵۰	اردو ادب میں فنِ سوانح نگاری الطاف فالہ	۱۲/۵۰
۵/-	منتقدی نقوش ڈاکٹر عبدالقیوم	۵/-
۹/۵۰	تاریخ اسلام کے حیرت انگیز لمحات مترجمہ رئیس احمد جعفری	۹/۵۰
۵/۵۰	حقوق القرآن مولانا شرف علی تھانوی	۵/۵۰

۲۴/-	یا قوتہ رحمان	بیت تراشش
۶/۵۰	منشی پریم چند	زادراہ
۵/-	"	میرے بہترین افسانے
۱۵/-	شوکت صدیقی	خدا کی بیٹی
۲۰/-	منشی فیاض علی	انور
۱۵/-	سلمیٰ کنول	دشمنِ دامن
۱۲/-	"	امانت
۱۲/-	رضیہ بیٹ	مریم
۶/۵۰	"	شمس و قمر
۱۲/-	حمیدہ حسین	سوکھے پتے
۲/۷۵	ابن حیات	ندرت
۵/-	ایم. احمد جاوید	دل کا کیا رنگ کروں
۸/-	ذکیہ بیگم	غمِ فرقت
۸/-	فاطمہ حسین	گردش
۶/-	"	ایرانی
۸/-	عبدالرحیم شرر	بابک خرمی
۲۵/-	عبادت بیوی	جدید شاعری
۱۲/-	وقار عظیم	اقبال شاعر اور فلسفی
۱۲/-	آنند برائن ملا	سیاہی کی ایک بوتل

انتقاد و پیشکش ۱۲۹۱ء کی کوٹانہ سوہوالان دہلی ۱۱

بانگِ درا با شرح



پروفیسر یوسف سلیم چشتی